خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

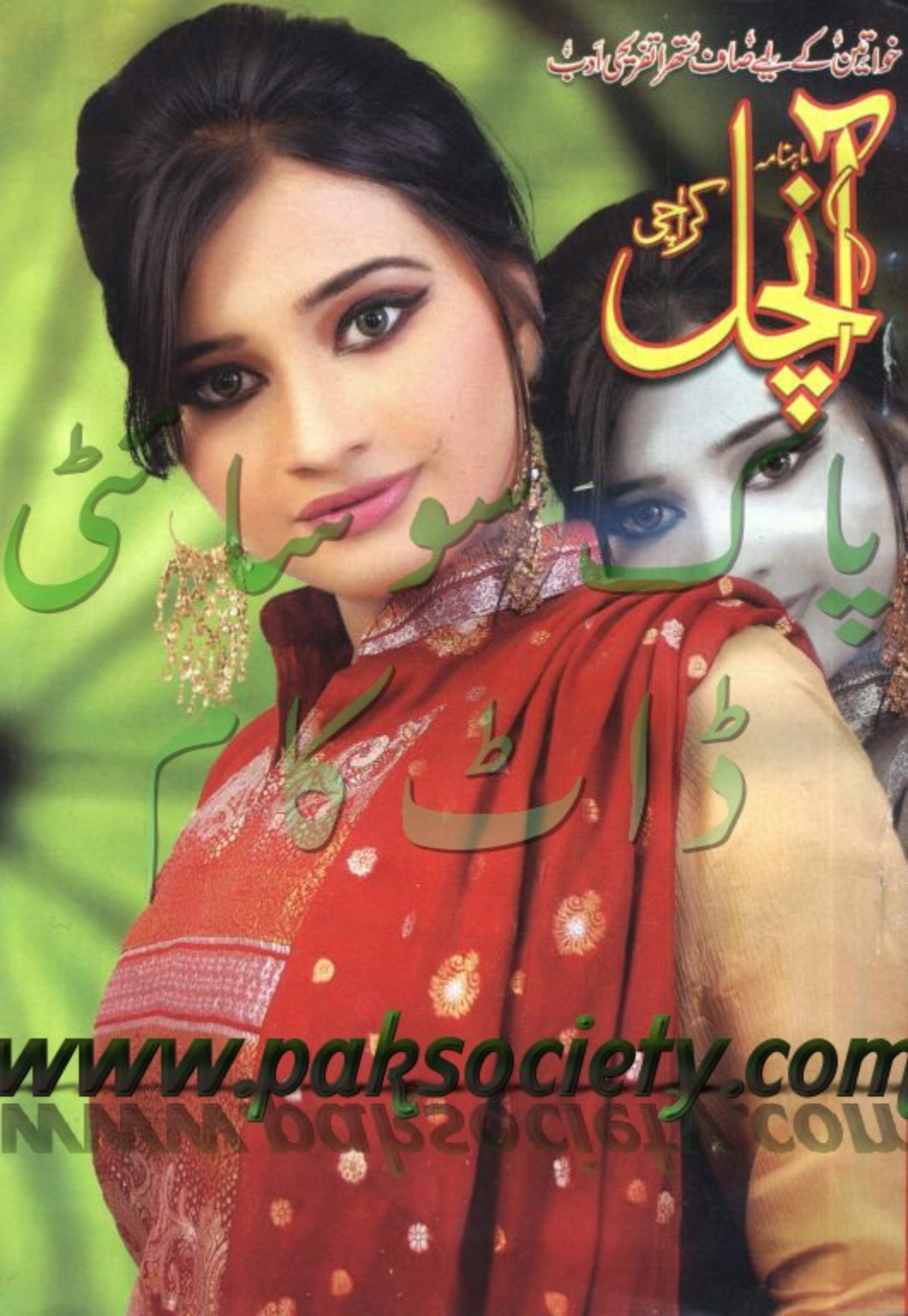

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام
www.paksociety.com

آنچل

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 12
حمد و نعت — حکیم خان حکیم — 13
در خواب آں — مدیرہ — 14

دانش کدہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ — مشتاق احمد قریشی — 18

ہمارا آنچل

رابعہ انور/صمیمہ عابد یوسف — ملیحہ احمد — 22
اقرا کلثوم/بشریٰ حسین

سلسلہ وار ناول

بھیگی پلکوں پر — اقرا صغیر احمد — 62
اور کچھ خواب — عشنا کوثر سردار — 124

مکمل ناول

جھیل کنارہ کنکر — نازیہ کنول نازی — 26
من کے دریچے — عابدہ سبین — 80

ناول

چھپا رستم — مدیحہ عدنان — 152

ناولٹ

چاک دامن — عالیہ حرا — 50
ہم تو دل سے ہارے — عطیہ جاوید ملک — 172

افسانہ

اپنا مقام پیدا کر — سباس گل — 116
یہی تو عید ہے — سویرا فلک — 188
لاوا — عائشہ خان — 198
وہ ہم سفر تھا — سیدہ ماریہ شاہ — 202
بھروسہ — عنبرین ولی — 210

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: عروسہ..... آرائش: ماہ روز بیوٹی پارلر..... عکاسی: منصور اے خان

مستقل سلسلے

روحانی مسائل کا حل — حافظ شبیر احمد — 216
یادگار لمحے — جویریہ طاہر — 236
آپ کی صحت — ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا — 220
آئینہ — شہلا عامر — 240
ڈش مقابلہ — طلعت آغاز — 224
دوست کا پیغام آئے — ہما احمد — 246
بیوٹی گائیڈ — روبین احمد — 228
ہم سے پوچھیے — شمائلہ کاشف — 252
غزلیں نظمیں — ایمان وقار — 230
کام کی باتیں — حنا احمد — 255
بیاض دل — میمونہ رومان — 234
تندرستی نعمت — لبابہ احمد — 257

خط و کتابت کا پتا ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 021-35620773 کے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل Info@aanchal.com.pk

حضرت ہبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو کہتے ہیں: اے گھر والے! تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں: "یہ ایک ناتوان جان ہے جو ایک ناتوان کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔" (معجم الصغیر طبرانی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اکتوبر ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

سب سے پہلے میں اپنی تمام بہنوں کی نہایت شکر گزار ہوں جنہوں نے نہ صرف عید نمبر کو پسند کیا اور اپنی پیاری پیاری خوب صورت عید کی مبارک باد سے نوازا میں اپنی تمام قلم کار بہنوں کی بھی شکر گزار ہوں جن کے تعاون اور مدد سے ہی میں آنچل کو سجا سنوار سکی ہوں۔ ستمبر کے شمارے کے بارے میں بہنوں کو کچھ شکایت تھی اس کے لیے معذرت چاہتی ہوں کہ متعلقہ شعبے کی انچارج رمضان کے روزوں اور اپنی ناتوانی کے باعث توجہ نہ دے سکیں وہ بھی معذرت خواہاں ہیں۔

امریکہ میں ایک بار پھر الیکشن کا اسٹیج سجنے جا رہا ہے یوں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے لیکن مصیبت یہ ہوتی ہے کہ الیکشن کی تیاری کے سلسلے میں امریکہ کے اخبارات جرائد اپنے اپنے طور پر پُر جوش ہو کر دھڑا دھڑ امیدواروں سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات شیئر کرنے کی کوشش میں زیادہ سے زیادہ کاغذ خرچ کر ڈالتے ہیں اور اس کاغذ کی زیادتی کو بھگتنا ہمیں پڑتا ہے۔ کاغذ نایاب ہو جاتا ہے اور ہمارے تاجر موقع سے فائدہ اٹھانے میں کسی طرح سے پیچھے نہیں رہتے ویسے بھی ڈالر آسمان سے باتیں کر رہا ہے اور آپ کا یہ آنچل تو شائع ہی درآمدی کاغذی پر ہوتا ہے جو ڈالروں کے عوض آتا ہے۔ ویسے بھی یہ ہمارا قومی مزاج بن چکا ہے کہ ہم ایسے میں قوم کی مجبوریوں سے کھیلتے ہیں دوسری طرف مہنگائی ہے کہ پیر پر پیر رکھ کر دوڑ رہی ہے رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہر طرف مہنگائی کے عفریت نے اپنے خونخوار پنجے گاڑھ رکھے ہیں۔ بہر حال زندگی تو گزارنی ہی ہے اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے ہم پر اپنی رحمت و کرم فرمائے۔ لکھاری بہنوں سے ایک گزارش ہے کہ وہ مختصر افسانوں کو ترجیح دیں طویل ناول یا ناولٹ کے لیے چونکہ صفحات درکار ہوتے ہیں اس لیے انہیں انتظار کی زحمت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ جنہیں ہماری مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری درخواست پر غور کریں گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری آپ سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

بہن سمیرا شریف طور کا نیا سلسلہ وار ناول "ٹوٹا ہوا تارہ" ان شاء اللہ اگلے ماہ سے شروع کیا جا رہا ہے قارئین بہنیں نوٹ فرمالیں۔ اگلے ماہ بہنوں کے عدالت کی شخصیت ہیں "نادیہ فاطمہ رضوی" ان کے لیے ۱۸ اکتوبر تک سوالات ارسال کر سکتی ہیں۔

اس ماہ کے ستارے۔

مکمل ناول:۔ "جھیل کنارہ کنکر"۔ نازیہ کنول نازی اور "من کے دریچے" عابدہ سبین۔

ناول:۔ "چھپا رستم" مدیحہ عدنان طویل غیر حاضری کے بعد خوب صورت ناول کے ہمراہ واپسی۔

ناولٹ:۔ "چاک دامن" عالیہ حرا اور پہلی بار شریکِ محفل ہیں "ہم تو دل ہارے" کے ساتھ عطیہ جاوید ملک۔

افسانہ:۔ "لاوا" عائشہ خان "اپنا مقام پیدا کر" سباس گل "یہی تو عید ہے" سویرا فلک اور پہلی بار شریکِ محفل ہیں "بھروسہ" عنبرین ولی اور "وہ ہم سفر تھا" سیدہ ماریہ شاہ۔

حمد

ایسا تیرا گمان ہے روشن
مجھ پہ سارا جہان ہے روشن

تیرے جیسا نہیں جہاں میں کوئی
ہر جگہ تیری شان ہے روشن

کون ہے جس کے نور سے یا ربّ!
یہ زمیں آسمان ہے روشن

تیری تعریف کُل جہان کرے
ذکر تیرا بیان ہے روشن

تیرے دَم سے جہانِ فانی میں
زندگی کا نشان ہے روشن

اے خدا تیری، تیری بندگی سے ہی
آبرو میری آن ہے روشن

اس کے جلووں کی روشنی میں حکیمؔ
میرے دل کا مکان ہے روشن

نعت

ترے پیام نے بخشی ہے روشنی آقا ﷺ
ترے پیام سے بدلی ہے زندگی آقا ﷺ

ترے پیام سے ڈوبا ہے ظلم کا سورج
ترے پیام کا حاصل ہے ہر خوشی آقا ﷺ

ترے پیام نے مژدہ دیا بہاروں کا
ترے پیام سے مہکی ہے ہر کلی آقا ﷺ

ترے پیام نے پتھر دلوں کو موم کیا
ترے پیام کے قائل ہوئے سبھی آقا ﷺ

ترے پیام سے روشن ہوا ضمیر اپنا
ترے پیام سے پائی ہے آگہی آقا ﷺ

ترے پیام نے سب کو دیا مقام اِک سا
ترے پیام نے تاریخ نو لکھی آقا ﷺ

ترے پیام سے پہلے حکیمؔ تھا گمنام
ترے پیام سے شہرت مجھے ملی آقا ﷺ

(حکیم خان حکیمؔ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

در جواب آں

مدیرہ

ڈاکٹر تنویر انور خان.....کراچی

ڈیئر تنویر سلامت رہو۔ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو جلد ہی اس پریشانی سے نکالے اور آپ کی آنکھ ایک بار پھر سے نارمل کردے۔ آمین۔ ہم تمام بہنوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بہن تنویر انور کے لیے خصوصی دعا کریں۔

شمیم ناز صدیقی.....کراچی

پیاری شمیم سدا خوش رہو۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی کی نعمت سے مالا مال کرے اور آپ کا سایہ آپ کے بچوں پر قائم ودائم رکھے آمین۔ ہم تمام قارئین سے التماس کرتے ہیں کہ وہ بہن شمیم ناز کے لیے دعائے صحت فرمائیں۔

عشنا کوثر سردار.....کراچی

اچھی عشنا شاد وآباد رہو۔ ہم آپ کی والدہ کی صحت کے لیے دعا گو ہیں کہ وہ جلد از جلد صحت یاب ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ عافیت آپ کے سر پر قائم ودائم رکھے۔ قاری بہنیں بہن عشنا کی والدہ کے لیے دعا فرمائیں۔

سیدہ ہما شاہ.....ہارون آباد

ہما خوش رہو۔ ہم آپ کو پہلا شعری مجموعہ ''مجھے چاہو'' شائع ہونے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کو اسی طرح بام عروج پر پہنچائے آمین۔ ماشاء اللہ سے بہت معیاری شاعری سے سجا نہایت ہی خوب صورت شعری مجموعہ ہے۔

رشک حبیبہ.....کراچی

ڈیئر رشک سلامت رہو۔ آپ کی جانب سے ارسال کردہ نہایت ہی خوب صورت عید کارڈ وصول پایا جس پر آپ نے اپنے ہاتھوں سے بہت ہی نفیس کام کر کے اس کارڈ کی شان میں چار چاند لگا دیے اور انداز تحریر آپ کی دعائیہ نظم جو آنچل کے لیے خاص والخاص تھی پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی اور بے ساختہ آپ کے لیے دل سے بہت دعائیں نکلیں' رب کریم سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ کی تمام عبادت ودعاؤں کو اپنے فضل وکرم سے اپنی بڑی شان والے دربار میں قبول ومقبول فرمالے آمین۔

مدیحہ نورین.....برنالی

پیاری مدحو سلامت رہو۔ آپ کا شکوہ سر آنکھوں پر مگر آپ کی کوئی نہ کوئی ارسال کردہ چیز آنچل میں ضرور شائع ہوتی رہتی ہے پھر بھی آپ ناراض ہیں خیر اب تو ہم کو امید واثق ہے کہ اس جواب کے بعد وہ بھی لازمی ختم ہوجائے گی کیوں ٹھیک کہا ناں ہم نے اور جہاں تک آپ کی کہانی کے بارے میں تو ہم نے شمارہ ستمبر میں بتادیا تھا شاید آپ کی نظر سے نہیں گزرا خیر اب دیکھ لیجیے گا۔ رب کریم آپ کو بہت سی خوشیوں سے نوازے آمین۔

صبا نواز بھٹی.....سانگھڑ

پیاری صبا آباد رہو۔ جی جی آپ کو پوری اجازت ہے ہم کو خالہ کہنے کی۔ کہانی بھیج دیجیے' اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے آنچل تو ہے آپ کا اپنا ہی اور آپ اپنی شاعری ارسال کردیجیے ہم اس کی اصلاح کروادیا کریں گے اگر اس میں اصلاح کی ضرورت ہوئی اور جو اصلاح کے قابل نہیں ہوں گی ان کو ضائع کردیا کریں گے ٹھیک ہے نا اب تو خوش۔ دعاؤں اور نہایت خوب صورت پھولوں کے لیے جزاک اللہ۔

شہناز راجپوت.....گوجرانوالہ

بہن شہناز خوش رہو۔ واقعی صحیح کہا آپ نے اس بار تو واپڈا والوں نے خوب دل بھر کر بد عائیں لیں اس ماہ مبارک میں' ویسے دیکھا جائے تو وہ بے چارے بھی کیا کریں وہ تو حکم کے غلام ہیں ایک طرف حکومت وقت کے دوسری طرف اپنے نفس کے اب کیا کہا جاسکتا ہے۔ آپ کی کہانیوں کی باری ان شاء اللہ جلد ہی آجائے گی بس اب تجھے انتظار کی گھڑیاں ختم ہی ہوئی جاتی ہیں اب تو خوش۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

حافظہ اقرا الیاس.....لاہور کینٹ

پیاری اقرا شاد رہو۔ پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید کہتے ہیں قبول فرمائیں۔ نازیہ کنول نازی کو آپ کی مبارک باد ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں کہ آپ کو ان کی شاعری اور پتھروں کی پلکوں کا اختتام بہت بہت پسند آیا۔ سمیرا شریف طور' عشنا کوثر اور اقرا صغیر کو بھی ان سطور کے ذریعے مبارک باد پہنچائی جارہی ہیں۔ دعاؤں کے لیے رب کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

شگفتہ کوثر.....نامعلوم

گڑیا شگفتہ خوش رہو۔ آپ کی ناراضگی وغصہ سر آنکھوں پر' آپ نے بجا فرمایا کہ آپ شکوہ وشکایت ہم سے نہیں کریں گی تو پھر کس سے کریں گی آپ کا پورا پورا حق ہے آنچل اور ہم پر ہماری طرف سے پوری اجازت ہے آپ کو۔ ویسے تو ہماری ٹیم کی یہ پوری کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی بہن کی حق تلفی نہ ہوں پھر بھی کوئی نا کوئی کوتاہی ہو ہی جاتی ہے خیر جہاں تک آپ کی تحریر کی بات ہے تو گڑیا وہ تو ہم تک پہنچی ہی نہیں اور جب جب آپ کی ڈاک ملتی ہے ہم تب تب وہ ضرور لگاتے ہیں ہاں جب کچھ ملے گا ہی نہیں اور ڈاک کی نذر ہوجائے تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے نا آپ کے پاس نا ہمارے پاس' اب امید ہے کہ آپ کی تشفی وتسلی ہوگئی ہوگی اور ناراضگی بھی دور ہوگئی ہوگی اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھے آمین۔

عائشہ نور محمد.....کراچی

پیاری عائشہ دعا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو خوش وخرم رکھیں اور بہت سی خوشیاں عطا فرماتے رہیں۔ اب بھی آپ آنچل کا حصہ ہیں اور رہیں گی ان شاء اللہ۔ جی آپ نے صحیح پہچانا یہ وہ ہی عمران سیریز والے ابن صفی ہیں۔ آپ کی کہانی ان شاء اللہ جلد از جلد لگانے کی کوشش کریں گے کیونکہ ہمارے پاس محدود صفحات ہوتے ہیں اور بڑے بڑے ناولز کی گنجائش ذرا دیر سے ہی بنتی ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شبانہ خان.....نامعلوم

شبانہ ڈیئر خوش رہو۔ آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر ان ہی سطور میں اس کا جواب دیدیں گے اور دفتر کے نمبرز فہرست کے آخر میں شائع ہوتے ہی ہیں آپ ان نمبرز پر دفتر کے اوقات کار کے دوران فون کرکے رابطہ کرسکتی ہیں۔

نجمہ زرین.....لاہور

اچھی نجمہ جیتی رہو۔ پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ اپنی کہانی بھیج دیجیے اس ہی سلسلے کے آخر میں لگا بکس پڑھ لیجیے گا تو آپ کو کہانی لکھنے میں مدد مل جائے گی۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

جیا غضنفر.....گجرات

ڈیئر جیا دعا۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کی بڑی بہن کا سن کر نہایت ہی افسوس ہوا ہم دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے آمین۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے رسید وصول کیجیے اور جلد ہی پڑھ کر بتادیں گے۔ آپ کی تعزیت ان سطور کے ذریعے بہن اُم ثمامہ اور جیا عباس تک پہنچائی جارہی ہے۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

صائمہ قریشی.....آکسفورڈ

صائمہ پیاری خوش رہو۔ آنچل میں ہونے والی تبدیلیاں آپ کو پسند آئیں جس کے لیے جزاک اللہ۔ یہ آپ سب بہنوں کا تعاون ہی ہے جس کی وجہ سے آج آنچل اس مقام تک پہنچ پایا ہے اگر آپ سب بہنوں اور رائیٹرز کا تعاون اسی طرح آنچل کے ساتھ رہا تو ان شاء اللہ اس کا معیار اور بھی بہتر کرپائیں گے۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے اور غزلیں بھی ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ لیں گے۔ ابھی قسط وار ناول کی کوئی بھی گنجائش نہیں ہے اس لیے ہم لکھاری بہنوں سے کہتے ہیں کہ قسط وار لکھنے سے پہلے ادارے سے بات کرلیں۔ قسط وار ناول کی تمام اقساط ایک ساتھ ہی بھیجنی ہوتی ہیں اور ایک قسط کے صفحات زیادہ سے زیادہ اسی ہونے چاہئیں۔ دعا کے لیے جزاک اللہ۔

ثانیہ عبدالغفور مغل.....للیانی ضلع سرگودھا

اچھی ثانیہ دعا۔ آنچل پسند کرنے کا بہت بہت شکریہ۔ آپ کی تعزیت اس سطور کے ذریعے بہن اُم ثمامہ کو پہنچائی جارہی ہے۔ آپ نے جیسے اپنی کہانی تحریر کی تھی وہ طریقہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہم کو تو پتا ہی نہیں چلا آپ کی سالگرہ ہے چلیں اب کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی ہزاروں خوشیاں نصیب کریں آمین۔ اب تو خوش اور ناراضگی دور۔

عشرت سید محمد رمضان.....حیدرآباد

عشرت ڈیئر سلامت رہو۔ آپ کا تعارف اور غزل

ان شاء اللہ دسمبر کے شمارہ میں شائع ہو جائیں گی۔ ان سطور کے ذریعے عفت سحر طاہر کے بہنوئی اور ام شمامہ کے بھائی کی رحلت کی تعزیت پہنچائی جا رہی ہیں اللہ تمام امت مسلمہ کے مرحومین کو اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ عطا کریں آمین۔ آنچل اور آنچل اسٹاف کے لیے آپ کی ڈھیروں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عشرت فاطمہ.....گاؤں جیسال تلہ گنگ

اچھی عشرت خوش رہو۔ آپ نے بتائے گئے طریقہ کار کے مطابق کہانی تحریر نہیں کی مگر پھر بھی ہم نے اس کو نمبر پر لگا دیا ہے جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتا دیا جائے گا لیکن آئندہ خیال کیجیے گا جو طریقہ کار کہانی لکھنے کا ہے اس کے مطابق ہی کہانی تحریر کیجیے گا۔

سیدہ امبر اختر.....چندی پور

پیاری امبر سلامت رہو۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے اور نمبر لگا کر رکھ دی ہے جلد ہی پڑھ کر ان ہی سطور میں اس کے بارے میں بتا دیں گے۔ آپ کا اور آپ کی دوست کا تعارف بھی لائن میں لگا دیا ہے دعا کیجیے کہ جلد نمبر آ جائے۔ ہم آپ کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کے حق بہتر معاملہ کریں اور آسانی فرمائے اللہ سے شکوہ نہیں کرنا چاہیے اس کی نعمتوں کا تو ہم نا تو شکر ادا کر سکتے نا ہی ہم اس قابل ہیں امید ہے اب آپ فوری توبہ کر کے رب کریم کا شکر بجا لائیں گی۔

طیبہ سعدیہ.....سیالکوٹ

طیبہ ڈیئر جیتی رہو۔ آنچل کے حصول میں آپ کی پریشانی کا پڑھ کر نہایت دکھ ہوا ہم دعا گو ہیں کہ آنچل کے حصول میں آپ کی تمام مشکلات دور فرما کر آسانیاں فرمائے آمین۔ نازیہ کنول نازی کا ناول اے محبت تیری خاطر آپ کو مکتبہ القریش لاہور سے مل سکتا آپ ان کے نمبروں پر رابطہ کر لیجیے وہ آپ کو براہ ست بھیج دیں گے۔ جس ماہ کے آنچل میں انعام نکلتا ہے اس ہی ماہ آنچل بھیجا جاتا ہے۔

ماریہ قریشی.....پھمن چونترہ

اچھی ماریہ بہت سی دعائیں۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کے شکوہ کے جواب میں بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ جو بھی چیزیں وقت پر مل جاتی ہیں وہ ضرور شائع ہو جاتی ہیں اس ماہ نہیں تو اگلے ماہ مگر جب کچھ ملے گا ہی نہیں تو پھر کیسے شائع کیا جا سکتا ہے اب آپ ہی بتائیں۔ آپ کو امتحان میں کامیابی اور بھائی کی منگنی کی بہت بہت مبارک باد رب کریم آپ کو ہر میدان میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور آپ کے بھائی بھابی کا نصیب بلند فرمائے آمین اب خوش اور سب گلے شکوہ دور۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فاطمہ ہاشمی.....جھنگ

پیاری فاطمہ خوش رہو۔ آپ کی خیریت کا پڑھ کر دلی سکون ہوا۔ آپ کی کاوش موصول ہو گئی ہے شکر الحمدللہ۔ امید ہے آپ کو بھی قلبی سکون میسر آ گیا ہو گا ابھی پڑھی نہیں پڑھ کر ان ہی سطور میں جواب دیدیں گے۔ آپ نے سولہ آنے ٹھیک کہا کہ ہمارا ڈاک کا نظام انتہائی اعلیٰ پائے کا ہے بس صبر و دعا ہی کر سکتے ہیں جان جلانے کا فائدہ بھی تو کوئی نہیں ہے ناں۔ ہم ہر ماہ کی دس تاریخ تک موصول ہو جانے والی ڈاک استعمال کرتے ہیں جو چیزیں اگلے ماہ کام آ سکتی ہیں وہ اٹھا کر رکھ لی جاتی ہیں اور جو نہیں آتی تو ان کی صرف

رسید دیدی جاتی ہے۔ آپ اور بہت سی بہنیں عفت سحر طاہر اور سیدہ گل بانو کو پڑھنا چاہتی ہیں تو ہم پوری کوشش کریں گے کہ آپ سب کی خواہش پوری کی جا سکے آپ سب دعا کیجیے گا۔ آپ بھی آنچل فیملی کا حصہ ہیں اور رہیں گی ان شاء اللہ اور دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

کوثر ناز.....حیدر آباد

پیاری کوثر ڈھیروں دعائیں۔ آپ کا خط پڑھ کر آپ کی ہمت و حوصلے کی داد دینی پڑے گی ماشاء اللہ بہت اچھے خیالات ہیں اور سوچ بھی وسیع ہے آپ کی ان شاء اللہ اگر ایسے ہی آپ کے خیالات رہے تو وہ دن دور نہیں جب آپ بھی سجھی ہوئی لکھاریوں میں شامل ہو جائیں گی۔ آپ نے صحیح کہا آج کل کے تعلیمی اداروں اور اساتذہ کا اللہ ہی حافظ ہے پتا نہیں ہم کب اپنے فرائض ایمان داری سے سرانجام دیں گے امید پر دنیا قائم ہے۔ ہم آپ کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام دلی مرادیں پوری فرمائے آمین۔ آپ کی تمام چیزیں ان کے شعبہ جات میں بھیج دی گئیں ہیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ام شمامہ.....جھڈو

گڑیا ام سلامت رہو۔ آپ نے صحیح کہا کہ آپ کا اور ہمارا رشتہ بہت مضبوط ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔ آپ کا شکوہ بجا ہے اپنی جگہ مگر ہم بھی کیا کریں اس ملکی ڈاک کے نظام کا، ہم نے آپ کو خط روانہ کیا تھا جو آپ تک نہیں پہنچا اس بات کی اطلاع آپ کا خط پڑھ کر ملی خیر ہم کوشش کر کے دوبارہ ارسال کرتے ہیں۔ آپ کے گھریلو حالات پڑھ کر آپ کے دکھ کا اندازہ کر سکتے ہیں اور دعا گو ہیں اس پاک ذات سے کہ وہ جلد از جلد آپ کے تمام مسائل کو حل کر کے آسانی والا معاملہ فرما دے اور آپ کے غم و دکھ میں کمی عطا فرما دے آمین۔ ان شاء اللہ یہ سب ہمارے پاس آپ کی امانت ہے اس سے آپ بے فکر رہیے اور ہماری خصوصی دعائیں آپ کے ساتھ رہیں گی اور وہ پاک پروردگار ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور رحم فرمائے گا۔

مشترکہ جوابات

دلکش مریم، چینوٹ۔ ہم رب کریم سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کو ہر میدان و امتحان میں کامیابی و کامرانی عطا فرماتا رہے آمین۔ منہ جبین چوہدری، ڈوگہ گجرات۔ پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ کے دونوں افسانے موصول ہو گئے ہیں ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر ان سطور پر آپ کو بتا دیا جائے گا۔ فوزیہ سلطانہ، تونسہ شریف۔ آپ کا تعارف پہلے بھی مل گیا تھا اور اب بھی مل گیا ہے ان شاء اللہ جلد ہی شائع ہو جائے گا۔ جی آپ نانی کہہ سکتی ہیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ سیدہ جیا عباس کاظمی، تلہ گنگ۔ نازیہ کنول نازی کی شاعری کی کتب لاہور سے شائع ہوئی ہیں آپ وہاں سے منگوا سکتی ہیں۔ تحسین انجم انصاری، اسلام آباد۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی شائع ہو جائے گی۔ عظمیٰ کنڈی، ٹانک۔ آپ کی تمام چیزیں ان کے شعبہ جات میں بھیج دی گئی ہیں ان شاء اللہ شائع بھی ہو جائیں گی۔ فرہ زینب، ملتان۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے ان شاء اللہ جلد ہی پڑھ کر آپ کو بتا دیا جائے گا۔ سمیرا ندیم، اسلام آباد۔ ہماری اطلاع کے مطابق راولپنڈی میں تو آنچل عید سے قبل پہنچ گیا تھا پھر آپ تک تاخیر سے پہنچا حیرت ہوئی۔ آپ کی تمام چیزیں متعلقہ شعبوں میں بھیج دی ہیں۔ صبا اشرف، شاہ نکڈر۔ گڑیا آپ نے بالکل صحیح کہا کہ آپ کا خط بیچ کر تین سوٹ لان کے لے آئے تھے اگر آپ کہیں تو ایک آپ کو بھیج دوں؟ نادیہ یسین، چک نمبر ۱۶۱ ساہیوال۔ گڑیا اللہ آپ کو آپ کے تمام ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

تاخیر سے وصول ہونے والے خطوط

صوبیہ فیض، کا چھلو فارم۔ نگینہ نورین، نامعلوم۔ پروین افضل شاہین، بہاولنگر۔ ارم شہزادی، ڈی جی خان۔ نورین شاہد، رحیم یار خان۔ فائزہ فاروق سحر، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ عاصمہ اقبال، عارف والہ۔

ناقابل اشاعت

محبت آزمائش ہے۔ شکست۔ روٹی کپڑا اور مکان۔ زندگی میں یوں بھی ہوتا ہے۔ معافی۔ باتوں باتوں میں۔ بے بس محبت۔ ہمارے درمیان ہے زندگی۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہو گی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

اہلِ سنت کون؟

امام اعظم ابوحنیفہؒ امام اہل سنت کے طور پر بھی معروف ہیں اور فقہ حنفی کے ماننے والے خود کو اہلِ سنت کہلاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ امام اعظمؒ کی فقہ کے بارے میں کچھ تحریر کرنے سے پہلے ہمیں یہ علم ہونا بھی ضروری ہے کہ دراصل اہل سنت کون ہیں اور مسلک اہلِ سنت درحقیقت کیا ہے؟ اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے جو مسالک ہیں ان پر مختصراً تقابلی جائزہ سے یہ آسانی ہوگی کہ مختلف مسالک کے خدوخال ہمارے سامنے ہوں گے تو فقہ حنفی کو سمجھنا آسان تر ہو سکے گا اور آج کا عام مسلمان جس کی دینی معلومات بس واجبی ہیں اور جن کے دلوں میں بعض غلط روایات کے ذریعے شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جاتے ہیں جس کے باعث وہ دین سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں جب دیگر مسالک کے افراد سے ملتے ہیں اور کسی مسئلے پر بحث یا گفتگو کرتے ہیں تو مزید الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ انہیں یہ اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کیا درست ہے اور کیا غلط۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ ضروری معلوم ہوا کہ فقہ حنفی پر عمل پیرا ہونے والوں کو یہ معلوم ہو کہ ان کی فقہ کیا ہے اور دوسرے فقہوں سے اسے کیا امتیاز حاصل ہے۔

اس سے قبل کہ فقہ حنفی پر گفتگو کی جائے یہ سمجھ لیا جائے کہ اہلِ سنت کسے کہتے ہیں اور کون حقیقی معنوں میں اہلِ سنت ہیں۔

اہلِ سنت:۔

سنت کے معنی عادت یا دستور کے ہیں۔ اصطلاحاً پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کو سنت کہتے ہیں۔ اسلام میں اطاعتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا سے ہی ایک لازمی امر رہا ہے۔ اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے حفظ واشاعت کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تابعینؒ اور ان کے بعد تبع تابعینؒ کے عہد میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واحد مستند ذریعہ حدیث نبوی ہی تھا۔ اس لیے تدوین حدیث کا سلسلہ محدثین نے عہد نبوی سے ہی شروع کر دیا تھا جو بعد کے تمام عہدوں میں جاری رہا وہ تمام احادیث جو قولی ہوں یا فعلی جو احادیث کی کتب میں مفصل قلم بند کی جا چکی ہیں۔ ان میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل اور ہدایات بھی شامل ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت انہیں واجب العمل تسلیم کرتی ہے۔ اور مانتی ہے یہی اہلِ سنت یا سنی کہلاتے ہیں۔ اور قرآنی احکام اور احادیث نبوی کی صحیح تعبیر وتفصیل جو فقہ کے مستند امام ابوحنیفہؒ کے قیاس اور اجماع پر مبنی ہے کو اہلِ سنت اپنے مذہبی دستور العمل کا جزو لازم سمجھتے ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت:۔

سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر عمل کرنے والے مسلمانوں کا سواد اعظم اپنے جامع مفہوم میں اسلام کے دو بنیادی فرقوں میں سے ایک ہے۔ جن لوگوں نے اسلامی جمہوریت

وخلافت، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کیا وہ اہل سنت کہلائے۔ اور جن لوگوں نے سنتِ رسول کریم سے انکار کیا وہ خوارج اور معتزلہ کہلائے۔ خوارج اور معتزلہ کا عروج دوسری صدی ہجری میں ہوا اور کچھ عرصے بعد یہ فرقے اپنی موت آپ مر گئے۔ ان کا وجود ختم ہو گیا۔

اہلِ سنت پیروکاروں کے معنی میں سنی کہلاتے ہیں۔ جبکہ خوارج اور معتزلہ کی تعلیمات آگے چل کر عراق اور ہندوستان میں نمودار ہوئیں۔ جو منکرین حدیث یا اہلِ قرآن کہلائے۔ انکار سنت کا دوبارہ آغاز انگریزوں کی فتنہ سامانی اور اختراع طرازی اور ہندوستان کے مسلمانوں کو تقسیم کر کے ان کی قوت کو ختم کرنے کے لیے کیا گیا۔ انگریز نے اپنی چالاکی اور بدنیتی اور حکمرانی کی قوت سے کام لے کر مسلمانوں کی ایک منظم جماعت کو کئی فرقوں میں بانٹ دیا اور مسلمانوں کی قوت ایمانی کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم کوشش وسازش کی اور ہندوستان کے مسلمانوں کو کئی فرقوں میں تقسیم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ہندوستان میں جدید علم الکلام کے نام پر سرسید احمد خان نے انکارِ حدیث کی ابتدا کی۔ سرسید احمد خان نے قرآنِ حکیم کے تمام مندرجات کو عقل وسائنس کے مطابق ثابت کیا ہے۔ مثلاً وہ معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شق الصدر کو محض خواب مانتے ہیں۔ روز آخرت، حساب کتاب، میزان، جنت ودوزخ، کے متعلق تمام قرآنی ارشادات کو استعارہ اور تمثیل قرار دیتے ہیں۔ ایسے ہی وہ ابلیس اور ملائکہ کے وجود کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ کے پیدا ہونے اور آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کو تمثیل قرار دیتے ہیں۔ جنوں کو بھوتوں کی قسم کی مخلوق ماننے سے سرسید احمد خان قطعی انکار کرتے ہیں۔ سرسید کے علاوہ مولوی چراغ علی بھی منکرِ حدیث کے طور پر مشہور ہے۔ سرسید احمد خان جنہوں نے مذہبی مصلح کی حیثیت سے تصانیف کا ایک ڈھیر لگا دیا تھا۔ سرسید کے ان ہی اقدامات کی بناء پر ان پر کفر کے الزامات بھی لگائے گئے چونکہ ان کا مسلک تھا کہ انگریز اور مسلمانوں کے درمیان پھیلی نفرت کو دور کرنے میں ہی مسلمانوں کا بھلا ہے۔ اس لیے انہوں نے مسلمانوں اور عیسائیوں کے تعلقات کو خوش گوار بنانے کے لیے تصانیف کا سہارا لیا۔ وہ تقلید کے سخت خلاف تھے۔ تقلید کے قائل علمائے کرام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی حضرت مولانا فضل الرحمٰن عثمانی (علامہ شبیر احمد عثمانی کے والد) مولانا ذوالفقار علی دیوبندی اور حضرت حاجی عابد حسین نے وقت کی ضرورت اور مذہبی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے قائل ان افراد نے سرسید احمد خان کی جدید توجیہات اور تاویلات جو نا صرف پڑھے لکھے طبقے کے ذہنوں کو مسموم ومتاثر کرنے لگی بلکہ دین سے لاتعلق افراد بھی اس طرف متوجہ ہونے لگے تھے اور اس لیے ضروری تھا کہ اس کی روک تھام کی جائے۔ 1867ء کو دیوبند کی ایک قدیم مسجد چھتا میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ جو بعد میں مدرسہ دیوبند کے نام سے معروف ومشہور ہوا۔ دیوبندی علماء فقہی مذاہب میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ قرآن وسنت پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے علاوہ ان کا تصوف سے بھی گہرا تعلق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت پر مکمل ایمان رکھتے ہیں۔ کثرت سے درود کو عین ثواب سمجھتے ہیں۔ دین میں غلو اور انتہا پسندی کے بجائے اعتدال کے قائل ہیں اور عامۃ المسلمین کی تکفیر سے اجتناب واحتیاط کو لازمی سمجھتے ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو دیوبند مدرسے سے اٹھنے والی تحریک نے سرسید احمد خان کے جدید علم الکلام کے ذریعے پھیلائی ہوئی ظلمتوں کا مقابلہ کرنے اور صحیح دین اور تقلیدی عمل کو قائم رکھنے اور برصغیر کے مسلمانوں کو اسلام کی اصل روح سے وابستہ

کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

سرسید احمد خان کی جدیدیت یعنی جدید علم الکلام کے فتنے نے جب کافی سر اٹھالیا اور جدت پسند افراد کا گروہ تشکیل پانے لگا تو انہوں نے مئی 1875ء میں علی گڑھ میں ایک درس گاہ کا آغاز کیا جسے جنوری 1877ء میں کالج کا درجہ حاصل ہوگیا تھا۔ اسی جدیدیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ردعمل کے طور پر دیوبند کی مسجد چھتا میں مدرسہ قائم ہوا جو جلد ہی ایک بڑے دارالعلوم میں تبدیل ہوگیا وہ تمام دینی تعلیمی اصناف کی تعلیم دی جانے لگی۔ دارالعلوم دیوبند میں علم صرف ونحو، ادب، علم المعانی، منطق، فلسفہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، تفسیر، علم الفرائض، علم العقائد، علم الکلام، علم الطب، علم المناظرہ، علم ہیئت، علم قرأت وتجوید ساتھ ساتھ فارسی زبان ادب وریاضی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

دیوبند کے پیروکار نذر ونیاز صرف اللہ کے نام پر کرنا جائز مانتے ہیں کسی پیر بزرگ کے نام پر کرنا ان کے مسلک کے مطابق قطعی حرام ہے کیونکہ منت نذر نیاز حقیقی معنوں میں صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہی ہے۔ اس طبقے کے مطابق اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے نام کی منت ماننا یا نذر دینا صدقہ کرنا سب شرک ہے۔ جس چیز کی منت مانی جائے وہ حلال ہو اور اللہ کی راہ میں ہو تو اللہ اس کے پورا کرنے پر اجر وثواب دے گا۔ اس بارے میں سورۃ البقرہ 270 یا 271 میں واضح ہدایت آئی ہے۔

دیوبند کے طریقے پر چلنے والے مزارات کا احترام تو کرتے ہیں لیکن مزار والوں کو کسی طرح وسیلہ یا واسطہ نہیں بناتے بلکہ براہ راست اللہ سے مدد مانگتے ہیں کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ میں تمہاری شہ رگ سے بھی قریب ہوں۔ یہ لوگ مزارات پر چراغاں کرتے ہیں نہ موم بتی اگربتی جلاتے ہیں۔ نہ مردے دفن کرنے پر اس کے سرہانے اذان دیتے ہیں۔ درود شریف کثرت سے پڑھتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ درود شریف براہ راست انہیں پہنچایا جاتا ہے یہ تمام صدقات وخیرات براہ راست اللہ کے نام پر اللہ کے لئے کرتے ہیں۔

اکابرین دیوبند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے معتقد ہیں جبکہ روحانی مسلک کے لحاظ سے حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہیں۔ سرسید احمد خان کی تحریک کے نتیجے میں مختلف مسلکوں نے جنم لیا۔

عام طور پر مستشرقین کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقے ہیں ایک اہل سنت والجماعت اور دوسرا اہل تشیع۔ بالترتیب ان کے ماننے والوں کو سنی اور شیعہ کہا جاتا ہے۔ علامہ بغدادیؒ کے نزدیک اہل سنت وہ لوگ ہیں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے یعنی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسلک پر قائم ہیں۔ انہوں نے اہل الرائے اور اہل حدیث دونوں کو اس گروہ میں شامل کیا ہے۔ جبکہ امام ابن تیمیہؒ نے اہل سنت والجماعت کو آئمہ اربعہ سے پہلے کا قرار دیا ہے اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اسی گروہ میں شامل کرتے ہیں۔ علامہ الذہبیؒ کے بقول ابوالحسن اشعری کی تحریک اشعریہ کو ماننے والے خود کو اہل سنت والجماعت کہتے تھے ان کے بعد یہ اصطلاح عام ہوگئی۔

علامہ البغدادیؒ نے اہل سنت والجماعت کے عقیدے کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ لوگ حدوث عالم، خالق کائنات کی وحدانیت، اس کی تشبیہ وتجسیم سے پاک ہونے اور انسانوں کے لیے کافی اور برحق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ قرآن حکیم شریعت کے احکام کا ماخذ ومنبع ہے اور نماز قبلے یعنی کعبے کی طرف منہ کرکے ادا کرنا فرض ہے۔ ان باتوں کے ساتھ انہیں کسی ایسی بدعت میں ملوث ہونا پسند نہیں جو کفر کا باعث ہو۔

علامہ البغدادیؒ نے اہل سنت والجماعت کی آٹھ اصناف بیان کی ہیں۔

(۱) وہ ارباب عمل جو توحید، نبوت، احکام، وعدہ وعید، ثواب وعتاب، اجتہاد اور امامت وقیامت کے بارے میں صحیح اور کامل معلومات سے بہرہ ور ہیں۔

(۲)۔ فقہا، جو قرآن وسنت اور اجماع صحابہ سے استنباط احکام کا منصب سنبھالے ہوئے ہیں ان میں آئمہ کرام امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ، اوزاعی، نوری وغیرہ شامل ہیں۔

(۳)۔ علمائے حدیث۔

(۴)۔ علمائے ادب ونحو، مثلاً خلیل بن احمدؒ، ابوعمرو بن العلاؒ، سیبویہ، اخفش اصمعیؒ، المازنیؒ اور ابوعبیدہؒ وغیرہ۔

(۵)۔ مندرجہ بالا عقائد کے مفسرین اور قرائے کرام وغیرہ۔

(۶)۔ مندرجہ بالا مسلک کے موید صوفیا اور اولیاء کرام۔

(۷)۔ مجاہدین اور شمشیر بکف محافظین دین۔

(۸)۔ عام پیروکاران اہل سنت والجماعت۔

جماعت اہل سنت کے عقائد کو مختلف خلفا اور سلاطین کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔

مسلمان محققین کے مطابق خلفائے راشدین بھی اسی مسلک کے پیروکار تھے۔ الموکل کے دور میں اس مسلک کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ مصر، شام میں صلاح الدین ایوبی اور اس کے وزیر القاضی الفاضل نے اس مسلک کو سرکاری مذہب قرار دیا۔ مغربی افریقہ اور اندلس میں بھی اسی مسلک کو سرکاری سرپرستی حاصل رہی ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے بھی اسی مسلک کو سرکاری حیثیت دی۔ ایسا ہی اورنگزیب اور ٹیپو سلطان کے دور میں بھی ہوا۔ پاکستان اور ہندوستان میں اکثریت حنفی اہل سنت کی ہے۔

شبلی نعمانیؒ کہتے ہیں کہ فقہ حنفی اور اس کے پیروکار افراد بہترین مقنن تھے اسی لیے انہوں نے قاضی بن کر اسے عملی طور پر نافذ کردیا۔ حنفی فقہ کے قبول عام کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ امام ابوحنیفہؒ کا طریقہ فقہ انسانی ضرورتوں کی موجودگی میں نہایت موزوں اور مناسب لگتا ہے۔ اور خاص طور پر اس وقت کی تہذیب سے اس فقہ کو مناسبت تھی جس کے باعث زیادہ سے زیادہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ کیونکہ فقہ حنفی میں یہ خصوصیت ہے کہ دینی مسائل میں پریشان افراد کو آسان طریقوں سے سہولت باہم پہنچاتا ہے۔ اس وجہ سے بھی دیگر فقہوں کی نسبت فقہ حنفی کے ماننے والوں کی تعداد بتدریج بڑھتی چلی گئی اب دیگر فقہوں کی نسبت حنفی فقہ کے ماننے والوں کی کثیر تعداد ہے۔ وہ فرقہ اہل سنت والجماعت یا سنی کہلاتا ہے۔

اس سے قبل کہ دیگر فرقوں کے متعلق کچھ فقہی معلومات حاصل کی جائیں بہتر ہوگا کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ فرقہ ہے کیا؟ اور یہ کیسے عالم وجود میں آتے ہیں؟

(جاری ہے)

WWW.PAKSOCIETY.COM

رابعہ انور

ملیحہ احمد

کثرت غم میری فطرت بدل نہیں سکتے
کیا کروں مجھے عادت ہے مسکرانے کی

ڈیئر قارئین اینڈ آنچل کی تمام ممبران کو مابدولت کی طرف سے السلام علیکم! میرا نام رابعہ انور ہے میں جلالپور بھٹیاں میں رہتی ہوں۔ ماشاءاللہ سے چار بہنیں اور تین بھائی ہیں اور ہم ان میں پانچویں نمبر پر ہیں۔ بڑی بہنوں کی شادی ہوچکی ہے' ایک ہم ہیں جو طرح طرح کی مشق ستم سہتے ہیں' میں نے میٹرک کیا ہے اور اجازت نہ ملنے کی وجہ سے آگے پڑھ نہ سکی' مجھے پڑھنے کا شوق ہے ہر وقت میرے ہاتھ میں رسالہ ہوتا ہے' شاعری پڑھتی اور لکھتی ہوں۔ رائٹرز میں مجھے عمیرہ احمد' نازیہ کنول نازی' عشناء کوثر' سمیرا شریف طور بہت پسند ہیں۔ سمیرا شریف مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔ ان کے تمام ناول اچھے ہوتے ہیں لیکن ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' بہت اچھا تھا۔ میری خواہش ہے آپ ہمیشہ لکھتی رہیں' میں آپ سے ملنا اور دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز پلیز..... مجھے زیادہ تر شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹا پسند ہے۔ رنگوں میں مجھے کالا' نیلا اور فیروزی رنگ پسند ہے۔ بارش بہت پسند ہے وہ بھی سردیوں کی۔ پسندیدہ کتاب قرآن پاک ہے اس کو پڑھتے وقت دل کو عجیب ہی تسکین ملتی ہے۔ مجھ میں بہت سی خامیاں ہیں اصل خامی تو یہ ہے کہ نماز کی پابندی نہیں کرتی اور یہ خامی سب خامیوں پر بھاری ہے۔ اللہ پاک سے التجا ہے کہ مجھے نماز کا پابند بنائے' آمین۔ خوبیاں تو بہت ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ اپنے منہ میاں مٹھو والی بات۔ انا پرست ہوں کسی سے ادنیٰ چیز بھی مانگنا گوارا نہیں کرتی ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتی ہوں کیونکہ میرا ایمان ہے کہ اس خدا کی پاک ذات سے مانگو جو سب کو دیتا ہے' دوغلا پن سے نفرت ہے' غلطی جلدی تسلیم کرلیتی ہوں۔ باتونی ہوں' آدھی رات تک رسالے پڑھنا میرا مشغلہ ہے' والدین سے محبت کرتی ہوں۔ میری بھانجیاں مجھ سے بہت محبت کرتی ہیں' میں بھی ان سے بہت پیار کرتی ہوں' ان کے نام ہاجرہ' سحرش' اسماء' ثانیہ' آمنہ اور واشیہ ہے۔ محبت پر یقین رکھتی ہوں اس کے ساتھ ہی اجازت چاہتی ہوں' اللہ پاک سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے' سب کو لمبی عمر اور صحت والی زندگی عطا فرمائے اور تمام لوگوں کی سب جائز خواہشات جو ان کے حق میں بہتر ہوں مقبول فرمائے' آمین۔ اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں۔

کبھی لفظ بھول جاؤں کبھی بات بھول جاؤں
تجھے اس وقت چاہوں اپنی ذات بھول جاؤں
اٹھ کر کبھی جو تیرے پاس سے چل دوں
جاتے ہوئے خود کو تیرے پاس بھول جاؤں

عاصمہ یوسف

السلام علیکم ڈیئر قارئین! کیسے ہیں آپ لوگ؟ یقیناً اچھے ہوں گے خدا آپ کو اچھا ہی رکھے' آمین۔ میرا نام عاصمہ یوسف ہے۔ سبھی اسی نام سے پکارتے ہیں ہاں البتہ دوست اپنی پسند کا بلاتی ہیں۔ میرا تعلق گجرات کے گاؤں گوئریالہ سے ہے جو کہ آزاد کشمیر کے پاس ہے۔ میں بی اے فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ ہوں۔ ہم ماشاءاللہ آٹھ بہن بھائی ہیں' میرا نمبر چھٹا ہے۔ دو آپیوں اور بڑے بھائی کی شادی ہوچکی ہے۔ تین جولائی کو اپنے پیارے گاؤں میں پیدا ہوئی' میرا اسٹار سرطان ہے۔ جس کی تمام خامیاں مجھ میں موجود ہیں۔ خامیوں کا تو پتا ہے البتہ خوبیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ پسندیدہ کلر بلیک اینڈ وائٹ' پھول گلاب' کھیل کرکٹ حد درجہ پسند ہے۔ تنہائی بعض اوقات اچھی لگتی ہے' زیادہ تر مغرب کے وقت جب سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ خدا اچھا انسان بنادے' آمین۔ آپ بھی دعا کریں۔ خوبیوں کی نسبت خامیاں زیادہ ہیں چلیں پہلے خوبیاں بتاتی ہوں۔ سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازی ہوں اور قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کرتی ہوں۔ کسی کا دکھ برداشت نہیں کرسکتی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ برداشت ہے ہی نہیں۔ جب سے ابو کی وفات ہوئی ہے ہر کسی کا دکھ اپنا اپنا سا لگتا ہے۔ دعا کیجیے گا خدا میرے ابو کو جنت الفردوس میں جگہ دے' آمین۔ اب خامیوں کی طرف آتے ہیں وہ تو گننا ناممکن سا لگتا ہے کیونکہ اپنی اکثر خامیوں کو جانتے ہوئے بھی میں ختم نہیں کرسکتی۔ بڑی خامی تو یہ ہے کہ برداشت بالکل نہیں' غصہ بہت جلدی آجاتا ہے۔ غصے میں پتا نہیں چلتا کیا بول رہی ہوں بعد میں افسوس ہوتا ہے (بعد میں فائدہ) اپنی اس عادت سے تنگ ہوں۔ ہر کسی پر جلدی اعتبار کرلیتی ہوں' لوگوں کو پرکھنے کا طریقہ نہیں نا۔ جس کا خمیازہ کتنی دفعہ بھگت چکی ہوں' بولتی بھی بہت زیادہ ہوں۔ جو لوگ اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتے ہیں وہ بہت بُرے لگتے ہیں۔ فرینڈلی لوگ اچھے لگتے ہیں۔ آپ بھی کہیں گی اپنی ہی سنائے جارہی ہے خیر بتایا نا بولتی زیادہ ہوں۔ اب آنچل کی طرف آتی ہوں۔ ویسے تو آنچل سے میری آشنائی تین سال پرانی ہے لیکن ہر ماہ لازمی منگوانے کا عمل پچھلے سال سے شروع ہے جب عشنا کوثر سردار کا ''اور کچھ خواب'' شروع ہوا۔ اس کے ساتھ ہی راحت وفا کا ''جانِ جاں تو جو کہے'' بھی شروع کیا۔ اس سے پہلے میں سلسلے وار ناول نہیں پڑھتی تھی۔ ابھی بھی جو نیا ناول اقراء صغیر احمد کا ''بھیگی پلکوں پر'' شروع ہوا بہت پسند آیا۔ باقی افسانے اور ناول بھی اچھے لگتے ہیں' ویسے ایک راز کی بات بتاؤں میں بھی افسانہ لکھنا چاہتی ہوں لیکن ابھی نہیں ابھی صرف غور کررہی ہوں B.A کرلوں پھر عمل کروں گی' ان شاءاللہ۔ پلیز آپ دعا کیجیے گا میرا B.A کلیئر ہوجائے کیونکہ آگے پڑھنے کے چانسز بہت کم ہیں۔ دوست بہت ہیں ماشاءاللہ' سدرہ' بیسٹ رینڈ ہے۔ باقی دوستوں میں آسیہ' رقیہ' عنبرین' شمسہ' گلشن' انعم ہیں۔ اس کے علاوہ بھی دوستیں ہیں جن کے نام لینے شروع کیے تو آپ لوگ بور ہوجائیں گے۔ اچھا چلیں بہت بور کرلیا آپ کو' اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔ خدا آپ کو سدا خوش رکھے' آمین۔

اقراء کلثوم

آنچل کے پیارے کیوٹ اینڈ سویٹ قارئین کو ہمارا آداب اور سلام۔ ہم نے سوچا کیوں نہ خود کو آنچل سے متعارف کروائیں اور آنچل کا حصہ بن جائیں (اچھا خیال ہے نا آپ ہمیں داد تو دیں گے) ملیے ہم سے اور جانیے ہمارے بارے میں' نام ہے اقراء کلثوم نک نیم ڈھیر سارے' ماں جی اور بہنا رانو کہتی ہیں اور بھائی صاحبان پھیڈو' گڈو' نانو اور کیکر موٹر سائیکل کہہ کر بلاتے ہیں (آخری دو نام غصے کے ہیں) ہم پانچ بہن بھائی ہیں' تین بھائی مجھ سے بڑے اور دو چھوٹے ہیں اور ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم اس خاندان کی اکلوتی لڑکی ہیں' کاسٹ ہماری وڑائچ ہے 14 جولائی 1992ء کو اس دنیا میں تشریف لائے' ہمارے والد محترم اور دادا جان مرحوم نے مل کر ہمارا نام رکھا یعنی والد صاحب نے اقراء اور دادا جان نے کلثوم ہمارے بھائی وکی جی کا کہنا ہے کہ شکر ہے ہمارے گھر میں بھی کوئی چڑیل ہے یعنی کہ میرے روپ میں خدا کی رحمت موجود ہے' ہم علامہ اقبال کے نزدیکی شہر سمبڑیال میں رہائش پذیر ہیں' گورنمنٹ کالج برائے خواتین میں زیر تعلیم ہیں اور اس سال 2nd Year میں آجائیں گے (جب تک تعارف چھپے گا) اب بات ہوجائے خوبیوں اور خامیوں کی بقول ماں جی کہ تم پہلے انکار کرتی اور پھر کام یعنی ہڈحرام ہوں' نکمی ہوں مگر تھوڑی سی بقول پھوپو کے

جب اقراء دنیا میں آئی تھی تب اتوار تھا' اس لیے کام چور ہے' ماں جی سے پوچھا کہ خوبی بتائیں تو کہنے لگیں کہ سب کو پیار سے اپنا بنالیتی ہو' گھر سے باہر بڑوں کی عزت کرتی ہو (میں گھر میں بھی کرتی ہوں مگر ماں جی کے کبھی کسی کام سے انکار کردیتی ہوں نا اس لیے انہوں نے ایسا کہا) غصہ کم آتا ہے' دل میں ناراضگی نہیں رکھتی ہر ایک پر جلد اعتبار کرتی ہوں اور خدا کا شکر ہے کہ آج تک کسی نے توڑا بھی نہیں' تھوڑا سا جھوٹ بول لیتی ہوں' مصلحت کے تحت اب بات ہوجائے فیورٹ Things کی تو جناب فیورٹ ڈش بریانی' کلر بلیک اینڈ وائٹ' سبزی کریلے اور اروی' پھل آم اور انار۔ جیولری میں بریسلیٹ' رنگ اور پائل (جو کبھی پہنی نہیں' بڑے بھیا نہیں پہننے دیتے نا) مجھے کاجل لگانا بہت پسند ہے۔ فیورٹ مووی ''کبھی خوشی کبھی غم'' فیورٹ ایکٹر اینڈ ایکٹریس' سلمان' گووندا' عمران عباس' احسن خان' سمیع خان' صبا قمر' سعدیہ امام' کرینہ اور جو ہی چاؤلہ ہیں۔ فیورٹ سنگرز ہمیش' راحت فتح علی خان' نصرت فتح علی خان' ابرار الحق اور ندیم عباس کا گانا ''بسم اللہ کراں'' اور مزے کی بات یہ ہے کہ اسکول ٹیچر اور کالج ٹیچر کا نام بھی سعدیہ ہی ہے' مجھے میری اسکول ٹیچر کا یہ فقرہ کبھی نہیں بھولے گا کہ ''خدا تمہیں زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب کرے' تم سدا مسکراتی رہو اور تمہیں بہت آگے جانا ہے'' آنچل کے ذریعے میں اپنی دونوں ٹیچرز سے کہوں گی کہ My teacher is Miss Sadia Mam I respect is Always and I Love U So Much مجھے اس دنیا میں اپنے بھائیوں اور بہن طاہرہ سے بہت بہت زیادہ پیار ہے' آنچل کے ذریعے میں ان سے کہوں گی پلیز مجھے ہر غلطی پر معاف کرتے رہنا اور مجھ سے پیار بھی۔ I Love U sooo Much۔ اب بات ہوجائے آنچل کی تو جناب بس اتنا کہوں گی (سچی مچی Aanchal Is the Best) آپ بھی مجھ سے اتفاق کرتی ہیں نا تو جناب ہم نے آنچل میں سب سے پہلے جو ناول پڑھا تھا وہ لکھا تھا سمیرا شریف طور سے ''جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا'' واہ جی واہ تب سے ہم آنچل اور سمیرا جی کے دیوانے ہوگئے تو پھر ساتھ نہیں چھوٹا' فرسٹ ایئر کے ایگزامز میں ہم نے تیاری کچھ خاص نہیں کی تھی کیونکہ 22 مئی کو ہم نے شادی کھائی اور 24 کو پیپرز اسٹارٹ کیے لیکن آنچل کا ساتھ نہ چھوٹا' بھائی لاکر دینے سے انکاری اور ہم لینے پر بضد بس جی ہماری بات نہ مانی جائے (ناممکن) آخر اکلوتے ہونے کا فائدہ کب اٹھائیں گے۔ ہم نے کئی ناول پڑھے لیکن جو کبھی نہ بھولیں گے ''اے محبت تیری خاطر' وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا' اے مژگانِ محبت' جب وہ پتھر موم ہوا' شہر چارہ گراں' یہ چاہتیں یہ شدتیں'' اور اب جو ناول قسط وار چل رہے ہیں۔ فیورٹ رائٹر' ہماری ایک کو تو آپ جان گئے اب باقی کے نام پڑھیں نازیہ کنول' راحت جبیں' عشنا کوثر' سعدیہ امل' میمونہ خورشید' اقراء صغیر' ماہا ملک' عمیرہ احمد فیورٹ شاعر وصی' فیض' احمد فراز' محسن نقوی اور اعتبار ساجد ہیں۔ اب لسٹ آجائے دوستوں کی' میری پھوپو نور فاطمہ' میری دوست ہیں۔ بیسٹ والی وہ میرے بارے میں ایک ایک بات جانتی ہیں ان کے بعد میری کزنز ارم سہیل' شمائلہ جواب مسز ریاض بن چکی ہیں اور انیلا' انعم' امبر' شائستہ' سحرش (My Love) مصورہ' مصباح اور رخسانہ ان کے علاوہ تین ایسی ہیں جو میری بہنیں بنیں لیکن وقت نے ہمیں جدا کردیا Miss U all ربیعہ' آمنہ عدیلہ ان تینوں کی شادی ہوچکی ہے اور میری دعا ہے کہ سدا خوش رہیں' آمین۔ اس کے ساتھ ہی میں رخصت ہونا چاہوں گی (بہنوں کی محفل سے) کیونکہ بڑے بھیا حیران ہورہے ہیں کہ میں کیا لکھ رہی ہوں' جو ورق کے ورق لیے جارہی ہوں۔ آپ بہنوں سے درخواست ہے کہ تین مرتبہ سورۃ اخلاق اور تین مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر میرے سویٹ سے کزن کے لیے دعائے مغفرت کریں جو 10 جولائی کو

ہم سب کو چھوڑ کر جاچکا ہے اور اس کی بہن کے لیے دعا بھی کہ خدا اسے صبر دے' آمین۔ اب پکی اجازت دیں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کی بابرکت ذات ہمارے ملک عزیز پاکستان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہمیں بھی' آمین۔ اللہ حافظ۔

بشریٰ حسین

السلام علیکم! ہیلو کیسے ہیں سب؟ یقیناً ٹھیک ہوں گے۔ میرا نام بشریٰ حسین ہے' Nick Name بیا خان ہے۔ میں کھلابٹ ٹاؤن شپ میں رہتی ہوں' عمر 19 سال ہے' اسٹار Virgo ہے۔ بہنوں میں آخری نمبر پر ہوں کیونکہ بھائی کوئی نہیں گھر والوں کو تنگ کرنا اور ان سے بددعائیں لینا اپن کا اسٹائل ہے۔ ہزارہ یونیورسٹی سے بی اے کررہی ہوں۔ پسندیدہ رنگ پنک ہے' اس لیے گھر میں زیادہ تر کپڑے پنک رنگ کے آتے ہیں۔ فرینڈ کافی ساری ہیں سحرش' صائمہ' سلوئی' جویریہ' ارم' نور صبا' فائزہ' شہلا' سدرہ' خدیجہ اور سب سے سویٹ میری جان ہنی ہے۔ گھر میں خود سے بڑی سسٹر سیمی سے دوستی ہے' جس کے ساتھ میں ہر بات شیئر کرتی ہوں' ہم دونوں لڑتی بھی ہیں اور بعد میں ایک ہوجاتی ہیں۔ کزنز میں مہوش کے ساتھ لگتی ہے' کہیں جانا پڑے تو ساتھ جاتی ہیں۔ میں' سیمی اور مہوش ہم تینوں کی جوڑی ہے اگر ہم تینوں میں سے ایک بھی نہ ہو تو مزہ نہیں آتا۔ بریانی بہت پسند ہے۔ میٹھا کم ہی اچھا لگتا ہے' ڈائجسٹ پڑھنا میرا مشغلہ ہے' میوزک سننا پسند ہے۔ خوف ناک مووی اور ڈرامے بہت پسند ہیں' وہ بھی دن کو کیونکہ رات کو ڈر لگتا ہے (کمزور دل کی جو ہوں) جیولری اور کپڑے بہت پسند ہیں' کپڑوں میں فراک' ساڑھی' پینٹ شرٹ پسند ہے۔ بولتی کم ہوں' زیادہ بولنے والے ناپسند ہیں۔ مذاق ایک حد میں رہ کر پسند ہے۔ خامیاں تو سب میں ہوتی ہیں کوئی بھی کامل ذات کا مالک نہیں۔ غصہ بہت آتا ہے' چھوٹی چھوٹی باتوں پر لیکن جلد ہی اتر جاتا ہے بقول دیدی کے تم تو پیدا صبح کے تین بجے ہوئی تھیں پھر تمہارے منہ پر ہر وقت بارہ کیوں بجے رہتے ہیں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں صبح و شام منہ بنا کر کسی کونے میں بیٹھ جاتی ہوں۔ Romantic بھی ہوں۔ رات کو چاند دیکھنا اچھا لگتا ہے۔ ساحل کے کنارے ریت پر ننگے پاؤں چلنا' خزاں کے موسم پر ٹوٹ کر گرے ہوئے پتوں پر چلنے کا ارمان ہے اور بارش میں سنسان سڑک پر واک کرنے کا ارمان ہے وہ بھی ہنی کے ساتھ۔ مجھے شیئر پسند نہیں جو چیز میری ہے صرف میری ہی رہے' کوئی اس کے بارے میں سوچے بھی نہیں۔ میرا کسی پر اعتبار ٹوٹ جائے تو دوبارہ اس پر اعتماد نہیں قائم ہوسکتا۔ بھانجے بھانجیوں میں ہادیہ اچھی لگتی ہے' بہت کیوٹ ہے۔ پنکی پنکی گال ہیں اور ثناء بھانجی کے ساتھ اچھی بنتی ہے' ہم دونوں کھانا بھی ایک پلیٹ میں کھاتی ہیں ساتھ سوتی ہیں' مجھ سے تین سال چھوٹی ہے۔ اب خدا حافظ کہنے کا وقت آگیا ہے۔ آپ کی وڈی وڈی مہربانی ہمیں برداشت کرنے کے لیے اور اپنا قیمتی وقت مجھے دینے کے لیے۔ کیسی لگی میں اور میری باتیں اپنی رائے سے نوازیے گا۔ اگر کوئی ہم سے دوستی کرنا چاہے تو ویلکم! اپنا مجھ خیال رکھیے گا۔

PAKSOCIETY.COM
www.paksociety.com

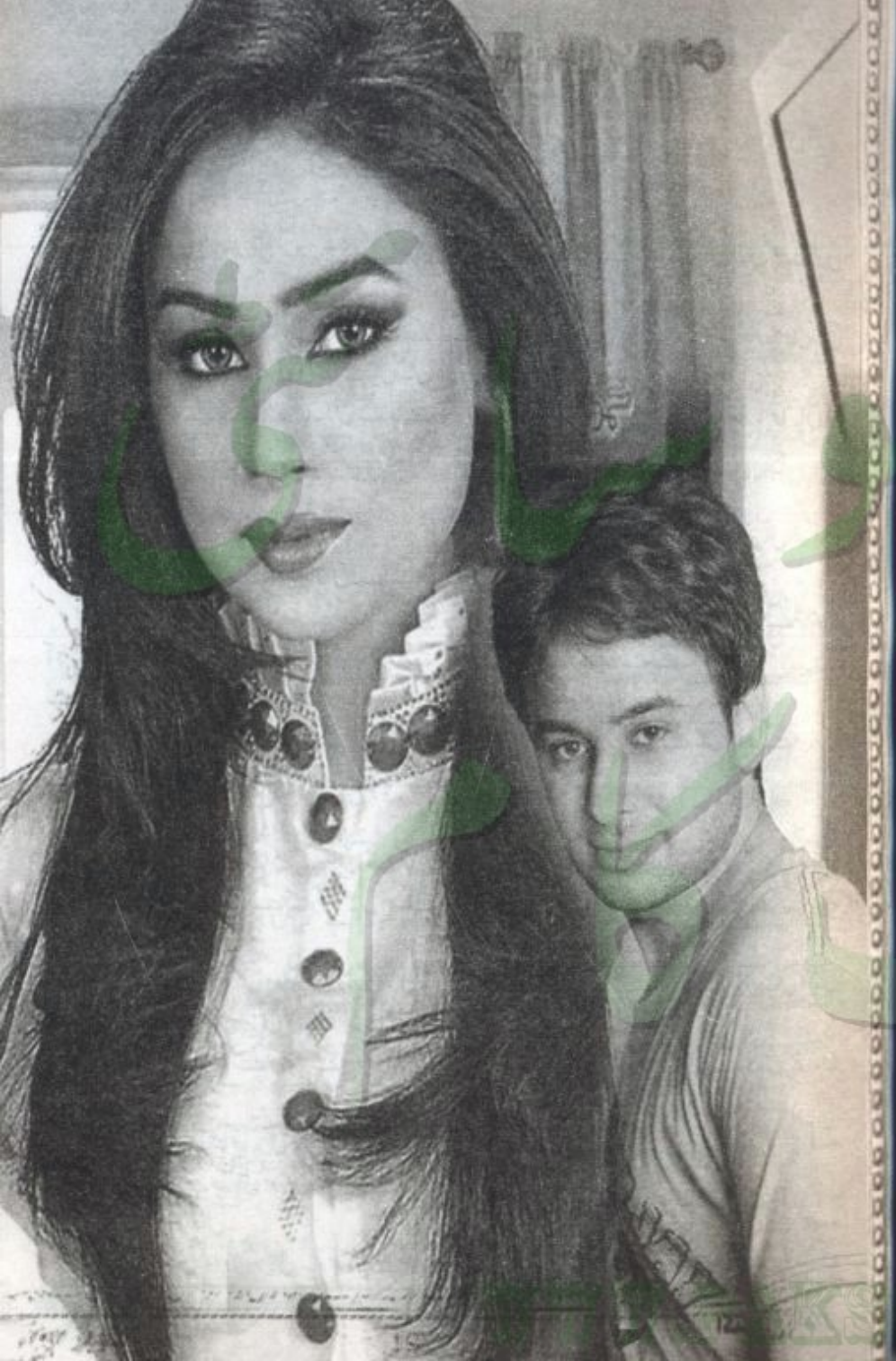

جھیل کنارہ کنکر

نازیہ کنول نازی

کبھی ہمت تو کبھی حوصلے سے ہار گئے
ہم بدنصیب تھے جو ہر کسی سے ہار گئے
عجب کھیل کا میدان ہے یہ دنیا بھی
کہ جس کو جیت چکے تھے اسی سے ہار گئے

ادھوری باتیں ہی زندگی ہیں
وہ گزری باتیں ہی زندگی ہیں
اگرچہ دل کی اداس اجڑی ہوئی رتوں میں
بکھر گئی ہیں
کئی زمانوں سے ساری باتیں، وہ گزری باتیں
سلگتی شاموں کے جلتے بجھتے الاؤ میں ہی پگھل گئی ہیں
ادھوری باتیں ضروری باتیں
یہ خشک ہوتی ہوئی رگوں کی سیاہ قبروں میں نیم مردہ
ڈسی ہوئی خواہشوں کے ہمراہ پڑی ہوئی ہیں
یہ آنکھ کی پتلیوں میں تھک کے بھٹکتی پلکوں پہ سوگئی ہیں
تمام باتیں درست جاناں، تمام خدشے بجا ہیں لیکن
ہر ایک امکانِ زندگی میں.....
رگوں میں اور روح کی زمین میں
انہی کی یادیں بھٹک رہی ہیں
انہی کے دم سے لطیف جذبوں، ٹھٹھرتے جذبوں
بجھی تمناؤں میں رمق ہے
ادھوری باتیں ہی زندگی ہیں، وہ گزری باتیں ہی زندگی ہیں
خیال رکھنا.....!
ادھوری باتیں بھلا نہ دینا
وہ گزری باتیں بھلا نہ دینا.....

خیال رکھنا.....!

ٹیوب ویل چل رہا تھا۔

لہلہاتی سرسبز فصلیں، ٹھنڈا ٹھار پانی جذب کرتیں ایکدم سے جوان دکھائی دینے لگی تھیں۔

زائر ملک نے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں پانی بھر کر کئی بار منہ پر چھپاکے مارے..... گرمی کا زور انتہا پر تھا۔ وہ ابھی کھڑا ہوا تھا کہ حویلی سے پیغام آ گیا۔

"زائر..... او زائر بڑی حویلی میں چوہدرانی صاحبہ یاد کر رہی ہیں تجھے۔"

"خیر ہے.....؟" عقیل مزارع کی اطلاع پر اس نے ہاتھ قمیص کے دامن سے خشک کرتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آہو خیر ہی ہے، وہ اصل میں چوہدرانی صاحبہ کی پوتی آ رہی ہے باہر سے، اسی کو لینے ائرپورٹ جانا ہے تجھے۔"

"پوتی..... یہ اتنے سالوں بعد چوہدرانی کی پوتی کہاں سے آئی؟" وہ حیران ہوا تھا۔ جب عقیل مزارعے نے بتایا۔

"یار کہا تو ہے باہر کے ملک سے آ رہی ہے۔ پہلے تو مجھے بھی نہیں پتا تھا، آج ہی حویلی میں سب کو پتا چلا ہے کہ ان کی ایک پوتی بھی ہے۔ آخر ایک ہی تو بیٹا تھا

W.PAKSOCIETY.C

چوہدرانی صاحبہ کا۔

"ہوں' تم چلو میں آتا ہوں۔"

تازہ شیو والے شفاف چہرے سے پانی کی بوندیں یوں گر رہی تھیں جیسے دمکتے موتی ہوں۔ عقیل مزارع' اس کی تسلی پر اپنے کندھے پر پڑا پٹکا درست کرتے ہوئے واپس پلٹا تھا۔

"ذرا جلدی آجانا' چوہدرانی صاحبہ بڑی بے صبری سے تیرا انتظار کر رہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے آجاتا ہوں' تو جا۔" اب کے اس کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری تھی' جواب میں عقیل مزارع بنا مزید کچھ کہے' آگے بڑھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد وہ شیشم کے بڑے سے پیڑ کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"پترا ناراں دے.....

ساڈا دکھ سن سن کے روندے پتھر پہاڑاں دے"

اپنی مخصوص ٹون میں' پلکیں موندے' قدرے دھیمی آواز میں وہ گنگنانا شروع ہوا تھا۔ جب کرم داد قریب سے گزرتے ہوئے اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

"اوئے زائر یار' پانچ سال ہوگئے تجھے اس کا جوگ لیے ہوئے' اوئے خدا کا واسطہ ہے یار' اب بھول جا اسے' چھوڑ دے اس کا پیچھا۔"

"چھوڑ دیا' مگر اسے بھلانا میرے بس میں نہیں ہے۔" کرم داد کی نصیحت پر فوراً سے پیشتر آنکھیں کھولتے ہوئے وہ بولا تھا۔

"کیوں نہیں ہے بس میں' وہ دنیا کی آخری لڑکی تو نہیں تھی اور پھر تجھ میں کس چیز کی کمی ہے' کھڑی کھلوتی لڑکی کو اکھ چک کے دیکھ لے تو سڑ کے سوا ہو جائے' کیوں نہیں سمجھتا تو....."

کرم داد اس کا درد آشنا تھا۔ تبھی ہزار بار پہلے کی ہوئی نصیحت دہراتے ہوئے جذباتی ہوا تھا۔ زائر نے جواب میں پھر سے پلکیں موند لیں۔

"جن کے سنہری خوابوں کو کالی سیاہ تقدیر کے گھور اندھیرے چاٹ جائیں' ان کی بات کی بھلا کون کرم داد' میری خوشیوں اور سنہری خوابوں کو بھی میری تقدیر کے اندھیروں نے نگل لیا ہے۔"

"چھوڑ یار' مت کر ایسی مایوسی کی باتیں' دنیا کسی ایک شخص پر ختم نہیں ہو جاتی۔"

"میری ہوگئی ہے۔"

"خود کی ہے تو نے' ورنہ آج کل ایسی محبت کوئی نہیں کرتا۔"

"میں تو کرتا ہوں ناں' خیر چھوڑ' حویلی جا رہا ہوں میں' چل رہے ہو ساتھ۔"

"نہیں' میں ذرا کھیتوں کی طرف جا رہا تھا' پانی کا مسئلہ ہو گیا ہے' تو جا۔"

"چل ٹھیک ہے پھر رب راکھا۔"

"رب راکھا" کرم داد بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اگلے پندرہ منٹ میں اس کے قدم حویلی کے شاندار بیرونی دروازے کو پار کر رہے تھے۔

"السلام علیکم چوہدرانی صاحبہ۔"

"وعلیکم السلام زائر' کہاں تھے' میں کب سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں۔"

"خیریت؟"

"ہوں' خیر ہی ہے۔ وہ لندن سے میری پوتی آ رہی ہے' اسے لینے کے لیے ابھی فوراً لاہور ائرپورٹ کے لیے نکل جاؤ شاباش۔"

"وہ تو ٹھیک ہے چوہدرانی صاحبہ' لیکن میں انہیں پہچانوں گا کیسے؟"

"ارے..... اس میں کیا مشکل ہے' وہاں جو لڑکی سب سے پیاری ہو سمجھ لینا وہی میری پوتی ہے۔"

اس بار چوہدرانی کے الفاظ پر وہ ذرا سا رخ پھیرتے ہوئے مسکرایا تھا۔

"چوہدرانی صاحبہ شہر کی ساری لڑکیاں ہی خوب صورت اور پیاری ہوتی ہیں' اب سب کی سب تو آپ کی

پوتیاں نہیں ہو سکتی ناں۔"

"ہوں' یہ بھی ٹھیک ہے' اچھا ایک کام کر' یہ فون رکھ اپنے پاس' وہ تجھے خود کال کر کے بتا دے گی' کہ کہاں ہے' پھر جہاں وہ کہے وہیں چلے جانا' ٹھیک ہے.....؟"

"جی ٹھیک ہے؟"

وہ اسی حویلی میں پل بڑھ کر جوان ہوا تھا' تبھی مزید کوئی نقطہ اعتراض اٹھائے چوہدرانی سے گاڑی کی چابی لے کر واپس پلٹ آیا۔ حویلی میں چوہدرانی کو سو بکھیڑے تھے' کچن سے بھانت بھانت کی اشتہا انگیز خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں' کونے کونے کو الگ چمکایا جا رہا تھا' وہ اپنی ہی دھن میں سرسری سی ایک نگاہ اطراف میں ڈالتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ آیا۔

"زائر..... جب ہماری شادی ہوگی' تم مجھے بڑی سی گاڑی میں سیر کراؤ گے ناں؟"

"ہاں۔"

کسی کی جگر جگر کرتی ستارے سی روشن نگاہوں میں دیکھتے ہوئے اس نے اقرار کیا تھا۔

"سچی؟" اس کے اقرار پر وہ بے حد خوش ہوئی تھی۔

"ہوں سچی۔"

"ہائے اللہ' بس پھر تو پکی بات ہے میری شادی تم سے ہی ہوگی۔"

"ان شاء اللہ۔"

اس نے مسکرا کر کہا تھا اور پھر اس مسکراہٹ کا بدلہ لینے کے لیے اس کی تقدیر سالوں اس پر ہنستی رہی تھی۔ بے ساختہ اس لمحے اسے نوجوان شاعر راشد ترین کی ایسی ہی ایک نظم شدت سے یاد آئی تھی۔

بڑے ہی نازوں سے پلنے والی
وفا کے رستے پہ چلنے والی
تمام رشتوں کو توڑ کے تم
ہمیں اکیلا چھوڑ کے تم
کہ غیر لوگوں کا پاس کر کے
ہمارے دل کو اداس کر کے
ہمیں محبت شناس کر کے
کسی سے چاہت جتا رہی ہو
سنا ہے اپنوں سے میں نے جاناں
بڑی حویلی میں جا رہی ہو
وہ ایک لڑکے کی چاہتوں کو
ہماری ساری رفاقتوں کو
جو ایک پل میں بھلا کے تم نے
خطوط سارے جلا کے تم نے
سبھی کو ہم پہ ہنسا کے جاناں
کسی سے الفت نبھا رہی ہو
سنا ہے اپنوں سے میں نے جاناں
بڑی حویلی میں جا رہی ہو
بڑی حویلی کے رہنے والوں کی
زندگانی بھی دیکھ لینا
دلوں پہ کرتے ہیں جبر کیسا
یہ حکمرانی بھی دیکھ لینا
یہ ناز تیرے بجا ہیں لیکن
غیر لوگوں کا کیا بھروسہ
یہ غیر لوگوں کے طنز سارے
تبھی بھی دل پر نہ سہہ سکو گی
بڑے ہی نازوں سے پلنے والی
یہ جشن کیسا منا رہی ہو
سنا ہے لوگوں سے میں نے جاناں
بڑی حویلی میں جا رہی ہو
وہ ایک شاعر کی زندگانی کے
خواب سارے ہی نوچ ڈالے
جو اس نے تیرے لیے بنے تھے
جو اس نے تیرے لیے چنے تھے
اب اس کی قسمت میں فرقتوں کے
اداس موسم کے رتجگے ہیں
تمہیں تو شاید پتا نہیں ہے
یہ سارے قسمت کے فیصلے ہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

تمہیں پتا ہے وہ تیرا شاعر
سبھی سے کیسے الجھ گیا ہے
جو اس نے لکھے تھے چاہتوں سے
خطوط سارے جلا رہی ہو
سنا ہے اپنوں سے میں نے جاناں
بڑی حویلی میں جا رہی ہو

گاڑی کے ایکسیلیٹر پر اچانک اس کا دباؤ بڑھا تھا مگر پھر ایکدم سے ہی اس نے اسپیڈ بڑھادی

وہ سمجھتا تھا کہ اس کی چچازاد اور بچپن کی منگ سائرہ افضل ہی اس کی زندگی ہے جس کی خوب صورت آنکھوں کے ہر خواب کو اس نے پورا کرنا ہے مگر..... اس نے غلط سمجھا تھا' وہ اس کی زندگی نہیں تھی۔

◉ ..... ◉ ..... ◉

"پاپا میں آپ کو صاف لفظوں میں کہہ چکا ہوں مجھے یہ شادی نہیں کرنی' کسی قیمت پر بھی نہیں۔" وہ ابھی آدھے گھنٹے قبل ریاض صاحب کے ایمرجنسی بلاوے پر پاکستان آیا تھا اور اب گھر میں شادی کا ماحول دیکھ کر پہلے ٹھٹکا' پھر بڑی بھابی سے اپنے مایوں کا سن کر بدک اٹھا۔ تاہم ریاض صاحب اطمینان سے سگار پیتے رہے تھے جس پر وہ مزید مشتعل ہوا تھا۔

"میں آپ سے کچھ کہہ رہا ہوں پاپا....."

"سن لیا ہے' تم بھی سن لو' اس شادی سے تمہاری زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا' یہ صرف پیپر میرج ہوگی اور بس....."

"مگر کیوں' ایسی کون سی افتاد پڑ گئی ہے' اس لڑکی پر جو یوں اس کے گھر والے اسے سر سے اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔"

"کنٹرول یور سیلف میکال' خبردار اس بچی کے کردار پر کیچڑ مت اچھالنا' یہ میرے دل کی خوشی ہے کہ وہ میرے گھر میری بیٹی بن کر آئے۔"

"اگر یہ آپ کی خوشی ہے تو میرے علاوہ اس گھر میں آپ کا ایک اور بھی کنوارہ بیٹا ہے' یہ فرائض منصبی اسے سونپ دیجیے۔" اس بار اس کا لہجہ گستاخانہ تھا' مسز حسن کو جلال آ گیا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو میکال' اپنے باپ سے بات کر رہے ہو تم' کسی ملازم سے نہیں۔ اور شادی طے ہو چکی ہے' کل برات جانی ہے' اگر تم نے اپنے پاپا کی عزت نہ رکھی تو یاد رکھنا میں تمہیں اپنا دودھ معاف نہیں کروں گی۔"

"یہ صاف بلیک میلنگ ہے مما۔"

"جو بھی سمجھو' ہم بھائی صاحب کی عزت کو رسوا نہیں کر سکتے' ہم نے خود دامن پھیلا کر ان سے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگا ہے' اب کس منہ سے انکار کریں۔" ان کے لہجے میں کسی قسم کی رعایت کی گنجائش نہیں تھی' میکال غصے اور بے بسی سے لب بھینچتا انہیں دیکھتا رہ گیا۔

◉ ..... ◉ ..... ◉

برات آ گئی تھی۔

ہانیہ کو آخری لمحے تک امید تھی کہ ہادیہ اس کی مدد کرے گی' مگر نکاح کے وقت وہ تو گدھے کے سر سے سینگ کی مانند غائب ہو گئی تھی۔ ہانیہ کو اس سے اس دھوکے بازی کی امید نہیں تھی' نہال جو اس کا یونیورسٹی فیلو تھا' وہ بھی کہیں غائب ہو گیا تھا' وہ خون کے گھونٹ پیتی بار بار پلکیں جھپک کر اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی۔

نکاح نامے پر سائن کرتے وقت اس نے پھر سر اٹھا کر سامنے دیکھا' مگر ہادیہ نہیں تھی' اس کا چہرہ ضبط کی شدت سے سرخ ہو گیا تھا۔ دلہا بنے میکال کا موڈ بھی کچھ خاص خوشگوار نہیں تھا' بھیگی بھیگی سی سرد رات برقی قمقموں کا حصہ بنی' دھیرے دھیرے گزر رہی تھی' جب وہ کانچ کی گڑیا سی لڑکی اپنے مکمل سنگھار کے ساتھ' کسی تصویر کی مانند خاموش' اسٹیج پر اس کے برابر میں آ بیٹھی۔

اگلے دو گھنٹوں میں اول فضول رسموں کے بعد بالآخر رخصتی کا وقت بھی آ گیا۔ میکال صفدر صاحب اور جاذب کے ساتھ دیگر رشتہ داروں سے مل کر واپس پلٹا' تو اس نے

جاذب اور ہادیہ کو ہانیہ کے ساتھ کھڑے روتے ہوئے دیکھا' وہ دونوں اسے گاڑی کے قریب لا رہے تھے' وہ وہیں رک گیا۔

اگلے پانچ منٹ میں جب وہ گاڑی کے پاس پہنچ گئی تھی اس نے ذکیہ بیگم کو دیکھا تھا' بھیگی ہوئی پلکوں کے ساتھ وہ ہانیہ کو پیار دینے کے لیے اس کے قریب آئی تھیں' جب اس نے درشتگی سے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھ پرے جھٹک دیے۔

"ڈونٹ ٹچ می' سوتیلی عورت کبھی ماں نہیں بن سکتی' بالآخر یہ ثابت کر دیا آپ نے۔" اس کے لہجے میں غصے کے ساتھ ساتھ غراہٹ تھی۔ میکال جاذب سے مصافحہ کرتے ہوئے ٹھٹک گیا۔

"آج اگر میری ماں زندہ ہوتیں تو کبھی یوں میری خوشی کی پروا کیے بغیر ایک قطعی ناپسندیدہ شخص کے ساتھ میری زندگی کا سودا نہ کرتیں۔" وہ اپنے اندر کا غبار نکال رہی تھی۔ جاذب اور ہادیہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ بھی اس جیسا ہی کیس تھی' یقیناً اس کے ساتھ بھی زبردستی کا سودا ہوا تھا' پھر بھی وہ شدید اذیت و ذلت کا شکار لب بھینچ کر سرخ چہرے کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھا۔ اپنی سسرال سے گھر تک وہ لب بھینچے خاموش بیٹھا رہا تھا۔ مگر گھر واپسی کے بعد وہ کہاں نکل گیا کسی کو خبر نہیں ہو سکی تھی۔

◉ ..... ◉ ..... ◉

ضبط گریہ سے سرخ آنکھیں لیے' چپ چاپ بے آواز روتے ہوئے وہ عائشہ برہان کے سامنے بیٹھا تھا۔ اور وہ جو فقط دو ہی سال میں "رل" کر رہ گئی تھی' یوں صبح سویرے اسے شکستہ پا دیکھ کر ٹھٹک گئی' اندر کو دھنسی آنکھوں میں گہرا کرب آن ٹھہرا تھا' میکال کو روتے دیکھ کر اسے لگا' جیسے اس کا دل کٹ کر رہ گیا ہو۔

"میکال' کیا ہوا ہے' آج تو فرسٹ نائٹ تھی ناں تمہاری شادی کی.....؟"

"ہاں....." ضبط کے باوجود اس کا لہجہ بے حد بوجھل ہو رہا تھا۔

"پھر..... یہاں کیوں چلے آئے.....؟"

"بس یونہی۔"

"پاگل ہوئے ہو' کیا سوچ رہی ہوگی وہ' تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا' اور وہ..... جو ساری کائنات کا مالک ہے' کیا اسے ایسا کرنا چاہیے تھا.....؟"

ایکدم سے وہ بے حد جذباتی ہوا تھا۔ عائشہ از حد حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کیوں کرتا ہے وہ ایسے عائش؟ خود ہی دل میں کسی کے لیے محبت ڈال کر' پھر خود ہی دل اجاڑ دیتا ہے کیوں؟ وہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے' ستر ماؤں سے زیادہ بڑھ کر پیار کرنے والا ہے' وہ کیسے دیکھ سکتا ہے مجھے یوں سسکتے ہوئے' کیوں اتنا بے بس کر دیا ہے اس نے مجھے کہ میں چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر پا رہا' میں نے جسم نہیں مانگا تھا' اس سے' روح مانگی تھی' محبت مانگی تھی' مگر اس نے جسم دے دیا' محبت نہیں دی' کیوں نہیں دیتا وہ محبت' نہیں دینی تھی تو کیوں ہوا پانی خوراک سے بھی زیادہ ضروری بنایا اس نے اسے' کیوں.....؟"

جذب کے عالم میں کہتے ہوئے وہ تڑپ اٹھا تھا۔ عائشہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"گھر جاؤ میکال' یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے۔"

"میرا دل نہیں چاہ رہا گھر جانے کو....."

عائشہ کے آنسو پونچھتے ہوئے پھر کرب انگیز لہجے میں بولا تھا۔ جواب میں وہ افسردہ سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خدا کا واسطہ ہے میکال' یوں اس طرح سے اپنی اور میری زندگی کو مشکل میں مت ڈالو' میں آل ریڈی بہت کٹھن حالات کا سامنا کر رہی ہوں' مجھے اور اذیت مت دو' پلیز۔" وہ ٹھیک کہہ رہی تھی' اسے اچانک اپنی حماقت کا احساس ہوا تھا۔

"سوری۔" دائیں ہاتھ سے آنکھیں پونچھتے ہوئے وہ جونہی کھڑا ہوا' عائشہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میری جان ہے تم میں' یہ یاد رکھنا' اب جاؤ۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

میکال نے اس کی بات سنی تھی اور بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے پھر گاڑی میں آ بیٹھا تھا۔

کوئی میرے دل دا' حال نہ جانے او ربا
رورو کے سکھ گئے نین تمانے او ربا
کوئی میرے دل دا' حال نہ جانے او ربا

وہ عائشہ برھان کو پیچھے چھوڑ آیا تھا اور اب اس کی گاڑی میں' سلوڈرائیونگ کے ساتھ' گونجتی راحت فتح علی خان کی آواز' اسے اپنے دل کی ترجمان لگ رہی تھی۔

جیڑے ٹر جاندے پیچھاں مڑ کے نئیں تکدے
ہویا کی قصور ساتھوں' اے وی تے نئیں دسدے
کیتھے جا کے لائے اونھے اپنے ٹھکانے او ربا
کوئی میرے دل دا' حال نہ جانے او ربا
حال نہ جانے او ربا.....!!!!

گاڑی کی اچانک بریک کے ساتھ ہی اس کا طلسم بھی ٹوٹا تھا' ریاض حسن صاحب اس کی ذہنی کیفیت سے آگاہ تھے' تبھی انہوں نے گھر میں سب کو منع کر دیا تھا کہ وہ اسے کچھ نہ کہیں۔

صبح کی سپیدی خاصی پھیل چکی تھی' وہ بے دلی سے گاڑی پارک کرنے کے بعد تیزی سے سیڑھیاں کراس کرتا اوپر اپنے کمرے میں آیا اور بنا کسی بھی تبدیلی کو اہمیت دیئے وارڈ روب سے اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گیا۔

نیچے ناشتے کی میز پر' صفدر صاحب کی فیملی کی طرف سے ناشتا آ چکا تھا' مگر وہ مروتاً بھی نیچے نہیں آیا تھا۔ ہانیہ بیدار ہونے کے بعد اپنے متوقع حال پر بنا واویلا کیے' وارڈ روب کی طرف چلی آئی۔

میکال واش روم سے نکلا تو وہ اپنے کپڑے لے کر واش روم میں گھس گئی۔ اگلے پندرہ منٹ کے بعد وہ فریش ہو کر کمرے میں واپس آئی تو میکال بستر پر آڑھا ترچھا لیٹا سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہ ایک سرسری نگاہ اس پر ڈالتی' اپنے بال سلجھانے لگی۔

◐.....◐.....◐

شہر خاموشاں میں اس روز معمول سے کہیں بڑھ کر سناٹا تھا۔

وہ بے قرار سا اِدھر اُدھر نگاہ دوڑاتا اپنی ماں کی قبر کے قریب آ کھڑا ہوا۔ انتہائی رقت و محبت کے ساتھ فاتحہ پڑھ کر وہ ابھی چہرے پر ہاتھ پھیر رہا تھا جب اس کی بھٹکتی بے قرار نگاہ اس پر پڑی تھی۔

ہر روز کی طرح سیاہ چادر میں لپٹی' وہ سبک رو ہوا کی مانند' خراماں خراماں چلتی اپنی مطلوبہ قبر تک گئی تھی' پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے قبر پر پانی کا چھڑکاؤ کیا' اس کام سے فارغ ہو کر اس نے ہاتھ میں پکڑے شاپر سے تازہ پھولوں کی پتیاں نکال کر اس قبر پر بکھیر دی تھیں' اس نے ذرا سی ترچھی نگاہ کر کے دیکھا' وہ اب قبر کے پہلو میں بیٹھی' بہت محبت اور عجیب یاسیت کے ساتھ اس پر بکھری تازہ گلاب کی پتیوں کو اپنے دائیں ہاتھ سے محسوس کرتی' قبر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

عذیر سے صبر نہ ہو سکا۔

فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد' وہ بہت سوچتے ہوئے اس قبر کے قریب آیا تھا۔

''ایکسکیوز می۔'' اس کی پکار پر اس لڑکی کی محویت ٹوٹی تھی' وہ یوں چونکی تھی گویا کسی گہرے خواب سے بیدار ہوئی ہو۔

''جی.....'' بنا پلٹ کر دیکھے اس نے چادر کو چہرے پر مزید پھیلا لیا تھا۔

''میرا نام عذیر ہے' میں یہاں روز اپنی ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لیے آتا ہوں' کیا میں جان سکتا ہوں' مٹی کے اس ڈھیر تلے' آپ کا کون سا رشتہ دفن ہے؟''

''میرا رشتہ.....؟'' اس کے سوال پر ہلکے سے بڑبڑاتے ہوئے' وہ بے کلی سے کھڑی ہوئی تھی۔

''کوئی رشتہ نہیں۔''

''کوئی رشتہ نہیں تو روز یہاں کیا لینے آتی ہیں' آندھی' طوفان' بارش کی بھی پروا نہیں کرتیں' اس بات کا

بھی احساس نہیں کہ عورت کا یوں روز قبرستان میں آنا کسی طور مناسب نہیں۔"

عذیر کو حیرانی کے ساتھ ساتھ غصہ بھی آیا تھا۔ وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔

"کون ہو تم؟"

تیوری چڑھاتے ہوئے اب اس نے سوال بدلا تھا۔ مگر لڑکی کے چہرے پر وہی بے نیازی تھی۔

"پتا نہیں۔"

زیر لب بڑبڑا کر ایک نظر سامنے موجود قبر پر ڈالتے ہوئے وہ پلٹ گئی تھی اور عذیر جو آج ہر صورت اسے جان لینا چاہتا تھا' لب بھینچے کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

◉ ..... ◉ ..... ◉

پت جھڑ کی دہلیز پر تنہا
بے چہرہ پتوں کی صورت
ہم کو آج لیے پھرتی ہے
تیرے دھیان کی تیز ہوا

تھکن سے چور بدن کے ساتھ' بنا رات کا کھانا کھائے' وہ لان کی طرف بنی سیڑھیوں پر بیٹھی یوں سرد ہوا کے تھپیڑے برداشت کر رہی تھی' جیسے خزاں رت میں درخت سے گرا کوئی پتا' بھاری قدموں کا بوجھ برداشت کرتا ہے۔

دو سال ہو گئے تھے اس نے پلٹ کر زندگی کو نہیں دیکھا تھا' مگر آج' دو سال کے بعد' میکال کے غیر متوقع ایس ایم ایس اور پھر آنسوؤں نے اسے اندر سے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اس کا دیور آیا تھا' دس سال کنیڈا میں مقیم رہنے کے بعد اسے پاکستان اور اپنے گھر والوں کی یاد آئی تھی' تاہم وہ اسے دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

وہ میکال سے مل کر شکستہ دلی کے ساتھ گھر واپس آئی تھی' جب اس کا سامنا اس سے ہوا تھا۔

"لو آ گئی تمہاری بھاوج' مل لو....." گھر میں قدم رکھتے ہی اسے اپنی ساس کی فخریہ آواز سنائی دی تھی اور جواب میں جس ہینڈسم سے لڑکے نے پلٹ کر حیرانی سے اسے دیکھا تھا' وہ اس کا دیور اریج تھا۔ عائشہ اس کی حیرانی کی وجہ جانتی تھی' تبھی اس کا سر جھکتا چلا گیا تھا۔

اسی روز شام میں جب وہ رات کا کھانا تیار کر رہی تھی' وہ اس کے پاس کچن میں آیا تھا۔

"ایکسکیوز می' اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو کیا میں کچھ دیر یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" وہ چونکی تھی تاہم اس نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا تھا۔

"جی ہاں۔"

"کیا بنا رہی ہیں.....؟" دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے وہ قریب آیا تھا۔

"چکن بریانی۔" عائشہ نے بے حد مختصر جواب پر اکتفا کیا۔ وہ کچھ دیر خاموش کھڑا رہا پھر کچن کی صلیب سے ٹیک لگاتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"آپ ایک سمجھ دار' خوب صورت خاتون ہیں' یقیناً پڑھی لکھی بھی ہوں گی کیا میں جان سکتا ہوں اس کے باوجود آپ نے میرے بھائی سے شادی کرنے کا احمقانہ فیصلہ کیوں کیا؟"

عائشہ جانتی تھی وہ یہی سوال کرے گا' تبھی اس کے دل پر جیسے کسی نے چٹکی کاٹی تھی۔

"ہوں' یہ میری امی کا فیصلہ تھا اور میں ان کے فیصلے سے بغاوت نہیں کر سکی؟"

"لیکن کیوں' یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ایک ایب نارمل شخص ہے' بیوی کے حقوق ادا کرنا تو ایک طرف' وہ اس گھر میں آپ کو آپ کا جائز مقام بھی نہیں دلوا سکتا' اور کچھ بعید نہیں کہ رات میں سوتے ہوئے نقصان بھی پہنچا دے' پھر بھی آپ کے گھر والوں نے یہ فیصلہ کیا' کیوں؟" عائشہ کو اس کے سوالات سے الجھن ہو رہی تھی مگر پھر بھی وہ اسے جواب دینے پر مجبور تھی۔ کیونکہ اسے اس گھر میں رہنا تھا' اب وہ آٹے کے کنستر سے آٹا نکال رہی تھی۔

"کیونکہ میری بڑی بہن کا رشتہ ان سے طے تھا' اور میرے بھائی کو آپ کے گھر والوں نے باہر کے خواب

دکھا رکھے تھے' میری بہن اس رشتے کے لیے راضی نہیں تھی' اس لیے اس نے اپنی مرضی سے شادی کر لی' اس شادی کے بعد میرے گھر والوں کو جہاں برادری سے بے دخل ہونے کا خدشہ لاحق ہوا' وہیں سارے خواب بھی مٹی میں ملتے ہوئے محسوس ہوئے' اسی لیے انہوں نے میری قربانی دی' تاہم مجھے اس پر کسی سے کوئی گلہ نہیں' کیونکہ یہ میرے نصیب کا لکھا ہے اور انسان نصیب کے لکھے سے کبھی نہیں بھاگ سکتا۔ ایم اے انگلش اور نفسیات کرنے کے باوجود' میں اپنی ماں کے حقوق سے آنکھیں نہیں پھیر سکتی' جس عورت نے مجھے جنم دے کر مجھے پروان چڑھایا' میری پرورش کی' اس کا یہ حق ہے کہ وہ چاہے تو مجھے کسی ایب نارمل شخص سے بیاہ دے یا پھر جان سے مار دے۔" ضبط کی ہزار کوششوں کے باوجود بات کے اختتام پر اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔ اریج کی آنکھوں میں مزید حیرانی عود آئی۔

"گڈ..... داد دیتا ہوں آپ کی فرماں برداری کی' مگر کاش آپ کو جنم دینے والی آپ کی ماں آپ کو جان سے مار دیتی' کیونکہ ہر روز کے مرنے سے ایک بار کا مرنا' کہیں بہتر ہوتا ہے۔" اس بار اس کے لہجے میں ذرا سی تلخی تھی۔ اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ وہاں ٹھہرا نہیں تھا۔ عائشہ کی آنکھوں میں جھلملاتے آنسوؤں کے دونوں قطرے کسی پکے ہوئے پھل کی طرح ٹوٹ کر اس کے گالوں پر لڑھکتے ہوئے گریبان میں جذب ہو گئے۔

ہوا کی خنکی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا مگر وہ بے حس سی وہیں بیٹھی رہی۔ اندر دوزخ جلتے ہوں تو باہر کی خنکی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس کا بھائی باہر چلا گیا تھا۔ بہن نے خفگی میں دوبارہ کبھی حال بھی پوچھنا گوارہ نہیں کیا' رہ گئی ماں تو وہ مہینے میں ایک آدھ بار چکر لگا کر اس کا حال دریافت کر جایا کرتی تھی۔

روز کھیتوں میں مشقت نے اس کے ہاتھ خاصے کھردرے کر ڈالے تھے۔ پھر بھی نم آنکھوں سے وہ اپنے ہاتھ سامنے پھیلائے جانے ان میں کیا تلاش رہی تھی۔

شاید وہ دن جب اس نے گھر کے بدترین حالات سے مجبور ہو کر پہلی بار قدم گھر سے باہر نکالے تھے اور ریاض حسن صاحب کی کمپنی جوائن کی تھی۔

وہ ایک مشفق اور مہربان انسان تھے۔ پھر ان کی بیٹی مائرہ سے اس کی بہت اچھی فرینڈ شپ تھی ان کا چھوٹا بیٹا نہال بھی اسے تھوڑا بہت جانتا تھا' تبھی اسے ان کی کمپنی میں جاب مل گئی تھی اور اس جاب سے اس نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ ان دنوں گھر کے بدترین حالات کے ساتھ ساتھ اس کے دل کی دنیا بھی درہم برہم تھی۔

یونیورسٹی میں جو شخص اس کا "متاع حیات" تھا' اس شخص کے والدین نے صرف اس لیے اسے قبول نہیں کیا کہ وہ اور اس کی فیملی ان کے اسٹینڈرڈ کی نہیں تھی۔ دوسری وجہ اعتراض اس کا جاب کرنا تھا۔ وہ جاب جو اس کی خوشی نہیں مجبوری تھی۔ اس کی ماں نے زندگی میں بہت دکھ دیکھے تھے' وہ اپنی ذات سے ان دکھوں کا ازالہ کرنا چاہتی تھی' اس کا بھائی بیروزگار تھا' بہن کم پڑھی لکھی تھی ایسے میں اچانک والد کی رحلت اور اس کے بعد پے در پے آنے والے مسائل نے اسے اپنی ذات سے یکسر غافل کر دیا تھا۔

ارمغان کریم' جو اس کی پہلی محبت اور خواہش تھا' سے دستبرداری آسان نہیں تھی' کیونکہ اس کے بہت سے خوب صورت خواب اس شخص کی رفاقت سے جڑے تھے اور خوابوں کا ٹوٹنا یا ان سے دستبردار ہو جانا کتنا تکلیف دہ ہے یہ وہی جان سکتا ہے' جس نے یہ اذیت سہی ہو۔ اس نے ارمغان کو چھوڑ دیا تھا مگر اس کے بارہا اصرار پر بھی وہ جاب نہیں چھوڑی تھی۔ جس سے اس کے گھر کی دال روٹی کا سلسلہ چل رہا تھا۔

وہ اپنی ماں کے لیے جان دے سکتی تھی مگر اس کی ماں اسے محض جان بھی نہیں سکی۔ مہینے کے اختتام پر آفس ٹائم کے بعد وہ مارکیٹ نکل جاتی تھی اور بچت کے سارے پیسوں سے اپنے رشتوں کے لیے ان کی ضرورت کی تمام چھوٹی بڑی چیزیں خود خرید کر لاتی' جنہیں بعض اوقات

WWW.PAKSOCIETY.COM

خاصے احسان کرنے والے انداز میں قبول کیا جاتا۔

شعور سنبھالنے سے لے کر اب تک اسے اپنی ذات کی تنہائی شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ وہ جتنی بھی تھک کر گھر آتی' اس کے گھر والوں نے کبھی اس کا احساس نہیں کیا تھا' دل چاہتا تو کھانا کھالیتی' نہیں تو کوئی اسے زبردستی کہہ کر کھلانے والا نہیں تھا۔ اس گھر کے دستور نرالے تھے مگر عائشہ برھان کی حساس طبیعت ان نرالے دستوروں سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرسکی تھی۔

سردی کا احساس مزید شدت اختیار کرچکا تھا' تبھی وہ اٹھ کر اندر کمرے میں آئی تھی۔ جہاں اس کا ''نام نہاد'' شوہر ساری دنیا سے بے خبر گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا۔ وہ تشنہ لب سی بیڈ کے ایک کنارے پر ٹک گئی۔

اسے یاد آرہا تھا جب وہ زخمی روح کے ساتھ دلہن بنی اس گاؤں نما شہر میں آئی تھی تو ایک عجیب سی گھٹن کا احساس' اس کی جان پر بنا رہا تھا۔ مختلف سوچیں تھیں جو ذہن کا گھیراؤ کیے ہوئے تھیں۔ پتا نہیں کس شخص کے ساتھ اس کا نصیب پھوڑا گیا ہوگا' پتا نہیں وہ دیکھنے میں کیسا ہوگا؟ شدید تھکن کے ساتھ یہ اذیت ناک خیالات اسے اور بھی نڈھال کررہے تھے' اپنی ماں کی خوشی کے لیے اس نے قربانی تو دے دی تھی مگر پتا نہیں وہ اس قربانی کی لاج بھی رکھ پائے گی کہ نہیں' یہی خدشہ اسے پریشان کیے ہوئے تھا' جس وقت اسے کمرے میں لے جایا گیا تب تک اس کی الجھن برقرار رہی تھی تاہم جس وقت کوئی کمرے میں داخل ہوا' پھر بنا دروازہ لاک کیے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھا اور بنا کسی سلام دعا کے فٹ سے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اس شخص نے اس سے پوچھا۔

''تم میری دلہن ہو ناں.....؟'' تب وہ برف ہوگئی۔

فوراً سے پیشتر نظر اٹھا کر اس نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے مجازی خدا کو دیکھا تھا' گہری سانولی رنگت پر' باہر کو آتے پیلے دانتوں نے اسے ابکائی پر مجبور کردیا تھا' بال بہت ہلکے تھے اور دلہا ہونے کے باوجود اس شخص کی گردن پر جو سیاہی تھی' وہ سیاہی اسے اپنی ساری زندگی پر محیط نظر آرہی تھی۔

اس کا دل چاہا وہ خوب ہنسے یا پھر اپنے نصیب کی سیاہی پر کسی کے گلے لگ کر خوب روئے۔

''اماں کہتی ہیں تم میری دلہن ہو' اماں ٹھیک کہتی ہیں ناں؟''

''ہاں۔'' بہت دیر کے بعد ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے لبوں نے جنبش کی تھی پھر فوراً اٹھ کر لباس تبدیل کرلیا۔ رات بھر شدت سے روتے ہوئے وہ اپنے پہلو میں لیٹے شخص کے خراٹوں سے بیزار رہی تھی۔

اگلے ایک ہفتے کے بعد اس شخص کو اپنے نصیب کا لکھا سمجھ کر وہ کسی بچے کی مانند اسے ٹریٹ کررہی تھی۔ سب سے پہلا کام جو اس نے اس شخص سے کروایا تھا وہ ٹوتھ برش کا استعمال تھا۔ باتھ لینے میں بھی وہ اس کی مدد کرتی تھی' تبھی وہ کسی حد تک دیکھنے لائق ہوگیا تھا۔

ابھی یہ امتحان جاری تھا کہ اس روز اس کی ساس نے اسے نیا حکم سنادیا۔

''بہو' ایک ماہ ہوگیا ہے تمہاری شادی کو' ہم نے گھر کے کام کاج کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا تم سے' اب تم اس گھر کی بیٹی ہو' زمینوں کے کام کاج میں بھی دل چسپی لو' سب کچھ ملازمین پر چھوڑ کر نہیں بیٹھ سکتے۔''

اس کے پاس سوائے ان کے حکم پر سر جھکانے کے اور کوئی جواب نہیں تھا۔ صبح ناشتہ کیے بغیر وہ گھر سے نکلتی تھی اور شام گئے تھکن سے چور بدن کے ساتھ گھر واپس لوٹتی تھی۔ گزرے دو سالوں میں کیا کچھ برداشت نہیں کیا تھا اس نے' مگر شکوہ' نام کی کوئی چیز کبھی اس کے لبوں پر نہیں آئی تھی۔ تاہم اب ارتیج کی اس گھر میں آمد نے اسے بہت ڈسٹرب کرکے رکھ دیا تھا۔

◉.....◉.....◉

وہ سو کر اٹھا تھا' ہانیہ کمرے میں نہیں تھی۔

تکیہ بانہوں میں دبا کر کچھ دیر وہ سستی سے پڑا رہا' پھر اٹھ کر فریش ہونے کے بعد نیچے ہال میں چلا آیا۔ جہاں

قریب ہی کچن میں سارہ اور مائرہ اسی ٹاپک پر بات کررہی تھیں۔

"میکال بھائی اس شادی پر خوش نہیں ہیں' کل رات بھی گھر سے باہر رہے ہیں۔" مائرہ کہہ رہی تھی' تبھی سارہ بول اٹھی۔

"میکال بھائی خوش نہیں ہیں تو ہانیہ بھابی کون سی خوش ہیں' ویسے بھی وہ نہال بھائی میں زیادہ انٹرسٹڈ تھیں' صفدر انکل نے زبردستی انہیں اس شادی کے لیے مجبور کیا ہے' بڑی زیادتی ہوئی ہے نہال بھائی اور ہانیہ بھابی کے ساتھ سچی۔"

"تمہیں کیسے پتا کہ نہال بھائی ہانیہ بھابی میں انٹرسٹڈ تھے؟" مائرہ چونکی تھی اور اس سے زیادہ شاید وہ ٹھٹک گیا تھا۔

"سمیر بھائی سے پتا چلا' کل رات وہ نہال بھائی کے کمرے میں ان سے اسی ٹاپک پر بات کررہے تھے' ہانیہ بھابی کے کلاس فیلو ہیں ناں نہال بھائی۔"

"اگر ایسی بات تھی تو نہال بھائی کو اسٹینڈ لینا چاہیے تھا۔"

"لیا تھا انہوں نے' انکل اور آنٹی سے بات بھی کی تھی' مگر انہوں نے ان کی بات کو اہمیت نہیں دی' ابھی وہ پڑھ رہے ہیں ناں' اس لیے۔" دونوں اپنی باتوں میں مگن تھیں اور شاید دونوں کو ہی اس کی آمد کی خبر نہیں تھی' میکال کو لگا جیسے اس کی آنکھوں میں دھواں بھر گیا ہو۔ کیا یہ سب اسی کی زندگی میں ہونا ضروری تھا؟ شام ڈھلے دن بھر کی آوارہ گردی کے بعد' قدرے تھک کر اس نے قدم دوبارہ گھر کی دہلیز پر دھرے تھے۔ گھر میں اب بھی کچھ مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ کچھ ہی دیر بعد ولیمے کی تقریب تھی' ہانیہ صفدر کو ایک بار پھر دلہن بنا دیا گیا تھا تاہم اس سے کسی نے بھی بات نہیں کی' وہ خود بھی کسی سے بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا' تبھی چپ چاپ اپنے کمرے میں چلا آیا۔

ہانیہ نے صرف ایک بار سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا پھر چپ چاپ سر جھکا لیا' سارہ اور مائرہ میکال کی کمرے میں آمد کے بعد فوراً وہاں سے کھسک گئی تھیں۔

میکال کچھ دیر لب بھینچے ہوئے اپنے اندر اٹھتے طوفان کو ضبط کرنے کی کوشش کرتا رہا' پھر کچھ سوچتے ہوئے بیڈ پر اس کے پاس آ بیٹھا۔

"السلام علیکم۔" ہانیہ اس کے سلام کا جواب دینا نہیں چاہتی تھی پھر بھی اس نے سر اٹھایا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" اٹھ مار جواب پر وہ کچھ دیر لب بھینچے خاموش بیٹھا رہا پھر بولا۔

"آج ہماری شادی کا دوسرا دن ہے' اس لیے میں کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اصل میں مس ہانیہ' میں اس شادی کے لیے ایک فیصد بھی تیار نہیں تھا' یوں سمجھیے میرے والدین نے زبردستی مجبور کرکے یہ پھندا میرے گلے میں فٹ کیا ہے' میں عائشہ برہان میں انٹرسٹڈ تھا' عائشہ برہان میری پہلی محبت' میرا پہلا خواب' میری پہلی خواہش اور میری زندگی میں آنے والی پہلی آئیڈیل لڑکی ہے' بدقسمتی سے ہماری شادی نہیں ہوسکی مگر پھر بھی میں اس کے ہر پل میں موجود ہوں' اور وہ..... وہ میری ہر سانس میں موجود ہے' میں دھوکے باز' منافق انسان نہیں ہوں اس لیے یہ سب کچھ آپ کو صاف صاف بتا رہا ہوں' میرے پاس آپ کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے نہ کوئی پیار' نہ عہد' نہ مقام' اس گھر میں آپ کسی کی بہو یا بیٹی بن کر تو رہ سکتی ہیں' بیوی بن کر نہیں' کیونکہ میں اپنا پیار اپنی پہلی محبت پر نچھاور کرچکا ہوں' اب آپ چاہیں تو یہاں اس گھر میں رہ سکتی ہیں' اور اگر چاہیں تو یہاں سے جاسکتی ہیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

اچھی طرح دل کا غبار نکالنے کے بعد وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ہانیہ صفدر کو لگا شاید اب وہ زندگی میں کبھی اپنا سر اوپر نہیں اٹھا سکے گی' اسے یکلخت اپنی گردن پر بے تحاشا بوجھ محسوس ہوا تھا۔ یہ سب باتیں جو اس نے اس سے کہی تھیں وہ یہ سب باتیں پہلے سے جانتی تھی مگر کاش اس وقت اس شخص نے اس سے یہ سب باتیں نہ کہی ہوتیں۔

گلے میں ایک دم سے آنسوؤں کا پھندا لگا تھا۔

میکال کمرے سے نکل گیا' وہ چپ چاپ بیٹھی حنائی ہاتھوں پر آنسوؤں کے انمول موتی گراتی رہی' جانے کیوں اس لمحے اسے پروین شاکر کی وہ نظم شدت سے یاد آرہی تھی۔

میں وہ بدنصیب دلہن ہوں
جسے شادی کی پہلی رات
کوئی گھونگھٹ اٹھا کے یہ کہہ دے
میرا سب کچھ تمہارا ہے
"سوائے دل کے"

کسی کی شخصیت اور عزت نفس کی بھلا اس سے بڑھ کر توہین اور کیا ہوتی تھی؟ ولیمہ کی تقریب میں بھی وہ اس سے کھچا کھچا سا رہا تھا۔

"ہانی تم ٹھیک ہو ناں؟" اسے پتھر کے مجسمے کی مانند خاموش بیٹھے دیکھ کر ہادیہ فوراً اس کے پاس آئی تھی۔

"ہوں' مجھے کیا ہونا ہے؟"

"کیا تم ابھی تک مجھ سے ناراض ہو؟"

"نہیں۔"

"تو پھر ٹھیک سے بات کیوں نہیں کررہیں' میکال بھائی نے کچھ کہا تو نہیں ناں؟"

"نہیں۔"

"فار گاڈ سیک ہانی پلیز' تم اندازہ نہیں کرسکتیں تمہاری وجہ سے میں کتنی پریشان ہوں؟"

"کیوں؟"

"کیا مطلب کیوں' میری دوست ہو تم' اگر تم خوش نہیں ہو تو میں....."

"اتنی بکواس کافی ہے' مزید سننے کی ہمت نہیں ہے مجھ میں' تم لوگوں نے مل جل کر میرے ساتھ جو کیا ہے اس کے لیے میں کبھی تم میں سے کسی کو بھی معاف نہیں کروں گی' مگر..... یہ ہڈی جو زبردستی تم لوگوں نے میرے گلے میں فٹ کی ہے' میں اسے نگل کر دکھاؤں گی' تم لوگوں کو مجھ پر ہنسنے کا مزید موقع نہیں ملے گا۔"

"ہانی..... تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو' ہم کیوں ہنسیں گے تم پر' ہم سب نے تو تمہاری خوشی کے لیے....."

"جسٹ شٹ اپ او کے۔" لہو رنگ آنکھوں کے ساتھ اس بار وہ غرائی تھی۔ ہادیہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا' شدید پریشان ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اب خاصی رنجیدہ بھی تھی مگر دلہن بنی ہانیہ کو اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ آگے اب اسے کیا کرنا ہے۔

◉.....◉.....◉

ائرپورٹ کی عمارت کے باہر ہاتھ باندھے کھڑا وہ گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے ہوئے تھا جب ثانیہ کی نگاہ اس پر پڑی اور وہ جیسے وہیں ساکت رہ گئی۔

پورے پانچ سال کے بعد وہ یوں بالکل اچانک کبھی سامنے آجائے گا' اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ دل تھا کہ جیسے دھڑکنا ہی بھول گیا تھا۔ بڑی مشکل سے رخ پھیر کر' کپکپاتی انگلیوں سے اس نے اپنی دادو کا موبائل نمبر پریس کیا تھا جب جواب میں بھاری مردانہ آواز اس کی سماعتوں میں اتری۔

"جی میڈم' اگر آپ لاہور ائرپورٹ پہنچ چکی ہیں تو براہ کرم باہر تشریف لے آیئے' میں آپ کا منتظر کھڑا ہوں۔"

ثانیہ کو اس آواز پر بھی اس کے لہجے کا گمان ہوا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اسے دیکھے تبھی جلدی جلدی ٹرالی گھسیٹتی وہ ائرپورٹ کی عمارت سے باہر نکل آئی۔ ایک مرتبہ پھر اس کی انگلیاں وہی نمبر پریس کررہی تھیں۔

"ہیلو..... میں عمارت سے باہر کھڑی ہوں' رائیٹ سائیڈ پر جو....." ابھی وہ اسے بتا ہی رہی تھی کہ وہ سیل فون کان سے لگائے اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ پلٹی تھی اور اس بار زمین زائر ملک کے پیروں تلے سے کھسک گئی تھی۔

"دو پتر اناراں دے.....
ساڈا دکھ سن کے روندے پتھر پہاڑاں دے"

گاؤں کے بابا جوگی کی آواز پورے کرب کے ساتھ

اس کی سماعتوں میں ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

"ثانیہ....." جانے کیسے اس کے لب حرکت کر پائے تھے' مگر سامنے کھڑی اس لڑکی نے فوراً سے پیشتر آنکھوں پر گلاسز چڑھا کر' گاڑی کا بیک ڈور کھول لیا۔

"اگر تم دادی ماں کے بھیجے گئے ڈرائیور ہو تو فوراً سے پیشتر سامان گاڑی میں رکھ کر چلو۔" کوئی شناسائی نہیں تھی اس کے لہجے میں..... وہ بمشکل خود کو سنبھال کر' سامان گاڑی کی ڈگی میں منتقل کرتا' ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔

"بچے کہاں ہیں.....؟" اگلے ہی پل گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا مگر وہ اسے بنا کوئی جواب دیئے' اپنے سیل فون پر تیزی سے کچھ ٹائپ کرنے لگی' کچھ ہی دیر میں اس کا سیل بج اٹھا تھا۔

"ہوں اشعر..... جی میں پہنچ گئی ہوں پاکستان..... جی جی میں اپنا خیال رکھوں گی' آپ بھی اپنا اور بچوں کا خیال رکھیے گا..... جی ٹھیک ہے' اللہ حافظ۔" کال پک کرتے ہی اس نے تیز لہجے میں کسی کو اطلاع دی اور سیل مٹھی میں دبوچ لیا۔

زائر نہیں جانتا تھا' کہ اس نے کس سے بات کی ہے مگر اسے برا ضرور لگا تھا۔ حویلی پہنچنے تک دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی تھی' وہ یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے اسے جانتی ہی نہ ہو۔

لانگ شرٹ کے ساتھ' کھلے پائنچوں والے ٹراؤزر میں ملبوس اس وقت وہ دوپٹے اور حیا دونوں سے بے نیاز تھی۔ زائر نے ایک آخری نظر اس پر ڈالنے کے بعد خاصے زوردار جھٹکے سے حویلی کے مین گیٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ جہاں اس وقت گاؤں کے سیدھے سادے لوگوں کا جم غفیر اس "جل پری" کا دیدار کرنے کے لیے جمع تھا۔ بڑی ہیل کے سیاہ جوتوں کے ساتھ جیسے ہی وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلی' گاؤں کی عورتیں یوں اس پر پل پڑیں جیسے وہ کوئی نکاح کی تقریب میں بٹنے والا چھوارا یا ننھے منے بچوں میں برات کے وقت لٹایا جانے والا کوئی دس کا نوٹ ہو۔

خود زائر کے لیے بھی یہ صورت حال خاصی غیر متوقع تھی تبھی اس نے سرعت سے گاڑی سے نکلنے کے بعد' لوگوں کو پیچھے ہٹا کر' ثانیہ کے لیے رستہ بنایا اور پھر بنا اس کے ردعمل کی پروا کیے اس کا موی ہاتھ تھام کر تیزی سے حویلی کے کھلے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

چوہدرانی صاحبہ بے تابی سے ان دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ ثانیہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے کر سرعت سے واپس پلٹ آیا۔ برتی قمقموں سے جگمگاتی اس حویلی میں اس وقت شاید اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ چوہدرانی کو بتا کر اگلے تیس منٹ کے بعد وہ دوسرے گاؤں میں اپنے چھوٹے سے گھر کے دروازے پر کھڑا دستک دے رہا تھا۔ اس کی زوردار دستک کے جواب میں دروازہ کھولنے والی اس کی ماں تھی۔

"السلام علیکم اماں۔"

"وعلیکم السلام' جیتا رہ۔" دروازہ کھلا چھوڑ کر اس کی ماں سائیڈ پر ہو گئی تھی۔

"ماں صدقے جائے اس بار بڑے دن لگا دیئے تو نے' سب خیر تو تھی ناں؟"

"ہاں اماں خیر ہی تھی' وہ چوہدرانی کی پوتی آئی ہے باہر سے' اسی کو لینے ائرپورٹ جانا تھا' اسی لیے چوہدرانی صاحبہ نے نہیں آنے دیا' تجھے تو پتا ہے وہ کتنا انحصار کرتی ہے مجھ پر۔"

صحن میں بچھی واحد چارپائی پر بیٹھ کر جوتے اتارنے کے بعد وہ فوراً ہینڈ پمپ کی طرف بڑھ گیا تھا۔ شدید تھکن اور گرمی نے برا حال کر چھوڑا تھا۔ اماں اب اس کی تائید میں سر ہلا رہی تھیں۔

"ہاں یہ بات تو ہے' اللہ کا خاص کرم ہے مجھ پر' ماشاء اللہ سے میرا بیٹا بہت لائق ہے۔"

زائر کے ہاتھ تیزی سے ہینڈ پمپ چلاتے ہوئے ٹھنڈا پانی نکال رہے تھے۔ اس کی بات پر خوش ہوتے ہوئے اماں اب باورچی خانے میں چلی گئی تھیں وہ وہیں ہینڈ پمپ کے قریب بیٹھ کر کپڑوں سمیت نہانے میں

مشغول ہو گیا۔ اچھی طرح نہانے کے بعد اس نے اندر کمرے میں جا کر کپڑے تبدیل کر لیے تھے۔

اماں اس کی اس عادت سے بہت خائف تھیں مگر اس کا بچپن سے یہی معمول تھا' کپڑے بدل کر جس وقت وہ باہر چارپائی پر آ کر بیٹھا' اماں اس کے لیے کھانا نکال لائی تھیں' چنے کی دال اور کدو کا سالن بنا تھا۔ اسے یہ سالن پسند نہیں تھا مگر بھوک کے شدید احساس کے زیر اثر اس نے سامنے پڑی تندوری روٹی کے نوالے توڑنے شروع کر دیئے تھے' تبھی سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ ابھری تھی۔

"بوا میں نے سارے کپڑے اتار لیے ہیں مگر وہ زائر کی شرٹ ساتھ والوں کی چھت پر....." اپنے دھیان میں بولتی وہ آ رہی تھی کہ اچانک سیڑھیوں کے وسط میں ٹھٹک گئی۔ پتھر ہوئے زائر کی نگاہیں اسے از حد حیرانی سے دیکھ رہی تھیں' جبکہ اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔ کیسا دن چڑھا تھا آج کہ شاک پر شاک لگ رہے تھے۔

اماں اس کی کیفیت بھانپ کر اب اسے بتا رہی تھیں۔

"پچھلے جمعے آئی تھی سائرہ' تیرے ابا جا کر لائے ہیں اسے' مووے سسرال والوں نے بالکل ہی بچی کو لاوارث سمجھ لیا' بہت گھمنڈ ہے انہیں اپنی دولت پر' میں نے فیصلہ کر لیا ہے اب سائرہ اس گھر میں دوبارہ نہیں جائے گی۔" اماں کی آواز نے اس کا طلسم توڑا تھا۔ زائر نے سر جھٹک کر نوالہ دوبارہ کٹوری میں رکھ دیا۔ شدید بھوک کا احساس اچانک ہی ختم ہو گیا تھا۔

"روٹی اٹھا لے اماں' مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"زائر....." اس کے اٹھ کھڑے ہونے پر اماں نے پکارا تھا مگر..... وہ سنی ان سنی کرتا بیرونی دروازہ کھول کر گھر سے باہر نکل گیا' گاؤں کے بابا جوگی کی آواز پورے کرب کے ساتھ اس کی سماعتوں میں ہتھوڑے برسا رہی تھی۔

"دو پتر اناراں دے.....
ساڈا دکھ سن سن کے روندے پتھر پہاڑاں دے"

◉.....◉.....◉

وہ چار سال کا تھا جب ایک روز اماں اس کی انگلی پکڑ کر اسے سائرہ کے والد ماسٹر افضل صاحب کی کلاس میں شیشم کے اس گھنے پیڑ کے تلے چھوڑ آئی' جہاں گاؤں کے دیگر بچے جمع ہو کر ماسٹر افضل صاحب سے درس لیا کرتے تھے۔

ماسٹر افضل رشتے میں اس کی اماں کے سگے ماموں زاد بھائی تھے۔ ان کی بیوی سائرہ کے بچپن میں ہی ہیضہ کی شکار ہو کر چل بسی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اماں نے اس چھوٹی سی بچی کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ وہ سارا دن انہی کے گھر کھیلتی' پھر شام میں ماسٹر صاحب اسے لینے آ جاتے تو ان کے ساتھ اپنے گھر سونے کے لیے چلی جاتی۔

زائر کو وہ شروع سے ہی بہت اچھی لگتی تھی' یہی وجہ تھی کہ دونوں فرصت کے تمام لمحات ایک دوسرے کے ساتھ گزارتے۔ سائرہ کے بڑے ہونے پر اس کی گھریلو ذمہ داریوں نے اس کا زائر کے گھر آنا جانا کم کر دیا تو وہ جیسے تڑپ کر رہ گیا۔ اسے سائرہ کے ساتھ کی عادت ہو چکی تھی لہٰذا اس نے خود ماسٹر صاحب کے گھر جا کر ان کے گھر کے کاموں میں (جو پہلے ماسٹر صاحب خود سرانجام دیا کرتے تھے) سائرہ کی مدد کرنی شروع کر دی۔

ایک دوسرے کے احساس کا یہ جذبہ بڑھتے بڑھتے کب محبت کا روپ دھار گیا انہیں خبر ہی نہ ہو سکی' پتا تو اس روز چلا جب ایک شام زائر نے ماسٹر صاحب کو اماں سے ان دونوں کی شادی کی بات سنی' مارے خوشی کے اس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے تھے' سائرہ اس کے لیے کسی نشے سے کم ہرگز نہیں تھی۔ اس روز اس نے پہلی بار گھر سے پیسے چرا کر سائرہ کے لیے رنگ برنگی خوب صورت چوڑیاں خریدی تھیں کیونکہ سائرہ کو چوڑیاں بہت پسند تھیں۔

زائر نے اسے چوڑیاں دیتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان قائم ہونے والے رشتے کا بھی بتا دیا تھا اور

WWW.PAKSOCIETY.COM

حسب توقع وہ بھی خوش ہوئی تھی۔ اب اکثر وہ اسے تنگ کرنے لگا تھا۔ کبھی اس کے ساتھ برتن دھلاتے ہوئے چپکے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیتا' تو کبھی ماسٹر صاحب کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے نظر بچا کر اس کے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھ دیتا' ایک دو بار اس نے غیر اخلاقی حرکت کرنے کی کوشش بھی کی تھی مگر سائرہ نے سختی سے اسے ڈپٹ کر رکھ دیا۔ زندگی بے حد خوب صورت اور خوش گوار بسر ہو رہی تھی کہ اچانک اسے میٹرک کے بعد مزید تعلیم کے لیے شہر کے ہوسٹل میں قیام کرنا پڑا اور پیچھے جیسے اس کی دنیا ہی بدل گئی۔

دو سال کے صبر آزما کڑے انتظار کے بعد وہ شاندار نمبروں سے ایف اے کر کے گاؤں واپس لوٹا تو اس کے خطوط کے جواب گول کرنے والی سائرہ افضل نے اس کے ساتھ شادی سے ہی صاف انکار کر دیا۔

زائر کے شدید دکھ اور اصرار پر اس نے بتایا تھا کہ اس کے زندگی کے لیے چند خواب ہیں جن پر وہ کبھی سمجھوتہ نہیں کر سکتی۔ اسے بہترین گھر' گاڑی اور بہت ساری دولت چاہیے تھی جو گاؤں کے نمبردار کا آوارہ بیٹا اسے مہیا کرنے کو تیار بیٹھا تھا۔

اس نے زائر سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ صرف محبت پر اکتفا کرنے والی لڑکی نہیں ہے۔ نہ ہی اس میں اتنی ہمت اور صبر ہے کہ وہ ساری زندگی چھوٹی' چھوٹی خوشیوں کے لیے ترس کر گزار دے۔ زائر کا مان ٹوٹا تھا' سائرہ کے اجنبی لہجے اور عجیب و غریب فرمائش نے اس کی حسرتوں کا خون کیا تھا مگر پھر بھی اس نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اسے یہ سب چیزیں دے گا بس وہ تھوڑا سا انتظار کر لے مگر سائرہ نے اسے چھوٹ نہیں دی۔

اس نے یہ کہہ کر اپنی دہلیز سے رخصت کر دیا کہ وہ شہر جائے اور جا کر وہ سب چیزیں جو اس کا خواب ہیں حاصل کرنے کی کوشش کرے کبھی ان دونوں کی شادی ممکن ہو سکے گی بصورت دیگر نمبردار کے بیٹے کی آفر بری نہیں ہے۔ وہ اس کی دہلیز سے پلٹ آیا تھا' بے حد شکستہ اور رنجیدہ۔

ماسٹر افضل اکلوتی بیٹی کی ضد کے سامنے قطعی لاچار ہو کر رہ گئے تھے۔ جبکہ اس کی اپنی ماں سائرہ کو لعن طعن کرتی نہیں تھکتی تھی۔ زائر کا باپ ان دنوں دوسرے گاؤں میں چوہدریوں کے گھر کا منشی تھا اور حویلی میں ان کی قدر ایسے ہی کی جاتی تھی جیسے وہ حویلی کا ہی کوئی فرد ہو۔

صرف اپنی محبت کو پانے کے لیے وہ ماں سے مزید تعلیم کی ضد کر کے دوبارہ شہر چلا آیا اور یہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ راتوں رات امیر بننے کے جنونی خواب نے اسے بگڑے ہوئے لڑکوں کے ٹولے کا حصہ بنا دیا۔

ہر طرح کی غلط کاریوں میں ملوث ان لڑکوں نے اسے راتوں رات امیر بننے کے لیے جس شارٹ کٹ راستے کی ترغیب دی' اس راستے کی پہلی سیڑھی پر ہی اس کا ٹکراؤ ثانیہ عباس سے ہوا تھا اور یہیں سے اس کی زندگی میں ایک نئی دل چسپ کہانی نے جنم لیا تھا۔

◉ ..... ◉ ..... ◉

ایک دن نام تیرا.....
خواب کی طرح آنکھ میں بسایا تھا
آج تک نیند کو ترستے ہیں.....!

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی وہ اپنی تیاری کو فائنل ٹچ دے رہی تھی جب دروازے پر بیل ہوئی' جلدی جلدی واچ پہنتے ہوئے اس نے موبائل اٹھایا اور کمرے سے نکل آئی۔

ابھی تھوڑی دیر بعد اسے اپنی دوست سعدیہ کے گھر سالگرہ کی تقریب میں جانا تھا۔ سعدیہ کے فون پر فون آ رہے تھے' اس نے لاسٹ کال پر ڈرائیور بھجوانے کے لیے کہا تھا اور اب دروازے پر ہونے والی ڈور بیل کی آواز سن کر وہ سرعت سے دروازے کی طرف آئی تھی۔

"کون....." دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے سرسری سا پوچھا تھا۔ جب آواز آئی۔

"زائر ملک۔"

"آ گئے تم' پچھلے بیس منٹ سے تیار ہو کر بیٹھی ہوں'

اور وہ تمہاری مالکن شہزادی' فون پر فون کیے جارہی ہے یہ نہیں کہ تمہیں جلدی پہنچنے کی ہدایت کردے۔"

وہ اسے سعدیہ کا ڈرائیور سمجھ رہی تھی تبھی بنا سوچے سمجھے شروع ہوگئی تھی۔ دوسری طرف اسے دو ہفتوں سے ٹیلی کرتے زائر ملک نے قدرے حیران ہوکر اسے پیچھے دھکیلا اور تیزی سے فلیٹ میں داخل ہوکر دروازہ لاک کردیا۔

"نہ میری کوئی مالکن ہے' نہ میں کسی کا ملازم ہوں' میرا مقصد اس وقت اس گھر کا صفایا کرنا ہے' شرافت سے بنا چوں چراں کیے سب کچھ نکال کر ٹیبل پر رکھتی جاؤ' نہیں تو اس پسٹل کی ساری گولیاں تمہارے وجود میں اتار دوں گا۔"

قطعی رف حلیے میں ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو کے ساتھ اس پر پسٹل تانے کہتا وہ اسے ساکت ہی تو کرگیا تھا۔ ثانیہ عباس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ یوں لوٹی جاسکتی ہے' اس کے خوب صورت چہرے کا رنگ پل میں سفید پڑ گیا تھا۔ زائر ملک کی ہدایت کے عین مطابق اس نے سب سے پہلے اپنا موبائل فون کپکپاتے ہاتھوں سے میز پر رکھا' پھر دونوں کلائیوں سے گولڈ کے خوب صورت نفیس کڑے اتارے' کانوں میں پہنی گولڈ کی ہلکی پھلکی بالیاں اتار کر میز پر رکھیں' اس کا پرس ابھی صوفے پر پڑا تھا' اس نے وہ بھی اٹھا کر اس کے حوالے کردیا۔

"اس وقت میرے پاس یہی کچھ ہے۔" اس کی آواز سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ بہت ڈر گئی ہے۔ زائر گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا اس کے بیڈروم کی طرف بڑھ گیا تھا' تبھی وہ تڑپ کر پیچھے لپکی تھی۔

"دیکھیے میں سچ کہہ رہی ہوں' میرے پاس جو کچھ بھی تھا میں آپ کے حوالے کرچکی ہوں' مزید اب کچھ بھی نہیں ہے۔"

"شٹ اپ" اس کے منمنانے پر وہ دہاڑا تھا کیونکہ اس کے پاس اس لڑکی سے متعلق مکمل معلومات تھیں۔ وہ باہر سے آئی تھی اور اپنی ایک ملازمہ کے ساتھ اس شاندار لگژری فلیٹ میں رہتی تھی۔ زائر نے اسے دو ہفتے پہلے ایک ریستوران میں دیکھا تھا اور پھر شادی کی ایک تقریب میں' وہ ہر جگہ بہترین لباس کے ساتھ قیمتی جیولری سے لدی پھندی ہوتی تھی تبھی اپنے دوست کی انویسٹی گیشن پرفیکٹ پرسنٹ شیئر کے لیے وہ بلاخوف وخطر اس کے فلیٹ میں گھس آیا تھا۔ خوش قسمتی سے اس وقت اس کی ملازمہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہی تھی تبھی اس کا حوصلہ بڑھ گیا تھا۔

اپنی محبت کو پانے کے لیے فی الوقت وہ کچھ بھی کرسکتا تھا یہاں تک کہ اس لڑکی کا خون بھی' مگر..... اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔

لڑکی اب اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی۔

"دیکھیے میرے لیے دولت کی کوئی وقعت نہیں ہے' پپ..... پلیز اب آپ یہاں سے چلے جائیں۔"

مگر وہ اس کی التجا کو قطعی نظرانداز کیے اب وارڈروب کھول رہا تھا کچھ دیر اِدھر اُدھر ہاتھ مار کر چیک کرنے کے بعد اس کے ہاتھ ایک جیولری کا ڈبا لگا تھا' جسے دیکھنے کے بعد اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکان بکھر گئی۔

"نہیں پلیز' اسے رکھ دیں' یہ میری ماما کی نشانی ہے پلیز۔" وہ تڑپ کر اس کے سامنے آئی تھی' مگر زائر نے اسے پیچھے دھکیل دیا۔

"شٹ اپ۔"

"پلیز میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں' یہ میری مما کی واحد نشانی ہے میرے پاس' اسے واپس کردیں' پلیز۔" اب وہ بری طرح رو رہی تھی۔ زائر دروازے کی چوکھٹ پر پہنچ کر رکا تھا' وہ لڑکی اب اس کے پیروں میں گرنے کا سوچ رہی تھی' تبھی اس نے پلٹ کر دیکھا اور پھر جیسے ایکدم سے اس کا ارادہ بدل گیا۔

"ٹھیک ہے یہ لو۔" پلٹ کر تحمل سے کہتے ہوئے اس نے جیولری بکس اس کی طرف بڑھایا تھا' ثانیہ عباس آنکھوں میں آنسو لیے حیرانی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے وہ ڈبا تھاما تھا جب اس نے فوراً سے پیشتر اس کا بازو تھام لیا۔

"تمہیں یہ جیولری چاہیے ناں' ٹھیک ہے رکھ لو' مگر بدلے میں مجھے بھی کچھ چاہیے۔" اس بار اس کے الفاظ سے زیادہ اپنے جسم پر پھسلتی اس کی نگاہوں نے اسے سہما دیا تھا۔

"نہیں' تم ایسا کچھ نہیں کرسکتے میرے ساتھ۔"

خوف کے ساتھ ساتھ اس نے غصہ دکھانے کی کوشش بھی کی تھی' مگر زائر ملک نے پروا نہیں کی' ثانیہ عباس کے احتجاج کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے اب وہ اسے اپنی طاقت دکھا رہا تھا۔ ثانیہ کی کلائی میں پڑی کانچ کی ساری چوڑیاں ٹوٹ کر قالین پر بکھر چکی تھیں۔ جبکہ اس کا میک اپ سے دمکتا چہرہ اب کھنڈر عمارت کا نقشہ پیش کررہا تھا۔

وہ ساری عمر ایبرو ڈر رہی تھی مگر پھر بھی اسے اللہ کی قائم کردہ حدود کا پاس تھا جبکہ دوسری طرف اسلامی مملکت میں پلنے بڑھنے والے اس شخص کے ماں باپ کی سالوں کی اچھی تربیت پر اس کے برے دوستوں کی چند روزہ بری صحبت اپنا اثر دکھا رہی تھی۔

گناہ کبیرہ کی بھینٹ چڑھے اس طوفان کو کسی طور ٹلتے نہ دیکھ کر اس نے اس کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔

"مم میری بات سنیں پلیز..... خدا کا واسطہ ہے آپ کو' مجھ پر ترس کھائیں' میں بہت دکھی لڑکی ہوں۔"

"جسٹ شٹ اپ اوکے' بہت خطرناک آدمی ہوں میں' میرا دماغ خراب مت کرو۔" اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کرتے ہوئے وہ غرایا تھا' تبھی وہ سسک اٹھی۔

"میں جانتی ہوں' آپ یہاں صرف سب کچھ لوٹنے آئے ہیں' مگر..... میری عزت کوئی فالتو سامان نہیں ہے' آپ مسلمان ہیں' اللہ کی قائم کردہ حدود کی خلاف ورزی کرکے آپ اس پاک ذات کے غضب سے نہیں بچ سکیں گے۔"

زائر کے دل پر چوٹ پڑی تھی مگر دماغ اتنا ماؤف تھا کہ اس کے لیے اس وقت جیسے خود کو سنبھالنا ممکن ہی نہیں

پیارے بھائی' بھتیجوں کے نام

جن کی یاد سے دل کا اک اک گوشہ مہکتا ہے
جن کے لیے مانگی گئی دعاؤں کے بھیگے پھولوں سے
ہتھیلیاں بھری رہتی ہیں مگر جن کو دیکھنے کے لیے
آنکھیں پل پل ترستی ہیں.....

درد کا سلسلہ مسلسل ہے
ضبط کا حوصلہ مسلسل ہے
زندگی بے ثبات لگتی ہے
وقت ٹھہرا ہوا مسلسل ہے
وہ مجھے چھوڑ گیا ہے لیکن
دعا کا رابطہ مسلسل ہے
کتاب زندگی پر اب تو
دکھوں کا حاشیہ مسلسل ہے
پاس اتنا کہ مثلِ رگ جاں ہے
دور اتنا کہ اک فاصلہ مسلسل ہے
زندگی تھک کے ہار بیٹھی ہے
موت کا قافلہ مسلسل ہے
چراغ محبت بجھانے کو
سازشوں کی ہوا مسلسل ہے
سامنے ہے مگر نگاہ پیاسی
دل میں اک کربلا مسلسل ہے
تم سے بچھڑی تو یہ یقین آیا
عشق کا عارضہ مسلسل ہے
قلم یاد سے صفحہ دل پر
لفظ اک ہی لکھا مسلسل ہے
لوٹ آؤ گے شام کبھی
دل کو اک آسرا مسلسل ہے

ام شمامہ..... جھڈو' سندھ

رہا تھا۔

ثانیہ اب اس کے سامنے ڈوپٹے سے بے نیاز بیٹھی تھی۔

"آپ میرے لیے کچھ بھی مت کریں، مگر اللہ کے لیے تو کر سکتے ہیں ناں، اسی اللہ کا واسطہ ہے آپ کو مجھے گنہگار مت کریں، اگر آپ نے میری بربادی کی قسم کھا ہی لی ہے تو پلیز مجھ سے نکاح کر لیں پھر اس کے بعد چاہے فوری طلاق دے دیجیے گا میں گلہ نہیں کروں گی، پلیز۔" ٹپ ٹپ ٹپ، اس کی آنکھوں سے آنسو یوں گر رہے تھے جیسے ساون کی جھڑی لگی ہو۔ زائر از حد ڈسٹرب ہو کر چلا اٹھا۔

"بکواس بند کرو اپنی، نہ میں ایسی فضولیات میں پڑنا چاہتا ہوں، نہ تم میرے لیے اتنی اہم ہو کہ میں تم سے ایسا کوئی تعلق جوڑتا پھروں۔"

"مم، میں جانتی ہوں، میں نہیں ہوں، مگر اللہ تو ہے ناں، اس کی رضا کے لیے، اس کے عذاب سے بچنے کے لیے کر لیں، پلیز۔"

اس کے آنسوؤں میں، اس کی التجاؤں میں کچھ ایسا تھا کہ جس نے اسے بے چین کر کے رکھ دیا تھا۔ جانے کیا سوچ کر وہ اٹھا تھا اور اسے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر اس میز تک لے آیا جہاں اس گھر سے برآمد ہونے والا سامان رکھا تھا، وہ سب سامان وہاں سے اٹھا کر اسے اسی طرح بازو سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے وہ نیچے اپنی گاڑی تک لایا اور اگلے ہی پل اسے گاڑی میں دھکیل کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھے اپنے دوست کے ساتھ آ بیٹھا۔

"مجھے اس لڑکی سے نکاح کرنا ہے ابھی اور اسی وقت۔"

"وھاٹ، تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ تم یہاں چوری کرنے آئے تھے چوری ہونے نہیں۔"

"جو کہا ہے وہ کرو پلیز۔" اس بار اس کا لہجہ اتنا روڈ تھا کہ اس کے دوست نے حیرانی سے اس کی طرف چند ثانیے دیکھنے کے بعد گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ اسی دن کے اختتام پر وہ شاندار ہوٹل کے کمرے میں ثانیہ عباس کے سامنے اس کے شوہر کی حیثیت سے بیٹھا تھا۔

"اب کیا ارادہ ہے تمہارا؟" بنا سلام دعا کے اس کے مقابل بیٹھا وہ پوچھ رہا تھا۔ ثانیہ عباس چہرہ جھکاتے ہوئے رو پڑی۔

"میں جانتی ہوں آپ نے جو بھی کیا ہے محض ضد اور غصے کی وجہ سے کیا ہے، پھر بھی میں آپ کی بہت ممنون ہوں، بے شک میرا رب بہترین محافظ ہے۔" وہ سج دھج کر دلہن نہیں بنی تھی مگر پھر بھی اس کے چہرے پر بے تحاشہ حسن اور نور بکھرا ہوا تھا۔ زائر نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے پہلو میں گرایا اور کمرے کی لائٹ آف کر دی۔ اگلی صبح وہ اس کے بیدار ہونے تک نہا دھو کر فریش ہو چکا تھا۔

ثانیہ کی آنکھ کھلی تو وہ جوگرز پہن رہا تھا۔

"میں جا رہا ہوں، تمہارا سامان اور تمام نقدی وہ سائیڈ ٹیبل کی دراز میں محفوظ ہے۔ نکال لینا۔"

"مطلب؟" وہ ایکدم سے حیران ہو کر اٹھی تھی۔

"مطلب..... میں تمہارے گھر میں ڈکیتی کے لیے آیا تھا، تاکہ بڑا مال ہاتھ لگنے پر کوئی کاروبار کر سکوں اور اپنی محبت اپنی بچپن کی منگیتر کو حاصل کر سکوں، لیکن اب میں وہ سب یہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، کیونکہ مجھے تمہاری لوٹی ہوئی دولت پر اپنے خوابوں کا تاج محل کھڑا نہیں کرنا۔" وہ اس سے رخ پھیرے ہوئے بیٹھا تھا۔ ثانیہ کے لبوں پر اداس سی مسکان بکھر گئی۔

"بہت شکریہ، لیکن اب وہ سب میں آپ کو اپنی رضا سے دے رہی ہوں آپ لے جائیں۔"

"ہرگز نہیں۔" وہ کھڑا ہوا تھا جب اس نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میرا طلاق نامہ.....؟" اور یہاں اس نے بے ساختہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"بھیج دوں گا جلد۔" سرعت سے کہہ کر وہ رکا نہیں تھا کمرے سے نکل گیا تھا پیچھے ثانیہ عباس دیر تلک گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی اسے سوچتی رہی۔

کیسا رہزن تھا وہ، اور کیسی انوکھی چوری کی تھی اس نے.....!

وہ اپنے اپارٹمنٹ میں واپس لوٹ آئی تھی۔

شام ڈھل رہی تھی اور درختوں پر بیٹھے پرندے اب اپنے اپنے ٹھکانوں کی تلاش میں، فضا کی وسعتوں میں اڑتے دکھائی دے رہے تھے۔ عصر کے قریب اس کی ملازمہ بھی گاؤں سے واپس لوٹ آئی تھی، اسی روز شام میں اس نے اپنی کلوز فرینڈ ایمن کو بلا کر زائر ملک سے متعلق ساری کہانی اس کے گوش گزار کر دی۔

"گڈ..... یہ تو نیو ٹرینڈ نکل آیا، مطلب اب لوگ گھروں میں گھسیں گے، مگر کوئی مال و دولت لوٹنے کی بجائے سیدھے آپ کی پیشانی سے پسٹل لگائیں گے اور آپ کو بنا جانے، بنا سمجھے نکاح کر کے اپنی زوجیت میں لے لیں گے، نہ فکر نہ فاکا، عیش کر کاکا، مطلب ساری ٹینشن ہی ختم ہو گئی۔" تالی بجاتے ہوئے اس نے صاف اس کا مذاق اڑایا تھا۔ تبھی وہ روہانسی ہو کر پلٹی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے میں بکواس کر رہی ہوں؟"

"ہاں۔"

"جسٹ شٹ اپ، میں بکواس نہیں کر رہی، اس شخص کے پاس نکاح نامہ موجود ہے۔"

"یو ڈفر گرل، وہ جو کوئی بھی تھا اس نے تمہیں بے وقوف بنایا ہے، فلموں کہانیوں میں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی شخص ڈکیتی کی نیت سے آپ کے گھر میں گھسے اور پھر آپ کے کہنے پر شرافت سے نکاح کر کے اپنا کام نکالتا پھرے، مائینڈ اٹ محترمہ، یہاں ایسا انسان کا بچہ کوئی بھی نہیں ہے جو محض آپ کے آنسوؤں یا خدا رسول کے واسطوں سے اپنی بدنیتی کا ارادہ بدل کر نکاح جیسے جھنجٹ میں پڑتا پھرے، وہ مولوی، وہ گواہ، جو تم نے دیکھے سب بکواس اور ڈرامہ ہوں گے، ایسے آوارہ لڑکوں کے لیے، ایسے ڈرامے قطعی مشکل نہیں، اور تم دیکھ لینا، وہ دوبارہ بھی آئے گا، ممکن ہے تین بار طلاق طلاق بھی کہہ دے، مگر یہ سب سوائے دھوکے کے اور کچھ بھی نہیں ہوگا۔" ایمن کے لہجے میں خفگی بھی تھی اور سفاکی بھی۔ ثانیہ مضطرب سی رو پڑی۔

"میرا دل نہیں مانتا۔"

"وہ مجھے پتا ہے، اس عمر میں لڑکیوں کے دل کسی بھی فریب کو کب مانتے ہیں بھلا، انہیں تو وہی سولہ آنے سچ دکھائی دے رہا ہوتا ہے جو وہ محض خود دیکھنا چاہ رہی ہوتی ہیں، مگر میں اپنی دوست کو کوئی جھوٹا ڈھکوسلہ نہیں دے سکتی، تمہیں چاہیے کہ تم یہ سب آج ہی آنٹی یا گاؤں میں اپنے دادا دادی سے شیئر کرو، میرا خیال ہے تمہارا اب یہاں اس اپارٹمنٹ میں رہنا خطرے سے خالی نہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے اس بار وہ اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی لائے۔" ایمن کا خدشہ غلط نہیں تھا، وہ چپ بیٹھی آنسو بہاتی رہی، کتنا تکلیف دہ تھا یہ تصور کہ کسی نے اسے اپنے نام کا "لالی پاپ" دے کر لوٹ لیا ہے۔

ایمن واپس جا چکی تھی مگر وہ اسی پوزیشن میں بیڈ پر دونوں ٹانگوں کے گرد بازو لپیٹے بیٹھی سوچتی رہی۔ ٹپ ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو یوں گر رہے تھے، جیسے کسی خاموش جھیل میں جھرنا گرتا ہو۔ وہ کالج لائف میں تھی جب اچانک اس کے بابا کی رحلت ہو گئی۔ ان کی وفات کے

اے کراچی شہر

اے نگاران من ائے عروس شہر
لگ گئی تجھ کو کن ظالموں کی نظر
پھیلی وہ شام غم، گہری کالی سیاہ
جس کی آتی نہیں ہے نظر، اب سحر
گھر سے بچوں کے جانے پر لرزے ہے ماں
ہے سہاگن بڑی مضطرب، منتظر
دیکھو! سوچو، ذرا عبرتِ خونچکاں
پڑ نہ جائے کہیں اب خدا کا قہر
ایک ہو جاؤ سب، اب خدا کے لیے
ہر لمحہ یہ دعا گو ہے قلب مہر

مہر گل..... اورنگی ٹاؤن، کراچی

بعد اس کی بہادر ماں نے نہ صرف ان کے وسیع کاروبار کو سنبھالا' بلکہ اپنے دونوں بچوں کی پرورش میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

اپنی ماں سے اکثر پاکستان میں اپنے ددھیالی رشتہ داروں کے متعلق مختلف کہانیاں سننے کو ملتی رہتی تھیں۔ اس کے دادا' دادی اور ایک تایا پاکستان میں مقیم تھے مگر تایا کی اولاد نہیں تھی جبکہ اس کے پاپا کو پسند کی شادی کے جرم میں خاندان سے عاق کردیا گیا تھا۔

اس کے بابا رحلت سے قبل آخری بار اپنے گاؤں گئے تھے' مگر انہیں معافی نہیں ملی' پاکستان سے واپسی کے دو ہفتے بعد ان کی رحلت ہوگئی۔ اس موقع پر اس کی دادی اور تایا ان کے پاس آئے تھے اور بہت روئے تھے۔ بابا کی رحلت کے دو ماہ بعد اس کے دادا بھی غم اور بیماری سے ہار گئے۔ وہ چونکہ ان سے زیادہ اٹیچ نہیں تھی لہٰذا اسے اس بات کا زیادہ افسوس نہیں ہوا۔

کالج لائف کے دوران ہی اس کی اپنے پاپا کے عزیز دوست طارق انکل کے اکلوتے بیٹے اشعر سے دوستی ہوگئی تھی۔ وہ بے حد وجاہت کا حامل ایک ضدی اور غصیلا لڑکا تھا مگر اس کے پیار میں بہت شدت بھی تھی۔ وہ چونکہ اپنے بابا سے بہت اٹیچ تھی لہٰذا ان کی رحلت کے بعد اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے اس نے اشعر کا سہارا لیا اور پھر جیسے اس سہارے کی عادی ہوتی گئی۔

اشعر کے بغیر جیسے اس کی زندگی ہی نامکمل تھی' اس کی شدت اور پسند کو دیکھتے ہوئے اس کی مما نے ان دونوں کا رشتہ طے کردیا۔ انہی دنوں اشعر کی توجہ اس سے ہٹ کر اپنی ایک دور پرے کی کزن پر مبذول ہوگئی جو نئی نئی لندن آئی تھی۔ وہ اسے ٹائم اور کمپنی دے رہا تھا جو ثانیہ کے لیے کسی طور قابل برداشت نہیں تھا۔

اسی بات کو لے کر دونوں کے بیچ جھگڑے بھی ہوئے مگر..... کوئی حل نہ نکل سکا۔ نتیجتاً ثانیہ نے جذباتیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ رشتہ ختم کردیا اور اشعر کا اپنے گھر میں داخلہ تک ممنوع کردیا جس پر مشتعل ہوکر اس نے اسے دھمکی دے ڈالی کہ وہ اسے اس حرکت کی سزا ضرور دے گا' مگر اس سے پہلے کہ وہ ایسا کچھ کرتے ہوئے اسے نقصان پہنچاتا وہ اپنی مما سے ضد کرکے پاکستان چلی آئی۔ تاہم اس نے اپنے ددھیال والوں کو اپنے پاکستان میں قیام سے مطلع نہیں کیا تھا۔

جس نقصان سے ڈر کر وہ لندن سے بھاگی تھی' وہ نقصان پاکستان میں ہوگیا تھا۔ آنسو تھے کہ ٹپ ٹپ بہتے ہی چلے جارہے تھے اور رات تھی کہ اندھیرے کی بکل مارتے ہوئے سرد سے سرد ترین ہوتی جارہی تھی۔

◉.....◉.....◉

"زائر پتر.....!" وہ مضطرب سا چارپائی پر پڑا پہلو بدل رہا تھا جب اچانک اس کے سیل فون پر اماں کی کال آگئی اور اسے نا چاہتے ہوئے بھی اس وقت ان کی کال پک کرنی پڑی۔

"جی اماں۔"

"ماں صدقے جائے کتنے دن سے تُو نے گاؤں کا چکر نہیں لگایا سب ٹھیک تو ہے ناں۔"

"ہاں اماں' سب ٹھیک ہی ہے' جاب ڈھونڈ رہا ہوں' تُو سنا گھر میں سب کیسے ہیں ابا اور سائرہ وغیرہ۔"

"سب ٹھیک ہیں' بس ایک گڑبڑ ہوگئی ہے۔"

"گڑبڑ..... کیسی گڑبڑ....." وہ چونک کر چارپائی پر اٹھ بیٹھا تھا۔ جب اماں نے قدرے خاموشی کے بعد اسے بتایا۔

"وہ..... اپنی سائرہ ہے ناں۔"

"ہاں..... کیا ہوا اسے؟" اس کا دل بے ساختہ ہی زور سے دھڑکا تھا۔

"کچھ نہیں..... اس نے نکاح کرلیا ہے' نمبردار کے بیٹے افضل کے ساتھ۔"

"کیا.....؟" اسے لگا جیسے وہ چارپائی سے نیچے گر پڑا ہو۔

"ہاں پتر..... مجھے..... کو نہیں پتا چلا کہ اس کرموں جلی نے کب اور کیسے یہ قدم اٹھایا' تیرے ابا نے تو ایسا دل پر لیا کہ بستر سے ہی لگ گئے' ابھی کل تاپ اترا ہے ان کا..... اپنی بیٹی ہوتی تو شاید زندہ زمین میں گاڑ دیتے' مگر پرائے خون پر کیا زور چلتا ہے۔" اماں اب شاید رو رہی تھیں مگر وہ تو سن ہی نہیں رہا تھا۔ سائیں سائیں کرتی سماعتوں میں سوائے سناٹے کے اور کچھ اترتا محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

یہ کیسے ہوسکتا تھا؟

وہ تو "اس" سے محبت کرتی تھی' پھر نمبردار کے بیٹے کے ساتھ نکاح کیسے کرسکتی تھی؟ اس کا دماغ گھوما تھا اور وہ فوراً گاؤں واپس آیا تھا۔ سائرہ اس وقت بڑی مسرور سی تندور پر روٹی لگا رہی تھی جبکہ ماسٹر افضل نڈھال سے صحن میں بچھی چارپائی پر پڑے تھے' اسے بنا دستک دیئے گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر سائرہ کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔

"زائر..... تو.....؟"

"ہاں میں..... پوچھنے آیا ہوں تجھ سے کہ نمبردار کے بیٹے کے ساتھ تیرے نکاح کی خبر کتنی سچ ہے۔"

"تم کون ہوتے ہو یہ پوچھنے والے؟" اچانک اس نے بے رخی سے رخ پھیرا تھا۔ زائر کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"میں کون ہوتا ہوں' اپنے باپ سے پوچھ' جس نے میری ماں سے ہم دونوں کی شادی کی بات پکی کی تھی۔" اس کا بازو پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوئے وہ چلایا تھا۔ تبھی وہ تپ اٹھی۔

"ہولی بول' یہاں اونچا کوئی نہیں سنتا' رہ گئی بات میرے ابا کی تو اس نے کوئی گناہ نہیں کردیا تیری اماں سے ہماری شادی کی بات کرکے' جس کا حساب لینے آگیا ہے تُو یہاں؟ تین مہینے ہوگئے تجھے شہر کی گلیوں کی خاک چھانتے ہوئے' کچھ کمایا' کچھ بنایا' نہیں..... بنا بھی نہیں سکتے' تیرے جیسے نکھٹو صرف عاشقی کرسکتے ہیں یا نوکری' تیسرا کوئی کام کرنا ان کے بس کی بات نہیں' اس لیے بھول جا کہ میں تجھ جیسے کنگلے کے ساتھ اپنی زندگی برباد کروں گی' اکلوتی دھی ہوں اپنے ابا کی' میرے جیسی سوہنی دوسری کڑی نہیں اس پینڈ میں' ایسے ہی نمبردار کا بیٹا فدا نہیں ہوگیا مجھ پر' آیا بڑا بچپن کی منگ حاصل کرنے والا؟ جہاں سے آیا ہے کان لپیٹ کر چلا جا' نہیں تو افضل سے کہہ کر وہ درگت بناؤں گی تمہاری کہ کیا یاد رکھیں گے تمہارے ماں باپ بھی۔"

سخت اشتعال میں آئی وہ خالص دیہاتی لہجے میں بولتے ہوئے اسے پل میں اس کی اوقات یاد دلا گئی تھی۔ زائر کا بس نہ چلتا تھا کہ اس کا گلا گھونٹ دیتا۔ اس وقت اس نے غصے میں اسے ایک زناٹے دار تھپڑ دے مارا تھا مگر پھر سائرہ کے چلا کر شور مچانے پر وہ زیادہ دیر وہاں کھڑا نہیں رہ سکا۔

اس رات اس کا وجود جیسے کسی دوزخ میں گر پڑا تھا' جلتا وجود' جلتی آنکھیں' جلتے آنسو اور پھٹتے اعصاب..... ایک ایک لمحہ عذاب کیسے بن جاتا ہے کوئی اس وقت اس سے پوچھتا۔

زندگی بھر ساتھ چلنے کے وعدے کرنے والے لوگ اچانک کسی ڈگر پر ہاتھ چھڑا کر واپس پلٹ جائیں تو جینا دشوار کیسے ہوجاتا ہے کوئی اس وقت اس سے پوچھتا' کتنے ہی روز تک ان دیکھی آگ کے ساتھ تیز بخار میں جلنے کے بعد بھی جب اسے قرار نہیں آیا تو اس روز وہ بنا کسی کو بتائے شہر چلا آیا۔

تیزی سے ڈھلتی شام کے سرمئی دھندلکوں کے ساتھ اس کے قدم ثانیہ عباس کے لگژری اپارٹمنٹ کی طرف بڑھ رہے تھے اور اگلے تیس منٹ کے بعد وہ اس کے دروازے پر تھا۔ اس وقت وہ جس سکون کی پناہ کے لیے بے آب تڑپ رہا تھا وہ سکون ثانیہ عباس کے علاوہ اسے اور کوئی نہیں دے سکتا تھا۔

(جاری ہے)

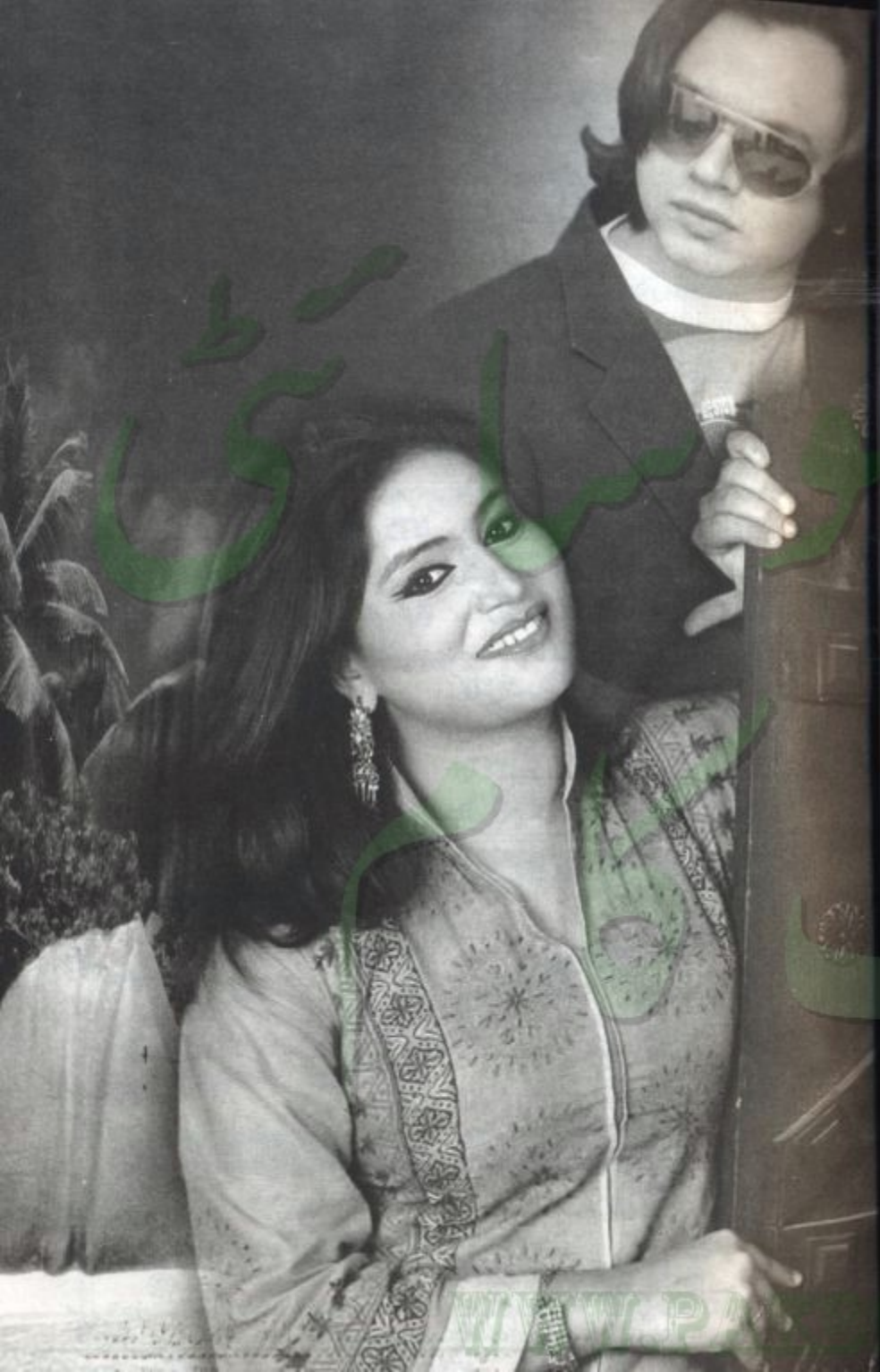

چاک دامن

عالیہ حرا

خواہش جو دل میں تھی اسے مرنے نہیں دیا
دامن پہ آنسوؤں کو بکھرنے نہیں دیا
وہ میری ملکیت تھا' رہا میرے پاس ہی
دل میں اسے کسی کے اترنے نہیں دیا

میں نے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے ریسٹ واچ پر نگاہ ڈالی اور پھر شاہ زیب کی سیٹ کی جانب دیکھا وہ ابھی تک نہیں آیا تھا۔ خلاف توقع وہ ایک گھنٹہ لیٹ تھا۔

میں نے اپنا کام روک کر سیل فون نکالا اور اس کا نمبر پش کیا۔

"صارف فی الحال مصروف ہے۔"

مجھے الجھن ہونے لگی۔

"صارف بتا بھی تو سکتا ہے کہ اسے دیر کیوں ہوگئی۔"

آفس میں تمام ورکرز آچکے تھے بس اس کی سیٹ خالی تھی اور میں نے گہرا سانس لے کر سامنے کھڑے پیون کو دیکھا' میری چائے کے ساتھ اس کی چائے بھی رکھ رہا تھا۔

"سر..... صاحب.....!" وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ شاید آج نہ آئیں۔" عبدل چائے واپس لے گیا۔ میں نے پھر نمبر ملایا' اب وہ کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ میں چائے کی جانب متوجہ ہوا اور میری میز پر اس کا گلاس' اس کا کپ سارا دن پڑا رہا۔ مجھے بے کلی کا احساس ستاتا رہا۔

میں اور شاہ زیب بہت اچھے دوست تھے' ہم مزاج' ہم مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے' ہم دونوں کا بچپن ساتھ گزرا تھا۔ اسے باہر جانے کا چانس ملا مگر وہ میری وجہ سے نہیں گیا اور میں نے بھی اس کی محبت میں اس کے آفس میں ہی جاب کی اور ہم دونوں کی جاب بہت اچھی تھی اور ہماری زندگی میں ہر طرح کا سکون تھا۔

سارا دن گاہے بگاہے بے مروت کا نمبر ملاتا رہا اور موصوف کسی اور نمبر پر مصروف رہے۔

"جانے کس کلموہی سے بات کر رہا ہے کہ مجھے یاد نہیں کر رہا' کم سے کم نہ آنے کی وجہ بتا دے۔"

گھر آ کر بھی میں اسے سوچتا اور نمبر ملاتا رہا۔

"ماما کہاں ہیں؟" بیگم سے پوچھا۔

"نیٹ پر مصروف ہیں خضر کے ساتھ۔" مجھے صوفیہ کا لہجہ گرم لگا۔ بچوں کی وجہ سے وہ جلد مشتعل ہو جاتی ہے' میں جانتا تھا۔

"خیر تو ہے مزاج برہم ہے یار کا....." میں اس کے قریب جھکا۔

"کچھ نہیں ہوا۔" تیکھے چتون سے دیکھتی باہر نکل گئی۔ میں نے اپنے بیٹے عمر اور بیٹی ماروی کو دیکھا۔

"یاسر! ماما کو کم تنگ کیا کرو۔ کتنی مصروف رہتی ہیں وہ تم لوگوں کی وجہ سے تھک جاتی ہیں۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

مگر اس کی توجہ اسکرین پر تھی۔ جہاں ٹام اینڈ جیری ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

"کچھ اور بھی دیکھ لیا کرو۔" میں ریموٹ لے کر سرچ کرنے لگا۔

"ہم ماما کو کچھ نہیں کہتے بس ماما ہر وقت غصے میں رہتی ہیں۔" ماروی نے منہ بنایا۔ میں نے اسے ساتھ لگالیا۔

"اسامہ کہاں ہے؟"

"دادو کے کمرے میں ہوگا۔" عمر نے کہا۔

"آپ کی بات ہوئی خضر چاچو سے۔" میں نے عمر سے پوچھا۔

"مگر دادو تو خضر چاچو سے بات نہیں کررہیں۔" عمر نے میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا۔

"ان سے تو کل ہی بات ہوئی ہے۔"

"اچھا!" ماروی اٹھ گئی۔ تو میں سوفے پر نیم دراز ہوگیا۔

"پھر وہ پھوپو سے بات کررہی ہوں گی۔"

"اچھا!" عمر بھی اسکرین کی جانب متوجہ ہوگیا۔

رات کھانے پر ماما ڈائننگ روم میں نہیں آئیں اور صوفیہ بھی کچھ چپ چپ سی تھی۔

"آج ماما جلد سوگئیں؟" میں نے پوچھا۔

"پتا نہیں۔"

"کیا انہوں نے جلدی کھانا کھالیا تھا؟" میں نے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"جی!"

"میں دیکھتا ہوں ماما کو۔" میں ٹیبل سے اٹھا اور اوپر ماما کے کمرے کی جانب بڑھا۔

"میری چائے اوپر بھجوادینا۔" کہہ کر میں آگے بڑھا۔ گہری نظروں کی تپش میں نے اپنی پشت پر محسوس کی۔

ماما کا کمرہ بند تھا' میں واپس پلٹ آیا۔

❁.....❁.....❁

صبح میں آفس گیا تو شاہ زیب آگیا تھا۔ میں نے اختیار مسکرادیا۔ میری دوستانہ مسکراہٹ کا اس نے خیر مقدم کیا۔

"آفس سے غیر حاضری کیوں اور سیل بھی آف تھا۔" میں نے سوال کیا۔ جواب میں اس کی مسکراہٹ مجھے پھیکی لگی۔

"مصروف تھا۔"

"ایسی کیا مصروفیت کہ بندہ خیریت نامہ بھی نہ بھیج سکے۔ تُو جانتا ہے تیرے لیے میں کتنا بے کل' بے قرار تھا۔" میرے شکوے کے جواب میں جواب شکوہ نہیں ابھرا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی' غیر معمولی پن تھا۔

"کیا تم ٹھیک ہو؟" میں اس کے قریب جھکا۔

"ہوں۔" اس کی انگلیاں کی بورڈ پر تیزی سے چل رہی تھیں۔

مگر مجھے احساس تھا کہ وہ ٹھیک نہیں اور یہ وقت مناسب نہیں تھا کہ میں زیادہ بحث کرتا۔ میں اس کا شانہ دبا کر اپنی نشست کی جانب بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر شوخی نہیں تھی۔

"کیا بات ہے اتنا چپ چپ' اداس کیوں بنا ہوا ہے؟" لنچ پر میں نے شاہ زیب سے پوچھا۔ اس نے ایک نگاہ میری جانب دیکھا اور لنچ کی جانب متوجہ ہوگیا۔

آج ہم دونوں لنچ کرنے ریسٹورنٹ میں آئے تھے' سامنے ہی ہمارے آفس کی بلڈنگ تھی۔

"بول نا۔"

"کچھ نہیں۔"

"ہمارے درمیان ایسی پردہ داری تو نہیں ہے۔" میں بغور جائزہ لے رہا تھا۔

"بتانے والی بات بھی تو نہیں ہے۔" وہ الجھا ہوا تھا۔

"ہوا کیا ہے؟"

"دو عورتیں ایک گھر میں کیوں نہیں رہ سکتیں آخر؟" اس کا لہجہ چٹخا ہوا تھا۔

"ہیں..... میں نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ "تو شادی کررہا ہے؟"

"لاحول ولاقوۃ!" اس نے سر جھٹکا۔ "یہاں ایک ہی بھاری پڑ رہی ہے۔" اس نے تلخی سے کہا۔

میں گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ پھر وہی ایک عالمی مسئلہ' پھر وہی خانہ جنگی۔

"اب کیا ہوا؟"

"پرسوں رات دونوں میں جنگ ہوئی تھی' امی ماریہ کے ساتھ رہنے پر تیار نہیں اور ماریہ امی کے ساتھ۔ ماریہ کی زبان اور امی کا غصہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لیے ناقابل برداشت ہیں اور میں اس جنگ میں پس رہا ہوں۔"

"تم ایسا کرو کہ خیام بھائی کو فون کرو کہ آنٹی کو کچھ عرصے کے لیے لے جائیں' تبدیلی آب وہوا کا دونوں پر اثر ہوگا۔" میں نے نیک مشورہ دیا' کیوں کہ ایسی صورت حال میں یہ ہی مشورہ دیا جاسکتا ہے۔ ماں سب کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

ماں ساس کا روپ اختیار کرلے تو بھی بدل جاتی ہے۔ لڑکی بیوی کا رنگ اختیار کرے تو وہ بھی بدل جاتی ہے۔ یہ سسرالی رشتے ایک دوسرے کے لیے ناقابل برداشت کیوں ہوتے ہیں۔ وہ سخت الجھا ہوا تھا' اس کا لہجہ انداز اور پیشانی کے بل بتا رہے تھے کہ معرکہ شدید ہوا ہے۔

"بس اس مسئلے کا یہی حل ہے۔" میں نے پھر کہا۔ وہ تلخی سے ہنسا۔

"ناممکن! خیام بھائی تو بھیج سکتے ہیں مگر انہیں نہیں لے جاسکتے۔ انہیں بھی اپنے گھر کا سکون عزیز ہے۔"

"تو پھر تُو بھابی کو سمجھا اور میں آنٹی کو سمجھاتا ہوں۔"

"کوئی فائدہ نہیں ہے ان تلوں سے تیل نکل چکا ہے۔"

"ہوں!" میں نے گھڑی پر نگاہ کی۔

لنچ ٹائم ختم ہوچکا تھا اور ابھی صرف مسئلہ سنا تھا' حل کیا نکلتا میں اٹھ گیا۔

"ایسا کر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دے۔ خود ہی بول بال کر خاموش ہوجائیں گی' جب اندر سے بھڑاس نکل جائے گی۔"

"ساس بہو کی یہ جنگ مجھے نہ مار دے کہیں۔" میرے ساتھ چلتے ہوئے وہ الجھا ہوا تھا۔

"اللہ نہ کرے۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ہر ہر وقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے
آنچل نئے اُفق
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
امریکا کینیڈا آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 5500 روپے
میڈل ایسٹ ایشیا افریقہ یورپ کے لیے 6000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ منی آرڈر منی گرام ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد دفتر میں نقد ادائیگی کرکے کرسکتے ہیں۔
رابطہ: طاہر احمد قریشی..... 0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔
فون نمبرز: +922-35620771/2 فیکس: +922-5620773 Email:circulationngp@gmail.com

"ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ہوتا ہے۔"

"اس مسئلے کا حل میری موت ہے۔ میری موت سے ساس بہو کے سارے جھگڑے ختم ہوجائیں گے۔" وہ اپنی گھریلو زندگی کی اس چخ چخ سے تھک چکا تھا اور یہ واحد مسئلہ تھا جو میں حل نہیں کرواسکتا تھا۔ وہ سگریٹ پیتا الجھا ہوا سا چل رہا تھا اور میں اس سے یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ تُو الگ گھر لے لے اس سے آنٹی اکیلی ہوجاتیں۔

"مجھے ماریہ قصوروار لگتی جو اپنی زبان' رویے' لہجے اور سلوک سے ایک عورت کا دل نہیں جیت سکتی' عورت بھی وہ جو شوہر کی ماں ہے۔ جس نے اتنا خیال دھیان رکھنے والا اپنا بیٹا ایک غیر عورت کے حوالے کردیا۔ آج وہی بہو ساس کو ناقابل برداشت سمجھ رہی ہے۔

"یا اللہ!" روڈ کراس کرتے ہوئے میں نے اللہ کو یاد کیا۔

صد شکر کہ میرے گھر میں یہ والی کیفیت نہیں تھی۔ میری ماما اور میری بیوی دونوں پڑھی لکھی' باشعور' سمجھ دار عورتیں تھیں اگر میں شاہ زیب کی جگہ ہوتا تو اب تک جانے کیا کرچکا ہوتا۔ حوصلہ تھا شاہ زیب کا کہ جی بھی رہا تھا اور برداشت بھی کررہا تھا۔

❁.....❁.....❁

"سمجھاؤں ماریہ بھابی کو۔" میں شاہ زیب سے فون پر مصروف تھا۔

"نہیں! ان رشتوں میں ایک دوسرے کے لیے وفا ہی نہیں ہے۔"

"وفا پیدا بھی تو کی جاسکتی ہے۔"

"ہاں اس صورت میں جب ایک دوسرے کو چاہا جائے اور کچھ نہیں تو ایک بیوی شوہر کا خیال رکھ لے اور ماں بیٹے کے ذہنی سکون کا تو پھر جھگڑا ہی نہ ہو۔" اس کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

"اچھا چھوڑ' میں آرہا ہوں لانگ ڈرائیو پر چلتے ہیں۔"

"چھوڑ! رات کے دس بج رہے ہیں میں سونے جارہا ہوں۔"

"اتنی جلدی۔"

"ہاں جب کوئی صورت حل کی نہ نکلے تو فرار ہی ممکن ہوتا ہے۔" وہ بہت زیادہ زود رنج ہورہا تھا۔ مجھے سخت افسوس ہوا۔

"لگتا ہے معاملہ حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے۔" فون بند ہوگیا۔

ماریہ شکل سے ہی تیز طرار لگتی تھی۔ غصہ آنٹی کا بھی کم نہیں تھا دونوں ہی ایک دوسرے کی ضد تھیں اور ضد خودسر ہوتی ہے' انہیں شاہ زیب کا خیال نہیں تھا اور شاہ زیب دونوں رشتوں کے لیے حساس تھا۔

"میں کوشش کرتا ہوں۔" میں نے کروٹ بدلی۔ میرے برابر میں صوفیہ کمبل تانے سوچکی تھی' میں بھی سونے کی کوشش کرنے لگا۔

❁.....❁.....❁

"کیا بات ہے ماما! آج کل آپ نظر نہیں آرہیں' آپ سے ملاقات کے لیے ٹائم لینا پڑے گا۔"

آج اتوار تھا' میں لان میں آیا تو ماما اخبار بینی کررہی تھیں۔ میں ان کے سامنے ہی نرم گھاس پر نیم دراز ہوگیا۔

"صبح آفس جاتے وقت آپ نیٹ پر مصروف ہوتی ہیں' شام جم' رات کو اسٹڈی میں۔ کیا میں آپ کا بیٹا نہیں رہا؟" میرے لہجے میں شکوہ در آیا۔ انہوں نے اخبار بند کردیا۔

"مصروفیت اچھی ہوتی ہے بیٹا!" انہوں نے مسکرا کر میری جانب دیکھا۔

"کچھ وقت میرے لیے بھی نکال لیا کریں۔"

"اور جب میں چلی جاؤں گی پھر....." ذومعنی انداز تھا۔

"ہیں....." میں اٹھ بیٹھا۔ "آپ کہاں جارہی ہیں؟"

"میں سوچ رہی ہوں' حسین کے پاس چکر لگا آؤں' بھابی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ سب سے ملنا بھی ہوجائے گا۔"

"اگر آپ کا دل چاہ رہا ہے تو چلی جائیں۔"

صوفیہ ٹیرس پر جھکی ہوئی تھی شاید گملوں کو پانی دے رہی تھی۔ جملہ خلاف توقع تھا۔

ماما اخبار کی جانب متوجہ تھیں۔

"امی! آج کل شاہ زیب بہت پریشان ہے۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"کیوں!"

"ماریہ آنٹی کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اور آنٹی کا کہیں اور دل نہیں لگتا۔"

ماما نے اخبار تہہ کردیا۔

"شاہ زیب کیا کہتا ہے؟"

"وہ دونوں کو ساتھ رکھنا چاہتا ہے مگر ماریہ..... لگتا ہے اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔"

تبھی تینوں بچے آگئے۔

"ماما کدھر ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"کچن میں مصروف ہیں۔"

شاہ زیب کا مسئلہ ادھورا رہ گیا۔ جو کہ میں ماما سے ڈسکس کرنا چاہتا تھا۔

کیوں کہ ہمارے درمیان کبھی بھی اس قسم کا جھگڑا نہیں ہوا' صوفیہ اور ماما امن پسند خاتون تھیں اگر کبھی ہوا بھی ہو تو میرے علم میں نہیں تھا۔ اچھی بات تھی۔

❁.....❁.....❁

ریحان! رات ہی دونوں میں زبردست قسم کے جملوں کا تبادلہ ہوا ہے۔ دونوں ہی غصے میں تھیں میں کس کا ساتھ دیتا' نکل گیا گھر سے مگر دل و ذہن ادھر ہی اٹکا رہا۔ میں کیا کروں؟" وہ بہت روہانسا ہورہا تھا۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔

"میں بھابی سے بات کرتا ہوں' آج گھر آؤں گا۔" اسے تسلی دی۔

"مگر.....!"

"رات کو ماریہ نے مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کی زبان تلخ۔ اس کے سامنے آنٹی سے بات کرنا بے سود تھا' دونوں ہی تیز تلوار تھیں۔ ماریہ کو آنٹی سے شکوے شکایتیں تھیں کہ ہر چیز پر نظر رکھتی ہیں۔ شاہ زیب کے ساتھ کہیں جانے نہیں دیتیں۔ آفس سے آئیں تو بس اپنے ساتھ ہی لگائے رکھتی ہیں' روک ٹوک' بلاوجہ کا غصہ۔" میں نے سر پکڑ لیا۔

"بھابی اگر آپ انہیں ماں کا درجہ دے لیں۔"

"تو انہیں بھی تو مجھے بیٹی کے درجہ پر فائز کرنا چاہیے۔" وہ پھنکاری۔

"وہ آپ کے شوہر کی ماں ہیں۔"

"میں بھی تو ان کے بیٹے کی بیوی ہوں۔"

"بھابی انسانیت کے ناتے ہی سہی' وہ بزرگ ہیں۔"

"میں انسان نہیں ہوں میرے اندر جذبے نہیں۔" ہر بات کا ٹکڑا توڑ جواب تھا۔ میں چپ ہوگیا اس عورت سے بولنا عبث تھا' صاف ظاہر تھا کہ وہ آنٹی کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی۔

اور شاہ زیب الگ الگ گھر افورڈ نہیں کرسکتا۔ زندگی کتنی مشکل ہورہی تھی اس کے لیے مجھے اندازہ تھا۔ ہر محبت کرنے والا محبت کا دکھ سمجھ سکتا تھا۔

"بھابی شاہ زیب کا ذہنی سکون تباہ ہوگیا ہے۔ اس کا آفس' اس کا کام متاثر ہورہا ہے۔"

"مجھے بھی اک لمحے کا سکون نہیں ہے۔" اس نے سر جھٹکا اور میں اٹھ گیا۔ رشتوں میں دراڑیں پڑ چکی تھیں۔ بس ان دیواروں کا گرنا باقی تھا۔ ماریہ خود کو اور آنٹی خود کو درست سمجھ رہی تھیں۔

میرا بیٹا..... میرا گھر

میرا گھر..... میرا شوہر

شاہ زیب کی شخصیت کے بارے میں کوئی نہیں سوچ رہا تھا۔ جو ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہورہی تھی۔ میں ناکام مذاکرات کرواکر گھر لوٹ آیا۔

❁.....❁.....❁

شاہ زیب کا مسئلہ مجھے اپنا مسئلہ لگ رہا تھا۔ وہ مجھے بھائیوں کی طرح عزیز تھا' میرے تینوں بھائی شروع سے باہر تھے اس نے لمحہ لمحہ میرا ساتھ دیا تھا' ہمارا لمحے لمحے کا ساتھ تھا خدانخواستہ اگر یہ مسئلہ میرے ساتھ ہوتا تو..... تو کیا وہ میری مدد نہیں کرتا۔

میں لان میں ٹہلتا رہا اور صوفیہ مجھے بالکونی سے دیکھتی رہی' آج کل اس کے مزاج بھی جانے کیوں برہم سے تھے۔ خاموش خاموش' چپ سی بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ' کتنے دن سے اسے بھی ٹائم نہیں دے رہا تھا۔

''چلو اس سے ہی یہ مسئلہ ڈسکس کرتا ہوں۔'' میں نے سوچا اور کمرے میں چلا آیا۔

''یہ تو ہر گھر کا مسئلہ ہے۔ بلکہ گھر گھر کی کہانی ہے۔'' ساری بات سن کر صوفیہ نے اطمینان سے کہا۔

''شکر ہے ہمارے گھر میں دو پڑھی لکھی خاتون رہتی ہیں۔'' میں نے شکر ادا کیا۔

''ہمارے گھر میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔'' صوفیہ مجھے دیکھ کر رہ گئی۔

''کیوں ہے کیا؟'' میں اس کی جانب جھکا۔ اس نے نگاہ چرائی۔

''شاہ زیب کو اس بارے میں سوچنا چاہیے۔''

''شاہ زیب نے مجھ سے مشورہ مانگا ہے۔''

''آپ کیا مشورہ دیں گے' آپ تو خود.....'' وہ کہتے کہتے رکی۔ میں چینل سرچنگ کرتے کرتے رکا۔

''کیا..... کیا.....؟''

''کچھ نہیں۔''

''میں نے اس کے مسئلے کا حل سوچا ہے۔'' میں نیوز چینل پر رک گیا۔

''کیا.....؟''

''آنٹی کو میں اپنے گھر لے آتا ہوں۔ امی کو بھی دوست مل جائے گی اور اس کے گھر کا ماحول بھی ٹھیک ہو جائے گا۔'' صوفیہ اچنبھے سے مجھے دیکھنے لگی۔

''یک نہ شد دو شد۔'' اس نے تکیہ سیدھا کیا۔

''کیا کہہ رہی ہو؟'' میں نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''بس میری ذمہ داریوں میں اضافہ ہی کرتے رہیں۔''

''کیا مطلب.....؟''

''ہاں! اب میری دو دو ساسیں ہوں گی۔''

''امی تمہاری ساس نہیں ماں ہیں' تمہیں کیا تکلیف دیتی ہیں اس طرح سے آنٹی بھی بے ضرر سی خاتون ہیں۔''

''ہونہہ بے ضرر سی۔ یہ تو بہوؤں سے پوچھنا چاہیے۔'' میں چونکا۔

''اچھی سے اچھی ساس بھی تو کچوکے لگانے سے باز نہیں آتی' ماں صرف اپنی ماں ہوتی ہے۔''

''صوفیہ.....'' میں سیدھا ہو کر بیٹھا۔ صوفیہ کا لہجہ مجھے اچھا نہیں لگا۔

''تمہیں ماما سے کوئی شکایت ہے۔''

''میں نے یہ کب کہا؟''

''تمہارا لہجہ کہہ رہا ہے۔''

''میرا لہجہ تو اب آپ کی ماما کو بھی بُرا لگنے لگا ہے۔'' اس نے میری بات کاٹی۔ ساس بہو کی آگ یہاں بھی سلگ رہی تھی' مجھے اندیشہ ہوا۔

''ویسے بھی مجھے کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ تو ویسے بھی آپ کے کان بھرتی رہتی ہیں۔ میری کہاں سنیں گے۔''

بات کیا تھی اور کہاں پہنچ رہی تھی اور کیا کیا مجھ پر آشکارا ہو رہا تھا۔

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو آج۔''

''وہی جو آپ کو نظر نہیں آتیں۔''

''میں شاہ زیب کی بات کر رہا ہوں۔''

''اس کی والدہ کو یہاں لانے کی غلطی مت کیجیے گا' میں خدمت گزاری کے لیے نہیں لائی گئی یہاں۔'' اس کا دوٹوک انداز تھا۔

''صوفیہ!'' میں نے حیرت سے کہا۔ صوفیہ صاحبہ کروٹ بدل کر لیٹ گئیں۔ میں ششدر تھا۔

میں تو اپنے گھر کے چراغوں سے مطمئن تھا مگر یہ تو مجھے ہی اودینے لگے۔

صوفیہ کو کیا شکایت ہے اور اگر ہے تو میں نے محسوس کیوں نہیں کی۔ ماما نے بھی کچھ نہیں کہا۔ میں سر میں درد محسوس کرنے لگا۔

فریقین کے درمیان صلاح کرانے کی کوشش میں کیا کیا ظاہر ہو رہا تھا۔

عرصہ ہوا میں نے گھر پر توجہ دینی چھوڑ دی تھی' مگر اب مجھے کچھ سوچنا تھا۔

❁.....❁.....❁

اگلے دن شاہ زیب بہت مضمحل اور اداس سا تھا اس کے گھر کی خانہ جنگی میں اضافہ ہو گیا تھا۔

مجھے یقین نہیں آتا ریحان کہ ماں اور بیوی ذرا ذرا سی باتوں پر لڑ رہی ہیں' انہیں میرا خیال یا اڑوس پڑوس کا بھی خیال نہیں گھر کے ماحول کا' بچے کتنے متاثر ہو رہے ہیں۔ انہیں اندازہ نہیں۔''

''تم آنٹی کو کچھ عرصے کے لیے آپا کے گھر بھیج دو یا پھر بھائی جان کے پاس دبئی۔''

''ابھی وہ دو ماہ رہ کر آئی ہیں شہلا کے پاس' میں انہیں کہتا اچھا لگوں گا' آپ آپا کے پاس یا بھائی جان کے پاس چلی جائیں۔'' اس نے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ پہلے سے کچھ کمزور لگ رہا تھا۔ جانے کتنے دن ہو گئے اسے سکون سے بیٹھ کر کھانا کھائے۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے۔''

''ہاں! بس سر میں درد رہنے لگا ہے۔''

''دوا لے لینا کوئی۔'' میں نے ہمدردی سے کہا۔ ''تو ٹینشن مت لے۔ گھر سے نکل جایا کر اور جب گھر میں داخل ہو تو ایک کان سے امی کی سن اور دوسرے کان سے بیوی کی۔'' میرے مشورے پر وہ اداس ہو گیا۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔

آپس کی خانہ جنگی میں ہم اپنے پیاروں کو کتنا ہرٹ کرتے ہیں۔ وہ انسان بھی تھا' بیٹا بھی اور شوہر بھی۔ مگر دو عورتوں کے درمیان بٹ گیا تھا۔

مجھے ہر دم شاہ زیب کا خیال رہنے لگا' ایک حل جو میرے پاس تھا اسے صوفیہ نے رد کر دیا۔

''صوفیہ!''

اب میں گھر پر دھیان دینے لگا تھا اور خیال سے ہر چیز دیکھنے لگا۔ سب سے پہلا راز یہ کھلا کہ ماں کا انداز بہت لیے دیے والا ہو گیا ہے۔ وہ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا نہیں کھاتی تھیں۔ اپنا کھانا یا تو پہلے سے نکال لیتیں یا پھر عشاء کے بعد اکیلے بیٹھ کر کھاتی تھیں۔

وہ صبح واک کے لیے جانے لگی تھیں' زیادہ تر کمپیوٹر پر بزی رہتی تھیں۔ صوفیہ سے بات چیت تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی۔ ہمارے گھر کا ماحول ایسا تو نہ تھا۔

تو یہاں بھی وہی ساس بہو کا مسئلہ۔ میں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ صوفیہ سے مجھے اس درجے حماقت کی امید نہ تھی مگر..... کیوں؟ ماما تو بے ضرر سی تھیں بچوں کو اپنے ساتھ لگائے رکھتی تھیں۔ ابھی میں صرف دیکھ رہا تھا' جائزہ لے رہا تھا۔

اس روز میں کچن میں گیا تو ماما اپنے لیے کھچڑی بنا رہی تھیں۔

''صوفیہ سے کہہ دیتیں ماما!'' میں نے کھیرا اٹھا لیا۔

''وہ مصروف تھی بیٹا! تم کھاؤ گے۔'' انہوں نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔ میں جانتا تھا وہ مجھ سے کتنی محبت کرتی ہیں۔ میں ان کا آخری لاڈلا چھوٹا بیٹا تھا۔

''جی! وہی کے ساتھ۔'' میں بیٹھ گیا۔

''آج کل آپ خوب واک شاک کر رہی ہیں۔'' میں نے کہا۔ وہ مسکرا دیں۔

''یہ مسز کریم کے ساتھ کہاں جاتی ہیں؟'' وہ میری جانب دیکھنے لگیں۔

''ایسے ہی ایک چھوٹی سی فلاحی کمیٹی بنائی ہے' اپنا وقت بھی گزر جاتا ہے اور دوسروں کی مدد بھی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو جاتی ہیں۔"

"آپ تھک نہیں جاتیں؟"

"ہاں جسمانی طور پر تھک جاتی ہوں رات کو نیند پرسکون آتی ہے ذہنی طور پر فریش رہتی ہوں۔"

وہ سنجیدہ تھیں۔ کھچڑی پلیٹوں میں نکال کر لے آئیں' ساتھ دہی اور اچار بھی تھا۔

"خالی بیٹھے رہنے سے مصروفیت اچھی ہوتی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر مجھے دیکھا۔

"ہوں۔"

مجھے کہیں کوئی گڑبڑ لگ رہی تھی۔

"ماما! آپ خوش تو ہیں نا۔"

"ارے....." انہوں نے میری جانب دیکھا۔ "یہ کیسی بات پوچھی تم نے۔ مجھے کیا مسئلہ ہوگا۔" وہ مسکرائیں اور مجھے جانے کیوں ان کی آنکھیں بھیگی ہوئی لگیں' جبھی صوفیہ آ گئی۔

"ریحان! شاہ زیب کیسا ہے؟"

"بہت پریشان..... جانے اس کے گھر کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔"

"آؤ صوفیہ کھچڑی کھاؤ۔"

"میرا پیٹ خراب نہیں ہے۔" وہ کچن میں کھڑ پڑ کرنے لگی۔ ماما سر جھکائے دہی کھچڑی اور اچار کو چمچ سے مکس کرتی رہیں۔

"اتنے مزے کی بنی ہے۔" میں نے چڑانے والے انداز سے دیکھا۔

"جانتی ہوں۔ آپ ہی نوش فرمائیں۔ تیکھے چتون تھے اس کے۔ وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئی۔

میں ہکا بکا رہ گیا۔ صوفیہ کا رویہ اور انداز مجھے اچھا نہیں لگا۔

"مجھے شاہ زیب کی طرف لے چلنا' بہت دکھی ہوں گی زرینہ!" ماما نے سر اٹھایا۔

"جن دکھوں کا اظہار ہو جائے وہ زرینہ آنٹی بن جاتے ہیں اور جو دکھ چھپا لیے جائیں وہ ماما!" میں اپنی سوچ پر چونکا۔

"کیا ہمارے گھر میں بھی شطرنج کی بساط پر ساس بہو کے مہرے چل رہے ہیں۔" مجھے نیا خیال دامن گیر ہوا۔ کچھ تو تھا جو غلط ہو رہا تھا۔ میں شاہ زیب کا مسئلہ بھول گیا' مجھے اپنے گھر کی فکر لگ گئی۔

❁.....❁.....❁

"تم ماما سے اتنی الگ تھلگ کیوں رہتی ہو؟" رات میں سرسری سے انداز میں صوفیہ سے مخاطب تھا" حالانکہ ہمارے گھر میں کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں ہے۔"

"اوہو..... تو لگا دیں میری شکایتیں۔"

"شکایتیں..... کیا مطلب..... تمہارا جھگڑا ہوا ہے ماما سے۔"

"یہ تو آپ ان ہی سے پوچھ لیتے۔ میری ساس ہیں۔"

"تم سے پوچھ رہا ہوں' تم بہو ہو۔"

"بہتر یہ ہے کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

"تمہیں تکلیف کیا ہے؟" میں نے بازو پکڑ کر سیدھا کیا۔

"تکلیف.....؟" اس نے بازو جھٹکا۔ "جیسے آپ نہیں جانتے۔"

"کیا نہیں جانتا میں؟" میں ششدر تھا۔

"میں..... میں..... آپ کی ماما آپ کو میرے خلاف کیوں کر رہی ہیں؟ کیا چاہتی ہیں وہ؟ کیا کیا ہے میں نے؟ کیوں بھڑکا رہی ہیں میرے خلاف آپ کو؟ اس کی غلافی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں۔ میں واقعی حیران ہوا۔

"کیا؟ کب ماما نے مجھے بھڑکایا؟ کب انہوں نے تمہارے خلاف کچھ کہا؟"

"دو گھنٹے پہلے آپ اور ماما میرے خلاف ہی تو باتیں کر رہے تھے۔ جس کے نتیجے میں آپ مجھ سے یوں بات کر رہے ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ..... اتنی غلط فہمی..... تمہارے اور

ماما کے درمیان لڑائی ہوئی ہے؟" میں نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

"اور ہو کیا سکتا ہے یہاں۔" دوپٹہ چہرے پر رکھا تھا اس نے۔

"کس بات پر؟" میں بے یقین تھا۔

"انہوں نے آپ کو بات نہیں بتائی؟" بھیگا چہرہ اٹھایا۔

"میں تم سے سننا چاہتا ہوں۔"

"ان ہی سے جا کر پوچھیں۔" وہ پھر سے رونے لگی۔

اور میں ان سے کیا پوچھتا' وہ تو پرسکون سمندر کی مانند کی بورڈ پر مصروف تھیں۔ خضر سے باتیں کرتی' بچوں میں مصروف۔ نیٹ پر رہتیں یا پھر کچن میں اپنے لیے کچھ نہ کچھ پکاتیں۔

میں بچہ نہیں تھا مرد تھا سمجھ دار۔ مجھے شاہ زیب کی بھول کرا پنی پڑ گئی۔

"یہ کیا ہو رہا تھا' ہمارے گھر کے پُرسکون ماحول کو کس کی نظر لگ گئی؟" میں کس سے حال دل کہتا' شاہ زیب تو خود ہی پریشان تھا دن بہ دن جانے کیوں کمزور ہو رہا تھا۔

"نہیں مجھے یہ مسئلہ خود حل کرنا ہے۔" میں نے اندر سے خود کو مضبوط کیا۔ یہ خانہ جنگی میں اپنے گھر میں نہیں ہونے دوں گا۔ میں نے فیصلہ کیا۔

پھر میں نے چھپ کر ان کی باتیں سننے کی کوشش کی اور کچھ پتا نہ چل سکا۔

"ماما! آپ کے اور صوفیہ کے درمیان کچھ غلط ہو رہا ہے۔" اس روز میں نے ماما سے پوچھ ہی لیا۔

"نہیں..... غلط نہیں تو....." انہوں نے مسکرا کر میرے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"کچھ جھگڑا ہوا ہے؟" میں نے بغور جائزہ لیا۔

"نہیں کچھ بھی نہیں۔ صوفیہ میری بیٹی جیسی ہے اور بحث تو ماں بیٹی میں بھی ہو جاتی ہے۔" ان کا ظرف بڑا تھا۔

"تم عزیز ہو تو تمہاری بیوی بھی عزیز ہے مجھے۔" ان کا لہجہ محبت سے لبریز تھا۔ مجھے صوفیہ پر غصہ آنے لگا۔

"تم سے صوفیہ نے کچھ کہا ہے کیا؟"

"آں..... ہاں..... نہیں تو' بس میں نے خود ہی اندازہ لگایا ہے۔"

"ایسے غلط اندازے مت لگایا کرو۔" انہوں نے میرے بال سنوارے۔

میں شرمندہ ہونے لگا۔ میری ماں اعلیٰ ظرف کا ثبوت دے رہی تھیں اور صوفیہ..... وہ ایسا کیوں کر رہی تھی؟

"کیا سوچنے لگے؟" ماما میرے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"کچھ نہیں۔" میں نے سر جھٹکا۔

"کچھ نہیں سوچا کرو' اپنا خیال رکھا کرو۔ سب ٹھیک ہے۔ خوش رہا کرو اور سناؤ شاہ زیب کا معاملہ کہاں تک پہنچا۔ میں نے کہا تھا نا اسے میرے پاس لانا یا پھر زرینہ کو لے آؤ۔"

"ہوں!" میں نے ہنکارا بھرا۔

میرے گھر میں بھی وہی صورت حال تھی۔

"کہوں گا اس سے....." میں نے بے دلی سے کہا اور اٹھ گیا۔ میرا بھی کہیں دل نہیں لگ رہا تھا۔ کہیں کچھ گڑبڑ تھی۔

صوفیہ کی گول مول باتیں' رونا' ماما کی خاموشی گریز اور میں کم عقل نہیں تھا۔

❁.....❁.....❁

شاہ زیب آفس نہیں آیا۔

میں نے شام آفس سے اس کے گھر جانے کا ارادہ کیا۔ میرے دل میں عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی' اٹھو اور نکلو یہاں سے۔ آفس میں دل نہیں لگ رہا تھا میرا۔ آخر چار بجے میں اٹھ گیا' پارکنگ ایریا سے گاڑی نکال کر شاہ زیب کے گھر کی جانب موڑ لی' کہ فون بجنے لگا۔

شاہ زیب کا فون تھا۔

"آفس کیوں نہیں آیا' سب ٹھیک ہے نا' جانتا ہے نا تو میرا تیرے بغیر دل نہیں لگتا' آ رہا ہوں تیری طرف۔"

WWW.PAKSOCIETY.COM

میرا لہجہ بے ساختہ تھا۔

"انکل..... ہیلو..... ہیلو انکل.....!" اس کا بیٹا بول رہا تھا رضا۔

"رضا..... رضا کیا ہوا بیٹا..... پاپا کو فون دو؟"

"بابا!" مجھے اس کا لہجہ رویا رویا لگا۔

"بابا مر گئے انکل..... ان کی ڈیڈ باڈی اسپتال سے آئی ہے' انہیں دل کا دورہ پڑا تھا..... آپ..... آجائیں۔"

اور میری جان نکل گئی جسم سے۔ میرا پاؤں بریک پر پڑا۔ شاہ زیب مر گیا۔ اتنا پریشان تھا وہ..... اف..... دو عورتوں نے اس کی جان لے لی۔ عورتیں بھی وہ جو اسے جان سے عزیز رکھتی تھیں مگر آپس میں سمجھوتہ نہ کرسکیں۔ ان کی جنگ میں وہ ہار گیا۔ میرے آنسو بہہ نکلے۔ میرا دوست' میرا بھائی' میرا ساتھی شاہ زیب..... گاڑی ڈگمگا رہی تھی اور میں بمشکل اسے سنبھال رہا تھا۔

❁.....✿.....❁

میں بہت بدل گیا۔ گم صم رہنے لگا' شاہ زیب میں خود کو دیکھنے لگا اس جنگ میں..... میں کھو گیا تو کیا ہوگا۔ میرے بچے' میرا گھر..... میری زندگی.....

ماما حرف شکایت زبان پر نہ لائیں' وہ محبت بھری ہستی' وہی انداز محبت اور وہی پیار.....

صوفیہ کے شکوے گلے' شکایتیں اور..... آنسو

مجھے حتمی فیصلہ کرنا تھا' کسی کو کھونا میرے اختیار میں نہ تھا' اب۔

❁.....✿.....❁

اس روز میں آفس سے آیا اور باہر ہی رک گیا' اندر صوفیہ اور ماما محو گفتگو تھیں۔

"آپ بہت گھنی اور میٹھی ہیں' اندر ہی اندر ریحان کو پٹیاں پڑھاتی ہیں۔ وہ میرا نہیں رہا' مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ جانے کیا گھول کر پلایا ہے۔" صوفیہ کا لہجہ زہریلا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں بیٹا! اتنی بدگمان مت ہو اور میری خاموشی کو ہار مت سمجھو۔ میں اپنے بیٹے کو کھونا نہیں چاہتی' میں ساس نہیں ماں ہوں اور تم بیٹی بن جاؤ۔"

"بس..... ڈائیلاگ نہیں۔" صوفیہ کا لہجہ گستاخانہ تھا۔

"صوفیہ میں تمہارے شوہر کی ماں ہوں' وہ میرا بیٹا ہے یہ ہم دونوں کا گھر ہے۔ تم جو چاہے مرضی کرو مگر ریحان کو پریشان مت کرو۔ اسے ٹینشن مت دو۔"

"اور..... مجھے جو ٹینشن مل رہی ہے وہ۔" صوفیہ کا سلگتا ہوا لہجہ تھا۔

"کیا چاہتی ہو تم؟"

"آپ اپنے دوسرے بچوں کے پاس جا کر رہیں۔" حکمیہ انداز تھا۔

"ٹھیک ہے میں چلی جاؤں گی۔" انہوں نے ہار مانی۔

میرا دل خون ہونے لگا۔ میری ماں..... میری زندگی کے لیے کیا کر رہی تھی۔ میں اندر آ گیا۔ صوفیہ بھی میں ابھی آیا ہوں۔ ماما مسکرانے لگیں۔ میں سوفے پر بیٹھ گیا۔

"ریحان!" وہ سوفے پر بیٹھ گئیں۔ "میری اسلام آباد کی سیٹ تو کرادو۔ بہت دن ہوگئے گھومے پھرے' بنا سے ملے۔" ان کا لہجہ نارمل تھا۔ میں انہیں دیکھے گیا۔

"ٹھیک ہے۔" میرا لہجہ بھیگا ہوا تھا' صوفیہ باہر نکل گئی۔

"ماما!" میں ان کے قدموں میں جا بیٹھا۔ "اک معمولی عورت سے گھبرا گئیں' میں تو آپ کے ساتھ تھا نا۔" وہ مجھے دیکھتی رہ گئیں۔ میں نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"کیوں دبتی رہیں' کیوں خاموش رہیں' کیوں نہیں بتایا مجھے؟"

"ریحان!" ان کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ "جو عورتیں گھر توڑنا' گھر بگاڑنا چاہتی ہوں وہ معمولی نہیں ہوتیں۔ ان سے ڈرنا چاہیے۔ گھر ہوں یا رشتے' بہت مشکلوں سے بنتے ہیں اور بنے بنائے روز پیدا نہیں ہوتے۔ میرے اندر زرینہ جیسا حوصلہ نہیں کہ دوبدو ہو کر بیٹا کھو دوں اور نہ میرے اندر اتنا حوصلہ ہے کہ اس خالی مکان میں اکیلی رہ سکوں اور کھڑکیوں سے لگ کر بالکونی میں جھک کر آتے جاتے راستوں کو دیکھوں کہ کب میرا بیٹا آئے گا اور مجھ سے ملے گا۔"

"بیٹا! عمر کی نقدی ختم ہونے کو ہے بس چند قدم کا فاصلہ ہے' ہنس کھیل کر گزارنا چاہتی ہوں اور زندگی میں کچھ نہیں چاہیے۔"

"ماما!" میرا لہجہ دلگیر تھا۔ وہ عظمت کی بلندیوں پر تھیں' ماں تھیں نا۔ میں بے اختیار ان کے گھٹنوں پر سر رکھ کر رو دیا۔

"ارے یہ..... کیا..... کیا ہوا؟"

"میں کتنا خراب ہوں نا۔"

"نہیں بیٹا! تو اچھا ہے' کچھ عورتیں ہوتی ہیں ایسی جو بڑوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں پھر میرے اور بھی تو بچے ہیں نا۔ سب کا حق ہے' سب بلا رہے ہیں۔"

"اس لیے آپ الگ تھلگ ہوگئیں۔" میں نے سر اٹھایا۔

"مجھے گھر کا سکون بہت عزیز ہے بیٹا! گھر' مکان ہوتے ہیں آبادی انہیں گھر بناتی ہے۔ میں اپنے بیٹے کا گھر آباد دیکھنا چاہتی ہوں۔ میں وقت کو کھو کر تجربہ نہیں کرنا چاہتی۔ زرینہ کے ہاتھ میں کیا آیا شاہ زیب کو کھو کر اور ماریہ..... اب کیسی بے یار و مددگار ہے۔"

"حاجی صاحب کی بہو کا انتقال ہوگیا' کیا رہا زندگی میں رویئے لہجے اور اچھی یادیں۔ انسان کو اچھی یاد کی طرح مثال بن کر رہنا چاہیے اگر آپ بے وقوف ہیں تو دوسرے کو عقل مندی کا ثبوت دینا چاہیے۔ صوفیہ کے تین بچے ہیں اور میرے چھ' ان سب بچوں کو ماؤں کی ضرورت ہے۔"

ماما دھیرے دھیرے میرے بالوں میں ہاتھ پھیرتی کہہ رہی تھیں اور مجھے افسوس ہو رہا تھا۔ میری بیوی صوفیہ ایسی کیوں نہیں۔

اور میں نے دل میں تہیہ کرلیا ماما سب کے پاس سے ہو کر آئیں گی تو میں صوفیہ کو اس کے میکے بھجوا دوں گا۔ اب ماما کو صوفیہ کے سائے سے بھی بچانا تھا۔ ساس بہو کے فتنے کا یہی علاج ہے' انہیں الگ الگ رکھا جائے۔

اب میں صوفیہ کو اوپر والے حصے میں شفٹ کردوں گا۔ ایک محدود زندگی اسے دوں گا۔ ساری اجارہ داری اور حاکمیت ختم۔ اگر میری ماں میں بیٹے کو کھونے کا حوصلہ نہیں تھا تو میں کہاں ہمت رکھتا تھا' ماما کو کھونے کی' زندگی کی خوشیوں کی معراج یہی رشتے تو ہوتے ہیں مگر کاش.....!

کم ظرف' کم عقل عورتیں یہ سمجھ لیں تو بات ہی کیا ہے۔ صوفیہ کیسے یہ سب کرسکتی تھی مجھے پتا نہیں چلا۔ اسے تو میں نے کبھی کسی چیز کی کمی ہی نہیں ہونے دی۔

میں افورڈ کرسکتا تھا اس لیے میں نے اوپر نیچے کے دونوں پورشن آباد کرلیے۔

شاہ زیب کی موت نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا تھا' اس لیے میں خود کو بچوں کے لیے محفوظ کرلینا چاہتا تھا۔ گھر کی کفالت کے لیے ماریہ نوکری کر رہی تھی' آنٹی زرینہ بچوں کی اور گھر کی دیکھ بھال کر رہی تھیں۔ میں انہیں دیکھ کر رنجور ہو جاتا۔

کاش! شاہ زیب کی زندگی میں یہ سمجھوتا ہو جاتا۔ مگر نہیں ساس بہو میں سمجھوتے کی جنگ نہیں ہوتی انا کی جنگ ہوتی ہے اور جب سب کچھ کھو جاتا ہے تو انا رہتی ہے نا جنگ!

کاش!! یہ نکتہ پہلے سمجھ لیا جائے جو کہ میں نے سمجھ لیا تھا۔

❁

WWW.PAKSOCIETY.COM

قسط نمبر 16

بھیگی پلکوں پر

اقرا صغیر احمد

اب کے برس کچھ ایسی تدبیر کرتے ہیں
مل کے ایک شہرِ محبت تعمیر کرتے ہیں
کچھ خواب یقین کی سرحد پر آ پہنچے
آنکھ کھلنے سے پہلے ان کی تعبیر کرتے ہیں

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

پارس عرف پری عدم توجہی اور سوتیلے رشتوں کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ دادی جان اس کے لیے گھر بھر میں واحد محبت کرنے والی شخصیت ہیں جبکہ اپنے والد فیاض صاحب سے اس کا رابطہ واجبی سا ہے۔ فیاض صاحب کی دوسری بیوی صباحت فطرتاً حاسد مفضول خرچ اور طمع پرست ہیں۔ ان کے بیٹے اوصاف ان کی بیٹیوں عادلہ اور عائزہ میں بھی یہ وصف قائم موجود ہیں۔ البتہ پری اور دادی جان کی حیثیت گھر بھر میں مضبوط ہے۔

طغرل کی آمد خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ پری کے ذہن میں طغرل اور اپنی بچپن کی لڑائیاں تازہ ہیں۔ عادلہ طغرل پر ملتفت ہے اس کی وجاہت اور اس کے اسٹیٹس کے سبب۔

پری کی والدہ فیاض صاحب سے علیحدگی کے بعد اپنے خالہ زاد صفدر جمال سے شادی کر چکی ہیں جو ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ پری کے لیے ثنی کی محبت لازوال ہے مگر صفدر جمال کو پری کا ذکر بھی ناپسند ہے۔

رات کی تاریکی میں طغرل نے ایک سائے کو سوٹ کیس تھامے گھر سے فرار ہوتے دیکھا۔ طغرل کے خیال میں رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہونے والی لڑکی پری ہے۔ جب کہ حقیقت مختلف ہے۔ صفدر جمال اور ثنی کا بیٹا سعود غیر ملک میں کسی ہندو لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے جس کی ثنی اختی سے مخالفت کرتی ہیں مگر اک روز صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود پوجا سے شادی کر چکا ہے وہ بھی ان کی اجازت اور شمولیت کے ساتھ..... ثنی شاکڈ رہ جاتی ہیں اور ان سے برگشتہ ہو کر گھر چھوڑ دیتی ہیں۔

صفدر جمال ثنی کو منانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر وہ ہنوز غم و غصے کا شکار ہیں جس پر صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود نے پوجا سے شادی کرنے کے لیے خودکشی کی کوشش کی تھی جس پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔ صفدر جمال کی منت سماجت پر بالآخر ثنی واپس لوٹ آتی ہیں۔

جویریہ کے بھائی اموان سے ماورخ کا رابطہ محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

پری کے سامنے طغرل کو ایک بار پھر لان کے اندھیرے میں وہی سایہ نظر آتا ہے تو وہ پری کے روکنے کے باوجود اس سائے کے پیچھے بھاگتا ہے۔

طغرل باہر نکل کر اس سایہ کا پیچھا کر کے اس کو پکڑ لا کر اس کا چہرہ بے نقاب کرتا ہے تو وہ عائزہ ہوتی ہے جس کو دیکھ کر پری اور عادلہ حیران و پریشان ہو جاتی ہیں۔ کمرے میں شور کی آواز سن کے صباحت بیگم جب اندر آتی ہیں تو وہ کا منظر دیکھ کر ہتھا جاتی ہیں اور طغرل کی زبانی عائزہ کا کارنامہ جان کر ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ طغرل کے جانے کے بعد صباحت پری کو سرزنش کر کے کمرے سے نکال دیتی ہیں باہر طغرل پری کا منتظر ہوتا ہے وہ عائزہ پر نظر رکھنے کی تاکید کرتا عائزہ صباحت سے ضد کرتی ہے کہ وہ صرف راحیل سے ہی شادی کرے گی تو صباحت اس کو سمجھا سمجھا کر مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔

ماورخ جب گھر پہنچتی ہے تو وہاں گلفام پہلے سے موجود ہوتا ہے جس کو دیکھ کر وہ کچھ خوف زدہ سی ہو جاتی ہے وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر اس سے باز پرس کرتی ہیں کہ گھر والے کہاں ہیں اور گلفام کا جواب سن کر وہ غصے میں آ کر اس کو صلاوتیں سنا جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ عون سے جھوٹ بول کر اس کو کورٹ میرج پر اکساتی ہے جس پر عون تیار نہیں ہوتا جس پر وہ عون سے ناراض ہو جاتی ہے۔

پری کے گھر پر نہ ہونے سے دادی کچھ کچھ پریشان اور بے زاری ہو جاتی ہیں تو طغرل ان کو پھوپو کے گھر لے جاتا ہے تاکہ ان کا کچھ دل بہل سکے۔ دادی کو یوں اچانک دیکھ کر ان کی بیٹی اور نواسیاں بے حد خوش ہو جاتی ہیں اور طغرل رات کو آ کر ان کو واپس لے جاتا ہے دادی کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ کر فریش ہو کر جیسے ہی مڑتا تو اس کی نظر عادلہ پر پڑتی ہے جس کو دیکھ کر وہ بھونچکا سا رہ جاتا ہے۔

طغرل عادلہ کو آڑے ہاتھوں لیتا ہے اور اس کو آئندہ رات کے وقت اپنے کمرے میں آنے سے روک دیتا ہے۔ دادی پری کے نانی کے گھر جانے سے بے حد مضطرب ہو جاتی ہیں جس سے ان کی طبیعت بھی کچھ خراب ہو جاتی جس کے باعث فیاض صاحب اور طغرل کچھ پریشان ہو جاتے ہیں جب پری کو دادی کی طبیعت کے بارے میں پتا چلتا ہے تو وہ واپس آنے کا ارادہ کر کے فیاض صاحب کو فون کر دیتی ہے اور فیاض صاحب اپنی مصروفیات کے باعث پری کو لینے طغرل کو بھیج دیتے ہیں اور پری طغرل کو دیکھ کر موڈ خراب ہو جاتا ہے۔

W.PAKSOCIETY.COM

پری گھر واپس آتے ہوئے گاڑی میں طغرل سے بیزار سی نظر آتی ہے یہ بات طغرل نوٹ کرلیتا ہے وہ اس سے باتیں کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر وہ بے رخی سے جواب دیتی ہے جس پر طغرل چپ ہوجاتا ہے اور پری گھر آتا دیکھ دادی یک دم خوش ہوجاتی ہیں اور پری دادی سے گلے مل کر گلے شکوے کرنے لگتی ہے۔ ادھر ماہ رخ کی بے چینیاں بڑھتی ہی جارہی ہے اس کا کسی بھی طرح سکون سے رابطہ ہی نہیں ہو رہا اور اس کے گھر میں اس کی شادی کی تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں جس وہ حد درجہ دب جاتی ہے۔ پری طغرل اور معید کی ساری باتیں سن لیتی ہے اور اس کو دکھ ہوتا ہے اپنی ذات کی نفی ہونے کا وہ خوب روتی ہے۔ دوسری طرف عادلہ ہر ممکن کوشش کرتی ہے طغرل کو اپنی طرف مائل کرنے کی مگر وہ اپنی ہر کوشش میں ناکام ہوجاتی ہے اور رات کچن میں عادلہ پری کو برا بھلا کہہ رہی ہوتی ہے کہ اچانک طغرل آجاتا ہے اور عادلہ کی باتیں سن کر وہ پری کو پرپوز کردیتا ہے۔

طغرل کی بات سن کر عادلہ کی حالت غیر ہوجاتی ہے اور بہت مشکل سے اپنی کمرے تک پہنچتی ہے اور عائزہ کا اس کی حالت دیکھ کر اس کا پریشان ہوجاتی ہے اور پھر اس سے ساری بات سن کر وہ لوگ طغرل اور پری کے خلاف سازش کرتے ہیں۔ ادھر ساحر ماہ رخ کو عون کے خلاف ورغلا کوٹ میرج پر راضی کرلیتا ہے۔ ادھر صباحت طغرل کے پرپوزل کا سن کر بہت ہی آگ بگولا ہوتیں ہیں اماں جان اور مذنہ بھابی کو خوب سناتیں ہیں جس پر مذنہ فوری طغرل کو کال کرکے گھر آنے کا کہتیں ہیں اس دوران طغرل ساری کارروائی سے معید کو آگاہ کردیتا ہے۔ صباحت طغرل اور پری پر بیجا الزامات لگا رہی ہوتی ہی تاکہ مذنہ بھابی پری سے بدزن ہوجائے مگر یہاں بھی ان کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر صباحت اپنی نندوں کا کارڈ استعمال کرنا کا سوچتی ہیں اور ان کو طغرل کے پرپوزل کے بارے میں سب کچھ بتادیتیں ہیں جس کو سن کر وہ دونوں فوری اماں جان کے سامنے حاضر ہوجاتیں اور پری اور اس کی ماں خوب باتیں سناتیں ہے جسے سن کر پری خودکشی کی کوشش کرتی مگر اچانک طغرل پہنچ کر پری اس کوشش کو ناکام بنادیتا ہے۔

طغرل پری کی کیفیت سمجھ کر بے حد پریشان ہوجاتا ہے اور اسے آج ہی بھی پتا چل جاتا ہے کہ صباحت اور اس کی پھپھویوں کا رویہ پری کے ساتھ کتنا نامناسب ہے اب اس کی سمجھ میں پری کی تمام کیفیات آجاتی ہے۔ ماہ رخ ساحر سے کوٹ میرج کرکے بے انتہا خوش ہوتی ہے کہ اس کے برسوں کا خواب پورا ہوگیا تھا اور جب اس کا سامنا گھر پہنچ کر گلفام سے ہوتا ہے تو وہ دل ہی دل میں کچھ شرمندگی محسوس کرتی ہے۔ عادلہ اور عائزہ گھر والوں سے چھپ کر راحیل سے ملنے اس کے گھر آتی ہے جو ایک بہت ہی پسماندہ علاقے میں ہوتا جس سے عائزہ کو بہت پروابلم ہو رہی ہوتی ہے۔ فیاض صاحب گھر آکر اپنے دوست کی دعوت کا بتاتے ہیں اور پری سے بھی چلنے کو کہتے ہیں جس دادی کو بہت خوشی ہوتی ہے اور وہ پری کو زبردستی وہاں بھیج دیتی ہیں وہاں وہ ایک پرسکون جگہ آکر بیٹھ جاتی ہے تو اچانک فلش لائٹ کی روشنی سے پری پریشان ہوکر تصویر کھینچنے والے پر غصہ ہوتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

☸.....☆.....☸

وہ بے حد طیش بھرے لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی اور ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر اس سے کیمرہ چھیننا چاہا تھا جو اس شخص نے نہایت سرعت سے دائیں سے بائیں ہاتھ میں منتقل کرلیا تھا اس کے چہرے پر بھرپور دلچسپ مسکراہٹ تھی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا؟ آپ انسان ہیں.....؟" تھری پیس سوٹ میں ملبوس اس شخص کی پرشوق نظریں پری کے غصے سے سرخ چہرے پر چسپاں تھیں۔

"میں تو سمجھا تھا کوئی اپسرا راستہ بھٹک کر یہاں آگئی ہے۔" وہ اس سے شوخی سے مخاطب ہوا تھا۔

"تم کون ہو؟ آپ کو جرأت کیسے ہوئی میری فوٹو لینے کی؟" مقابل کی نظروں میں جتنا اشتیاق و دلچسپی پنہاں تھی' پری کی نظروں میں اتنی ہی ناپسندیدگی اور غصہ و طیش موجزن تھا' اس کی موتیا جیسی رنگت میں سرخیاں چمک اٹھی تھیں وہ بہت سخت نظروں سے اس کو گھور رہی تھی۔ گویا وہ اس کا کام تمام کرنے کا ارادہ رکھتی ہو'

یہ شام' یہ ملاقات کا سماں یاد رہے گا
یہ پل' یہ وقت' یہ سفر یاد رہے گا

اس نے برجستہ شعر گنگنایا تھا اور اسی وقت مسز عابدی اور ان کی بیٹی نائلہ ان کے قریب آگئی تھیں۔

"شیری! ان سے ملیے؟" نائلہ نے پری کا ہاتھ بہت محبت سے تھام کر اس سے پوچھا۔

محبت کا اب بدل جانا بھی مشکل ہے
تمہیں کھونا بھی مشکل ہے' تمہیں پانا بھی مشکل ہے

اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر برجستگی کا مظاہرہ کیا تھا اور نائلہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"مائنڈ مت کرنا پارس! یہ میرا برادر بے حد جولی ہے اس کی شرارتوں سے ہم سب ہی انجوائے کرتے ہیں۔"

"مجھے فیل ہو رہا ہے پری کو آپ نے فوراً ہی اپنی شرارتوں کا ہدف بنا ڈالا ہے' یہ اچھی بات نہیں ہے شیری۔" مسز عابدی جہاندیدہ عورت تھیں وہ پری کے چہرے پر پھیلی ناگواری اور خاموشی سے بھانپ گئی تھیں کہ ان کے بیٹے کی بے

تکلفی اس کو برہم کرگئی ہے۔

"میں نے کیا کہا ہے مما! یہ جس انداز میں دنیا سے لاتعلق بیٹھی تھیں اس سے تو یہی گمان ہو رہا تھا کہ یہ رئیلی پری ہیں اور غلطی سے راستہ بھٹک کر ہماری پارٹی میں آگئی ہیں۔"

"سوری پری! آپ برا نہیں مانیں' آپ تو رئیلی پری لگتی ہیں' اب میرا بھائی آپ کو دیکھ کر ریلائی سمجھ بیٹھا ہے تو یہ بے قصور ہے۔ پلیز معاف کردیں اس کو۔" نائلہ اس کے چہرے کے تاثرات بھانپتے ہوئے بولی۔

"اگر آپ کہیں تو میں مرغا بن جاؤں یہاں سب کے سامنے؟" وہ چہرے پر خوف کے تاثر لاتے ہوئے بولا۔

"نہیں شکریہ! آپ میری تصویریں مجھے دے دیں۔"

اس کے اس پُرمزاح لہجہ کا پری پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا' مسز عابدی اور نائلہ کی شوخ مسکراہٹیں اس کی سنجیدگی دیکھ کر کچھ پھیکی پڑ گئی تھیں' ایسا ہی تاثر شیری کے چہرے پر بھی تھا۔

لمحے بھر کو وہ تینوں کچھ کہہ نہ سکے پھر مسز عابدی نے پری کو اپنے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے چاشنی بھرے لہجے میں کہا۔

"نائلہ اور نورین کی طرح آپ بھی میری بیٹی ہیں' بے فکر رہیں آپ کی تصویریں میں آپ کو دوں گی' آپ کے پاپا فیاض بھائی اور عابدی کی ریلیشن بھائیوں سے بھی بڑھ کر ہے' وہ کلوز فرینڈ بھی ہیں اور بزنس پارٹنرز بھی۔ عابدی اپنے بھائیوں پر بھروسہ نہیں کرتے مگر فیاض بھائی پر تو ان کا اس قدر بھروسہ ہے کہ وہ آنکھ بند کرکے ان پر اعتماد کرتے ہیں۔"

"اوہ! یہ انکل فیاض کی بیٹی ہیں؟" شیری کے انداز میں از سر نو دلچسپی پیدا ہوئی تھی۔

"آپ سے مل کر بہت اچھا لگا مس پری!" اس نے آگے بڑھ کر اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

"آداب!" بے حد شائستگی سے اس نے کہا اور اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کردیا۔

"شیری! ڈیڈی بلا رہے ہیں۔" نورین نے آکر اطلاع دی تو وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔

☸.....☆.....☸

ان دونوں کے قہقہوں میں بڑی سفاکی تھی' عادلہ کو بے حد گھبراہٹ ہوئی تو وہ اسی لمحے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چلو عائزہ! بہت دیر ہوگئی ہے مما پپا آگئے ہوں گے۔" اس نے سخت لہجے میں کہا

"اوکم آن عادلہ! وہ دونوں مڈنائٹ آئیں گے اور ابھی ٹائم ہی کیا ہوا ہے' تم بیٹھو ہم ان کے آنے سے پہلے چلے جائیں گے آرام سے بیٹھو اوکے۔" عائزہ نے اس کے لہجے کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوئے قدرے بے پروائی سے کہا۔

"مما' پپا تو دیر سے آئیں گے مگر دادی جان کو جانتی ہو تم اگر مزید دیر ہوئی تو کتنی سختی سے وہ ایک ایک لمحے کا حساب لیں گی کہ کہاں اور کس طرح گزارا ہے؟"

"چھوڑو یار! جو ہوگا دیکھا جائے گا' تم بیٹھ جاؤ۔" جھنجلا کر کہتے ہوئے اس نے خود ہی ہاتھ بڑھا کر اسے دھکیلنے کے انداز میں سوفے پر کھینچ لیا۔

"آپ کیوں اتنا ٹینشن ہو رہی ہیں' میں خود ڈراپ کرآؤں گا آپ لوگوں کو۔" راحیل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے تسلی دی تھی۔

"اوہ! شاید تم طغرل کے مرڈر کا سن کر کنفیوژ ہو۔"

"میں نہیں چاہتی اس کو کچھ ہو۔"

"اس کو تمہاری بالکل پروا نہیں ہے اس کے باوجود بھی تم اس مغرور انسان کے لیے پاگل ہو رہی ہو۔"

"تم کچھ بھی کہو مجھے کچھ نہیں سننا ہے طغرل کے متعلق۔ بس تم چلو یہاں سے رات ہو چکی ہے۔" اس نے عائزہ کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اوکے گرلز! تم لوگ فیصلہ کرلو رکنا ہے یا جانا ہے؟ میں اتنی دیر میں چینج کرکے آتا ہوں۔" راحیل نے مسکراتے ہوئے کہا اور اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا مصیبت ہے تم کو؟ ابھی آئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے جو تم نے جانے جانے کی رٹ لگا رکھی ہے؟" راحیل کے وہاں سے جاتے ہی وہ غصے سے اس سے گویا ہوئی۔

"تم کو خوف محسوس نہیں ہو رہا ہے یہاں پر؟"

"کیسا خوف؟ ہم گھر میں بیٹھے ہیں کسی بھوت بنگلے میں نہیں جو تم اس قدر خوف زدہ ہو رہی ہو۔"

"مجھے سچ مچ ڈر لگ رہا ہے یہاں۔" وہ قدرے اس کے قریب ہو کر سرگوشی کے انداز میں گویا ہوئی۔

"تم کو کسی کے کراہنے کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی ہیں؟ غور سے سنو۔"

"بکواس بند کرو جب سے تم آئی ہو تمہارا منہ ہی سیدھا نہیں ہو رہا ہے پہلے راستے بھر بک بک کرتی آئی ہو اور اب یہاں آکر یہ فضول بکواس شروع کردی ہے۔" عائزہ کا موڈ بری طرح بگڑنے لگا تھا۔

"تم زبان قابو میں رکھو میں یہاں نہیں رکوں گی تم نہیں جاؤ گی تو میں تنہا ہی چلی جاؤں گی۔" وہ اٹھتے ہوئے اٹل لہجے میں بولی۔

❁.....☆.....❁

ڈنر ختم ہو چکا تھا اور اب ہال میں محفل موسیقی کی تیاریاں اختتام پر تھیں مہمان ڈنر کے بعد کافی اور آئس کریم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پری وہاں سے اٹھ کر اپنے پاپا کو دیکھنے کے لیے لان کے اس حصے کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں فیاض صاحب اور عابدی صاحب کچھ دوستوں کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے وہ یہاں شدت سے بوریت محسوس کر رہی تھی اور گھر جانا چاہتی تھی۔ وہ ان کی طرف بڑھ رہی تھی جب شیری اس کی راہ میں مائل ہوا تھا اور سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"ایم سوری وہ سب مذاق تھا مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ آپ انکل فیاض کی بیٹی ہیں۔"

"جی اگر آپ کے علم میں ہوتا کہ میں انکل فیاض کی بیٹی ہوں تو پھر آپ میری تصویریں نہیں بناتے؟" اس کے سنجیدہ لہجے میں ایک کرختگی بھرا طنز تھا۔

"یہ کیسے مینرز ہیں آپ کے شیری صاحب! بغیر اجازت آپ کسی کی بھی فوٹو کھینچ سکتے ہیں یہ تو سراسر خودسری ہے آپ کی۔"

"دراصل میں ہر کسی کی تصویر نہیں کھینچتا۔" اس نے بہت ایزی انداز میں کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بیوٹی کسی بھی روپ میں ہو میرا کریز ہے پیشن ہے میرا میں جہاں بھی حسن دیکھتا ہوں خوب صورتی دیکھتا ہوں فریز ہو جاتا ہوں حواسوں میں نہیں رہتا۔" وہ کہتا ہوا بے خود سا اس کے قریب آگیا تھا اس کے انداز میں ایک بے ساختگی تھی نگاہوں میں کچھ ایسی ہی آنچ تھی کہ پری کچھ سراسیمہ سی ہو کر دور ہٹ گئی تھی۔

"آپ کو دیکھا اور....."

"کیا باتیں ہو رہی ہیں ذرا ہم بھی تو سنیں۔" صباحت جو کب سے شیری کو پری کے اردگرد چکر لگاتے ہوئے دیکھ

رہی تھیں اس وقت موقع پاتے ہی قریب آگئی تھیں۔

"اوہ آنٹی! کچھ خاص نہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"کوئی تو خاص بات ہوگی جو آپ دونوں یہاں مہمانوں سے کافی فاصلے پر کھڑے ہو کر باتیں کر رہے ہیں۔" وہ مسکرا کر کہہ رہی تھیں بے حد شگفتہ لہجے میں۔ پری کی رنگت پھیکی پڑنے لگی تھی۔ وہ صباحت کی ذہنیت و مزاج کو اچھی طرح سمجھتی تھی وہ اب اس بات کو کیا کیا معنی دیں گی اس سے وہ سوچ کر ہی خوف زدہ ہونے لگی تھی۔

"کچھ خاص نہیں آنٹی! دراصل میں نے بغیر اجازت آپ کی بیٹی کی تصویر لے لی تھی جس پر یہ بے حد خفا ہوئی ہیں سو میں ان سے سوری کر رہا تھا۔"

"تم جانتے ہو پری میری بیٹی نہیں ہے یہ فیاض کی پہلی بیوی سے ہیں۔ میں آپ کو اپنی بیٹیوں سے ملواؤں گی بہت پیاری ہیں وہ۔" ان کے جتانے والے انداز پر وہ دم بخود کھڑی رہ گئی تھی۔

"بہت دل لگ گیا ہے یہاں باہر شوفر ویٹ کر رہا ہے ہم لیٹ نائٹ آئیں گے۔" وہ پری سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"ابھی تو میوزیکل شو باقی ہے آپ کیوں ان کو جانے پر فورس کر رہی ہیں؟" اس پر ان کے سوتیلے سگے کا کوئی فرق نہیں پڑا تھا اس کی واپسی کا سن کر وہ مضطرب انداز میں گویا ہوا تھا۔

"ارے بیٹا! میں کہاں مجبور کر رہی ہوں یہ تو خود جانا چاہ رہی ہیں۔ دراصل سخت آدم بے زار لڑکی ہے یہ۔" شیری کے لحاظ میں انہوں نے اپنے لہجے کو خاصا مہذبانہ رکھا تھا۔

"آدم زاد ہو کر آدم زادوں سے بے زاری! میں نہیں جانتا؟"

"دادی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے مجھے جانا ہے اور ممی کی یہ بات درست ہے مجھے ہنگاموں میں وحشت ہوتی ہے۔ پارٹنر اٹینڈ نہیں کرتی ہوں۔" اس کا لہجہ پر اعتماد و سنجیدہ تھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا میں مام کو بلا کر لاتا ہوں میرے روکنے پر آپ نہیں رکیں گی یہ میں سمجھ چکا ہوں مام آپ کو جانے نہیں دیں گی۔" وہ کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"واہ! ایسا کیا جادو کرتی ہو ان بھولے بھالے نوجوانوں پر جو تم کو دیکھتے ہی دیوانے ہو جاتے ہیں۔ وہاں طغرل کو پھانس رکھا ہے اور یہاں آتے ہی عابدی بھائی کے اکلوتے بیٹے کو الو بنا لیا ہے پھر بنی پھرتی ہو بڑی پاکباز اور باحیا ہو نہہ....." شیری کے جاتے ہی وہ لفظ جما جما کر کہہ رہی تھیں اسے مخصوص نفرت و حقارت بھرے لہجے میں۔

"ممی! آپ اچھی طرح جانتی ہیں مجھے کہ....."

"ہاں ہاں خوب جانتی ہوں تب ہی کہہ رہی ہوں۔ اب فوراً دفع ہو جاؤ یہاں سے اور غلطی سے بھی پیچھے مڑ کر مت دیکھنا ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ چلو تیز تیز قدم بڑھاؤ۔" ان کی نگاہیں گاہے بگاہے شیری کی طرف اٹھ رہی تھیں جو مسز عابدی کی طرف بڑھ رہا تھا اور جیسے ہی وہ ان کے قریب پہنچا تو اسی لمحے انہوں نے پری کو وہاں سے جانے کا حکم دیا تھا پری خود وہاں سے جانا چاہ رہی تھی۔

ان کا حکم ملتے ہی وہ وہاں سے نکل گئی تھی اور جس وقت شیری اپنی ماں کو وہاں لایا اسی اثناء میں پری کی کار روانہ بھی ہو گئی تھی۔ صباحت کے لبوں پر پرسکون مسکراہٹ تھی جب کہ پری کو وہاں نہ پا کر شیری خاصا ڈسٹرب ہوا تھا۔

"آنٹی! پری کہاں ہیں؟"

"چلی گئی ہیں وہ۔" ان کے انداز میں شرمندگی تھی۔

"اتنی جلدی کیوں چلی گئی پری مسز فیاض! شیری مجھے لے کر آئے ہیں کہ میں ان کو نہ جانے دوں ابھی تو پارٹی

PAKSOCIETY

شروع ہوئی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے نرمی سے کہہ رہی تھیں۔

"اب میں کیا بتاؤں آپ کو بھابی! میں تو نہیں چاہ رہی تھی وہ جائیں۔ مگر میری بدقسمتی ہے سوتیلی ماں ہوں' سگی ہوتی تو نہیں جانے دیتی' میری بات وہ سنتی کب ہے؟" وہ خاصے مغموم لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"میں نے کہا تھا آپ سے مل کر جائے' یہ ایٹی کیٹس کے خلاف ہے کہ اس طرح جایا جائے' مگر سوتیلی ہوں نا....."

"ڈونٹ وری مسز فیاض! آپ دکھی مت ہوں' وہ ابھی کم عمر ہے باشعور نہیں ہے عقل آتے ہی بے حد عزت کرے گی آپ کی۔"

❁.....☆.....❁

نامعلوم موسم بے حد حسین تھا یا اس کے اندر خوشیوں کی ایسی برسات ہو رہی تھی کہ خوامخواہ ہی اس کے لب مسکرا رہے تھے' آنکھوں میں مستیاں بھر گئی تھیں' جن راستوں پر وہ سنبھل سنبھل کر چلا کرتی تھی۔

آج اس کا دل چاہ رہا تھا وہ کسی مست ہرنی کی مانند اٹھلاتی چھلانگیں لگاتی ہوئی گھر پہنچے اور سب کو اطلاع کر دے کہ وہ آج سے ایک لکھ پتی لڑکی بن گئی ہے۔

زمین کے ایک بوسیدہ ٹکڑے پر رہ کر اس نے آسمان کو چھو لیا ہے اب خواہشوں کی تمام تتلیاں' آرزوؤں کے سارے جگنو اس کی مٹھیوں میں بند ہو چکے ہیں۔

اب لاحاصل بھی حاصل بن اٹھا ہے۔

اپنی تقدیر خود سنواری ہے اس نے' راستے پر چلتے ہوئے چونک کر دائیں ہاتھ کی انگلی میں دمکتی ڈائمنڈ رنگ سرعت سے اتار کر پرس کی پاکٹ میں ڈالی تھی۔

گھر قریب آتا جا رہا تھا اور وہ خود پر چھائی سرشاری پر قابو پانے کی سعی کرنے لگی تھی اور سوچ رہی تھی چند گھنٹوں قبل جب وہ ان ہی راہوں سے گزری تھی تو میں ماہ رخ فیض محمد تھی اور اب واپسی میں وہ مسز ماہ رخ ساحر خان تھی۔

صبح تک ایک غریب سبزی فروش کی بیٹی تھی اور اب شام کے اس پہر ایک کروڑ پتی شخص کی بیوی۔ بہت خوش تھا ساحر اس سے کورٹ میرج کر کے وہ جب کورٹ سے باہر آئے تو اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"آج میں دولت مند ہو گیا ہوں رخ!"

"ارے دولت مند تو آپ پہلے سے ہی ہیں۔"

"اونہوں' نوکر چاکر' گاڑیاں' بنگلے اور ہیوی اسٹرونگ بینک بیلنس لوگ ان مادی چیزوں کو سمجھتے ہیں جب کہ میری نگاہ میں محبت سب سے بڑی دولت ہے اور آج تمہارے روپ میں وہ دولت میں نے پالی ہے۔" اس کے لہجے میں سچی محبت کی خوشبو تھی۔

"بہت جلد ہمارے ایبروٹ جانے کا بندوبست ہو جائے گا اور ہم چلے جائیں گے اس وقت تک ہم اسی طرح ملتے رہیں گے جس طرح میرڈ ہونے سے پہلے ملتے رہے ہیں۔ وہاں جا کر ہم اپنی نیو لائف شروع کریں گے۔" اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا اور وہ سر ہلا کر رہ گئی' مسرت سے اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔

ساحر کا رویہ بے حد محتاط ہو گیا تھا وہ حسب عادت کسی ہوٹل یا ریسٹورنٹ میں جانے کے بجائے اسے اس سڑک پر ڈراپ کر گیا تھا جس پر وہ اترتی تھی۔

"کتنا ٹائم لگے گا ہمیں یہاں سے جانے میں؟ میرا مطلب ہے ڈاکومینٹس ریڈی ہونے میں؟" کار سے اترنے سے قبل وہ ساحر سے مخاطب ہوئی تھی۔

"بہت جلدی ریڈی کروالوں گا۔"

"پہلے ہم کہاں جائیں گے' کس کنٹری میں؟"

"جہاں تم کہو گی۔" وہ مسکرایا۔

"دبئی!" اس نے دلکشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

❁.....☆.....❁

"مرو..... ٹھنڈ پڑ گئی تمہارے دل میں؟ ایک تو اتنی مشکل سے موقع ملا راحیل سے ملنے کا اور وہ بھی تمہاری وجہ سے برباد ہو گیا ہے' بہت ذلیل ہو تم۔" کمرے میں آتے ہی جہاں عادلہ نے سکون کا سانس لیا وہیں عائزہ کا غم و غصے سے برا حال تھا' وہ اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"ذلیل میں نہیں تم ہو' جو اس جیسے آوارہ شخص کے لیے مری جا رہی ہو' جس کی نگاہوں میں تمہارے لیے کوئی وقعت نہیں ہے۔"

"کیا وقعت نہیں ہے' بتاؤ تو سہی؟"

"بڑی شو مار رہی تھیں' وہ تمہارے لیے کوکنگ کر رہا ہے' تمہاری فیورٹ ڈشیز تیار کر رہا ہے' ہاہاہا....." کارپیٹ پر بیٹھ کر سینڈلز کے اسٹریپس کھولتی عادلہ نے ہنس کر کہا۔

"کوکنگ کرنا تو درکنار اس نے تو یہ بھی یاد رکھنا گوارا نہ کیا تم اس سے ملنے آ رہی ہو' سو رہا تھا وہ اور اسی رف حلیے میں وہ ہمارے سامنے آ گیا' بغیر کسی شرمندگی کے ہونہہ....."

"اس کے اسی رف حلیے پر لاکھوں لڑکیاں مرتی ہیں۔" وہ بالوں میں کلپ لگاتی ہوئی فخریہ انداز میں بولی۔

"اچھا! وہ سب بھی تمہاری طرح عقل کی اندھی ہوں گی یا محبت کرنے کے لیے کسی اچھے اسمارٹ لڑکے نے لفٹ نہیں کرائی ہو گی بے چاریوں کو۔" وہ ریک میں سینڈل رکھتے ہوئے ہنوز اسی لہجے میں بولی۔

"اوہ کہہ تو ایسے رہی ہو گویا تم سے اظہار محبت کرنے کے لیے تو ہینڈسم لڑکوں کی لائن لگی رہتی ہے گیٹ پر۔" عائزہ کے اس طنز پر ان میں سخت جنگ چھڑ جاتی اگر عادلہ دادی جان کو اس طرف آتے ہوئے کھڑکی سے نہ دیکھ لیتی اس نے سرعت سے عائزہ کو اشارے سے ان کی آمد کا بتایا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" دادی جان اندر آ کر گویا ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں دادی جان! ہم باتیں کر رہے تھے۔" وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

"جنگلی بلیوں کی طرح غرانے کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں' تم دونوں کی اور تم کہہ رہی ہو باتیں کر رہی تھیں؟" وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے گویا ہوئی تھیں۔

"آپ کو تو معلوم ہی ہے دادی جان' یہ عائزہ کو حلق پھاڑ کر باتیں کرنے کی عادت ہے۔ بس یہی ہوا ہے۔"

"آواز تو تمہاری بھی اتنی ہی بلند تھی مگر سمجھ نہیں آیا کس بات پر چیں چیں' میں میں ہو رہی تھی تم میں۔"

"تھینک گاڈ! آپ کی سمجھ میں ہماری باتیں نہیں آئی ہیں۔" عادلہ نے گہری سانس لی تھی۔

"سوری دادی جان! آئندہ ہم اتنی بلند آواز میں بات نہیں کریں گے۔" ان دونوں کے انداز میں فرماں برداری تھی۔

"بچیاں اونچی آوازوں میں باتیں کرتی ہوئی اچھی لگتی بھی نہیں ہیں' چہرے کی نرمی ختم ہو جاتی ہے۔"

"آپ بیٹھیں نا دادی جان!" عائزہ نے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"نہیں میں ڈرائیور سے کہنے جارہی ہوں وہ پری کو پارٹی سے لے آئے وہ جاتے جاتے بھی کہہ کر گئی تھی کہ اس کو وہاں سے بلوالوں اس کا دل نہیں لگے گا وہاں۔" وہ کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھیں۔ ان کے جاتے ہی وہ گہرے سانس لیتی ہوئی ڈھیر ہوئی تھیں۔

"سوچو دادی جان اگر ہماری باتیں سن لیتیں تو کیا ہوتا ہمارا؟ پاپا' طغرل اور دادی جان سب ہمارا کیا حال کرتے؟" عادلہ بے حد خوف زدہ تھی۔

"دادی کے بہرے پن نے ہماری بچت کرادی ہے اسی لیے تم سے کہتی ہوں' ہر وقت بکواس مت کیا کرو' دیواروں کے علاوہ دروازے' کھڑکیوں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" عائزہ کے لہجے میں حد درجہ سنجیدہ تھی۔

"او کے اب چلو کچن میں پری کے آنے سے پہلے کچھ کھا پی لیتے ہیں' تمہارے اس راحیل کے چکر میں کچھ کھایا نہیں ہے۔ اب تو بھوک برداشت سے باہر ہونے لگی ہے۔

"اوہ رئیلی! کیا کہا تم نے میرا راحیل؟" وہ خوشی سے جھوم کر استفسار کررہی تھی۔

"تم بیٹھو' میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں کھانا لا کر کھلاؤں گی۔"

❁.....☆.....❁

"اماں جان! بہت خاموشی چھائی ہوئی ہے گھر میں' کوئی نہیں ہے سوائے آپ کے؟"

مذنہ ان کے قریب بیٹھتی ہوئی استفسار کرنے لگی تھیں۔

"عادلہ اور عائزہ ہیں اپنے کمرے میں' ابھی کچھ دیر پہلے تو ان کی آوازیں آرہی تھیں' میں ڈانٹ کر آئی ہوں تو خاموش ہوئی ہیں۔ صباحت اور فیاض عابدی کے ہاں پارٹی میں گئے ہیں ساتھ۔ آج تو پری کو بھی لے کر گیا ہے فیاض۔" ان کا پرجوش لہجہ بتا رہا تھا وہ بیٹے کے اس عمل سے بہت خوش ہیں۔

"ماشاءاللہ! دیر آید درست آید۔ دیر سے ہی سہی فیاض کو بیٹی کا خیال تو آیا' بہت خوشی ہوئی یہ سن کر۔"

"صباحت میں سوتیلے پن کا زہر نہ بھرا ہوا ہوتا تو بہت عرصہ قبل ہی پری کو اس کی حیثیت مل گئی ہوتی مگر....." اماں نے نیم دراز ہوتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

"تم نے خود دیکھا بہو! اس نے سوتیلے پن کے جلاپے میں پری کو کس طرح رسوا کرنا چاہا تھا؟ کس قدر بے ہودگی سے اس نے اس بچی پر الزامات کی بھرمار کی تھی؟"

"میں شروع سے صباحت کے مزاج سے واقف ہوں میں نے اسی لیے اس کی کسی بات پر اعتبار نہیں کیا تھا اماں جان! اور پھر ہم اپنے بچوں کے کردار سے واقف ہوتے ہیں میں نے اپنے بچوں کی تربیت بہت توجہ اور احتیاط سے کی ہے۔" مدبرانہ لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"تمہاری تربیت تو نظر آرہی ہے بہو! فخر ہوتا ہے مجھے جب بھی طغرل کو دیکھتی ہوں' ایسی تربیت میں نے پری کی بھی کی ہے آج کل کی چلتر باز لڑکیوں جیسی چالاکی نہیں ہے پری میں۔" جو وہ کہنا چاہ رہی تھیں مذنہ سمجھ رہی تھیں مگر وہ بھی ان سے سیدھے سبھاؤ بات کرنے کی ہمت نہ کر پارہی تھیں سو مسکرا کر رسانیت سے گویا ہوئیں۔

"یہ بات تو پرفیکٹ ہے اماں! پری جس گھر میں بھی جائے گی اس گھر کی خوش قسمتی ہوگی۔" ان کی بات پر اماں کا چہرہ گہری سنجیدگی کی لپیٹ میں آگیا۔ چند لمحے وہ کچھ کہہ نہ سکی تھیں ایک عجیب بوجھل سی خاموشی وہاں پھیل گئی تھی جس کو انہوں نے ہی توڑا تھا۔

"وہ گھر تمہارا کیوں نہیں ہوسکتا بہو.....؟" وہ نرم و مضبوط لہجے میں گویا ہوئی تھیں۔

"پری اور طغرل کا رشتہ کیوں نہیں جڑ سکتا؟ پری تمہاری بہو کیوں نہیں بن سکتی؟ جب کہ یہ طغرل کی خواہش بھی ہے' وہ پری سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"میں طغرل کے مزاج سے واقف ہوں اماں جان! وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ نہیں کرتا' اس کی پسند اس کی خواہشیں بہت تیزی سے بدلتی ہیں' وہ جس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے تو پھر اس سے زیادہ تیزی سے وہ پلٹتا ہے اور مڑ کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔" وہ سادگی سے کہہ رہی تھیں۔

"وہ مستقل مزاج نہیں ہے اور میں نہیں چاہتی کسی لڑکی کی زندگی خراب ہو اور وہ بھی پری جیسی لڑکی کی' جس نے زندگی کی خوب صورتی کو ابھی تک محسوس نہیں کیا ہے۔"

"مجھے معاف کردیجیے گا اماں جان! مجھے افسوس ہورہا ہے کہ میں یہ سب کہہ رہی ہوں مگر یقین مانیں' میری بات میں ذرا بھی جھوٹ و بناوٹ نہیں ہے۔" آگے بڑھ کر ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے نم لہجے میں کہا۔

"کیوں معافی مانگتی ہو بہو! تم ماں ہو' طغرل کے مزاج کو مجھ سے بہتر جانتی ہو' تمہاری باتوں پر مجھے یقین ہے تم میرے دل کے قریب ہو' ہمیشہ تم نے میری عزت کی ہے بے حد محبت کرتی ہو' یہ معلوم ہے مجھے۔ اسی محبت نے مجھے مجبور کردیا کہ میں تم سے اپنے دل کی خواہش ظاہر کروں۔" انہوں نے بیٹھتے ہوئے مذنہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن..... تمہاری بات میں بھی وزن ہے طغرل متلون مزاج ہے لاابالی پن اور غیر سنجیدگی اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے' ٹھیک ہے بس اس بات کو یہیں ختم کرنا ہی بہتر ہے اب نہ تم کسی کو بتانا اور نہ میں کسی سے ذکر کروں گی۔" وہ گہری سانس بھر کر گویا ہوئی تھیں ان کی آنکھوں میں ملال تھا۔

❁.....☆.....❁

یہ موسم سبز پتوں کا
سنہری دھوپ کرنوں کا
گلابوں کے مہکنے کا
ہمیں کب راس آیا ہے
ہماری زرد آنکھوں نے بنجر خواب ہی دیکھے
کہ اپنی خواب ہستی میں
عتاب آلود بستی میں
کوئی خوشبو نہ آنچل ہے
کوئی جھونکا نہ بادل ہے

ان کا ٹکراؤ بے ساختہ ہوا تھا وہ شاپنگ سینٹر کے گیٹ سے باہر نکل رہی تھیں اور فیاض اندر داخل ہورہے تھے دونوں کے ہاتھوں میں سیل فون تھا جو کان سے لگائے گفتگو کرتے ہوئے جارہے تھے' دونوں نے کچھ غصے بھرے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا اور پھر ایک دوسرے کو دیکھتے ہی رہ گئے تھے کئی ساعتیں' کئی لمحے اس حیرانی کی نذر ہوگئے تھے۔

"ایم سوری!" فیاض کو وہاں سے گزرتے لوگوں کے مسکراتے چہروں کا احساس ہوا تو وہ خود کو سنبھالتے ہوئے بولے۔

"آپ کو دیکھ کر چلنا ابھی تک نہیں آیا؟" ثنی بھی حال میں پلٹتے ہوئے طنزیہ انداز میں گویا ہوئیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جب وقت تھا تب آنکھیں ساتھ نہیں دیتی تھیں اب تو بوڑھا ہو گیا ہوں اور اس عمر میں تو سچ مچ آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں۔" ان کی شگفتگی میں ایک حزن تھا۔

"پہلی فرصت میں آپ کو آنکھیں ٹیسٹ کرانی چاہئیں۔" وہ کہہ کر پرس سنبھالتی آگے بڑھ گئی تھیں۔

"مثنیٰ پلیز....." ان کے انداز میں التجا تھی۔

"آپ مجھے اس طرح پکارنے کا حق کھو چکے ہیں۔"

"جانتا ہوں لیکن....." شدید بے بسی و اضطراب تھا ان کے انداز میں مثنیٰ رک گئی تھیں، دونوں کے چہروں پر اذیت تھی پرانی یادوں کی فیاض ان سے چند قدم دور رک کر گویا ہوئے۔

"میرے ساتھ ایک کپ کافی پی سکتی ہیں؟"

"کس رشتے سے فیاض صاحب! میں آپ کے ساتھ کافی پیوں؟"

"پلیز مثنیٰ! میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اب تم کبھی میرے سامنے نہیں آؤ، میرے زخم ہرے ہو جائیں گے۔ میرا ضبط تڑپ میں بدل جائے گا اور میں مر جاؤں گا۔" اردگرد سے بے نیاز وہ بولے جا رہے تھے ان کی حالت ایسی تھی جیسے صحرا میں بھٹکنے والے کسی پیاسے کو یکلخت ٹھنڈے پانی کا چشمہ مل جائے اور وہ اپنی تمام صعوبتوں و تکلیفوں کو بھلا کر اس کی جستجو میں مگن ہو جاتا ہے۔

مجبوراً مثنیٰ کو ان کے ساتھ قریبی ریسٹورنٹ میں آنا پڑا تھا اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی تھی فیاض اس کی مقابل والی چیئر چھوڑ کر دوسری چیئر پر بیٹھے تھے ان کا چہرہ جھکا ہوا تھا جس پر تکلیف کے رنگ نمایاں تھے۔

"ہٹ دھرمی کی عادت ابھی بھی موجود ہے، مجھے یہاں لا کر کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہیں آپ؟"

"میری نیت پر شک مت کرو، بہت چاہا، بے حد کوشش کی میں نے تمہیں بھلانے کی ہر جتن ہر حربہ آزما ڈالا مگر تمہاری یاد سے میں اب بھی دامن نہیں چھڑا پایا ہوں۔ تم موجود نہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے درمیان موجود رہتی ہو۔" وہ چہرہ جھکائے کہہ رہے تھے۔

"ہمارے درمیان؟" وہ حیرانی سے گویا ہوئی تھیں۔

"جہاں تک میں سمجھ پائی ہوں آپ کے اور پری کے رشتہ اتنے مضبوط تو نہیں ہیں کہ آپ کے اور اس کے درمیان میری باتیں ہوں اور نہ ہی دیگر کوئی ایسے لوگ ہوں گے جو میرا نام بھی سننا اس گھر میں گوارا کر سکیں۔" ان کے لہجے میں تلخی بھری سنجیدگی تھی۔

"پری نے میری کوئی شکایت کی ہے آپ سے؟" وہ ویٹر کو ٹیبل کی جانب آتے دیکھ کر نارمل انداز میں بیٹھ گئے تھے مثنیٰ سے پوچھتے وقت ان کے لہجے میں افسردگی تھی۔

"آپ نے کبھی کسی سے کوئی شکایت کی ہے؟ وہ بھی آپ کی ہی بیٹی ہے شکوہ و شکایت کرنا اس کے خون میں ہی شامل نہیں ہے تو وہ کیا شکایت کرتی آپ کی، میں نے یہ محسوس کیا ہے وہ جب بھی آپ کا ذکر کرتی ہے لہجے میں احترام ہوتا ہے، ایسی بے ساختگی و بے تکلفی نہیں ہوتی جو عموماً باپ و بیٹی کے رشتے میں ہوتی ہے۔" ویٹر آیا تو فیاض اس کو آرڈر لکھوانے لگے۔

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا.....؟" ویٹر کے جانے کے بعد وہ ان سے مخاطب ہوئی تھیں۔

"میرے اور صباحت کے درمیان تمہارا ذکر ہوتا ہے، میری آنکھوں میں موجود تمہارے ٹھہرے ہوئے عکس اور پہچان جاتی ہے اور پھر ہمارے درمیان فاصلوں کی حائل خلیج وسیع تر ہوتی چلی جاتی ہے، نامعلوم میں تمہیں کبھی بھول پاؤں

نہیں لیکن یہ صباحت کی بے وقوفی سمجھو یا اس کی بدقسمتی، وہ تمہیں شاید ہی کسی دن بھول پاتی ہے اس کے طعنوں میں اور باتوں میں تمہارا ذکر ہوتا ہے اور میری یادوں کے زخموں پر کبھی بھی بھول کے کھرنڈ نہیں آتے۔" ان کا لہجہ بھیگا بھیگا سا تھا۔ مثنیٰ کی آنکھوں کی سطح پر بھی نمی امڈنے لگی تھی جس پر لمحے بھر میں انہوں نے قابو پایا تھا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے، یہ آپ کی روش اچھی نہیں ہے جب آپ ایک عورت کو بیوی بنا کر لے آئے ہیں تو اب اس کو اس کا جائز حق دیں، وہ آپ کی بیوی ہے آپ کے بچوں کی ماں ہے وہ۔ آپ کے رویئے میں، آپ کی محبت میں ناآسودگی محسوس کرتی ہوگی، تب ہی وہ آپ کے گزرے کل کے آپ کو طعنے دیتی ہے۔" وہ کسی ہمدرد کی طرح ان کو سمجھا رہی تھیں۔

"یہ لہجے کا دھیما پن، یہ انداز کی نرمی و ہمدردی میں ان سب کا عادی ہوں۔ اماں کہتی ہیں گڑ نہ دو تو گڑ جیسی میٹھی بات ہی کرو۔ آہ..... صباحت اس کے لہجے میں تو کڑواہٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا ہے، وہ کبھی میرے اندر کے انسان کو سمجھ ہی نہ سکی ہے اور شاید سمجھنا بھی نہیں چاہتی ہے۔"

"وہ آپ سے کمپرومائز نہیں کر سکی ہے پھر تو اس نے پری کو بھی قبول نہیں کیا ہوگا؟ میری بیٹی کی تو کوئی ویلیو نہیں ہوگی وہاں۔" وہ خاصی مضطرب ہو گئی تھیں۔

"وہ میری بیٹی ہے کوئی ٹیڑھی آنکھ سے اس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا ہے پھر وہ اماں جان کی لاڈلی ہے۔" ٹیبل کی چکنی سطح پر انگلی پھیرتے ہوئے وہ کہہ رہے تھے۔

"تم بتاؤ خوش ہو؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہے؟" موضوع بدلتے ہوئے انہوں نے آہستگی سے کہا۔

"نہیں، بے حد خوش ہوں، صفدر بہت اچھے ہیں، بہت محبت کرتے ہیں مجھ سے۔ اتنی محبت کہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔" پل بھر کو ان کے چہرے پر سرخی چھائی تھی۔

"گزری زندگی کا لمحہ مجھے یاد نہیں آتا صفدر نے میرا دامن اپنی چاہتوں سے اس طرح بھر دیا ہے کوئی تشنگی، کوئی آرزو مجھے بے چین نہیں کرتی اور میں ان کے ساتھ بے حد خوش ہوں۔" وہ مطمئن لہجے میں کہہ رہی تھیں اور فیاض کے دل کے کسی گوشے میں جلتی اس کی محبت کی شمع پھڑ پھڑانے لگی تھی۔

❁.....☆.....❁

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس کو وہاں رکھا ہوا اپنا روزمرہ کا سامان بے حد حقیر و بے حیثیت لگ رہا تھا۔

بیڈ، وارڈ روب، رائٹنگ ٹیبل چیئر، ریشمی پردے، فرش پر بچھا کارپٹ جو اس کی پسند کے مطابق ہی فیض محمد لے کر آیا تھا، اس نے اپنی ایک بڑی کمیٹی اس کی پسند پر خرچ کر ڈالی تھی پورے گھر میں اس کا کمرہ خوب صورت تھا اور فاطمہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کے کمرے کی صفائی کرتی تھیں۔ اب وہ بڑے نخوت بھرے انداز میں بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"چند دن کی بات ہے صرف چند دن کی..... میں ان سب ناپسندیدہ چہروں سے جان چھڑا لوں گی، آج میں ساحر سے میرج کرنے کے بعد کروڑ پتی بن گئی ہوں۔ بہت جلد میں ساحر کے ساتھ یہ سب چھوڑ کر چلی جاؤں گی پھر کبھی مڑ کر بھی نہیں دیکھوں گی اپنے بدصورت ماضی کو۔ اس گھر سے اور یہاں کے مکینوں سے میرا تعلق کبھی نہیں ہوگا۔ میں پاکستان سے جانے کے بعد واپس کبھی بھی نہیں آؤں گی۔"

گھر میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں اس کی ماں اور ساس (چچی) بہت خوش و مطمئن تھیں ان سادہ لوح خواتین کو معلوم ہی نہ تھا کہ ان کے اعتبار و اعتماد کی دھجیاں کس بری طرح بکھیر دی گئی ہیں۔

گلفام گھر آیا تو اس کی طبیعت بہتر نہ تھی سانولے چہرے پر عجیب دلگرفتگی و سنجیدگی تھی اس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا

www.paksociety.com

اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا تھا۔ ثریا پیچھے آئی تھیں۔

"گلفام! کیا ہوا ہے بیٹا! جتنی تیزی سے شادی کے دن قریب آ رہے ہیں، اتنے ہی تم نڈھال و پریشان سے آنے لگے ہو، اب کھانے سے بھی انکار کر دیا ہے۔" وہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پریشانی سے استفسار کرنے لگیں۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے امی! میں ٹھیک ہوں۔" وہ ان کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر گویا ہوا۔

"پھر کھانے سے کیوں انکار کیا ہے؟ اگر کوئی بات ہے تو مجھے بتاؤ؟ ماں سے کوئی بات چھپائی نہیں جاتی۔"

"تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی ہے امی!"

"کوئی بات تو ہے میرے بچے! جو تم کو بے چین کیے ہوئے ہے۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہہ رہی تھی۔

"آج کل میں خواب بہت دیکھ رہا ہوں امی! جہاں ہر سو دھواں ہی دھواں ہے، سیاہ دھواں جس میں کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔ روز میں یہی خواب دیکھ رہا ہوں اور میری طبیعت الجھنے لگی ہے پریشان ہو گیا ہوں میں۔" وہ بے حد پریشان لہجے میں بتا رہا تھا۔

"خواب کہاں سچے ہوتے ہیں میرے لال! تم سوچتے بہت زیادہ ہو، پریشان رہتے ہو۔ وہ ہی خواب میں تمہیں نظر آتا ہے۔"

"میں چاہتا ہوں امی! رخ کو شہزادیوں کی طرح رکھوں، میں اس کو اس گھر میں، اس محلے میں نہیں رکھنا چاہتا۔" اس کا لہجہ ماہ رخ کی محبت میں شرابور تھا۔

"ہاں ہاں، ہم سب بھی یہی چاہتے ہیں تم فکر نہ کرو، ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

❁.....☆.....❁

وہ کار سے اتر کر اندر آئی تو طغرل لان میں لگی کے پھولوں کے قریب کھڑا کین پی رہا تھا، پری نے سر سے ڈھلکے والے ریشمی آنچل کو سرعت سے درست کیا تھا اور تیز تیز چلتی ہوئی اس کے قریب سے گزرنا چاہتی تھی، جبھی وہ پکار اٹھا۔

"سارے دن کے بعد اب سامنا ہو رہا ہے ہمارا، سلام دعا کے بغیر ہی تم آگے بڑھ رہی ہو؟ تم ابھی تک خفا ہو مجھ سے۔" میک اپ اور لائٹ جیولری میں وہ بے حد حسین لگ رہی تھی اس پر اس کا گھبرایا گھبرایا کترایا سا وہ انداز طغرل کو بے حد انوکھا و دلفریب لگ رہا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں، میں بھلا کیوں خفا ہوں گی آپ سے۔ مجھے دیر ہو گئی ہے پہلے ہی دادی اماں پریشان ہو رہی ہوں گی میں جاتی ہوں۔" وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی اور طغرل کی نگاہوں نے اس کا وہاں تک پیچھا کیا، جب تک وہ نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گئی تھی۔

بہت عجیب سے اس کے دل میں جذبات ابھرے تھے، ناموس اور انجانے احساسات کے نرغے میں پھنسا خاصی دیر تک کھڑا سوچتا رہا، دل کی کیفیت کو محسوس کرتا رہا کچھ سمجھ نہ آیا تھا وہ کین کو ڈسٹ بن کی طرف اچھال کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

ساری رات عجیب سی کشمکش میں گزری تھی

"پری اچھی لگی تھی؟" اس نے خود سے پوچھا۔

"وہ پہلی لڑکی تو نہیں ہے جو تمہیں اچھی لگی، تمہاری تو پری سے بھی زیادہ حسین لڑکیوں سے دوستی رہی ہے اور تم ان کے حسن کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہے ہو، یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے؟" اس کے اندر کسی

تمسخرانہ انداز میں کہا تھا۔

"لیکن ایسے احساسات تو کبھی نہیں ہوئے تھے کہ اسے دیکھا تھا اور پھر دیکھتے رہنے کی خواہش ابھری تھی۔" اس کا وہ ساری رات اور دوسرا تمام دن بھی اسی سوچ میں گزرا تھا۔

❁.....☆.....❁

"کل تم بھاگ کر آ گئیں میرے ڈریس چینج کر کے آنے کا بھی انتظار نہیں کیا؟" راحیل کی آواز سیل سے ابھری۔

"اوہ! بہت جلدی خیال آ گیا جناب کو؟" عائزہ نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

"یہ میری عادت ہے اتنی جلدی خیال کرنے کی۔"

"شٹ اپ! پورا ایک دن گزرنے کے بعد پوچھ رہے ہو تم اور میں کل ساری رات انتظار کرتی رہی، تمہاری کال کا اور آج دن بھی گزر گیا اور اب تمہیں خیال آ رہا ہے؟"

"اوہ میری جان! ناراض کیوں ہوتی ہو۔" اس کی مسکراتی آواز میں یک دم ٹریجڈی ابھر آئی تھی۔

"کل واش روم میں پاؤں سلپ ہو گیا تھا، اتنا درد تھا کہ سکون ہی نہ مل سکا۔ پورا دن بہت شدید درد تھا۔"

"اوہ سوری! کہیں فریکچر تو نہیں ہوا ہے؟"

"نہیں، بچت ہو گئی۔"

"درد ابھی بھی ہے؟" وہ لمحے بھر میں خفگی بھول گئی۔

"تم سے بات کرنے سے پہلے ہو رہا تھا۔ اب نہیں ہے۔"

"میری باتیں کیا تمہارے لیے پین کلر ہیں؟" عائزہ کا لہجہ محبت کے خمار میں بھیگا ہوا تھا۔

"تم میرے ہر درد کی دوا ہو یار! کس طرح میں بتاؤں تمہیں کہ تم میرے لیے کیا ہو؟" وہ گنگنایا۔

"اوہ مائی گاڈ! اب شاعری مت شروع کر دینا پلیز۔" وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

"ہنس لو جتنا ہنس سکتی ہو میرے جذبات پر ہنس لو۔" دوسری طرف سے ایک گہری آہ بھر کے کہا گیا۔

"مائی گاڈ! میں تم پر کیوں ہنسوں گی بلکہ میں تو بہت خوش ہوں کہ تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو۔" اس نے تڑپ کر اس کی غلط فہمی دور کی تھی۔

"پھر کب آ رہی ہو ملنے؟"

"معلوم نہیں اتنی جلدی موقع تھوڑی ملتا ہے گھر سے نکلنے کا۔ کل کوئی گھر میں نہیں تھا تو ہم آ گئے تھے۔"

"میں کب تک تمہارا انتظار کروں یار! کچھ میری حالت پر رحم کھاؤ، میں لمبی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"تمہارے خیال میں، میں خوش ہوں تم سے دور رہ کر؟" وہ اداس و غمگین لہجے میں بولی۔

"چھوڑ دو گھر کو، ایسے گھر میں رہنے کا فائدہ ہی کیا؟ جہاں اپنی مرضی سے تم کہیں آ، جا نہیں سکتیں۔" بہت محبت بھرے انداز میں اس کو اکسایا تھا۔

"میں کب خوشی سے اس جہنم میں رہ رہی ہوں۔" اس کی ہمدردی پر اس کی آواز نم ہونے لگی۔

"اس دن اس گھر کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کی خاطر ہی میں یہاں سے نکلی تھی، جو طغرل نے سارا پلان مٹی میں ملا دیا تھا اور جب سے ہی وہ میری نگرانی کرنے لگا ہے۔"

"اس کا گیم میں بجانے والا ہوں، تم صرف تھوڑا انتظار کرو۔"

"نا معلوم کب کرو گے میں اس کو بڑی مشکل سے اپنے گھر میں برداشت کر رہی ہوں۔"

عادلہ روم میں داخل ہوئی تھی اور کہنے لگی۔

"بس بند بھی کرو ممی آرہی ہیں ادھر۔"

"اوہ ممی کو بھی ابھی ہی آنا تھا' کچھ دیر بعد نہیں آسکتی ہیں' جا کر کہو نا ان سے وہ کچھ دیر بعد آئیں۔" اس کو سخت غصہ آرہا تھا اس کی مداخلت پر۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا؟" عادلہ نے غصے سے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر آف کرتے ہوئے اس سے بھی زیادہ غصے سے کہا۔

"کیا کہوں گی ممی سے کہ تم راحیل سے محبت کی پینگیں بڑھا رہی ہو اور وہ آکر تمہیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

"ہونہہ..... تم تو ہو ہی میری دشمن' تم بھلا کہاں مجھے خوش دیکھ سکتی ہو۔" وہ سخت بدظن تھی۔

"اگر ایسا ہوتا تو میں کیوں تم کو آکر بتاتی ممی کے آنے کا۔ زبان کھولنے سے پہلے تھوڑا سوچ لیا کرو۔"

"خیر' ممی اتنی بھی ہٹلر نہیں ہیں جو راحیل سے بات کرتے دیکھ کر میرا گلا دبا دیں۔" اس نے موبائل فون وارڈ روب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"جہاں ممی کے میکے کی بات آتی ہے اور اسپیشلی تمہارے فیانسی کی تو وہ ہٹلر ہی بن جاتی ہیں سمجھیں تم؟"

"ارے کیا سمجھایا جارہا ہے ذرا مجھے بھی تو معلوم ہو؟" وہ اندر آتے ہوئے سنجیدگی سے گویا ہوئی تھیں۔

"آئیں ممی! یہاں بیٹھیں۔" عائزہ کی تمام بے زاری وغصہ ہوا ہوگیا تھا۔ وہ پیچھے ہی سب کی برائی کرتی تھی منہ در منہ بات کرنے کا حوصلہ نہیں تھا' بہت محبت سے صباحت کا ہاتھ پکڑ کر سوفے پر بٹھایا تھا۔

"ممی! کل کی پارٹی کیسی رہی؟ پاپا بہت ٹائم بعد آپ کو کسی پارٹی میں ساتھ لے کر گئے تھے۔"

"ساتھ وہ چڑیل بھی تو گئی تھی۔ پاپا کو بہت اس کی محبت بے چین کرنے لگی ہے' پہلے تو اس کی طرف کبھی دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور اب یہ حال ہے کہ پارٹی میں بھی ساتھ لے گئے اس کو۔" عادلہ نے ماں کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ بات تو میں بھی فیل کررہی ہوں' دادی جان کے بعد پاپا بھی پری کو اہمیت بہت دینے لگے ہیں۔"

"وہ تو اس سے شروع سے ہی پیار کرتے ہیں' بس یوں سمجھو جتانے کا حوصلہ نہ تھا ان میں اور گزرتے وقت نے وہ حوصلہ بھی فراہم کردیا ہے' آخر کار وہ ان کی محبت کی نشانی ہے ان کی چہیتی محبوبہ کے بطن سے جنم لیا ہے اس نے۔" صباحت کے لہجے میں سخت جلاپے کا دھواں تھا۔

"ممی! کوئی بات ہوئی ہے؟ آپ پارٹی سے آئی ہیں تو کسی ڈپریشن میں لگ رہی ہیں؟" عادلہ نے پریشانی سے دریافت کیا تھا

"جب سے فیاض سے رشتہ جڑا ہے تب سے زندگی میں ٹینشن کے علاوہ ملا ہی کیا ہے۔ ثنیٰ نے میرا حق ابھی تک غصب کیا ہوا ہے تو دوسری طرف پری میری بیٹیوں کے رشتوں میں کسی مضبوط دیوار کی مانند حائل ہوجاتی ہے۔"

"اب کیا کردیا ہے اس نے؟ کس پرپوزل کی بات کررہی ہیں آپ؟"

"کل رات پارٹی میں عابدی بھائی کے بیٹے سے ملاقات ہوئی' میں تو دیکھتی رہ گئی بے حد ہینڈسم اسمارٹ اور خوش مزاج دو بہنوں کا اکلوتا بھائی' عابدی بھائی کی تمام دولت وجائیداد کا تنہا وارث میں نے تو دیکھتے ہی اس کو اپنی عادلہ کے لیے پسند کرلیا تھا مگر وہ....."

"ممی! آپ ہر کسی کو میرے لیے پسند کرلیتی ہیں؟" عادلہ نے منہ بنا کر احتجاجاً کہا تھا۔

غزل

زندگی شام کی طرح سی ہے
ٹمٹماتا ہوا دیا سی ہے
یہ جو آنکھوں کی کھڑکیاں بند ہیں
ان کے پیچھے اک اداسی ہے
وہ تو پتھر تھے طنز وطعنہ کے
ہم یہ سمجھے مست ہوا سی ہے
اک ٹکڑا ابر مانگا تھا
اور سر پر اب گھٹا سی ہے
اس دنیا سے پیارے بچ کے چل
یہ بہت ہی دل رُبا سی ہے
اس میں کانٹوں کے راستے ہیں بہت
اور پھولوں کی بس اداسی ہے
ہم نے جب بھی کواڑ کھولے ہیں
باہر ماتم کی اک فضا سی ہے
جب تمہیں نیند تک نہیں آتی
گل یہ سمجھو کہ وہ خفا سی ہے

سباس گل..... رحیم یار خان

غزل

اتنا آسان نہیں تیرا یوں مجھ کو بھلا دینا
میں اتنا یاد آؤں گا تُو جتنا بھی بھلائے گا
کبھی میں پیار تیرا تھی تم مجھ کو ساتھ رکھتے تھے
اب دور ہو کتنا پھر بھی پیار میرا ستائے گا
کیوں اتنے خفا ہو کہ مجھ کو تنہا چھوڑ گئے ہو
تیری یاد عمر بھر اداس رکھے گی بتا کب منائے گا
میرے دل کی سرزمین ہے تیرے بنا اداس
بتا کب تو آئے گا؟ کب پاس بلائے گا؟
تو چھوڑ کر تو جارہا ہے مگر سن لے فرحؔ
تو جب بھی لوٹ کر آئے گا مجھے منتظر پائے گا

فرح طاہر قریشی..... ملتان

"ارے وہاں تو پارٹی میں موجود تمام بیگمات اپنی بیٹیوں کو بڑھ چڑھ کر اس سے ملوا رہی تھیں اور لڑکیاں اس کے گلے کا ہار بننے کو مری جارہی تھیں ایک وہ تھا کہ پری کے سوا اس کو کوئی لڑکی ہی نہیں بھا رہی تھی۔"

"اچھا اور پری تو پھولوں نا سا رہی ہوگی؟ پاپا کو دکھائی نہ آپ ان کی نیک پارسا بیٹی کے کارنامے نامعلوم کس طرح ایک جھلک میں ہی مردوں کو اپنا دیوانہ بنا لیتی ہے وہ۔"

"بات تو ایمان داری کی یہ ہے کہ وہ شیری سے ذرا بے تکلف نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے چہرے کی ناپسندیدگی دور سے بھی محسوس ہورہی تھیں اور وہ تو گویا دیوانہ بن گیا تھا پری کو دیکھنے کے بعد اس نے کسی لڑکی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور پری کے آنے کے بعد وہ پارٹی چھوڑ کر چلا گیا تھا حالانکہ مسز عابدی نے اسے بے حد روکنا چاہا تھا۔"

وہ دونوں بیٹیوں کے چہروں کو بغور دیکھ رہی تھیں شاید وہ یہ محسوس کرنا چاہتی تھیں ان کی بیٹیوں کے چہروں پر وہ ملاحت آمیز دلاویزی ورعنائی اور معصومیت جھلکتا وہ حسن کیوں نہیں ہے جو پری کے چہرے سے' اس کے سراپا سے نمایاں ہوتا ہے جو ہر ایک کو اپنی طرف لمحے بھر میں متوجہ کرلیتا ہے۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ خوب صورت نہیں تھیں ان کی بیٹیوں کا بھی شمار خوب صورت لڑکیوں میں ہوتا تھا' فرق صرف یہ تھا کہ انہوں نے اپنی بیٹیوں کو ممتا دی تھی' اس گھر میں انہیں وہ اعتماد ملا تھا جو والدین کی موجودگی سے بچوں کو ملتا ہے اور پری اس اعتماد سے محروم تھی۔ یہی محرومی حزن بن کر اس کی شخصیت پر چھا گیا تھا اور اسے سنجیدگی وتکلف کے خول میں مقید کرگیا تھا' اس کا یہ اجتناب وگریز صنف مخالف کے

لیے پرکشش تھا تو صباحت جیسے لوگوں کے لیے باعث صدمہ تھا۔

"آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں ممی! اب ایسا بھی کوئی اس دور میں عاشقانہ مزاج نہیں رکھتا کہ ایک ہی نظر میں محبت کرنے لگے' کسی سے اور وہ بھی پری سے۔" عائزہ نے بے پروائی سے کہا۔

"یہی تو بات ہے جو میری بھی سمجھ میں نہیں آتی ہے اس سوکھی سڑی لڑکی میں ایسی کیا کشش ہے جو لوگ کھنچے جاتے ہیں اس کی طرف' طغرل کو پہلے اس نے اپنے چنگل میں کیا اور اب وہ شیری!"

"آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ممی! جس طرح لوگ اس کی طرف بڑھتے ہیں جب ان کو حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ اس کی ممی کو طلاق ہو چکی ہے سن کر دور ہٹ جاتے ہیں' ہمارے معاشرے میں نابیوہ کی اور نا ہی طلاق یافتہ عورت کی کوئی عزت اور وقار ہے۔" عادلہ نے اعتماد بھرے لہجے میں کہا۔

❁.....☆.....❁

اماں جان کو بالکل بھی توقع نہ تھی کہ مذنہ اس طرح ان کو ٹکا سا جواب دے دیں گی' ان کے دل میں پہلے دن سے ہی آرزو تھی' پری کو طغرل کی دلہن بنانے کی' اس ارمان کو پالنے میں ایک دو دن نہیں کئی سال لگے تھے۔

جس کا جواب چند لمحوں میں ان کو مل گیا تھا اور وہ اندر ہی اندر کسی کانچ کی طرح ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں وہ اگر من مانی کرنے والی ساس کی طرح ہوتیں تو مذنہ سے بالا ہی بالا اپنے بیٹے سے اپنی اس خواہش کا اظہار کر سکتی تھیں اور ان کو یقین تھا وہ ماں کی بات کبھی رد نہیں کرتے اور مذنہ کی مجال نہ تھی ان کے آگے منہ کھولنے کی' مگر وہ چاہتی تھیں ان کی پری سسرال میں وہ تمام محبتیں و پیار وصول کرے' جو خوشی خوشی بیاہ کر لے جانے والے لوگ اپنی بہو کو دیتے ہیں۔

"دادی جان! چائے لاؤں آپ کے لیے؟" پری جوان کو خاصی دیر سے سوچوں کی عمیق گہرائیوں میں غوطہ زن دیکھ رہی تھی قریب آ کر استفسار کرنے لگی۔

"ہوں..... چائے؟ رہنے دو جی نہیں چاہ رہا ہے۔"

"آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا دادی جان! کل رات سے آپ مجھے بے حد پریشان لگ رہی ہیں' کیا بات ہے؟" وہ متفکر سی ان کے قریب بیٹھ کر گویا ہوئی۔

"ٹھیک ہوں' میری کسی سے کیا بات ہوگی بیٹی؟"

"کوئی بات ضرور ہے دادی جان! آپ کچھ چھپا رہی ہیں میں کل گئی تھی تو آپ بہت خوش تھیں اور واپسی پر بالکل ہی خاموش تھیں آپ۔ آپ نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ پارٹی کیسی رہی؟ وہاں جا کر مجھے کیسا لگا؟ وہ لوگ کیسے تھے؟" وہ بضد ہوئی تو اماں کو بھی احساس ہوا کہ ان کی دلگرفتہ و افسردہ کیفیت پری کو بے چین کر رہی ہے قبل اس کے کہ وہ صورت حال کی تہہ تک پہنچے انہیں خود کو سنبھال لینا چاہیے۔

"مجھے کہہ رہی ہو تم خود کو تو دیکھو جب سے آئی ہو چپ چاپ ہو کیا وہاں کسی سے جھگڑا ہوا ہے تمہارا؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"جی ہاں دادی جان! جھگڑا ہوا تھا میرا....."

"ارے جھگڑا ہوا تھا سچ مچ' مگر کس سے بھئی؟" وہ شدید درطہ حیرت میں مبتلا ہوئی تھیں۔

"عابدی انکل کے بیٹے سے' اس نے بنا اجازت میری تصویریں لی تھیں' میں تو اس کے تھپڑ لگانے والی تھی وہ تو آنٹی اور نائلہ آپی وہاں آ گئی تھیں' اس لیے بچ گیا وہ۔" اس کے لہجے میں بے زاری و ناپسندیدگی ابھی بھی موجود تھی۔

"تمہاری تصویریں بنائی ہیں اس نے مگر کیوں؟"

"معلوم نہیں اس نے ایسی گھٹیا حرکت کیوں کی ہے؟ میں نے آنٹی سے شکایت کی ہے اس کی تو وہ کہنے لگیں میں پریشان نہیں ہوں' وہ میری تصویریں جلد مجھے دے دیں گی۔"

"لو بھئی یہ طریقے تو اچھے لوگوں کے نہیں ہوتے ہیں۔" بڑا تو ان کو بھی لگا مگر اس کو تسلی دیتے ہوئے بولیں۔

"تم فکر مت کرو' اب تو دستور ہی بدل گئے ہیں جو باتیں پہلے فضول اور عیب سمجھی جاتی تھیں' وہ اس بدلتے دور میں اچھائی میں شمار ہوتی ہیں' اس لڑکے کی نیت میں کھوٹ نہیں ہوگا' وہ جانتا ہے تم فیاض کی بیٹی ہو اور فیاض کی وہ لوگ بے حد عزت کرتے ہیں۔ چند دن صبر سے بیٹھ جاؤ اگر تصویریں نہ آئیں تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کے وہیں جا کر جوتے لگاؤں گی اور ایسے لگاؤں گی کہ ساری زندگی اس کو یاد رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے دادی جان! میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔"

کمرے کے باہر سے قدموں کی آہٹیں گونج رہی تھیں اور وہ جانتی تھی آنے والا کون ہے' اس کے آنے سے پہلے وہ یہاں سے نکل جانا چاہتی تھی سو گیلری والے دروازے سے وہ تیزی سے نکل گئی تھی۔

"یہ کس بدبخت کو جوتے لگانے کی پلاننگ ہو رہی ہے دادی!" اس نے کمرے میں قدم رکھا تھا اور پری کمرے سے باہر' مگر اس کی نگاہوں سے تیزی سے نکلتی پری کا دھانی آنچل اوجھل نہ رہ سکا تھا وہ متجسس سا ان کے قریب بیٹھ گیا تھا۔

"کل رات جب تم بہو کے ساتھ گئے ہوئے تھے تب ہی فیاض بھی صباحت اور پری کو اپنے ساتھ اپنے دوست کے ہاں تقریب میں لے گیا میں تو فیاض کو بیٹی کی طرف واپس آتے دیکھ کر بہت خوش ہوں وگرنہ وہ پری کو ایک نگاہ دیکھتا بھی نہیں تھا۔"

"عائزہ اور عادلہ بھی گئی تھیں انکل آنٹی کے ہمراہ؟" وہ قدرے چونک کر گویا ہوا تھا۔

"نہیں وہ کسی سہیلی کی سالگرہ میں گئی تھیں۔"

"کس سہیلی کی؟ کس جگہ دادی جان!" طغرل کو عائزہ پر بالکل اعتماد نہیں تھا۔

"اللہ جانے بیٹا! کہاں کہاں اور کس کس جگہ پر ان لڑکیوں نے سہیلیاں بنائی ہوئی ہیں' فیاض تو بہت نگرانی کرنے والا باپ ہے مگر وہ صباحت کی بے پروائی ہے ساری جو فیاض سے بلا اجازت ہر جگہ جوان جہان بچیوں کو بھیج دیتی ہے۔" اس کی سوچوں سے بے خبر وہ بولے جا رہی تھیں۔ "اتنا نازک وقت آ گیا ہے شرافت و لحاظ مروت کا دور ہی نہیں رہا۔ کل پارٹی میں عابدی کے بیٹے نے بنا اجازت پری کی فوٹو اتار لیں۔"

"جی! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

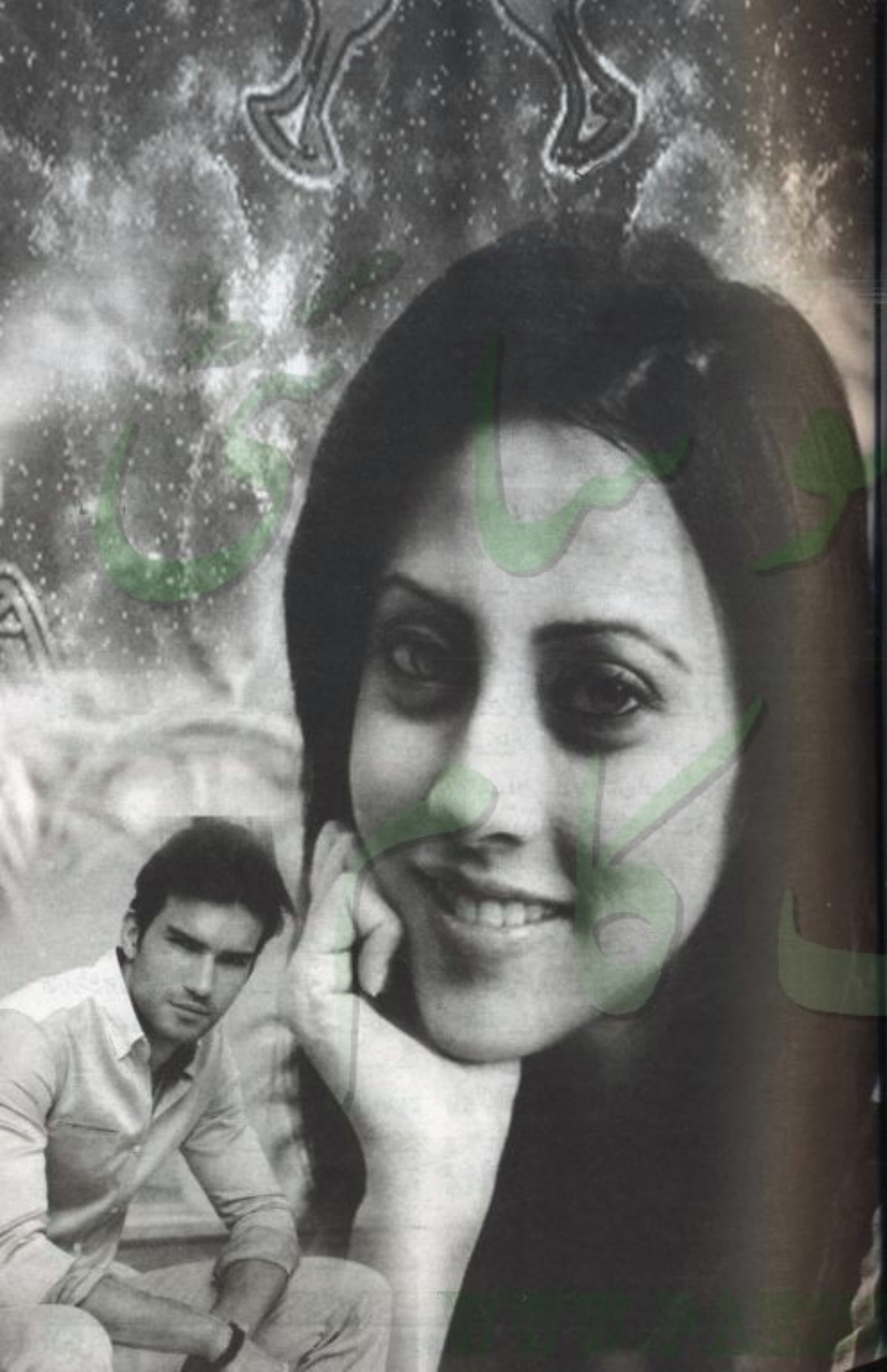

من کے دریچے

عابدہ سبین

زندگی کی راہ میں اسے سوچتے ہیں ہم
محبتوں کی چاہ میں اسے چاہتے ہیں ہم
وہ نگاہ جس کا التفات کبھی بھولتے نہیں
اسی اک نگاہ سے ہر شام پگھلتے ہیں ہم

اس حویلی نما گھر کی طرز تعمیر پرانی سہی' مگر اس کے مکینوں کی سوچ اتنی پرانی ہرگز نہیں تھی جتنا کہ اس کی مما نے بنا رکھی تھی۔ رسم و رواج کے پابند' پردہ و پرہیز' ایک دوسرے سے محبت اور لحاظ' دوسروں کے لیے ہمدردی اور خلوص اور بزرگوں کے حکم کی پاسداری۔ ہاں شاید انہی چیزوں کو مما پرانی سوچ اور گھٹیا ذہنیت کا نام دیتی تھیں کیونکہ ان کے گھر کے ماحول میں تو یہ سب تھا ہی نہیں۔ ڈیڈ اور بھیا کو اپنے بزنس سے فرصت نہ تھی' مما کے اپنے ہی مشاغل تھے۔ رات کو سونا' دوپہر کو اٹھنا' پھر یوگا' ناشتا اور پھر پارلر' انہیں رات میں روز ہی کسی پارٹی میں جانا ہوتا تھا۔ مما کی اتنی ساری فرینڈز تھیں' روزانہ ہی کسی کے گھر پارٹی ہوتی تھی' کبھی ڈیڈ کی بزنس پارٹیاں' جن میں وہ بڑے شوق سے شرکت کرتی تھیں۔ اس کی مما ایک الٹرا ماڈرن خاتون تھیں' بچوں کے لیے ان کے پاس کبھی وقت نہیں رہا اور ڈیڈ! مما کے مقابلے میں کچھ خیال رکھنے والے بچوں کو توجہ دیتے تھے اپنی مصروف زندگی میں سے..... ہاں یہ ضرور تھا کہ ڈیڈ چھٹی والے دن کہیں نہیں جاتے تھے' سارا ٹائم گھر پر رہتے' شاید اسی لیے ان دونوں بہن بھائیوں کے دل میں ماں باپ کی طرف سے بدگمانی نہیں تھی' جو اکثر بچوں میں ہوتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ڈیڈ بنیادی طور پر اس چھوٹے سے گاؤں سے تعلق رکھتے تھے' شہر کی دنیا میں جا کے بُری طرح خود کو مگن کر کے مما جیسی ماڈرن بیوی کے ہوتے بھی ان کے اندر وہ تمام تر تہذیب و تربیت موجود رہی جو اس گاؤں کی خاصیت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنی مما سے کہیں زیادہ وہ ڈیڈ کے قریب تھی' البتہ اس کا بھائی بالکل مما پر گیا تھا لیکن احزاز شاہ کے مزاج میں ڈیڈ کی تربیت ضرور موجود تھی' اپنے بھائی کے بارے میں سوچتے ہوئے اس کے لب مسکرا دیے۔

"خیریت مس کشف نواز! خود بخود مسکرایا کیوں جا رہا ہے؟" مدیحہ کی آواز پر یکدم وہ چونکی پھر ہنس دی۔

"یونہی فارغ بیٹھی تھی سوچا اچھی اچھی باتیں یاد کرلوں۔"

"اوکے! لو چائے....." یہاں شام کی چائے بہت کم لوگ پیتے تھے' خاص طور پر بزرگ سوائے دادی جی کے مگر اس کا شام کی چائے کے بنا گزارا نہیں تھا۔ مدیحہ' حماد احسن وہ اور دادا جی' صرف چار بندے تھے ایسے جو اس وقت چائے پیتے تھے' دادی ماں خلاف تھیں اس جان جلانے والی بیماری کے.....

"آج حماد نہیں آیا اب تک.....؟"

"وہ تو آج شہر گیا ہے' صبح ہی آئے گا۔ میرے پیپرز شروع ہونے والے ہیں ناں ڈیٹ شیٹ لینے گیا ہے۔"

"مدھو! تم کالج میں ایڈمیشن لے لو نا!"

"توبہ کرو یار! تمہیں نہیں پتا اماں کو میرا میٹرک کے بعد پڑھنا بہت بُرا لگتا ہے۔ حماد بھائی نے صرف اپنی ضد پر مجھے بی اے کرایا ہے۔"

"کیا.....؟ دادی اماں تعلیم کے خلاف ہیں؟"

"نہیں! اعلیٰ تعلیم کے خلاف ہیں۔ یہاں گاؤں میں کئی سال پہلے دو لڑکیوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی مگر بعد میں ان کے غلط قدم اٹھانے پر اب لوگ لڑکیوں کو زیادہ پڑھانے سے ڈرتے ہیں' صرف میٹرک تک اسکول ہے یہاں اور اتنی ہی ہمیں اجازت ہے۔"

"یار مدھو! یہ ہمارے معاشرے کا بہت بڑا المیہ ہے۔ چند لڑکیوں کے غلط فیصلوں کی سزا ہم معاشرے کی تمام لڑکیوں کو دیتے ہیں۔"

"سو تو ہے کشف! مگر غلط بھی تو ہم جیسی لڑکیاں کرتی ہیں۔ پھر چاہے عمر بھر اپنے فیصلے پر پچھتاتی رہیں۔"

"مدھو! تم لو میرج کے خلاف ہو؟" کشف نے سوال کیا۔

"پتا نہیں کشف! مگر میرے خیال سے محبت صرف شادی کے بعد بہتر ہے۔ اس سے پہلے صرف جذباتیت ہوتی ہے اور بس.....!"

"یعنی ہمارے ماں باپ اگر کسی ایسے بندے سے ہمارا رشتہ جوڑ دیں جس کے بارے میں ہم جانتے تک نہ ہوں اور اس کا مزاج' خاندانی پس منظر یہ سب تمہارے نزدیک بہتر ہے؟"

"نہیں کشف! میں اس چیز کے خلاف نہیں ہوں۔ ہر انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے اپنا نکتہ نظر ہوتا ہے۔ ہمارے ماں باپ ہمارے لیے کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو یقیناً ہر طرح سے جانچ کر ہمارے اچھے بُرے کا سوچ کر کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر ماں باپ کو اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر ہوتی ہے۔ لڑکیاں جب پیدا ہوتی ہیں تب سے ہی ماں باپ کو ان کی فکر ستانا شروع ہو جاتی ہے۔

"مدھو! تم ٹھیک کہہ رہی ہو بالفرض میں تمہاری ہر بات مان بھی لوں مگر تمہارے اندر بالکل بھی یہ خواہش نہیں ہے کہ اگر تمہارے والدین تمہارے لیے جو لڑکا منتخب کرتے ہیں' تم اسے دیکھو' اس سے بات کرو تاکہ اس کا مزاج' سوچ اور طبیعت کا تمہیں اندازہ ہو جائے۔ اس کی پسند ناپسند معلوم ہو جائے' اس طرح آنے والی زندگی سہل ہو جاتی ہے۔"

"کشف! میرے نزدیک زندگی کی خوب صورتی اسی چیز میں ہے' بالفرض میرے والدین میری شادی ایسے انسان سے کرتے ہیں جسے میں شروع سے جانتی ہوں اس کی سوچ' پسند ناپسند ہر چیز کا مجھے علم ہو تو پھر شادی کے بعد کی اور شادی کے پہلے کی زندگی میں کیا فرق رہ جائے گا؟ ایک ایسے انسان سے رشتہ جڑنا' جس کی ہر بات ہر سوچ میرے لیے نئی ہو' دھیرے دھیرے اس کے مزاج کے ہر موسم سے مجھے آشنائی ہو' ہر گزرتے دن میں اس کی پسند مجھے پتا چلے تو زندگی کتنی اچھی لگے گی کہ اس شخص کے ساتھ بھلے عمر گزارنی ہے' پرت در پرت دھیرے دھیرے ہم ایک دوسرے کو سمجھیں اور جانیں اور جب مزاج آشنائی ہو گی تو زندگی خود سہل ہو جائے گی۔"

"اور اگر پسند ناپسند پر روز تکرار ہو' چھوٹی چھوٹی باتوں پر روز ہی بحث یا جھگڑا ہو تو پھر.....؟"

"یہ تو زندگی کا حصہ ہے کشف! لڑائی جھگڑے تو ان لوگوں میں بھی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کو جان کر سمجھ کر شادی کرتے ہیں۔"

"اُف خدایا مدیحہ! تم بہت حیرت انگیز بات کر رہی ہو۔" کشف سر تھام کر بولی۔

"دراصل کشف! تمہارے اور میرے ماحول اور سوچ میں جو فرق ہے اس وجہ سے شاید ہم ایک دوسرے کو اپنی بات نہیں سمجھا سکتے۔"

"تو کیا ہوا مدھو! تب بھی میری بس یہ ہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ہر خواہش پوری کرے اور تمہیں ایسا ہی

انسان ملے جس کے ساتھ تم خوش رہو۔" ان اختلافات کے باوجود مدیحہ اسے بہت پسند تھی' تب ہی تو صرف ایک ہفتہ میں ان دونوں میں اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ یہاں آ کر اس نے اپنا جیون ساتھی چن لیا ہے۔ حماد احسن کی صورت میں اس نے اپنے خوابوں کی تعبیر پالی ہے' اب صرف گھر جا کے ڈیڈ اور مما سے بات کرنا باقی تھی۔

"بہت یاد کروں گی میں تمہیں کشف! تمہارے آنے سے میری بوریت دور ہو گئی تھی۔ اچھی دوست مل گئی تھی اب جانے کب ملاقات ہو؟"

"ان شاء اللہ بہت جلد ملیں گے مدھو! اور کبھی نہ بچھڑنے کے لیے....." اس کی آنکھوں کی چمک اور لبوں کی کھلتی مسکراہٹ پر مدیحہ بھی مسکرا دی۔

"مگر کیا انکل آنٹی مان جائیں گے؟"

"ڈیڈ تو بخوشی مان جائیں گے مگر مما اور بھائی کو تھوڑا ٹائم لگے گا لیکن ہونا تو وہی ہے نا جو میری خواہش ہے۔"

"اللہ کرے!" مدیحہ نے دل سے دعا کی اگر کشف نواز کے روپ میں اسے اچھی بھابی مل جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے۔

"چلو کشف! ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔" حماد اسے چھوڑنے جا رہا تھا۔ وہ سب سے مل کر اس کے ہمراہ چل پڑی۔ اس کے آنے سے سب جتنے خوش تھے' اس کے جانے پر دکھی بھی تھے۔ اسٹیشن تک وہ خاموش رہے تھے مگر ٹرین میں بیٹھتے ہی وہ حماد احسن کی اتری صورت دیکھ کر ہنس دی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"

"کشف! مجھے نہیں لگتا ہم دونوں نے مل کر زندگی گزارنے کے جو خواب دیکھے ہیں وہ کبھی حقیقت ہوں گے؟ تمہارے اور ہمارے درمیان ماحول کی یہ دوری....."

"حماد احسن پلیز! میں نے خواب نہیں دیکھے سوچ سمجھ کر کھلی آنکھوں سے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ ڈیڈ میرا ساتھ دیں گے۔ باقی مجھے کسی کی پروا نہیں۔ میں اپنی زندگی مما کے سر پھرے بے ہودہ لڑکوں کے ساتھ نہیں گزار سکتی۔ ساری عمر اس ماحول میں رہنے کے باوجود حماد مجھے وہ ماحول نہیں بھاتا۔ میں وہاں سے دور جانا چاہتی ہوں' پُرسکون اور صاف ستھرے ماحول میں..... بناوٹ اور جھوٹ کے اس ماحول میں جہاں صرف ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لیے لوگ ہر اچھے بُرے کام کر گزرتے ہیں۔" وہ جذباتی ہو گئی۔

حماد نے اس کے نرم نازک ہاتھ پر مضبوط ہاتھ دھرتے ہوئے کہا۔ "میرا مقصد یہ نہیں تھا۔"

"مجھے پتا ہے تمہارے دل میں خوف ہے لیکن حماد! کم از کم میرے ارادوں کو یوں کمزور مت کرو۔ مجھے پتا ہے شہر کے اور یہاں کے ماحول میں فرق ہے لیکن تم تو یہاں کے عام لوگوں کی طرح نہیں ہو نا! تم ایک ڈاکٹر ہو' سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔ میرے ڈیڈ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟ ان کی تو خود یہ خواہش تھی میرا ہاؤس جاب مکمل ہو جائے تو وہ میری شادی کسی اچھے ڈاکٹر سے کر دیں گے۔ اس چیز سے کیا فرق پڑتا ہے کہ تم کسی شہر کے بڑے اسپتال کے بجائے یہاں گاؤں کے لوگوں کی خدمت کر رہے ہو۔"

کشف نہیں چاہتی تھی کہ حماد احسن اور اس کے درمیان کوئی بھی چیز وجہ اختلاف بنے۔ وہ ایک حقیقت پسند لڑکی تھی اور تمام تر حقیقتوں کو سمجھ کر اس نے یہ فیصلہ کیا تھا۔

❁.....☆.....❁

"کشف بیٹا! اگر تم نے یہ فیصلہ صرف میری ذات کے سبب کیا ہے تو میں خوش ہوں مگر میں اتنا خود غرض نہیں ہوں بچے! میں سمجھتا ہوں تمہاری تربیت اور پرورش جس ماحول میں ہوئی ہے وہ گاؤں کے ماحول سے بالکل الگ ہے۔ محض پندرہ دن گزار کر تم اتنا بڑا فیصلہ کر رہی ہو؟ یہ محض جذباتی فیصلہ ہے۔"

"نو ڈیڈ! حماد احسن کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ محض وقتی یا جذباتی نہیں ہے۔ میں نے تمام تر حقیقتوں کو

مدِ نظر رکھا ہے اور پھر ڈیڈ وہ بھی تو ڈاکٹر ہے میری طرح۔ یہ ہی خواہش تو تھی آپ کی..... ڈیڈ زندگی بھر پیسہ کمانا ہی تو مقصد حیات نہیں ہوتا۔ پیسے کی کمی مجھے یہاں ہے اور وہاں ہوگی۔ حماد احسن انسانیت کے لیے وہاں کے لوگوں کی ہمدردی میں ان کی خدمت کررہا ہے اور میں بھی چاہتی ہوں کہ میں بھی ان لوگوں کے لیے کچھ کروں اور رہی اس ماحول میں ایڈجسٹ کرنے کی بات تو مجھے وہاں کا پُرسکون ماحول یہاں سے اچھا لگتا ہے۔ یقین کریں ڈیڈ! یہ فیصلہ میں نے سوچ سمجھ کر کیا ہے اور اس امید پر کہ آپ میرا ساتھ دیں گے۔"

"بچے! مجھے صرف تمہاری خوشی عزیز ہے اور بس! اگر تم خوش ہو تو وہی ہوگا جو تمہاری خواہش ہے۔" ڈیڈ نے اسے تسلی دی تو وہ مسرور ہوگئی لیکن دھماکا تو ہونا تھا۔ جب مما کو یہ بات پتا چلی تو وہ فوراً ہی اس کے سر پر آ کھڑی ہوئیں۔ اتفاق سے بھیا بھی گھر پر تھے۔

"تم پاگل ہوگئی ہو کشف! اس گندے ماحول میں پندرہ دن گزار کر میری ساری تربیت پر پانی پھیرنا چاہتی ہو؟ کیا چاہتی ہو تم کہ تمہاری مما تاعمر تمہاری شکل نہ دیکھیں؟ میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی' ویسے بھی میں نے مسز بخاری سے کہہ دیا ہے دانیال بخاری کے لیے۔"

"مما! یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ میں فیصلہ کرچکی ہوں' میں صرف حماد احسن سے شادی کروں گی۔"

"آخر ان پست ذہن لوگوں نے تم پر کیا جادو کردیا ہے جو تم ہماری بیٹی ہی نہیں رہیں؟"

"خدا کے لیے مما! اتنی الٹرا ماڈرن ہیں آپ' اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے' شہر کے جدید ماحول میں رہتی ہیں' ہائی سوسائٹی میں آپ کا نام ہے اور سوچ آپ کی کیا ہے؟ جادو ٹونے..... خدایا! مما وہ لوگ پست ذہن ہوں نہ ہوں مگر اس طرح کی باتیں نہیں سوچتے۔"

"بس یہ ہی ڈر تھا مجھے اتنی دیر تمہارے باپ کو اس گندے ماحول سے الگ کرنے میں لگی تھی اور اب تم چار دن رہ کر آئی ہو تو تمہاری زبان پر بھی ان کا ہی اثر ہے۔ لیکن کان کھول کر سن لو' میں ہرگز تمہاری شادی وہاں نہیں کروں گی۔ میں ابھی مسز بخاری کو فون کرتی ہوں کہ وہ دانیال اور تمہاری منگنی کی تیاری کریں۔" ان کا انداز ایسا فیصلہ کن تھا کہ ڈیڈ کو مخالفت کرنی پڑی۔

"سلمیٰ پلیز! ہر بات کو ضد اور انا کا مسئلہ مت بنایا کرو۔ ہمارے لیے ہمارے بچوں کی خوشیاں سب سے اہم ہیں۔"

"اگر وہ کنویں میں چھلانگ لگانا چاہیں تو لگانے دوں شاہ نواز احمد!" وہ تلملا کر بولیں۔

"ساری عمر تمہاری میرے خاندان سے نفرت برقرار رہی ہے لیکن آج میں اپنی بچی کی خوشیاں تمہاری نفرت کی بھینٹ نہیں چڑھنے دوں گا۔" ڈیڈ کو شدید غصہ آ گیا اور وہ دونوں بہن بھائی جانتے تھے کہ ڈیڈ دل کے مریض ہیں' غصے سے ان کی طبیعت بگڑ جاتی ہے سو جہاں کشف لپکی وہیں احزاز شاہ بھی اٹھ کر آیا تھا۔

"ڈیڈ پلیز! آپ غصہ نہ کریں اور مما! اگر کشف نے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کیا ہے تو آپ کو کیوں اعتراض ہے؟ وہ بچی نہیں ہے اپنا اچھا برا سمجھتی ہے۔" وہ پہلی بار اس سارے معاملے میں بولا تھا۔

"احزاز تم بھی؟ ارے یہ دونوں باپ بیٹی پاگل ہوگئے ہیں' کم از کم تم تو میرا ساتھ دو۔"

"ہاں ہیں ہم پاگل..... لیکن سلمیٰ بیگم! اب تم بھی کان کھول کر سن لو' جو کشف چاہتی ہے وہی ہوگا۔ میں دیکھتا ہوں کون مجھے منع کرے گا۔" ڈیڈ چیخ کر بولے مگر اگلے ہی پل سینہ تھامنے لگے۔ مما پیر پٹختی اندر چلی گئیں اور وہ دونوں بہن بھائی ڈیڈ کی طرف متوجہ ہوگئے۔ آرام سے ان کے کمرے میں لٹا کر انہیں دوائیں دے کر جب وہ باہر آئے تو احزاز شاہ بولا تھا۔

"کشف! یہ ساری زندگی کا معاملہ ہے' کیا تم نے اچھی طرح سوچ لیا ہے' تم وہاں لائف گزار سکتی ہو؟"

"یس برادر! میں نے بہت اچھی طرح سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔

"اوکے' تمہاری مرضی! میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" احزاز یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا اور وہ مسکرادی یعنی بھیا بھی مان گئے' مما بھی مان ہی جائیں گی۔

❁.....☆.....❁

ڈیڈ کی طبیعت سنبھل نہیں رہی تھی کیونکہ روز ہی اسی مسئلے کو ڈسکس کیا جاتا تھا۔ افسوس کشف کو مما کے توہین آمیز رویے پر ہوتا تھا۔ مما تو ان لوگوں کو انسان ہی نہیں سمجھتی تھیں۔ اپنے سسرال سے ہر عورت کو ہی شکایت ہوتی ہے۔ مگر مما کو تو ان سے نفرت تھی' وہ بھی انتہا درجے کی اور اس کی وجہ اسے سمجھ نہیں آتی تھی' اگر ان سے اتنا چڑتی تھیں تو ڈیڈ بھی ان میں سے ہی تھے پھر مما نے انہیں کیسے قبول کرلیا تھا۔ ٹھیک ہی کہتا تھا حماد احسن۔ "کشف! جتنا آسان تم سمجھ رہی ہو یہ سب اتنا آسان ہے نہیں۔"

اب واقعی اسے سمجھ آیا تھا کہ حماد احسن نے اپنی پوری تعلیم شہر میں مکمل کی مگر کبھی ان کے گھر کیوں نہیں آیا حالانکہ وہ ان کا سگا پھوپی زاد تھا۔ مما نے کتنے پیار بھرے رشتے ان سے ہمیشہ دور رکھے تھے۔ پھوپو' اماں' بڑے ابا' چاچو..... صرف بڑے چاچو تھے جو ان کے گھر آتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھی اپنی حقیقت بھول کر شہر کے اس دوغلے ماحول میں رچ بس گئے تھے۔

وہ بظاہر ناشتا کررہی تھی' آج اس کی ڈیوٹی آف تھی اور کچھ اپنی ذہنی پریشانی کی وجہ سے وہ کمرے سے ہی نہیں نکلی تھی مگر ذہن کہیں اور ہی الجھا ہوا تھا۔ ڈیڈ اور بھیا بھی ناشتے کے بعد اخبار دیکھ رہے تھے۔ مما اب تک سو کر نہیں اٹھی تھیں۔ ناشتے کے بعد وہ ڈیڈ کے پاس آ بیٹھی جو اس کا مرجھایا چہرہ دیکھ چکے تھے۔

"کشف! بچے تم ٹھیک تو ہو؟"

"یس ڈیڈ!" بظاہر بے پروائی سے کہہ کر اس نے ٹیبل پر دھرا اخبار اٹھالیا۔

"مجھے پتا ہے بیٹا! تم اداس ہو' مگر فکر مت کرو' تم جیسا چاہو گی وہ ہی ہوگا۔"

"مگر ڈیڈ! میں مما کی مرضی کے بنا یہ کیسے کرسکتی ہوں؟ میری خواہش ہے کہ میری اس خوشی میں تمام لوگ دل سے شامل ہوں لیکن مما.....؟"

"ایک بات کہوں اگر اپنی مما کی رضامندی کی فکر کرو گی تو یہ خواہش چھوڑ دو۔ جس عورت نے مجھ سے میرا ہر رشتہ چھڑوا دیا' میری ماں' باپ' بیوہ بہن' چھوٹا بھائی..... اور اسے اس چیز پر ذرا پشیمانی نہیں تو وہ تمہیں بھی ان لوگوں سے ملنے نہیں دے گی۔" ڈیڈ آزردہ لہجے میں بولے۔ احزاز نے کبھی ان باتوں پر غور نہیں کیا تھا پر آج وہ بھی سن رہا تھا۔

"ڈیڈ! مما کیوں اتنا برا سمجھتی ہیں ان لوگوں کو؟"

"کیونکہ تمہارے گرینڈ فادر یعنی نانا اور میرے بابا دونوں سگے بھائی ہیں۔ تمہاری ماں شروع سے اسی ماحول کی عادی تھی۔ اس کے والد نے اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی مجھ سے کردی مگر وہ ہمارے گھر میں اور وہاں کے سادہ ماحول میں رہ نہ سکی۔ کوشش کرتی تو شاید رہ بھی سکتی تھی مگر تمہاری ماں کو تو یہ لگتا تھا کہ اس کی زبردستی شادی کرکے سب نے اس سے دشمنی نکالی ہے' وہ نا صرف اپنے والدین سے بلکہ میرے گھر کے ہر فرد سے خفا تھی۔ مجھ سمیت میرے تمام گھر والوں سے نفرت کرتی تھی' ہمیں جاہل' اجڈ' گنوار' ان پڑھ جانے کن کن لفظوں سے نوازتی۔ اماں بی نے سب سہہ لیا کیونکہ وہ ان کے جیٹھ کی بیٹی تھی لیکن تمہاری ماں کی دن بدن بڑھتی نفرت نے میرے اندر لاوا بھر دیا اور ایک دن میں غصے میں اسے لے کر شہر آیا اور اس کے ماں باپ کے گھر چھوڑ گیا۔ میرے تایا مجھے روکتے رہے مگر میں نہیں رکا۔ گھر پہنچا تو میرے ماں باپ الگ مجھ پر برس پڑے کہ میں نے غلط کیا بلکہ اگلے دن ہی وہ مجھے لے کر بھائی کے گھر شہر آ گئے' ان سے معافی مانگی اور تمہاری ماں کو منایا کہ گھر چلے لیکن تمہاری ماں نے صاف منع کردیا۔ بیٹا! ہمارے بزرگ یہ رشتہ ختم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ دو بھائی الگ ہونا نہیں چاہتے تھے' اس لیے ابا جی نے تمہاری ماں سے پوچھا کہ وہ کیا چاہتی ہے اور اس نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ

"اگر وہ اپنے بیٹے کا گھر بسانا چاہتے ہیں تو اس کو یہاں شہر میں رہنے کی اجازت دیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میرے گھر کے کسی فرد کو مجھ سے ملنے آنے کی اجازت نہیں ہوگی' میں چاہوں تو خود گاؤں جاکے مل سکتا ہوں۔" مجھے یہ شرط قطعاً منظور نہ تھی مگر اباجی نے ان کی یہ بات بھی مان لی کہ میرا گھر نہ اجڑے' وہ نہیں سمجھ سکے کہ گھر دل سے بستے ہیں اور جب دلوں میں جگہ نہ رہے تو گھر نہیں بستے..... میں نے ان کی بات تو مان لی مگر ان سے شدید خفا ہوگیا' جب تک تایا رہے' مجھے سمجھاتے رہے' سلمٰی سے بھی باز پرس کرتے رہے' مگر ان کے گزر جانے کے بعد سلمٰی کو کسی کی پروا نہیں رہی۔ مجھے تو پہلے ہی کچھ نہ سمجھتی تھی تایا جی کے بعد ان کا کاروبار میرے کندھوں پر آ گیا اور یوں میں بھی اس مصروف ترین زندگی کا حصہ بن گیا۔ تم دونوں نہ ہوتے تو شاید میں کب کا چلا جاتا کیونکہ تمہاری ماں کو نہ گھر کی فکر ہے نہ شوہر اور نہ بچوں کی..... وہ صرف اپنی ذات کے لیے جیتی ہے۔ ایسے میں اگر میں کوئی غلط فیصلہ کرتا تو تم دونوں کی زندگی تباہ ہوجاتی اور میں اپنے بچوں کو کوئی دکھ نہیں دینا چاہتا تھا۔ میں نے تمہاری ماں کو اس کے حال پر چھوڑ دیا اور اپنے آپ کو کاروبار اور بچوں میں مگن کرلیا۔ ماں باپ سے خفا تھا سو مڑ کر وہاں بھی نہیں گیا لیکن تم نے خواہش کی جانے کی تو تمہیں منع بھی نہیں کیا۔" پہلی بار ایسا ہوا کہ اس نے ڈیڈ کو اتنا کمزور شکست خوردہ دیکھا تھا۔ ان کی آنکھوں کے گوشے نم تھے۔ ہاں یہ سچ تھا کہ ڈیڈ کی توجہ اور محبت پاکر ہی وہ بڑے ہوئے تھے' مما کی اپنی مصروفیت تھی' ان کے پاس تو شاید اپنے بچوں کے لیے وقت بھی نہیں تھا۔

"ڈیڈ پلیز.....!" احزاز اٹھ کر ان کے پاس آ گیا۔ "آپ کیوں دکھی ہورہے ہیں' مما کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور آپ کشف کی شادی کی تیاری کریں۔"

"احزاز! تم چلوگے میرے ساتھ گاؤں کشف اور حماد کی شادی کرنے کے لیے.....؟"

"ڈیڈ میری ایک ہی بہن ہے' ہم اس کی شادی دھوم دھام سے کریں گے' یہیں اپنے گھر سے رخصت کریں گے۔"

"ہاں مگر بات کرنے کے لیے تو جانا پڑے گا نا!"

"جب آپ چاہیں میں تیار ہوں' مگر آپ مما کی ٹینشن نہ لیں پلیز! آپ ٹھیک ہوں گے تو ہم جائیں گے نا!"

"میں بالکل ٹھیک ہوں' مجھے فکر یہ ہی تھی کہ کہیں تم بھی اپنی ماں کی طرح اڑ نہ جاؤ مگر..... مجھے خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔" واقعی شاہ نواز احمد کو احزاز شاہ کی رضا مندی سے حوصلہ ملا تھا۔ وہ بہت پُرسکون اور ہلکا پھلکا محسوس کررہے تھے خود کو۔

"ڈیڈ!" احزاز نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔ "میں جانتا ہوں مما کی طرح میں بھی اسی ماحول کا عادی ہوچکا ہوں اگر میں منع کرتا تو صرف اس لیے کہ کشف اس ماحول کی عادی نہیں ہے پر جب وہ ہی راضی اور خوش ہے تو بھلا مجھے کیا اعتراض....."

"شکریہ برادر!" کشف نے بھائی کو مشکور نظروں سے دیکھا تو وہ مسکرادیا۔

❁.....☆.....❁

مما نے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کررکھا تھا۔ کشف انہیں منانا چاہتی تھی مگر ڈیڈ اور احزاز بھائی کا خیال تھا کہ فی الوقت یہ کوشش فضول ہے سو وہ بھی چپ ہوگئی۔ گاؤں جانے کا فیصلہ ہوچکا تھا۔ ڈیڈ نے مما کو مطلع بھی کردیا تھا اور اتوار کو ڈیڈ اور احزاز دونوں ہی روانہ ہوئے تھے۔

گاؤں پہنچے تو لمحہ بھر کو شاہ نواز احمد کی دھڑکن تھم سی گئی تھی۔ برسوں بعد وہ گاؤں آئے تھے۔ اماں جی اور اباجی نے انہیں دہلیز پار کرتے ہی دیکھ لیا تھا۔ ان کی آنکھیں ترس گئی تھیں اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لیے..... اماں جی تڑپ کے آگے بڑھی تھیں اور شاہ نواز احمد نے ان کے شانوں پر سر رکھ دیا۔ اباجی بھی ان سے گلے لگے کافی دیر کھڑے رہے۔

"السلام علیکم ماموں جی!" اس کی آواز پر وہ اباجی سے علیحدہ ہوئے تو اپنے سامنے خوبرو اور ذہانت سے بھرپور آنکھوں والے نوجوان کو دیکھ کر فوراً پہچان گئے کہ حماد احسن ہی ہوسکتا ہے۔

"وعلیکم السلام بچے!" انہوں نے گرم جوشی سے اسے گلے لگالیا۔ حماد احزاز شاہ سے بھی تپاک سے ملا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ ڈیڈ کے علاوہ میں بھی کسی کو نظر آیا۔" اس نے سنجیدگی سے گلہ کیا کیونکہ ایک تو اتنا لمبا سفر گاڑی میں اس نے پہلی بار کیا تھا۔ دوسرا یہاں پہنچے تو ڈیڈ' ڈیڈ ہی ہورہا تھا اب تک اس پر کسی نے نظر تک نہ ڈالی تھی۔

"ارے بگ برادر سوری بھئی....." حماد احسن نے مسکراتے ہوئے معذرت کی۔

"ماں صدقے جائے پُتر دے....." اماں جی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ زندگی میں پہلی بار تو وہ پوتے کو دیکھ رہی تھیں۔ ڈیڈ کے بعد اب اس کی باری تھی۔ سب نے باری باری اسے پیار کیا' پھوپو بھی آ گئی تھیں۔

"عبدالجبار نظر نہیں آرہا اماں جی....." کافی دیر گزرنے کے بعد ہی انہیں چھوٹا بھائی نظر نہیں آیا تو وہ پوچھ بیٹھے مگر جواب میں سب کے چہروں پر چھائی افسردگی انہیں فکرمند کرگئی۔ "اماں جی! کیا بات ہے..... آپ لوگ اتنے چپ اور غم زدہ کیوں ہوگئے؟" ان کے استفسار پر اماں جی رودیں۔

"شاہ نواز پُتر! کل تیرے ویر کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے۔ بڑی بُری حالت ہے میرے بچے کی....."

"اباجی..... اماں..... آپ لوگوں نے مجھے اطلاع بھی نہیں دی؟"

"پُتر! بہو کے ڈر سے....."

"اماں! حد ہوگئی۔ صرف اس عورت کی وجہ سے آپ لوگوں نے مجھ سے میرا ہر رشتہ دور کردیا ہے لیکن اس عورت کا غرور کم پھر بھی نہ ہوا۔ کہاں ہے عبدالجبار! مجھے ملنا ہے اس سے....."

"ماموں پلیز! آپ ابھی تھکے ہوئے آئے ہیں' کچھ دیر آرام کریں پھر میں آپ کو اسپتال لے جاؤں گا۔"

"اسپتال! مگر اس کے پاس وہاں ہے کون؟"

"پُتر! مدھو ہے وہاں..... اس کی دھی.....!"

"حماد بیٹا! مجھے ابھی لے چلو' میں برسوں سے بچھڑا ہوا ہوں اپنوں سے..... اب صبر نہیں ہوتا۔ میرا چھوٹا بھائی اسپتال میں ہے' میں کیسے آرام کرلوں؟ تم چلو بچے!"

"شاہ نواز! کوئی چائے پانی تو پی لے۔ ابھی تو آکے بیٹھا ہے۔"

"جی ڈیڈ! اللہ بہتر کرنے والا ہے' آپ پلیز اتنی فکر مت کریں ابھی فریش ہوجائیں پھر چلیں گے۔" احزاز ان کی طبیعت کے باعث پریشان ہوا' وہ تو گھر سے ہی ٹینس تھے اور اب چاچو کا ایکسیڈنٹ..... شاید احزاز کے سمجھانے کا اثر تھا کہ وہ خاموش ہوگئے۔ فریش ہوکر آئے تو کھانا تیار تھا؟ اباجی کی خاطر انہوں نے انکار نہیں کیا۔ احزاز بھی فریش ہوکر آ گیا تھا۔ کھانے کے فوراً بعد وہ جانے کو تیار تھے۔ حماد انہیں اپنی گاڑی میں اسپتال لے گیا تھا۔ عبدالجبار ابھی بھی انجکشن کے زیر اثر تھے لیکن ان کے وجود سے لپٹی پٹیاں انہیں رلا گئیں۔

"مدھو! ماموں..... کشف کے ڈیڈ!" حماد نے ہونق بنی مدیحہ کو بتایا۔

"السلام علیکم! تایا جی!"

"جیتی رہو بچے!" انہوں نے اس کا سر تھپکا تبھی عبدالجبار کے وجود میں جنبش ہوئی تو شاہ نواز ان کی طرف لپکے۔

"عبدالجبار میرے بھائی! دیکھ تو..... میں تجھ سے ملنے آیا ہوں۔" ان کے لہجے میں بے تابی تھی' آنکھوں میں نمی تھی ان کی آواز پر عبدالجبار نے بمشکل آنکھیں کھولی تھیں۔

"بھائی جی..... آپ.....؟" ان کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے۔

"آنکھیں ترس گئیں..... بھائی جی آپ کو دیکھنے کو..... میری آخری خواہش تھی کہ زندگی میں ایک بار آپ سے مل لوں پھر رب چاہے سانس کی بھی مہلت نہ دے اور سوہنے رب نے پوری کردی....." وہ بہت مشکل سے بول رہے تھے۔

"نا میرے جھلے بھائی! ایسا نہ کہہ' اللہ تجھے میری حیات بھی لگادے' اللہ تجھے صحت دے۔" وہ تڑپ اٹھے تھے۔

"ماموں.....!" حماد نے انہیں پکارا اور آنکھوں کے اشارے سے زیادہ بات کرنے سے منع کیا۔

"اچھا! اب تُو زیادہ باتیں نہ کر' جلدی سے اچھا ہوجا پھر باتیں کریں گے۔ میں یہیں ہوں ابھی تیرے پاس....." انہوں نے بھائی کا ہاتھ تھام کر تسلی دی۔ "دیکھ تیرا بھتیجا بھی آیا ہے' تجھ سے ملنے....." انہوں نے کہا تو احزاز نے آگے بڑھ کر سلام کیا' وہ خوش ہوگئے۔

"جگ جگ جیو بچے! لمبی عمراں پاؤ۔" کافی دیر وہ اسپتال میں رہے مگر عبدالجبار کو زیادہ بولنا نہیں تھا تو انہوں نے منع کردیا کہ وہ خاموش لیٹے رہیں۔ شاہ نواز نے مدیحہ کو اپنے پاس بلایا اور اس سے باتیں کرنے لگے جب کہ حماد اور احزاز باہر نکل گئے۔ واپسی پر حماد اسپتال میں رہ گیا اور مدیحہ ان کے ساتھ آگئی۔

"پُتر! نہالے' کل سے تُو نے اپنا کیا حلیہ بنالیا ہے' جا میری رانی....." اماں نے مدھو کا ماتھا چوما' وہ بھیگی آنکھیں لیے اٹھ گئی۔

"ہاجرہ! میری رانی کے لیے کھانا گرم کرکے لا' بھوکی ہے وہ کل سے....." انہوں نے ملازمہ کو حکم دیا پھر بیٹے سے مخاطب ہوئیں۔ "شاہ نواز! مدھو دو سال کی تھی جب ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا لیکن پھر کوثر بانو نے ماں بن کر اسے پالا۔ تیرے بہنوئی کی وفات کے بعد اس کے سسرال والوں نے اسے حویلی سے نکال دیا' چار سال کا حماد لے کر یہ یہاں آگئی پھر حماد اور مدیحہ دونوں کو اس نے یوں پالا جیسے سگے بہن بھائی ہوں۔ مدھو اسے پھوپو نہیں' امی کہتی ہے حماد کی طرح اور حماد کو بڑا بھائی..... کل سے بچی پریشان ہے اسپتال سے گھر تک نہیں آئی۔"

"اماں جی! باپ کی حالت ایسی ہو تو اولاد کو کب سکون آتا ہے۔"

"اللہ میری رانی کی دعائیں قبول کرے' میرا بچہ جلد ٹھیک ہوکر گھر آجائے۔"

"آمین....." شاہ نواز نے دل میں کہا۔ مدھو کے آنے کے بعد اماں جی نے اسے زبردستی تھوڑا سا کھانا کھلایا تھا پھر اسے اپنی گود میں لٹالیا۔

"کچھ دیر سو جا پُتر!"

"مجھے نیند نہیں آتی اماں! میرا دل ادھر بابا میں اٹکا رہے گا۔"

"اللہ خیر کرے گا بچے! اب کل سے تو بہتر ہے نا!" وہ جواباً کچھ نہ بولی بس خاموشی سے آنکھیں موند گئی کیونکہ حماد احسن نے انہیں تسلی دینے کے لیے یہ ہی کہا ہوگا ورنہ وہ اور بھائی دونوں جانتے تھے کہ بابا کی حالت بہت سیریس ہے۔

"احزاز کہاں ہے شاہ نواز!"

"وہیں حماد کے ساتھ ہی ہوگا اماں جی!" وہ بولے تبھی احزاز اندر داخل ہوا تھا اور شاہ نواز کے برابر میں آبیٹھا۔

"ڈیڈ! یہ گاؤں ہے' یہاں سہولیات کی کمی ہے کیوں نا ہم چاچو کو شہر لے جائیں اپنے ساتھ..... کسی اچھے اسپتال میں ان کی دیکھ بھال ہوگی تو وہ جلد سنبھل جائیں گے۔ میں نے حماد کو بھی یہ آئیڈیا دیا ہے کہ مزید دیر نہ کرے اور چاچو کو لے کر ہمارے ساتھ چلے۔"

"بچے! کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو' حماد سے میں بھی بات کرتا ہوں۔"

"پر شاہ نواز! یہاں وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے تو ہمیں حوصلہ ہے۔ اتنی دور ہم کیسے جائیں گے؟" اماں کا لہجہ بھر آگیا۔

"دادی! ہمت رکھیں چاچو کو وہاں اچھی ٹریٹمنٹ ملے گی' بڑے ڈاکٹرز ہوں گے' دیکھیے گا وہ بہت جلد اچھے ہوجائیں گے۔" اس نے اپنی دادی کو تسلی دی۔

"چلو اللہ بہتر کرے گا۔" فی الوقت سب خاموش ہوگئے' رات میں شاہ نواز اپنے بھائی کے ساتھ اسپتال میں رہے تھے۔ جب کہ احزاز کو رات گزارنا مشکل ہوگیا۔ ایک نئے اور انجان ماحول اور جگہ پر نیند آنا بہت دشوار تھا۔ ساری رات اس نے سوتے جاگتے گزاری تھی۔ کچھ دیر آنکھ لگی تھی کہ اذان کی آواز پر پھر سے جاگ گیا۔ وہ دالان میں آگیا لیکن وہاں آکر اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔ گھر کے سب لوگ جاگ چکے تھے۔ خواتین نماز ادا کررہی تھیں۔ دادا جی بھی شاید مسجد سے آئے تھے' ان کے ہاتھ میں تسبیح تھی۔ وہ انجانی سی شرمندگی کا شکار ہوگیا۔ ایک وہ لوگ تھے جو شاید سالوں نماز ادا نہیں کرتے تھے' صرف عید کی نماز تھی جو وہ لوگ ادا کرتے تھے۔ ڈیڈ واحد انسان تھے ان کے گھر میں جنہیں اس نے نماز ادا کرتے دیکھا لیکن وہ بھی باقاعدہ نہیں اور یہاں..... اُف خدایا! ہم کیسے مسلمان ہیں؟ اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ فریش ہوکر اس نے وضو کیا اور نماز ادا کرنے مسجد گیا۔ واپسی پر اس کے دل کو بہت سکون ملا تھا۔ حویلی کے اندر قدم رکھا تو دادا جی کی آواز میں قرآن پاک کی تلاوت اس کی روح تک میں اتر گئی۔ وہ ان کے پاس ہی پلنگ پر آبیٹھا۔ گھر کی خواتین بھی قرآن پاک پڑھ رہی تھیں لیکن دادا جی با آواز بلند تلاوت کررہے تھے جو اس کے دل و دماغ کو پُرسکون کرگئی تھی۔

"اور پُتر! رات کو نیند تو اچھی آئی نا!" قرآن پاک رکھ کر دادا جی نے پوچھا۔

"جی بس..... آہی گئی تھی۔" حالانکہ وہ رات بھر سو نہ سکا تھا پھر بھی وہ انہیں تسلی دے گیا۔

"کشف تو ہمارے ماحول میں یوں رچ بس گئی تھی جیسے وہ ہمیشہ سے ہمارے ساتھ ہو۔ کئی دن اس کے جانے کے بعد حویلی میں سونا پن رہا۔ بڑی پیاری دھی ہے کشف.....!" ان کے لہجے میں کشف کے لیے بہت پیار تھا۔

"وہ بھی آپ لوگوں کو بہت یاد کرتی ہے۔"

"اس سے مل کر یوں لگا جیسے شاہ نواز کی نوعمری لوٹ آئی ہو۔ وہ ہی عادتیں' ویسا ہی مزاج' دوسروں میں گھل مل جانے والی..... مگر تیرا مزاج کچھ الگ ہے۔ لگتا ہے تجھے بھی ہم اچھے نہیں لگے نا!"

"تجھے بھی" کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھتا تھا۔

"ارے نہیں دادا جی! ایسا نہیں ہے' بس میری طبیعت ہی ایسی ہے۔ میں خاموش رہتا ہوں نا اس لیے۔" یہ سچ تھا کہ وہ کشف کی طرح جلد گھلنے ملنے والا بندہ ہرگز نہیں تھا۔ وہ تو اپنی ذات میں مگن' سنجیدہ مزاج' کم گو سا بندہ تھا اور پھر ظاہر ہے یہاں تو وہ زندگی میں پہلی بار آیا تھا۔

"مجھے لگا شاید تجھے بھی ہم اور ہمارا ماحول اچھا نہیں لگا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں دادا جی! آپ سب لوگ بہت اچھے ہیں' میں خوش ہوں آپ لوگوں سے مل کر۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ ان کی باتوں کے درمیان ہی ملازمہ نے ٹیبل وہاں رکھ کے ناشتا لگادیا تھا۔

"چل پُتر! ناشتا کرتے ہیں۔" دادا جی نے کہا تو وہ بھی ناشتے کی طرف متوجہ ہوا۔ پراٹھے' لسی' مکھن اتنا سب کچھ ناشتے پر دیکھ کر وہ چپ نہ رہ سکا۔

"دادا جی! میں اتنا بھاری ناشتا نہیں کرتا۔"

"ارے بچے! کچھ نہیں ہوتا۔ تُو نے کون سا روز آکر کھانا ہے یہ..... چل کھالے!" دادی بھی آگئیں۔

"تو دادی اماں! پلیز مجھے صرف چائے منگوادیں' میں مزید کچھ نہیں لوں گا۔"

"خالی پیٹ چائے مت پینا' نقصان دیتی ہے۔" دادی ابھی اسے ہدایت کررہی تھیں کہ ملازمہ ٹرے سنبھالے آئی اور اس کے سامنے رکھ دی۔ سلائس' آملیٹ اور چائے۔

"شکریہ!" وہ مسکرادیا۔ ناشتے کے بعد وہ حماد کے پاس اسپتال چلا گیا۔ چاچو کی وہ ہی حالت تھی۔

"حماد! تم ڈاکٹر ہو' سمجھ دار ہو پلیز مزید دیر مت کرو' چاچو کو لے کر ہمارے ساتھ چلو۔"

"احزاز! میرے اسپتال میں کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہے اور رہی ڈاکٹرز کی بات تو ان شاء اللہ دس بجے تک ڈاکٹرز یہاں پہنچ رہے ہیں ماموں کے آپریشن کے لیے' ملک کے بہترین ڈاکٹرز ہیں وہ۔"

"او کے! جیسی تمہاری مرضی!" اس نے مسکرا کر کہا۔ اسپتال دیکھ کر وہ اندازہ کر چکا تھا کہ اس اسپتال میں شہر کے بڑے سے بڑے اسپتال والی ہر سہولت موجود ہے۔ کہیں سے بھی یہ دیہات کا ایک عام اسپتال نہیں لگتا تھا جو حماد احسن کی محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ احزاز کے دل کی خواہش تھی کہ اس کے چاچو صحت یاب ہو جائیں لیکن ڈاکٹرز کے پہنچنے سے پہلے ہی چاچو کی حالت بہت بگڑ گئی' انہیں سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ حتیٰ کہ حماد خود بُری طرح پریشان ہو گیا تھا' وہ مسلسل فون پر ڈاکٹرز سے رابطہ کر رہا تھا۔ ڈیڈ چاچو کے قریب ہی کھڑے تھے۔

"بھائی جی! میرا کوئی پتا نہیں..... میری بچی....."

"حوصلہ رکھ عبدالجبار! تجھے کچھ نہیں ہوگا۔" انہوں نے بھائی کو حوصلہ دیا۔ ڈاکٹرز کے پہنچتے ہی چاچو کو آپریشن تھیٹر لے گئے۔ ڈیڈ کی حالت اس وقت بہت خراب تھی۔

"ڈیڈ! ان شاء اللہ چاچو ٹھیک ہو جائیں گے۔" اس کے اپنے دل میں عجیب سی مایوسی تھی مگر پھر بھی اس نے ڈیڈ کو حوصلہ دینا چاہا۔ بہتر کرنے والا تو اللہ ہے زندگی اور موت بے شک اس کے ہاتھ تھی انسان صرف دعا کر سکتا تھا جو وہ کر رہے تھے' دو گھنٹے بعد چاچو کو آئی سی یو میں منتقل کیا گیا تھا مگر اس وقت بھی ان کی حالت وہ ہی تھی۔ حماد احسن کے چہرے پر آنے والی مایوسی اور دکھ و اضطراب نے اسے فوراً ہی سمجھا دیا تھا۔ شام کو کہیں جا کر انہیں ذرا سا ہوش آیا تھا تو انہوں نے صرف ڈیڈ سے ملنے کی خواہش کی تھی۔ حالانکہ اس لمحے ان کی بیٹی سب سے زیادہ تڑپ رہی تھی ان کو دیکھنے کو..... پندرہ بیس منٹ گزر گئے۔

"حماد بچے! دیکھ تو عبدالجبار اب ٹھیک تو ہے نا!" اس وقت تقریباً سب ہی وہاں موجود تھے۔

"نانو! آپ پلیز دعا کریں' ماموں بہت جلد اچھے ہو جائیں گے' میں دیکھتا ہوں۔" اس سے پہلے کہ حماد اندر جاتا ڈیڈ باہر آ گئے۔

"حماد بیٹا! اماں جی' مدیحہ اور ابا جی کو اندر لے جاؤ' عبدالجبار سے مل لیں گے۔" قبل اس کے کہ وہ لوگ ڈیڈ سے کچھ کہتے ڈیڈ خود ہی بول پڑے۔ پھر وہ سب تو چاچو کے پاس چلے گئے مگر احزاز اپنے ڈیڈ کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا بات ہے ڈیڈ! آپ کیوں اتنے الجھ سے گئے ہیں؟"

"نو بیٹا! آپ کو ایسے ہی محسوس ہو رہا ہوگا۔ میں ٹھیک ہوں۔" احزاز خاموش ہو گیا مگر رات کی تکان کی الجھن و فکر مندی حد سے سوا ہو گئی۔ اسے علم بھی نہ ہوتا اگر اچانک ہی اس کی آنکھ نہ کھلتی۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا آج اسے کچھ نیند آئی تھی مگر پھر آنکھ کھل گئی۔ ڈیڈ اس کے ساتھ ہی تھے آج گیسٹ روم میں مگر ڈیڈ کو بیڈ پر نہ پا کر وہ اٹھ بیٹھا۔ حیرت اور پریشانی تب ہوئی جب اس نے ڈیڈ کو جائے نماز بچھائے گڑگڑاتے ہوئے دیکھا۔ جانے وہ کیا مانگ رہے تھے اس رب سے..... مگر ان کا آنسوؤں سے تر ہوتا چہرہ احزاز سے نہ دیکھا گیا۔

"ڈیڈ.....!" اس نے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک گئے جلدی سے چہرہ صاف کیا۔ جائے نماز سمیٹ کر رکھی۔ "آپ ٹھیک ہیں ناں ڈیڈ!"

"میں ٹھیک ہوں' بس یوں ہی دل پریشان سا ہو رہا تھا' سوچا اس رب کے آگے جھکنے سے دل کو سکون ملے گا۔ بس اس لیے....." "اگر یہ سچ تھا تو پھر ڈیڈ نظریں کیوں چرا رہے تھے' جب سے وہ چاچو سے مل کر آئے تھے عجیب سے اضطراب میں تھے۔

"نہیں ڈیڈ! کوئی بات ہے ضرور جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ پلیز ڈیڈ! کیا مسئلہ ہے؟" وہ ان کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ ان کا چہرہ اس لمحے بھی آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔

"احزاز! میں بدنصیب ہوں۔ میرے بھائی نے زندگی اور موت کی اس کشمکش میں مجھ سے صرف ایک خواہش کی ہے لیکن میں پوری نہیں کر سکتا۔ بس یہ ہی تڑپ مجھے سکون سے نہیں بیٹھنے دیتی ہے' میں کیا کروں؟"

"ڈیڈ! ایسی کیا خواہش ہے جو آپ پوری نہیں کر سکتے؟"

"میں کسی کو بھی مجبور نہیں کرنا چاہتا بچے! مگر اپنے بھائی کی آس بھری نظروں کا سامنا کرنے سے بھی کترا رہا ہوں۔"

"ڈیڈ! کیا آپ کے بھائی کی خواہش سے بڑی ہے وہ مجبوری جو آپ مان نہیں سکتے؟ اس وقت صرف چاچو کی فکر کریں۔ ایسی کیا مجبوری ہے وہ..... مجھے بتائیں تو.....؟"

"احزاز! تم میری مجبوری سمجھ لو گے میری بات مان لو گے؟ صرف تمہارے بس میں ہے' ہماری خواہش پوری کرنا' میرے بھائی کی خواہش کا پاس رکھنا۔" ڈیڈ نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر امید بھری نظروں سے دیکھا۔

"خدا کے لیے ڈیڈ! مجھے صاف الفاظ میں بتائیں نا کہ ایسا کیا کہہ دیا ہے چاچو نے اور میرے بس میں کیا ہے؟ میں ان کے کیا کام آ سکتا ہوں؟" وہ شدید الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔

"احزاز! عبدالجبار نے مجھ سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنی بیٹی کا گھر بستا دیکھنا چاہتا ہے۔ ڈاکٹرز نے صاف الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ اس کے پاس وقت نہیں ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انہی دنوں میں مدیحہ کا نکاح ہو جائے۔"

"تو کیا ہوا؟ اس میں اتنا پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" اس نے ڈیڈ کو دیکھا۔

"احزاز! صرف مجھے بلا کر یہ بات کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس کی خواہش ہے کہ میں مدیحہ کا نکاح تم سے کر دوں۔" کتنی آس امید سے ڈیڈ نے اسے دیکھا تھا جو یہ سُن کر ہی اچھل پڑا تھا۔

"کیا..... نہیں..... نہیں..... یہ ناممکن ہے۔ پلیز ڈیڈ!

"میں جانتا ہوں احزاز! تبھی تو اللہ کے حضور معافی طلب کر رہا تھا کہ میں اپنے مرتے بھائی کی ایک خواہش تک پوری نہیں کر سکتا۔ کتنا لاچار ہوں میں....." وہ بُری طرح رو دیے۔

"اُف خدایا! پلیز ڈیڈ!" اس وقت احزاز شاہ کی حالت پاگلوں سے بدتر تھی ایک طرف اس کا سارا مستقبل تھا تو دوسری طرف ڈیڈ اور چاچو کی خواہش۔ "ایک انجان لڑکی..... دیہاتی سی..... میں ساری عمر ایسی لڑکی کے ساتھ کیسے گزار سکتا ہوں ڈیڈ!"

"احزاز بچے! میں مجبور ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کر رہا ہوں' اللہ گواہ ہے کہ میں تمہیں ساتھ لایا تھا مگر میرا ایسا ارادہ نہیں تھا مگر اپنے بھائی کی خواہش کے لیے میں تمہارے ساتھ ہاتھ جوڑتا ہوں' مجھے مایوس مت کرنا۔"

"ڈیڈ!" اس کے پیروں تلے سے گویا کسی نے زمین کھینچ لی اور وہ خود کو گہری پستی میں ڈوبتا محسوس کرنے لگا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ.....!" ڈیڈ کے دونوں ہاتھ تھام کر اس نے لبوں سے لگائے۔ "آپ کو اپنی پرورش پر اتنا بھی اعتبار نہیں ہے جو آپ مجھے یوں اپنی ہی نظروں میں گرا رہے ہیں؟ پلیز ڈیڈ! میں لاکھ خودسر اور ضدی سہی مگر اپنے ڈیڈ کا سر جھکنے نہیں دوں گا۔ آپ چاچو سے کہہ دیں۔ میں وہ ہی کروں گا جو آپ کی خوشی ہوگی۔" اس لمحے اس کے سامنے صرف ڈیڈ تھے' صرف ڈیڈ اور ان کی محبت..... ڈیڈ نے اسے خود سے بھینچ لیا۔

اگلی صبح ہی اس کا اور مدیحہ کا نکاح ہو گیا شاید چاچو اسی انتظار میں جی رہے تھے' شام میں ہی خالق حقیقی سے جا ملے اور حویلی میں کہرام مچ گیا۔ وہ چاچو کی وفات کے بعد دو دن رہا پھر ڈیڈ کو کچھ دن بعد آنے کا کہہ کر چلا گیا کیونکہ

حویلی کے لوگوں کو ابھی ان کی ضرورت تھی۔

☆

کشف اس کے کاندھے سے لگی رو رہی تھی اور جانے وہ کس الجھن میں تھا کہ اس کے کافی دیر رونے کے بعد اسے احساس ہوا کہ کشف کافی دیر سے رو رہی ہے اور وہ اسے تسلی تک نہ دے سکا۔

"کشف پلیز! خاموش ہو جاؤ' دیکھو زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ ہے نا! ہم تو بے بس ہیں' اب رو مت..... چاچو کے لیے دعا کرو۔"

"بھیا! ابھی تو ہم ملے تھے اپنوں سے..... پہلی بار میں نے اپنے چاچو کو دیکھا تھا اور دوبارہ دیکھنا نصیب نہ ہو۔" وہ پھر سے رو پڑی۔

"مجھے علم ہے کشف! تم نے تو پھر بھی ان کے ساتھ اچھے دن گزارے ہیں' ہنستے مسکراتے' تمہاری یادوں میں وہ دن رہیں گے مگر میں ان سے پہلی بار ملا بھی تو اسپتال میں۔ جب وہ شدید تکلیف میں تھے۔ میرے پاس تو ان کے حوالے سے کوئی مسکراتی یاد بھی نہیں ہے۔"

"بھیا! ہم کو اتنا بڑا دھچکا لگا ہے تو مدھو کی حالت کیا ہوگی؟ ماں بچپن میں ہی اسے چھوڑ گئی تھیں اور باپ کا سایہ بھی نہ رہا' وہ تو مر مر کر جی رہی ہوگی۔ کاش ان لمحوں میں میں اس کے پاس ہوتی۔ میرا دل پھٹ رہا ہے یہ سوچ سوچ کر کہ وہ کس حال میں ہوگی۔ بھیا! آپ نے اسے تسلی دی تھی؟ وہ آپ کی کزن ہے' آپ نے....."

اس لڑکی کے نام سے ہی اسے شدید الجھن ہونے لگی تھی۔

"اوہو کشف! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا' تمہیں زیادہ شوق ہے نا اس سے ملنے کا تو ڈیڈ کے ساتھ آ رہی ہے وہ۔ کرتی رہنا اس سے ہمدردی!"

"بھیا.....!" وہ ششدر رہ گئی۔ شاید احزاز کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ جھنجلاہٹ میں شاید وہ غلط زبان استعمال کر گیا ہے۔

"کشف پلیز! اس لڑکی کا ذکر میرے سامنے مت کرنا' میرا دماغ پھٹنے لگا ہے۔" وہ غصے سے کہتا اٹھ گیا اور کشف کو حیران کر گیا لیکن یہ حیرت زیادہ دن نہ رہی ایک ہفتہ کے بعد جب ڈیڈ آئے تو مدھو واقعی ان کے ساتھ تھی۔

"آ گیا تمہیں یاد..... اپنا گھر....." بجائے اس کے کہ مما کسی افسوس کا اظہار کرتیں' انہوں نے ڈیڈ کو دیکھتے ہی کاٹ دار لہجے میں کہا۔ "اور یہ کون سا نیا تحفہ لائے ہو اب اپنے گاؤں سے.....؟"

"زبان سنبھال کر بات کرو سلمیٰ! یہ میری بھتیجی ہے۔"

"تو.....؟" مما نے دوبدو کہا پھر تنقیدی نظروں سے مدھو کو دیکھا۔ "کتنے دن کے لیے لائے ہو یہ دیہاتی میم....."

"یہ اب....." وہ ابھی بات مکمل کر ہی رہے تھے کہ کشف آ گئی اور مدیحہ کو دیکھتے ہی اس سے لپٹ گئی۔ مدیحہ کا دل پھر بھر آیا اور وہ رو پڑی۔ کشف خود بھی رو رہی تھی۔ ڈیڈ نے ان دونوں کو چپ کرایا۔ مما اب تک اسے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے وہ انسان ہی نہ ہو۔

"کشف! مدیحہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ تاکہ یہ فریش ہو جائے پھر اسے کھانا کھلاؤ۔"

"او کے ڈیڈ!" کشف اسے اپنے ساتھ اپنے کمرے میں لے گئی۔

"کیا مصیبت پڑ گئی تھی تمہیں جو ایک اجڈ گنوار کو گھر اٹھا لائے..... حویلی میں اس کے لیے جگہ تنگ پڑ گئی تھی کیا؟ باپ کے مرنے کے بعد؟"

"تم سے بات کرنا انتہائی فضول ہے سلمیٰ بیگم! بس ایک بات کان کھول کر سن لو کہ مدیحہ اب یہیں رہے گی ہمارے ساتھ....."

"مگر کیوں شاہ نواز؟"

"اس لیے کہ اب وہ اس گھر کی بہو ہے' تمہارے بیٹے کی بیوی ہے۔" یہ خبر کسی ایٹمی دھماکے سے کم نہ تھی لمحہ بھر کو سلمیٰ بیگم کچھ بھی بولنے کی سکت کھو بیٹھیں۔ احزاز شاہ بھی تبھی سٹنگ روم میں داخل ہوا تھا اور اپنے ڈیڈ کی بات سن چکا تھا۔ مما کی پھٹی پھٹی نظریں اب اس پر رک گئی

تھیں۔ جو اپنی جگہ جیسے چور بن گیا تھا۔

"احزاز! شاہ نواز نے کشف نے جو کیا سو کیا مگر تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی۔"

"مجھے غلط مت سمجھیں مما! یہ نکاح میری خوشی یا خواہش نہیں، مجبوری بن گیا تھا۔"

ڈیڈ نے تاسف سے بیٹے کو دیکھا، وہ اتنا جانتے تھے کہ احزاز اس نکاح سے خوش نہیں ہے مگر اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی ماں کے سامنے یوں خود کو بری الذمہ قرار دے گا۔

"یہ ڈیڈ اور چاچو کی خواہش تھی....." وہ مزید صفائی دے رہا تھا۔

"اس انسان نے پہلے میری اور اب میرے دونوں بچوں کی زندگی برباد کی ہے۔ میرے ہی باپ کی غلطی ہے یہ جو مجھے اب تک سہنا پڑ رہا ہے اور جانے کب تک اور سہنا پڑے گا۔ لیکن احزاز! میں تیری زندگی برباد نہیں ہونے دوں گی۔ اس لڑکی کو میں ہرگز اپنی بہو تسلیم نہیں کروں گی۔ میرا نام بھی سلمیٰ نہیں جو شاہ نواز تمہاری اس دیہاتی میم کو میں نے دھکے مار کر باہر نہ نکالا۔" وہ بُری طرح چیخ رہی تھیں، احزاز انہیں خاموش کروا رہا تھا لیکن وہ ڈیڈ کو بھی دیکھ رہا تھا کہ وہ بھی زور سے بول پڑے تو ان کی طبیعت بگڑ جائے گی۔ مگر اس وقت اسے ڈیڈ کی آنکھوں میں صرف شکست نظر آئی تھی۔ انہیں احزاز سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ یوں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر کے اپنے باپ اور اس لڑکی کو بے مول کر دے گا، جس کی ساری زندگی اب اس سے وابستہ تھی۔

"مما پلیز! حوصلہ کریں۔"

"شکریہ بیٹا! تم نے کم از کم میرے مرحوم بھائی کے سامنے مجھے شرمندہ ہونے سے بچایا، تمہارا یہ احسان میں عمر بھر نہیں بھولوں گا۔ لیکن اب ساری عمر میں مدیحہ سے نظریں ملانے کے قابل بھی نہیں رہا کیونکہ میں تو اسے تمہارے نام کے حوالے سے اس گھر میں لایا تھا اور تم نے....." مزید کچھ کہے بنا وہ اپنے کمرے میں چلے گئے۔

❁.....☆.....❁

"مدیحہ! یہ سچ ہے؟ اُف خدایا! میں بہت خوش ہوں۔" یہ خبر سن کر وہ واحد انسان تھی گھر میں جو بہت خوش تھی۔ "تم میری بھابی ہو؟ واہ.....!" اس نے مدیحہ کو گلے ڈالا تھا۔ دو دن ہو گئے تھے مدیحہ کو یہاں آئے اور وہ اس بات کا اندازہ اچھی طرح لگا چکی تھی کہ آنٹی اور احزاز کے لیے اس کا وجود کتنا حقیر اور بے معنی تھا۔

"اگر وہ مجھے دل سے نہیں اپنا سکتا تھا تو منع کر دیتا..... پتا نہیں کیوں بابا نے..... یہ..... سب کیا....." اس نے گہری سانس خارج کی۔ کشف اس کی اس کشمکش سے واقف تھی۔

"فکر مت کرو مدھو! دھیرے دھیرے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بھیا! تمہارے لیے اور تم ان کے لیے قطعی انجان ہو مگر جب ایک دوسرے کے قریب رہو گے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میرے بھیا بہت اچھے ہیں بس تھوڑا وقت لگے گا تمہیں....."

"تم ٹھیک کہتی ہو کشف!" اس نے پلکوں سے موتی صاف کیے۔

"پلیز مدھو! مما کی باتیں دل پر مت لینا۔"

"کشف! میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ انہیں ہم سب سے کتنی نفرت ہے۔ پھر یہ تو ان کے لیے ایک شاک ہی ہے۔ میں اتنی نہ سمجھ تو نہیں کہ سمجھ نہ سکوں۔ تم بے فکر رہو، جب میں نے یہیں رہنا ہے تو ہر رویہ اور ہر قسم کی بات سننے کا حوصلہ بھی پیدا کر لوں گی۔" مدیحہ نے سچائی سے کہا تو کشف کو شرمندگی نے گھیر لیا۔

"اچھا تم اٹھو..... اپنا حلیہ درست کرو پھر میرے ساتھ شاپنگ کے لیے چلو۔ مجھے تمہارے لیے تمہاری شادی کا گفٹ بھی لینا ہے۔"

"میرا دل نہیں چاہ رہا کشف!"

"ارے میں تم سے پوچھ کب رہی ہوں، میں تمہیں آرڈر کر رہی ہوں اوکے.....؟ پانچ منٹ میں تیار ہو کر نیچے آ جاؤ۔" کشف نے اسے زبردستی واش روم میں دھکا دیا۔ وہ مجبوراً تیار ہو کر جب باہر نکلی تو احزاز شاہ سے سامنا ہو گیا۔

"تم میرے روم میں..... کیا لینے آئی تھیں؟"

"وہ کشف نے مجھے زبردستی....." اس قدر سخت لہجہ اور لفظوں پر یکدم اس کا لہجہ اور آنکھیں بھر آئی تھیں۔ مگر شاہ نواز نے جو اسی وقت وہاں آئے تھے فوراً اس کا دفاع کیا۔

"تمہارا اور اس کا روم اب الگ تو نہیں ہے احزاز! وہ تمہاری بیوی ہے اور....."

"مگر ڈیڈ....." اس نے درمیان میں ہی ڈیڈ کو ٹوکا۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں اپنی چیز انجان لوگوں سے شیئر نہیں کرتا۔"

"جس کے ساتھ زندگی شیئر کی ہے اس کے ساتھ ہر چیز شیئر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"پلیز ڈیڈ! یہ میرے بس سے باہر ہے۔" اس نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی اور ڈیڈ کو جواب دے کر کمرے میں چلا گیا۔

"آئی ایم سوری مدیحہ بیٹا! شاید میں ہی تمہارا قصوروار ہوں مگر بیٹا! مجھے یقین ہے دھیرے دھیرے سب ٹھیک ہو جائے گا۔" مدیحہ کی آنکھوں کی نمی ان سے چھپ نہیں سکی تھی۔

"نہیں بابا!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا پھر خود ہی لب چھل گئی۔

"مدھو!" انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ دھرا۔ "میں تمہارے لیے بابا ہی ہوں تمہارا..... مجھے خوشی ہو گی اگر تم مجھے بابا کہو گی۔"

"تھینک یو!" وہ یک دم ان کے سینے سے لگ گئی اور بے اختیار رو پڑی۔

❁.....☆.....❁

کچھ دن تو لگے مگر پھر وہ اس گھر کی روٹین کی عادی ہو گئی تھی۔ کشف کی پوری کوشش ہوتی کہ اسے بور نہ ہونے دے۔ بابا آفس کے بعد کا سارا وقت اس کے ساتھ ہی گزارتے تھے۔ آنٹی کی مصروفیات تمام گھر سے الگ تھیں، وہ رات کے دوسرے پہر گھر آتی تھیں اور دوپہر کو اٹھتیں، ناشتے کے بعد پارلر چلی جاتیں۔ فارغ ہوتیں تو ان کی فرینڈ گھر پر ہی آ جاتیں۔ ایسے میں وہ خود کو کمرے میں بند کر لیتی تھی۔ ویسے بھی اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ کم سے کم ان کے سامنے آئے۔ رہا احزاز تو وہ سامنے ہو تو اسے اس کے ہونے نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ صبح ناشتے کے بعد وہ آفس جاتا، شام کو آتا چائے وغیرہ کے بعد باہر نکل جاتا پھر رات گئے لوٹتا تھا۔ دھیرے دھیرے وہ اس کی ساری روٹین سمجھ گئی تھی اور اب اس نے بوریت سے بچنے کا طریقہ بھی ڈھونڈ لیا تھا۔ وہ گھر کے مختلف کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی۔ خاص کر احزاز کے سارے کام..... اس کے کپڑے پریس کرنا، پالش کرنا، اس کے کمرے کی صفائی، حتیٰ کہ اس کے لیے کھانا بھی وہ خود پکاتی تھی حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ یہ سب کر کے بھی اسے کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ احزاز کی نظر میں وہ آنٹی کی طرح تھی قابل نفرت..... احزاز اسے گھر میں ادھر اُدھر نوکروں کی طرح کام کرتے دیکھ کر مزید چڑ جاتا تھا۔ لائف پارٹنر کے حوالے سے اس نے کیا سوچا تھا اور ڈیڈ نے یہ جاہل، گنوار اس کے لیے منتخب کی تھی۔ اسے تو پڑھی لکھی، قدم سے قدم ملا کر چلنے والی بیوی چاہیے تھی۔ بااعتماد اور اس کی تمام تر سوشل ایکٹیویٹیز میں حصہ لینے والی..... جس کو اگر اپنے فرینڈز سے ملواتا تو شرمندگی نہ ہوتی اور اب وہ کس منہ سے بتائے گا سب کو کہ وہ شادی کر چکا ہے، وہ بھی ایک دیہاتی اجڈ گنوار سے۔ جسے نوکروں والے سارے کام آتے ہیں۔

"یہ ہے اس کی لائف پارٹنر.....!" وہ شدید الجھن کا شکار ہو جاتا تھا مگر ڈیڈ کا کیا کرتا، صرف ان کی خاطر وہ اسے برداشت کرنے پر مجبور تھا اور اسی رات کو ڈیڈ نے اس سے کہا۔

"میں تمہاری شادی کا باقاعدہ اعلان کرنا چاہتا

ہوں۔ تم خود دن سلیکٹ کرلو۔"

"ڈیڈ یہ ضروری ہے..... میرا مطلب ہے کہ اس سب کی کیا ضرورت ہے؟" ڈیڈ نے حیرت سے اس کی شکل دیکھی۔

"احزاز تمہاری شادی کی پارٹی ضروری نہیں؟ تم اپنے دوستوں کو یہ بتانا نہیں چاہتے کیا؟"

"نو ڈیڈ! میرا مطلب ہے خود ہی سب کو پتا چل جائے گا۔"

"میں فیصلہ کرچکا ہوں احزاز تم اور تمہاری ماں سُن لے بہتر ہوگا کہ کوئی بھی بدمزگی نہ ہو۔"

"مما تو جمعے کو اسلام آباد جارہی ہیں۔" اس نے اطلاع دی۔

"تو ٹھیک ہے اتوار کو رکھ لیتے ہیں۔"

"جو آپ بہتر سمجھیں۔" اسے ناچار ماننا پڑا۔

جب دل کی مرضی ہی نہیں تھی تو پھر..... مما کو پتا چلا تو انہوں نے مدھو کو بہو تسلیم کرنے سے صاف انکار کردیا۔

"تم تسلیم نہ کرو مگر حقیقت بدل نہیں سکتی' مدیحہ اب اس گھر کی بہو ہے۔"

"کم از کم میرے بیٹے کے قابل تو بہو لاتے شاہ نواز! لڑکی تو ہمارے گھر کے نوکروں سے بھی گئی گزری ہے۔"

"خاموش رہو سلمٰی بیگم!" ڈیڈ نے انگلی اٹھا کر انہیں چپ کرایا۔

مما کی نہ نہ کے باوجود گھر میں پارٹی کی تیاریاں زور و شور سے ہورہی تھیں۔ شاہ نواز نے اپنے تمام بزنس سے وابستہ دوستوں کو مدعو کیا تھا اور احزاز کے حلقۂ احباب کو بھی انہوں نے خود مدعو کیا تھا۔

اتوار کی شام ان کے گھر میں چہل پہل کا سماں تھا۔ مدیحہ کو کشف نے بہت خوب صورت دلہن کا روپ دیا تھا۔ ڈیڈ نے احزاز سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مہمانوں کے سامنے مس بی ہیو نہیں ہونا چاہیے۔ سو مجبوراً اسے اپنے ساتھ مدیحہ کو لیے ہر ہر شخص سے تعارف کرانا تھا۔

"واہ یار! بھابی تو بہت پیاری ہیں' تم تو بہت اسمارٹ نکلے۔"

"بہت خوب!"

"حسین ترین!"

یہ الفاظ اس کے لیے حیران کن تھے' اس کے حلقہ احباب میں تمام لوگوں نے اس کی تعریف کی تھی۔ مما کے لیے بہت مشکل ہورہا تھا یہ سب کرنا ان کی فرینڈز ان سے گلہ کررہی تھیں۔

"سلمٰی! ہم خفا ہیں تم سے' تم نے ہم سے چھپایا اپنی بہو سے ملوایا بھی نہیں؟"

"دراصل یہ سب بہت اچانک ہوا' کسی کو بتا بھی نہ سکے اور یہ پارٹی ہم نے اسی لیے تو دی ہے نا!" انہوں نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ماشاء اللہ تمہاری بہو بہت پیاری ہے....." ان کی قریبی دوست نے دور کھڑے احزاز اور مدیحہ کو توصیفی نظروں سے دیکھ کر کہا۔ "بہت خوب صورت جوڑا لگ رہا ہے۔"

"شکریہ!" انہوں نے نظر گھمائی تو اس وقت وہ گنوار واقعی میک اپ کے باعث اچھی لگ رہی تھی۔ کشف بھی اسے بہت سراہ رہی تھی۔

"مدیحہ! آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

"تھینک یو!"

"ہے نا بھیا! مدھو پیاری لگ رہی ہے نا!" کشف نے احزاز کو شرارتی نظروں سے دیکھا۔ وہ لب بھینچ گیا۔

"پتا نہیں!" جہاں اس نے کشف کو حیران کیا تھا' وہیں اس کی ساری خوش فہمی بھی خاک میں ملادی تھی۔ وہ جھنجلا کے دور کھڑے اپنے دوست کی طرف بڑھ گیا۔

پارٹی رات گئے تک جاری رہی مگر مدیحہ تھک گئی تھی۔ ایک تو اس نے اتنے بھاری کپڑے زندگی میں پہلی بار پہنے تھے' اتنی جیولری اور میک اپ سے اب اسے الجھن ہونے لگی تھی تب ہی جب اس نے دیکھا کہ سب اِدھر اُدھر مصروف ہیں تو وہ خاموشی سے اندر کی طرف بڑھی تھی مگر قسمت.....! راستے میں ہی احزاز مل گیا۔

"تم کہاں جارہی ہو؟"

"وہ..... میں....." وہ گڑبڑا گئی۔ احزاز نے بے ارادہ نظر بھر کر اسے دیکھا تھا پل بھر کو وہ نظریں ہٹانا بھول گیا۔ سرخ اور گولڈن لباس اس کی سفید رنگت پر دمک رہا تھا۔ گہرا میک اپ اور جیولری پہنے وہ دلہن کے روپ میں کوئی اپسرا لگی تھی۔

"میں تھک گئی ہوں آرام کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ پارٹی ڈیڈ نے تمہارے اعزاز میں دی ہے میڈم! اور تمہیں نخرے سوجھ رہے ہیں۔"

"پلیز میں مزید اتنے بھاری ڈریس میں نہیں گھوم سکتی۔" وہ التجائیہ انداز میں بولی شاید وہ خود بھی اندازہ کرسکتا تھا کہ کئی گھنٹے اتنا وزن اٹھائے گھومنا مشکل ہے۔

"اوکے!" سر جھٹک کر جیسے اس پر احسان کرتا وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا اور مدیحہ نے اندر جاکر سکھ کا سانس لیا۔ کپڑے تبدیل کیے' جیولری' میک اپ' صاف کرکے وہ سکون سے لیٹی تو پل بھر میں نیند آگئی۔ جب تمام مہمانوں سے فارغ ہوکر وہ کمرے میں آیا تو اپنے بیڈ پر محترمہ کو سوتا پاکر جی جان سے جل گیا۔

"ڈیڈ بھی نا!" اسے پتا تھا کہ یہ مدھو کی ہمت نہیں ہوسکتی تھی۔ صرف ڈیڈ کے کہنے پر وہ اس کے کمرے کی شکل دیکھتی تھی۔ وہ تیزی سے لپکا تو اسے اٹھانے تھا مگر بے سدھ سوتا دیکھ کر دل نہیں چاہا اور اس وقت تماشا کرنا بھی بے کار ہے۔ ڈیڈ سے کچھ کہوں گا تو مما الگ ہنگامہ کھڑا کردیں گی۔ وہ تکیہ اٹھا کے صوفے پر آگرا۔

☆

رات دیر سے سونے کے باوجود صبح انجانی سی آواز پر آنکھ کھل گئی تھی اس کی۔ مدیحہ جائے نماز بچھائے فجر کی نماز ادا کررہی تھی اور اس کی چوڑیوں کی چھن چھن نے اسے ڈسٹرب کیا تھا نیند سے۔ وہ اٹھ کر بیڈ پر چادر تان کر لیٹ گیا' مگر پھر بھی اسے نیند نہیں آئی۔ نماز کے بعد اس نے قرآن پاک کی تلاوت کی' اس کے بعد کمرے میں بے ترتیب چیزیں درست کیں۔ احزاز کے کپڑے' جوتے' تولیے..... ہر چیز تیار کرکے رکھی پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکھڑی ہوئی اور بال سلجھانے لگی۔ احزاز نے بنا دوپٹے کے اسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اس کے بال بہت خوب صورت تھے' لمبے سیاہ بال جنہیں چوٹی کی شکل میں گوندھ کر اس نے پھر سے دوپٹا سر پر جمایا تھا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ وہ سونا چاہتا تھا مگر نیند اڑ گئی تھی لہٰذا اٹھ کر واش روم میں گھس گیا۔ تیار ہوکر نیچے آیا تو وہ ڈیڈ اور کشف کے ساتھ بیٹھی ناشتا کررہی تھی۔

"گڈ مارننگ!" کہتا وہ بھی ان کے ساتھ ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر آگیا تھا۔

"ڈیڈ! آپ آفس نہیں جائیں گے؟" ڈیڈ کو عام سے حلیے میں دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"نو بیٹا! آج کچھ تھکن محسوس کررہا ہوں' آرام کروں گا۔"

"ڈیڈ! پھر آپ آج مدھو کو لے کر اسپتال آجایئے گا۔ میں اسے اپنے کولیگز سے ملواؤں گی اور وہیں سے ہم گھومنے جائیں گے۔ آج ڈنر باہر کریں گے۔ یہ بے چاری تو گھر میں بور ہوجاتی ہوگی۔" کشف ڈیڈ سے مخاطب ہوئی۔

"نہیں بابا! میں گھر میں ٹھیک ہوں۔" مدیحہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔ احزاز نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سر جھٹک گیا۔

"کشف! تم کہاں اپنا ٹائم ضائع کروگی۔ انہیں گھر کے کام کرنے کی عادت ہے اور بس....." وہ بھنا تا ہوا اٹھا اور اپنا بیگ اٹھا کر باہر نکل گیا۔ مدھو لب کچلنے لگی۔

"مدھو! تم ان کی بات کا بُرا مت مانا کرو۔" کشف نے اس کی اتری صورت دیکھی تو کہا۔

"کشف! تم جاؤ تمہیں دیر ہورہی ہے' میں مدیحہ سے بات کروں گا۔" ڈیڈ نے اسے کہا وہ مدھو کا رخسار تھپتھپاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ناشتے کے بعد بابا اسے اپنے ساتھ اسٹڈی روم لے آئے۔ "مدیحہ! یہاں بیٹھو....." اسے اپنے پاس بٹھایا' انہوں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں

WWW.PAKSOCIETY.COM

تھام کر تھپکا۔ "بچے! میں جانتا ہوں تم دونوں کے درمیان آج جو رشتہ ہے وہ صرف ہماری مرضی سے ہے۔ تم دونوں کی خوشی سے نہیں لیکن بیٹا! اب جو ہو گیا وہ ہو گیا۔ اب یہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ تم دونوں یہ فاصلہ کس طرح ختم کرتے ہو۔ یہ سچ ہے کہ گھر بسانے کے لیے عورت کو سب سے زیادہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ بچے! احزاز کے اور تمہارے مزاجوں میں بہت فرق ہے اور یہ فرق مٹانے کے لیے تمہیں خود کو بدلنا ہوگا۔"

"بابا! میں کوشش تو کرتی ہوں مگر مجھے لگتا ہے کہ میں ان کے معیار پر پوری نہیں اتر سکتی۔"

"نہیں میرے بچے! مایوس نہیں ہوتے۔ وہ بظاہر پتھر بنا رہتا مگر اندر سے بہت نرم ہے۔ بیٹا دیکھو! وقت کے ساتھ ساتھ ہر چیز بدل جاتی ہے مجھے امید ہے کہ اگر تم کوشش کرو تو احزاز بھی بدل جائے گا۔" انہوں نے پیار سے سمجھایا۔ "اسے یہ سادہ سی ہر وقت گھر کے کام کرنے والی بیوی نہیں چاہیے۔ تم جان گئی ہو نا تو سب سے پہلے خود میں بدلاؤ لاؤ۔ اپنا رہن سہن بدلو ڈریسنگ بدلو۔ خود کو ہر وقت اس حلیے میں مت رکھا کرو۔ اپنی آنٹی کی طرح تیار رہا کرو۔ مصروفیت صرف گھر کے کام میں نہیں ہوتی..... اپنے لیے کوئی تفریح ڈھونڈو خود کو مصروف رکھو بس احزاز کا خیال رکھنا تمہاری ذمہ داری ہے وہ مت بھولنا۔"

"پر پاپا! میں یہاں کسی سے واقف نہیں ہوں یہ شہر یہاں کے لوگ میرے لیے نئے ہیں۔"

"مجھے پتا ہے یہ ہی اعتماد تو میں چاہتا ہوں کہ تمہارے اندر پیدا ہو کہ تم نئے ماحول اور نئے لوگوں میں خود کو ایڈجسٹ کرو کہ لوگ تم پر رشک کریں۔ احزاز کو پانا مشکل ہے مگر ناممکن نہیں۔ اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیسے خود کو اس کی پسند کے مطابق ڈھال سکتی ہو اور جو تم چاہتی ہو کہ احزاز میں یہ کمی یا خامی ہے وہ دور ہو جائے تو وہ بھی تم کر سکتی ہو۔ اب تم میری باتیں دھیان سے سنو....." انہوں نے مدیحہ کو پیار سے سمجھایا۔ ساتھ ساتھ اسے وہ تمام باتیں بھی بتائیں جن سے ان کی زندگی بدل سکتی ہے۔

❁.....☆.....❁

وہ رات گئے لوٹا تو تمام ملازم سونے جا چکے تھے اور بھوک سے اس کا برا حال تھا۔ وہ خود کچن کی طرف بڑھا مگر تب ہی کچن کی لائٹ آن ہوئی۔ اس نے حیرت سے دیکھا مدیحہ اس کے لیے کھانا نکال رہی تھی۔

"آپ ہاتھ دھو لیں میں کھانا گرم کر دیتی ہوں۔" اس کی آواز پر اس نے وہیں سنک میں ہاتھ دھوئے اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ مدیحہ نے کھانا اس کے سامنے رکھ دیا وہ خاموشی سے کھانے لگا۔

"کافی بنا دوں؟" وہ جان چکی تھی کہ اس وقت وہ کافی پیتا ہے۔

"تم رہنے دو میں دودھ پی لوں گا۔" یہ ہی وہ چاہتی تھی کہ رات کے وقت کافی چھڑوا دے کیونکہ نیند خراب ہوتی ہے۔ وہ کھانا کھا کے کمرے میں چلا گیا اور برتن وغیرہ دھو کر جب وہ اوپر آئی تو اس کے لیے دودھ لانا نہیں بھولی تھی۔

"یہ دودھ....." وہ جو اس وقت فائل پھیلائے جانے کیا کھوج رہا تھا حیران رہ گیا۔ یعنی اسے یاد تھا۔ مدھو نے تکیہ اٹھایا اور صوفے پر جا لیٹی۔ احزاز نے ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالی پھر کام میں لگ گیا۔

صبح الارم کی تیز آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔ مدیحہ خود الارم لگا کر واش روم میں چلی گئی تھی غصے سے لال پیلے ہوتے ہوئے اس نے الارم بند کیا تب تک وہ باہر آ چکی تھی۔ جائے نماز بچھا کر نماز پڑھنے لگی شاید احزاز کو اس کی یہ واحد خوبی بھائی تھی وہ عجیب سے احساس سے دوچار ہوا تھا۔ نیند بھک سے اڑ گئی تھی۔ وہ اٹھا وضو کیا اور نماز کے لیے چلا گیا۔ یہ دیکھ کر مدیحہ کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ یعنی بابا ٹھیک کہتے ہیں کوشش کرنے سے ہر چیز بدل جاتی ہے۔ یہ اس کی پہلی کامیابی تھی اور وہ بہت خوش تھی۔ نماز کے بعد احزاز کمرے میں آیا تو وہ غائب تھی البتہ کمرے کی صفائی

حیران کن تھی۔ اس ایک ڈیڑھ ماہ میں اس کا کمرا ہر وقت چمکتا تھا اور اسے ملازم کے پیچھے چیخنا بھی نہیں پڑتا تھا۔ ناشتے کے لیے آیا تو وہ ٹیبل پر ناشتا لگا رہی تھی۔ آج اس کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی مسکراہٹ بھی الگ تھی۔ ڈیڈ اور کشف شاید اب تک سوئے ہوئے تھے۔ وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"ڈیڈ اور کشف نہیں کریں گے ناشتا؟"

"کشف رات دیر سے آئی تھی۔ کسی آپریشن میں مصروف تھی اور بابا آفس جا چکے ہیں۔" اس کے منہ سے "بابا" بہت بھاتا تھا اسے بنا جواب دیئے ناشتا کر کے وہ بھی چلا گیا اور مدیحہ جلدی جلدی کام ختم کرنے لگی کیونکہ آج اسے کشف کے ساتھ پارلر جانا تھا۔ اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔

ہر دن احزاز کو مدیحہ کا ایک نیا روپ دکھتا تھا۔ وہ اس پر توجہ دینا نہیں چاہتا تھا مگر جانے کیسے خود بخود وہ اس کی توجہ کا مرکز بن جاتی تھی۔ اس کے اندر آنے والا چینج بہت انوکھا تھا۔ آج انہیں کسی بزنس پارٹی میں جانا تھا اور ڈیڈ کا حکم تھا کہ مدھو ساتھ جائے گی کیونکہ تمام لوگ ہی اپنی بیگمات کے ساتھ ہوں گے۔

"لیکن بابا.....!" آج ڈیڈ کی جگہ بابا کہا تو خود ہی سٹپٹا گیا۔ شاہ نواز کے لیے بھی یہ حیران کن مگر خوش گوار تھا۔

"بہت خوب صورت لگتا ہے تمہارے منہ سے بابا کہنا..... ڈیڈ مت کہا کرو۔"

"وہ کہاں ہمارے ساتھ جائے گی آپ جانتے ہیں نا کہ وہاں کس طرح کے لوگ آئیں گے اور.....؟"

"بابا میں تیار ہوں۔" چہکتی آواز کے ہمراہ وہ آئی تھی اور پل بھر کو تو احزاز نے اسے پہچانا تک نہیں۔

بلیو ساڑھی خوب صورت ہیئر کٹنگ میک اپ اور میچنگ جیولری ہر لحاظ سے بہترین۔ وہ ایک لمحے کو سوچ میں پڑ گیا کہ یہ مدیحہ ہے۔

"احزاز! تم تیار ہو جاؤ میں تمہاری مما کو دیکھتا ہوں۔ ان کی تیاری میں تو رات ہو جائے گی۔" ڈیڈ اسے حکم دے کر چلے گئے اور وہ اپنی حیرت چھپاتا کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کی ہر چیز بیڈ پر رکھی اس کی منتظر تھی۔ پانچ منٹ لگے تھے اسے تیار ہونے میں..... جب وہ نیچے آیا تو مما اور ڈیڈ اپنی گاڑی میں بیٹھ چکے تھے اور مدیحہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے بال بہت خوب صورت تھے اور اب اس نئی ہیئر کٹنگ نے ان کو مزید سنوار دیا تھا۔ کھلے بالوں میں وہ اچھی لگتی تھی۔ وہ دل کو روک رہا تھا مگر وہ خود ہی تعریف کرنے پر مجبور تھا۔

"چلو.....!" بے نیازی کی اداکاری کرتا وہ گاڑی کی طرف بڑھ گیا اور مدیحہ بھی چپ چاپ اس کے ہمراہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

❁.....☆.....❁

دھیرے دھیرے اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ اس کے تمام کام بہت اچھے طریقے سے ہونے لگے ہیں۔ شاید اس لیے کہ مدیحہ اس کے تمام کام خود کرتی تھی اور اب جب وہ ان تمام چیزوں کا عادی ہونے لگا تو یک دم ہی پھر چینج آ گیا۔ مدیحہ کے ہاتھ کا ناشتا کرنے کی عادت پڑی تو اب اسے ملازم کے ہاتھ کا کھانا پسند نہ آتا اور آج جب ناشتا ملا تو وہ چڑ گیا۔

"کیا مسئلہ ہے آج نہ چائے میں ذائقہ ہے نہ آملیٹ مزے کا ہے۔"

"بھیا جی! دراصل بھابی آج جلدی میں تھیں۔ ناشتا میں نے بنایا ہے۔" یعنی آج مدیحہ کے ہاتھ کا بنا ناشتا نہیں تھا مگر اسے کیا جلدی تھی۔ صبح کمرے میں بھی وہ اس کی افراتفری نوٹ کر رہا تھا۔

"پھر کھا بھی خود لینا۔" وہ ناشتا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ شاہ نواز احمد کے ہونٹوں پر آنے والی مسکراہٹ بہت جان دار تھی یعنی ان کا بیٹا یہ تمام چیزیں نوٹ کر رہا تھا۔ اب وہ مدیحہ کے ہاتھ کے ذائقے کا عادی ہو چکا تھا اور اس کی کمی اب محسوس کرے گا ضرور کرے گا۔

شام میں وہ آفس سے لیٹ آیا تھا چونکہ اب وہ

بہت کم رات کو باہر جاتا تھا۔ کھانا اکثر اب ڈیڈ کے ساتھ کھاتا تھا پھر آفس کا کام جو ہوتا وہ دیکھ کر جلد سو جاتا تھا۔ تاکہ فجر کی نماز مس نہ ہو۔ ہاں مدیحہ نے اسے یہ احساس دلایا تھا۔ بے شک زبان سے نہیں' اپنے عمل سے سہی' اس کی کوشش ہوتی تھی کہ ساری نمازیں باقاعدگی سے ادا کرے مگر چونکہ نئی نئی روٹین تھی تو عادی ہونے میں ٹائم تو لگنا تھا۔

رات کے کھانے پر صرف ڈیڈ تھے۔ اسے کشف اور مدیحہ کی کمی محسوس ہوئی مگر بولا نہیں۔ مگر کھانا شروع کرتے ہی چپ نہ رہ سکا۔

"آخر ہو کیا گیا ہے تمہیں مانی! تمہارا کام پر دھیان کیوں نہیں رہا۔"

"کیوں بھیا جی! کیا ہوا؟"

"کوفتے تم نے بنائے ہیں نا! پچھلے ہفتے کتنے مزے دار بنے تھے مگر آج ان میں ذرا بھی مزا نہیں ہے۔"

"بھیا جی! پچھلے ہفتے کوفتے بھابی جی نے بنائے تھے آج انہیں کشف باجی کے ساتھ پارٹی پر جانا تھا نا! اس لیے کھانا مجھے بنانا پڑا۔" مانی کی وضاحت سے اس کا دماغ گھوم گیا۔ نہ صبح ناشتہ کیا' نہ رات کا کھانا اچھا لگا۔

"ڈیڈ! آج کل آپ کی چہیتی کہاں مصروف رہتی ہیں؟" شاہ نواز کے لیے یہ سوال خوشی کا باعث تھا یعنی مدیحہ کا وجود اس کے لیے بے معنی نہیں رہا۔ دھیرے دھیرے وہ اس کی زندگی میں شامل ہو رہی تھی' چاہے وہ اس بات کا اظہار برملا نہ کرے مگر اس کے تیور اس کا ثبوت ہیں۔

"مانی سن! اس میں بھڑکنے کی کیا بات ہے؟ وہ بھی ہماری طرح جیتی جاگتی انسان ہے' بوریت سے تنگ آ گئی تھی سو اس نے جاب کر لی۔"

"جاب! گھریلو ملازمہ کی؟" اس کے لہجے میں طنز امڈ آیا۔

"وہ اسکول ٹیچر ہے احزاز!" شاہ نواز نے ٹوکا۔

یہ بات اس کے لیے جھٹکے سے کم نہ تھی کیونکہ مم کے بقول گاؤں میں تعلیم کا تصور نہیں ہوتا اور لڑکیوں کی تعلیم کے تو وہ لوگ سخت خلاف ہوتے ہیں۔

"ٹیچر! کیا مطلب؟ وہ تعلیم یافتہ ہے؟"

"اس نے گریجویشن کر رکھا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس میں ہم شہر میں رہنے والوں کی طرح شو آف کرنے کی عادت نہیں ہے۔ سارا دن وہ گھر میں اکیلی رہتی تھی' میں نے اسے مشورہ دیا اور اسے ٹیچر کی جانب دلوائی۔"

"یہ ہی جاب سوٹ کر سکتی تھی آپ کی دیہاتی بہو پر..... چلو دو چار ہزار روپے تو مل ہی جائیں گے۔" جانے مما کب آ گئیں۔ ایک تو جس دن مما گھر پر ہوتی تھیں جھگڑا تو لازمی ہوتا تھا۔

"تم سے تو لاکھ درجے بہتر ہی ہے نا سلمیٰ! لوگوں کو تعلیم کا شعور دیتی ہے۔ خود کو باشعور کہنے والے جاہل لوگوں سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ وہ جنہیں استاد جیسے عظیم پیشے کا احساس تک نہیں ہے۔" ڈیڈ نے کاٹ دار لہجہ اختیار کیا۔

"اب تم اس جاہل لڑکی کا مجھ سے موازنہ کرو گے شاہ نواز! مجھ سے.....؟" وہ تنک کر بولیں۔

"مما پلیز! آپ ہر دم کیوں اپنا بلڈ پریشر ہائی رکھتی ہیں؟ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کبھی ڈیڈ سے آرام سے یا پیار سے بات کی ہو۔ ایک عورت کی ذمہ داری میں اس کا شوہر سب سے پہلے آتا ہے مگر آج تک میں نے کبھی آپ کو ڈیڈ سے دھیمے لہجے میں بات تک کرتے نہیں دیکھا' ان کی ضرورت کا خیال رکھنا تو دور کی بات ہے۔" جانے یہ مدیحہ کی ذمہ دار طبیعت کا نتیجہ تھا یا کچھ اور..... اب اسے مما کی یہ ٹوٹلی سوشل لائف کھٹکنے لگی تھی۔ انہیں بابا کا خیال رکھنا چاہیے الٹا ہر وقت وہ لڑتی رہتی ہیں ان سے.....

"احزاز ڈیئر! بے جوڑ شادی میں یوں ہی ہوتا ہے۔ تمہارے ڈیڈ میرے قابل کبھی تھے ہی نہیں پھر بھی میں نے ساری عمر گنوا دی ان کے لیے..... اب یہ ہی تمہارے ساتھ ہوگا۔ بہتر ہوگا کہ ابھی فیصلہ لے لو ورنہ میری طرح

ساری عمر فرسٹریشن کا شکار رہو گے۔" مما کی اس بات نے اسے دلی دکھ دیا تھا۔ "بابا جیسے باظرف انسان کو مما کس طرح سے بے عزت کر رہی تھیں۔ یہ واقعی ڈیڈ کا بڑا پن تھا کہ انہوں نے ساری عمر مما کی ہر بات نظر انداز کی تھی۔

"مما! کبھی اپنی ذات کے خول سے باہر نکلیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے ڈیڈ کتنے اچھے ہیں۔" جانے کیوں آج وہ ڈیڈ کی بے عزتی برداشت نہ کر سکا۔ مما حیران تھیں کہ اسے کیا ہوا اور ڈیڈ کی آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے۔ آج انہیں علم ہوا کہ تربیت کا اثر ضرور ہوتا ہے انسان پر..... وہ اپنے کمرے میں آ گیا مگر نیند آنکھوں سے دور تھی۔ بارہ بجے تھے اور مدیحہ ابھی تک نہیں آئی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ بجے ہلکی سی آہٹ سے دروازہ کھلا تھا اور محترمہ تشریف لائی تھیں اور کچھ دیر بعد فریش ہو کر وہ لیٹ گئی۔ ادھر بھوک سے اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔

"اُف خدایا! تھوڑا بہت کھانا کھا لیا ہوتا تو اب یوں نہ تڑپ رہا ہوتا۔ محترمہ نے آج دودھ تک نہیں پوچھا' بمشکل دو بجے کے بعد سویا تھا اور اذان کی پہلی آواز پر اس کی آنکھ کھل گئی مگر آج مدیحہ اب تک نہیں جاگی تھی۔ اس کی نماز قضا ہو جانے کے خیال سے وہ اسے جگانے آیا مگر اک ہچکچاہٹ تھی جو اسے ایسا کرنے نہیں دے رہی تھی۔ کتنے لمحے وہ تذبذب کا شکار رہا پھر ہلکے سے کاندھے پکڑ کر اسے ہلایا۔ وہ یک دم اٹھ بیٹھی پھر سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

"نماز نکل جائے گی تمہاری....." نظریں چرائے وہ کہہ کر خود چلا گیا۔ مدیحہ کے لبوں پر خوب صورت مسکراہٹ رینگ گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ ان لمحوں میں کھو جاتی' نماز کا سوچ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

❁.....☆.....❁

روز بے مزا ناشتا کرنے سے بہتر تھا کہ وہ آفس بھوکے پیٹ ہی چلا جائے' وہیں کچھ کھا لے گا۔ یہ ہی سوچ کر وہ آیا تھا نیچے جہاں مما کے علاوہ سب ناشتے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

"مانی پلیز جلدی کرلو۔ آج ویسے ہی میں لیٹ ہو گئی ہوں۔" مدیحہ کی بات پر اس کا دماغ گھوم گیا اور وہ جو کچھ خوش فہمی کا شکار ہو کر ناشتا کرنے آیا تھا' شدید غصے میں آ گیا۔

"کیا سمجھتی ہو تم! یہ چھوٹی موٹی جاب کر کے تم ہمیں متاثر کر سکتی ہو؟ ہر وقت تمہیں جلدی پڑی رہتی ہے۔ رات کو تمہاری پارٹیاں ختم نہیں ہوتیں۔ ضرورت کیا ہے تمہیں یہ سب کرنے کی؟ تم گھر میں نہیں رہ سکتیں سکون سے؟" مسلسل پندرہ دن کی روٹین نے اس کا دماغ گھما دیا کشف اور ڈیڈ نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے اخبار چہرے کے سامنے پھیلا لیے اور مدیحہ دل باغ باغ ہونے کے باوجود معصوم سی صورت بنائے بیٹھی تھی۔

"بھابی جی ناشتا!" مانی کی آواز پر سب متوجہ ہو گئے۔

"بس مانی! مجھے بھوک نہیں ہے' میں چلتی ہوں۔" اس نے بیگ کاندھے پر ڈالا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اللہ حافظ بابا!" وہ باہر نکل گئی۔ ایک طرف احزاز کو غصہ تھا کہ اس پر تقریر کا اثر نہ ہوا' دوسری طرف بنا ناشتے کے جانے پر ملال سا بھی تھا۔ وہ بھی کچھ کھائے بنا آفس چلا گیا۔

رات کو کھانے کی ٹیبل پر وہ نہیں تھی مگر کھانے کا ذائقہ بتا رہا تھا کہ کس نے بنایا ہے۔ کتنے دن بعد اس نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا تھا' پھر عشاء کی نماز کے بعد جب وہ کمرے میں گیا تو اسے لیٹا پا کر چونک گیا۔ اس کے خیال میں تو وہ کشف کے ساتھ ہوگی مگر وہ تو.....! وہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا مگر بے چینی حد سے سوا تھی کہ کبھی بھی وہ اس طرح نہیں لیٹتی۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا!" لاکھ خود کو روکا مگر زبان پھر بھی دغا کر گئی۔ مدیحہ اس کی آواز پر اٹھ گئی۔ اس کا اترا چہرہ صاف بتا رہا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں ہے۔

"سر میں درد ہے!" اس نے دھیرے سے کہا پھر بیڈ سے اٹھ گئی۔ "آپ آ جائیں' میں صوفے پر سو جاؤں گی۔" احزاز نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

"تم لیٹ جاؤ' مجھے آفس کا کچھ کام کرنا ہے۔" وہ کہہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

کر اپنی فائلز پھیلا کے بیٹھ گیا۔

"دودھ لادوں آپ کو.....؟"

"تم سوجاؤ' میں لے لوں گا۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ مدھو کچھ لمحے کھڑی رہی پھر بیڈ کے کونے پر جا کر لیٹ گئی۔ احزاز دو گھنٹے مصروف رہا لیکن اب نیند سے بُرا حال تھا۔ وہ تکیہ اٹھانے بیڈ تک آیا تھا کہ یک دم اس کی نگاہیں مدیحہ کے معصوم چہرے پر ٹھہر گئیں۔ وہ پُرسکون نیند میں تھی۔ سوتے ہوئے اس کے چہرے کی پاکیزگی اسے نظریں ہٹانا بھلا گئی۔ صاف شفاف روشن چہرہ اور چہرے پر بکھری آوارہ بالوں کی لٹیں.....! کیا کوئی سوتے میں بھی اتنا حسین لگتا ہے..... اسے احساس نہ ہوا کہ وہ کب تک اسے دیکھتا رہا پھر اسی طرح بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ سو گیا۔

❁.....☆.....❁

حماد احسن کا فون آیا تھا۔ اماں جی اور ابا جی نے شاہ نواز کو بلایا تھا۔ تقریباً چار ماہ بیت گئے تھے' مدیحہ ملنے تک نہیں گئی تھی پھر حماد اور کشف کی شادی بھی طے کرنی تھی۔ وہ ایک بار سلمیٰ سے آرام سے بات کرنا چاہتے تھے شاید وہ مان جائیں اور بیٹی کی خوشیوں میں شریک ہو جائیں۔ آج چونکہ اتوار تھا' سب ہی گھر پر تھے' مدیحہ بھی صبح سے کچن میں مصروف تھی کہ احزاز کی بھی چھٹی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ کھانے پر پھر وہ بے چارے مانی کو ڈانٹے کیونکہ وہ یہ بات اسے کبھی نہیں کہہ سکتا کہ کھانا تم خود بنایا کرو' بس سارا غصہ اس مانی غریب پر نکل جاتا تھا۔ دوپہر کا کھانا اتوار کو کچھ اسپیشل ہوتا تھا کیونکہ اس دن مما بھی گھر پر ہوتی تھیں۔ مدیحہ نے اب ان سے گھبرانا چھوڑ دیا تھا اور ان کی باتوں کی عادی ہو گئی تھی' بابا کی محبت اور کشف کے ساتھ نے اسے بہت اعتماد دیا تھا۔ کھانا سب کو پسند آیا تھا کیونکہ اس نے تقریباً گھر کے ہر فرد کی پسند کا خیال رکھا تھا۔ شکر تھا کہ مما نے کبھی کوئی بدمزگی نہیں کی۔ کھانے کے بعد سب سٹنگ روم میں بیٹھے تھے' کشف اور وہ اپنی باتوں میں لگ گئیں' احزاز ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا اور شاہ نواز کو آج اپنی بیگم کا موڈ کچھ بہتر لگا تھا سو بات چھیڑ دی۔

"سلمیٰ! ابا جی کا فون آیا تھا' حماد اور کشف کی شادی کا پوچھ رہے تھے' تم بتاؤ کہ کب کا ٹائم دوں؟" اب تقریباً بھی ان کی طرف متوجہ تھے۔

"مجھے نہیں پتا شاہ نواز! مجھے اس معاملے میں مت گھسیٹو۔"

"کشف تمہاری بھی بیٹی ہے سلمیٰ!" بابا کا لہجہ اب بھی نرم تھا۔

"اگر یہ سمجھتے ہو تو پھر یہ شادی میں کبھی نہیں ہونے دوں گی۔"

"سلمیٰ! ہمارے بچوں کی خوشی وابستہ ہے اس کام میں۔ کشف ساری عمر اپنے گھر میں خوش رہے گی تو ہم بھی پُرسکون رہیں گے۔"

"جہاں تم کشف کو بھیجنا چاہتے ہو ناں شاہ نواز! وہاں وہ کچھ سالوں بعد ہی دم گھٹ کر مر جائے گی۔"

"مما! وہاں بھی ہم جیسے انسان رہتے ہیں۔" احزاز نے کہا۔

"میرے نزدیک وہ انسان ہی نہیں ہیں۔ میں نے بھی زندگی کے کچھ دن گزارے ہیں۔ وہاں اس گندے ماحول میں....."

"مما! وقت بہت بدل گیا ہے' وہاں کا ماحول بھی اب چینج ہو گیا ہے' لوگوں کو شعور آ گیا ہے۔ اب زیادہ فرق نہیں رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اب اچھا لگے گا۔"

"اگر اتنا چینج آ گیا ہے تو تم اب تک اس لڑکی کو کیوں اپنی زندگی میں شامل نہیں کر پائے ہو؟" ان کی تلخ بات پر اس کی نظر فوراً مدیحہ پر گئی تھی جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"مما! میرے اور مدیحہ کے بیچ صرف ذہنی ہم آہنگی کی کمی ہے ورنہ مدیحہ کی یہاں موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ....." وہ جانے کیوں بات مکمل نہ کر پایا۔ مدیحہ کی منتظر نظریں مایوس لوٹ گئیں۔

"میں تمہیں بتاتی ہوں احزاز! تم لوگوں کی حقیقت ہے کیا..... بے شک میں نے تمہیں جنم دیا ہے مگر تم

دونوں بہن بھائی اپنے باپ پر گئے ہو۔ اس لیے کبھی اس گھٹیا ماحول اور چھوٹی سوچ سے باہر نکل ہی نہیں سکتے۔ شہر میں رہے ہو تو اس ماحول کے اثر سے پہننے اوڑھنے کا شعور اٹھنے بیٹھنے کی تمیز آ گئی ہے لیکن دراصل تم لوگ بھی اپنے خاندان جیسے ہو اور بس.....!"

"بس سلمٰی! بہت ہوگئی تمام عمر میں نے تمہاری ہر بات برداشت کی' تم نے مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا' میں سہہ گیا مگر تم جیسی خود غرض عورت پھر بھی میری نہ بن سکی۔ یہاں تک کہ تم تو اچھی ماں بھی نہ بن سکیں۔ تم ہمیشہ سے اکیلی ہو اور تمہیں اکیلے رہنے کا شوق ہے نا تو ٹھیک ہے آج میں تم سے ہر بندھن توڑ کر جا رہا ہوں' اپنے بچوں کو لے کر....." بابا کا لہجہ اتنا سخت تھا کہ کوئی بھی کچھ نہ بول سکا مگر احزاز نے ہمت کی۔

"بابا! مما کو تو عادت ہے نا! آپ پلیز کیوں پریشان ہوتے ہیں پلیز غصہ مت کریں۔"

"ہر بار میں نے اس کی غلطی یہ سوچ کر معاف کردی کہ اسے عادت ہے مگر اب میں تھک گیا ہوں۔ کشف! مدیحہ! بیٹا تیاری کرو۔"

"شاہ نواز! یہ دھمکیاں اور ڈرامے کہیں اور کرنا' مجھ پر ان کا اثر نہیں ہونے والا۔ یہ مت سمجھنا کہ میں تمہارے سامنے گڑگڑاؤں گی بلکہ باقی کی زندگی سکون سے گزاروں گی' مجھے پروا نہیں کہ تم جاتے ہو یا یہیں رہتے ہو۔"

"مما پلیز خاموش ہوجائیں۔" احزاز چیخ پڑا۔ "آخر آپ کیوں سارا گھر برباد کرنا چاہتی ہیں اپنی ضد سے.....؟"

"احزاز! تم اس معاملے میں مت بولو' یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔"

"اور مما ہم آپ کے ذاتی معاملات کا حصہ نہیں ہیں.....؟ ہم آپ کے..... آپ نے کبھی زندگی میں ہمارے بارے میں سوچا ہے؟"

"تمہارا باپ کافی ہے نا! تمہارے لیے سوچنے کے لیے پھر تم دونوں نے ثابت بھی تو یہ ہی کیا ہے کہ تم صرف اس کی اولاد ہو۔" وہ بے دردی سے کہہ کر چلی گئیں۔ اس کو اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ اپنے کمرے میں بند ہوگیا۔ ڈیڈ اسٹڈی روم میں چلے گئے۔ وہ اور کشف اکیلی رہ گئیں۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا بات کریں۔

"پتا نہیں مما ایسی کیوں ہیں؟ کیوں مما خود کو بدل نہیں سکیں۔ عورت کا نام تو مدھو قربانی دینا ہے پھر ہماری ماں میں عورت کے احساسات کیوں نہیں ہیں؟ وہ تمام عمر صرف خود کے لیے جیتی رہیں' شادی سے پہلے خود بیٹی..... پھر خود سر بیوی اور جب ماں بنیں تب بھی ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ میں نے سنا ہے مدھو! عورت جب ماں بن جاتی ہے تو اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور وہ ایک نئے احساس میں ڈوب جاتی ہے۔ مگر میں نے کبھی اپنی ماں میں وہ احساس نہیں پایا مدھو! ہم اتنے بڑے ہوگئے ہیں مگر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مما نے ہمیں کبھی اپنی گود میں لیا ہو' کبھی پیار سے اپنے ساتھ لگایا ہو یا سلایا ہو۔ ہمارے یہ کام ہمارے ڈیڈ نے کیے انہوں نے مما کو سمجھایا مگر جب ان کی طرف سے مایوس ہوگئے تو انہوں نے اپنی ساری محبت کا رخ ہماری طرف کردیا۔ انہوں نے باپ کی شفقت کے ساتھ ساتھ ہمیں ماں کی کمی بھی محسوس نہیں ہونے دی۔ ہر وہ کام جو ماں کی ذمہ داری ہوا کرتا ہے' وہ خود انہوں نے ہمارے لیے کیا۔ پھر بھی مما کے دل میں ڈیڈ کے لیے ذرا بھی جگہ نہیں ہے۔ مدھو! تم اپنی مثال لو۔ تم نے بھیا کی خاطر خود کو کتنا بدل لیا جیسا وہ چاہتے تھے' وہ ہی بن گئیں مگر دھیرے دھیرے بھیا کو اپنا احساس بھی دلایا۔ آج بے شک وہ لفظوں میں یہ بات تسلیم نہیں کر رہے مگر ان کو تمہاری عادت پڑ گئی ہے۔ تم کھانا نہ پکاؤ تو وہ تمہارے ہاتھ کا ذائقہ محسوس کرتے ہیں تم گھر پر نہ ہو تو تمہاری کمی انہیں محسوس ہوتی ہے۔ کیا کبھی زندگی کے کسی موڑ پر ڈیڈ کو یہ کمی محسوس نہیں ہوئی ہوگی؟ مگر مما نے کبھی ان کے احساسات و جذبات

کی قدر نہیں کی....." کشف رو پڑی تھی۔ مدیحہ نے اسے گلے لگالیا۔

"پلیز کشف! کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو۔"

"مدھو! ہمارا بھی دل چاہتا تھا کہ ہمارے مما ڈیڈ سکون زندگی گزاریں' پیار محبت سے رہیں۔ مما نے تو کبھی اس چیز کا بھی احساس نہیں کیا کہ ان کے ان رویوں کا ہم پر کیا اثر پڑے گا۔ ڈیڈ صرف ہمارے لیے ہر بات سہہ لیتے' کوشش کرتے کہ جھگڑا نہ ہو اور ہمارے ذہنوں پر اثر نہ پڑے' مگر میں نے مما کو یہ قربانی دیتے کبھی نہیں دیکھا۔"

"کشف! دعا کیا کرو' اللہ کے حضور! ہم دعا کرسکتے ہیں نا! وہ دل سے مانگی دعا کبھی رد نہیں کرتا۔" اس نے کشف کے آنسو صاف کیے۔ "اللہ جو بہتر سمجھتا ہے وہ ہی کرتا ہے اور اس پر بھروسا رکھو' ان شاء اللہ بہتر ہوگا۔"

"ہاں شاید یہ اللہ سے دوری کا ہی نتیجہ ہے۔ ہم نے خود کو دنیا میں اس قدر مصروف کرلیا کہ اس سے دور ہوگئے جو ہمارا رب ہے۔" کشف نے چہرہ صاف کیا اور دل سے ارادہ کیا کہ آج وہ اللہ سے معافی مانگے گی اور اپنے ماں باپ کے حق میں دعا کرے گی۔

☆

عشاء کی نماز کے بعد وہ رب کے حضور بابا اور آنٹی کے لیے گڑگڑا کر دعا مانگ رہی تھی۔ وہ جب کمرے میں داخل ہوا تو مدیحہ کو احساس بھی نہ ہوا۔ وہ بہت غور سے اس کا بھیگا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس لڑکی نے کتنا بدل دیا تھا اسے..... آج وہ اپنے دل میں اس چیز کا اعتراف کر رہا تھا کہ مدیحہ نے نا صرف خود کو بدل لیا بلکہ اسے بھی بدل ڈالا تھا۔ ان چند ماہ میں احساس ہوا تھا اسے کہ زندگی کیا چیز ہے اور ایک عورت کا وجود زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مما نے تو کبھی وہ احساس نہ دیا جو اس لڑکی نے صرف چند ماہ میں اس کے گھر مکینوں کو دیا تھا۔ وہ اس دنیاوی زندگی میں سر تا پیر ڈوبا ہوا تھا کہ اس رب کا نام تک لینا اسے یاد نہ رہتا تھا۔ صرف کام..... کام اور دنیا بھر کے کام..... زندگی کا اصل مقصد کیا ہوتا ہے' اسے کچھ پتا نہ تھا۔ ہاں ان میں جو مروت و لحاظ تھا وہ بھی صرف اپنے ڈیڈ کے باعث وگرنہ ان کی ماں نے تو ان کی تربیت پر کوئی توجہ نہ دی تھی اور وہ بھی جیسے جیسے بڑا ہوتا گیا اسی زندگی میں ڈھلتا گیا' آسائش سے بھرپور زندگی.....! اسے بھی شروع سے گاؤں اور وہاں کے رہنے والے پسند نہیں تھے لیکن اس نے مما کی طرح کبھی اظہار نہیں کیا مگر جب پہلی بار وہ ڈیڈ کے ساتھ گاؤں گیا تو اس کے ذہن پر پڑے پردے ہٹ گئے..... پھر اس کی مرضی کے خلاف سہی' مجبوری کے بندھن میں بندھ کر وہ اس کی زندگی میں آئی۔ اس نے نفرت بھی بہت کی اس سے' دھتکارا بھی مگر اس لڑکی نے کبھی گلہ نہیں کیا اور اپنی عملی زندگی سے اس نے احزاز کی زندگی میں تبدیلی پیدا کی۔ وہ دھیرے دھیرے اس کی تمام عادتوں کو نوٹ کرتا اور اچھی عادتوں پر خود بھی عمل کرنے کی کوشش کرتا۔ صرف اس کی ذات ہی نہیں' اس گھر کے در و دیوار یہاں کے مکینوں تک پر اثر پڑا تھا اس ذات سے۔ وہ ہر کام پر توجہ دیتی نظر آتی۔ ہر فرد کی ضرورت کا دھیان رکھتی۔ یہ بھی تو عورت تھی.....! میں نے کبھی اس سے کچھ نہیں کہا مگر اس نے میرے کہے بنا میرے سارے کام کیے' میرے دل کی ہر بات سنی اور میرا جو آئیڈیل تھا' اس نے خود کو اس روپ میں ڈھال لیا مگر اپنی نسوانیت کا وقار برقرار رکھ کے' اپنی روایات اور اسلامی اقدار کا پاس رکھتے ہوئے۔ مدیحہ اس کے ساتھ ہر پارٹی میں جاتی تھی جہاں وہ لے جاتا تھا اور اس کا لباس بھی ویسا ہوتا تھا جو افراد کی پسند تھی مگر اخلاق' وقار اور عورت کا مان کبھی اس نے اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اس کے تمام دوستوں کو اس کی بیوی آئیڈیل بیوی لگتی تھی۔ ہر لحاظ سے مکمل..... شاید وہ ہی نا سمجھ تھا..... مگر آج اپنی مما کا اتنا سخت روپ دیکھ کر اسے یہ احساس شدت سے ہوا تھا کہ ان کی زندگی میں عورت کی جو کمی ہمیشہ سے رہی ہے' مدیحہ کے آنے سے دور ہوئی ہے۔ ان کے گھر کو عورت کی جو توجہ درکار تھی' وہ توجہ مدیحہ کے روپ میں مل گئی ہے۔ وہ

اسے کیا سمجھتا رہا' اجڈ' گنوار' جاہل' ان پڑھ اور نالائق..... مگر اس نے کبھی ان باتوں پر گلہ شکوہ نہیں کیا اور اپنی ذمہ داریاں نبھاتی رہی۔ کاش مما کے اندر بھی ایسی ہی عورت ہوتی۔ انہیں بھی اپنے گھر' شوہر اور بچوں کی فکر ہوتی۔ وہ ہماری چھوٹی چھوٹی خواہش اور ضروریات اپنے ہاتھوں سے پوری کرتیں تو ان کا گھر آئیڈیل گھر ہوتا۔" جانے کب تک وہ اپنی سوچوں میں الجھتا رہتا کہ مدیحہ کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

"آپ کے لیے کافی بنادوں؟" روز اس وقت خود اسے دودھ پینے کی عادت ڈال کر اب وہ کافی کا پوچھ رہی تھی۔ احزاز نے الجھی نظروں سے دیکھا۔ "میں سمجھ سکتی ہوں کہ آج آپ بہت ٹینس ہیں اور جب آپ پریشان ہوتے ہیں تو کافی ہی پیتے ہیں۔"

"بنادو!" تشکر بھری نظروں سے دیکھا۔ مدیحہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ پل بھر کو نظریں ملی تھیں پھر وہ رخ موڑ گئی۔ آج اس نے اپنے اور کشف کے لیے بھی کافی بنائی تھی۔ احزاز کا کپ اسے دے کر وہ دو کپ لے کر باہر آگئی اور کشف کے روم میں داخل ہوئی۔

"ڈیئر کشف! یہ لو' کافی حاضر ہے۔"

"مگر میں تو نہیں پیوں گی' میرا موڈ نہیں ہے۔"

"کیا.....! تمہاری خاطر میں اپنے شوہر کو کافی وہیں دے کر تمہارے پاس آئی اور تم منع کر رہی ہو؟"

"تو مائی ڈیئر بھابی! تمہیں کس نے کہا تھا؟ تم اپنے شوہر نامدار کے ساتھ بیٹھ کر کافی پی لیتیں۔"

"اچھا..... اچھا..... نخرے مت کرو اور تم اچھی طرح جانتی تو ہو کہ میرے شوہر مجھے اپنے روم میں دیکھ کر زیادہ خوش نہیں ہوتے پھر بھلا میں ان کو کیوں تنگ کروں؟" وہ مسکراتے ہوئے کپ اسے تھما کر بولی۔

"مدھو! تم خوش ہو؟ بھیا تمہارے ساتھ کتنی زیادتی کر جاتے ہیں مگر میں نے آج تک کبھی تمہارے چہرے پر اداسی نہیں دیکھی۔ تمہیں بھیا کی باتیں دکھ نہیں دیتیں؟"

"کشف! میرا احزاز کے علاوہ اب دنیا میں کوئی رشتہ باقی ہے ہی نہیں....." احزاز اندر آتے آتے رک گیا اور کان اس کی آواز پر لگا دیئے۔ "بابا کے بعد جب میں اس گھر میں آئی تھی تو مجھے اتنا پتا تھا کہ بے شک تم سب میرے اپنے ہو مگر احزاز اور میرا تعلق وہ ہے جو شاید دنیا کا مضبوط ترین تعلق ہے۔ ایک عورت کے شادی کے بعد تمام رشتے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ ماں باپ' بہن بھائی اور دوسرے تمام رشتے صرف شوہر کا رشتہ استوار کرنے کے لیے عورت تن من صرف اس رشتے کو مضبوط بنانے میں لگا دیتی ہے پھر کہیں جا کر اسے خوشیاں اور من چاہی بیوی کا اعزاز ملتا ہے لیکن مجھے پتا ہے کہ میں کچھ کرلوں' اپنے اور احزاز کے رشتے کو مضبوط نہیں کرسکتی۔"

"مدھو.....!"

"ہاں کشف! ان مہینوں میں' میں نے پوری کوشش کی کہ احزاز کی نظروں میں اپنی کوئی حیثیت بنا سکوں' میں اس کے مزاج کے ہر موسم کو جان گئی' وہ کب کیا چاہتا ہے' کیا کہنا چاہتا ہے' اسے کس چیز کی ضرورت ہے' کیا پسند ہے اور کیا ناپسند ہے' میں نے خود کو مکمل اس کی پسند میں ڈھال لیا لیکن....." اس نے گہری سانس خارج کی۔ احزاز دم بخود رہ گیا۔

"مدیحہ! تمہاری خواہش تھی نا کہ انجان بندے سے تمہاری شادی ہو جسے دھیرے دھیرے تم سمجھو....."

"ہاں! کیونکہ میں شادی کے بعد کی محبت پر یقین کرتی ہوں اور کشف میں نے اپنا کہا پورا تو کیا ہے۔ شادی کے بعد پل پل تمہارے بھائی کو جانا ہے' سمجھا ہے مگر میری خواہش اب بھی ادھوری ہے۔ کوئی مجھے بھی تو سمجھے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ میری خواہش میرے خواب..... شاید سب بے معنی..... میں نے تو اب یہ باتیں سوچنا ہی چھوڑ دی ہیں کشف! ہاں مگر جس انسان کی خاطر ہم ہر رشتہ چھوڑ دیتے ہیں' جس کے ساتھ ساری عمر گزارتے ہیں' اس کی باتیں ہمیں دکھ دیں تو....." اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔

"میں جانتی ہوں' تم بھیا کی باتوں پر دکھی ہوتی ہو پر اظہار نہیں کرتی' ہے نا!"

"جب میں یہ سوچتی ہوں نا کشف کہ اتنی لمبی زندگی اگر اسی طرح گزرے گی تو دکھ ہوتا ہے۔ بابا اور آنٹی کی طرف دیکھتی ہوں تو دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ ان کے درمیان کے فاصلے مٹا دے اور اپنی طرف دیکھتی ہوں تو دعا کرتی ہوں کہ یہ کہانی پھر نہ دہرائی جائے' ہماری سوچوں کے یہ اختلاف عمر بھر نہ رہیں۔ مجھے ڈر لگتا ہے کشف! تم ہو یا بابا کوئی کب تک میرا ساتھ دے گا؟ زندگی تو بہر حال مجھے اور احزاز کو ہی گزارنی ہے نا! میں پیچھے مڑ کر دیکھوں تو میرے پاس تو کچھ بچا ہی نہیں ہے۔ میرا تو کوئی بھی نہیں ہے' بس اب یہ ہی ایک بندھن ہے اور جو سب سے زیادہ اپنا ہے شاید اس چیز کا احساس بھی نہیں کہ مجبوراً اور زبردستی سہی' اس نے میرے مرحوم باپ کی خواہش پوری کی تھی اور میرے بابا مجھے یہ زندگی نہیں دینا چاہتے تھے' انہوں نے تو میری خوشیوں کے لیے بھیک مانگی ہوگی۔"

"مدھو!" کشف نے اس کا چہرہ سے تھام کر اپنی طرف کیا' اس پورے عرصے میں پہلی بار اس کی پلکیں بھیگی تھیں۔ "مدھو پلیز! رونا نہیں....." اس سے پہلے کہ وہ دونوں مزید کوئی بات کرتیں' ہلکی سی دستک کے بعد احزاز اندر آیا تھا۔

"بھیا..... آپ.....؟" کشف کو سمجھ نہیں آیا کہ اس لمحے کیا کہے۔ مدیحہ نے جلدی سے چہرہ صاف کیا۔

"آئیں نا بھیا! خیریت تھی یا اپنی بیگم کی کمی محسوس کر رہے تھے؟" کشف اس وقت ماحول کا بوجھل پن ختم کرنا چاہتی تھی۔

"دراصل کافی پینے کی عادت نہیں رہی تھی نا آج پی تو نیند اڑ گئی۔" وہ کشف کے پاس ہی آ بیٹھا تھا۔

"مدھو! تمہیں پتا ہے' تمہاری شادی کے بعد بھیا پہلی بار آج میرے روم میں آئے ہیں۔ لگتا ہے مجھ سے بھی خفا ہیں ورنہ پہلے تقریباً روز ہی ہم دونوں بہن بھائی گپ شپ کرتے تھے۔"

"کشف! تم کیا چاہتی ہو کہ میں اٹھ کر چلا جاؤں؟" وہ نروٹھے انداز میں بولا۔ مدیحہ نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا تھا۔ گندمی پرکشش رنگت پر کھڑے نقوش' براؤن گہری آنکھیں' بلیو ٹی شرٹ اور بلیک ٹراؤزر میں وہ روٹھا روٹھا کتنا خوب صورت لگ رہا تھا۔ وہ کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل بن سکتا تھا کہ وہ تھا ہی اتنا اچھا اور وجیہہ..... اس نے احزاز شاہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی بہت کم دیکھی تھی۔ اکثر اس کے چہرے کے نقش بھی اکھڑے رہتے تھے۔

"ارے بھیا! میں تو آپ کو تنگ کر رہی تھی۔" کشف کی آواز نے اسے حواسوں میں لوٹا دیا تھا۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی اور مانی آیا۔

"بھابی جی! بڑے صاحب بلا رہے ہیں آپ کو۔"

"مجھے بابا.....؟ کہاں ہیں وہ.....؟"

"اسٹڈی روم میں....." مانی بتا کر چلا گیا۔ پتا نہیں کشف کو ہی محسوس ہوا تھا مگر احزاز کے چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا۔

"او کے کشف! گڈ نائٹ!" مدیحہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے ڈیڈ کی بات سن کر آجاؤ نا!"

"نہیں یار! اب آرام کروں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے' تم بھی تو سارا دن کام کرتی رہتی ہو' تھکن ہو جاتی ہوگی۔"

"او کے.....!" وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل آئی اور اسٹڈی روم میں پہنچی تو بابا اس کے ہی منتظر بیٹھے تھے شاید.....

"بابا آپ نے بلایا تھا مجھے.....؟"

"جی بیٹا! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

"مجھ سے..... کہیں.....!" وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"مدیحہ! میں نے فیصلہ کرلیا ہے حالانکہ یہ فیصلہ مجھے

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت پہلے کرلینا چاہیے تھا مگر دیر سے سہی اب میں نے حتمی فیصلہ کرلیا ہے۔ میں گاؤں جارہا ہوں ہمیشہ کے لیے..... کشف تو ظاہر ہے کہ میرے ساتھ جائے گی مگر میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"بابا! آپ آنٹی کو اکیلا چھوڑ کر کیسے جاسکتے ہیں؟ انہیں آپ کی ضرورت ہے۔"

"مدھو! اسے تو میری ضرورت کبھی بھی نہیں رہی بچے! کاش ایسا ہی ہوتا خیر' میں تم سے پوچھنا چاہتا تھا کہ تم ہمارے ساتھ چلو گی؟ بچے! میں تمہارا بھی مجرم ہوں۔ اپنے مرحوم بھائی اور اپنی خواہش تو میں نے پوری کرلی لیکن تمہاری زندگی مشکل میں ڈال دی۔ احزاز جانے کب تمہاری ذات کو سمجھے گا' جانے کب اسے احساس ہو۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم بھی میری طرح اکیلی ہی زندگی کا یہ سفر نہ طے کرتی رہو' ہم سفر کے انتظار میں..... میں جانتا ہوں کہ تم نے پوری کوشش کی ہے اور تم کسی حد تک کامیاب بھی رہی ہو..... لیکن احزاز کا مزاج اپنی ماں جیسا ہے' مدیحہ! اس کا تم اندازہ لگا چکی ہوگی اور میں اس کی طرف سے خوش فہمی کا شکار ہونا نہیں چاہتا۔ تم سوچ لو' رات ہے تمہارے پاس..... میں اور کشف کل چلے جائیں گے۔ تم ہمارے ساتھ جانا چاہو گی یا احزاز کو ایک موقع اور دو گی؟" بابا نے اسے دیکھا جو خود جیسے ہاری ہوئی لگ رہی تھی۔ اس کا دل تو پہلے ہی اداس ہورہا تھا۔ وہ بابا کی گود میں سر رکھ کے بُری طرح رو دی۔

"شاید بابا میری کوششوں میں ہی کمی رہ گئی ہے۔ میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ آپ کی ذات سے میرا حوصلہ بڑھتا تھا' آپ نہیں ہوں گے تو..... اور رہی میرے نصیب کی بات تو احزاز کو میری ضرورت ہوئی تو مجھے لینے ضرور آئیں گے۔ بابا میں انہیں موقع نہیں' خود کی کوششوں کو آزمانا چاہتی ہوں۔ میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ میں خلوص اور نیک نیتی سے کیے گئے اس تمام عرصے کی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں اور کامیاب ہوئی بھی ہوں یا نہیں.....؟"

"اللہ تمہیں کامیاب کرے بیٹا!" انہوں نے اس کا سر تھپکا۔ وہ کافی دیر روتی رہی۔ بابا سے وہ دل کی ہر بات شیئر کرلیتی تھی۔ انہیں بتاتی رہی۔ وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا۔

"مدھو! بہت رات ہوگئی ہے بچے! اب جاکے آرام کرو۔"

"جی بابا!" اس نے چہرہ صاف کیا اور "گڈ نائٹ" کہتی اپنے کمرے میں آگئی۔ اس کی آہٹ پر وہ یوں اٹھ بیٹھا تھا جیسے اس کا ہی منتظر ہو۔ مدیحہ نے پہلے واش روم کا رخ کیا پھر باہر آکر تکیہ اٹھاتے بیڈ پر گئی تو وہ خود کو روک نہ پایا اور پوچھ بیٹھا۔

"بابا سے کیا بات ہوئی ہے؟" مدیحہ نے اسے بہت حیرت سے دیکھا۔

"بابا صبح ہمیشہ کے لیے گاؤں جارہے ہیں....."

"اور....." اس نے پوچھا۔

"میں اور کشف بھی ان کے ساتھ جائیں گے۔"

یک دم ہی احزاز کو لگا اس کے اندر کچھ زور سے ٹوٹا ہو۔

"تم نے ڈیڈ کو سمجھایا نہیں.....؟" جواباً اس نے صرف سر ہاں میں ہلایا تھا۔ اس سے پہلے احزاز نے کبھی اتنی بات نہیں کی تھی اس سے..... "مگر وہ فیصلہ کرچکے ہیں۔" اس نے تکیہ اٹھایا اور صوفے پر جاکے لیٹ گئی۔

"اور تم.....؟" یہ آواز شاید ایک خواب تھا۔ وہ بھلا کیوں مجھ سے پوچھے گا۔ وہ آنکھوں پر ہاتھ دھر کے سونے کی کوشش کرنے لگی اور احزاز سوچ میں پڑ گیا۔ آج اس نے مدیحہ کی ہر بات سنی تھی اور واقعی اسے احساس ہوا تھا کہ وہ اس کی ذات سے وابستہ ہوکر ہی اس گھر میں آئی تھی اور اس نے کبھی سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ صبح کیا وہ چلی جائے گی۔ بابا اور کشف کے ساتھ.....؟ کیا مما کو روکنا نہیں چاہیے بابا کو؟ انہوں نے ایک عمر ساتھ گزاری ہے..... کاش مما روک لیں ڈیڈ کو..... اور وہ.....! کیا وہ مدیحہ کو روک پائے گا؟ اس کا ذہن بُری طرح الجھ رہا تھا۔ مگر اس کے پاس ان الجھنوں کا کوئی حل نہیں تھا۔

اگلے روز اس نے بابا کو جالیا۔

"بابا پلیز! آپ میرے بارے میں سوچیں' مجھے اکیلا چھوڑ کر مت جائیں نا!"

"میں نے تو کوشش کی تھی بیٹا کہ تم اکیلے نہ رہو' مگر تم نے خود وہ تمام لمحے گنوا دیے اور اب میں مدیحہ کو یہاں چھوڑ کر پھر سے وہ کہانی نہیں دہرانا چاہتا جو میرے ساتھ بیت چکی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری ذمہ داری پوری ہوئی۔ تم ماشاءاللہ ایک اچھے بزنس مین بن چکے ہو' سیٹل ہو' البتہ کشف کو رخصت کرنے کی ایک اہم ذمہ داری ابھی مجھ پر باقی ہے اور گاؤں جاکر پہلا کام یہ ہی کروں گا۔ ٹائم ہو تو آجانا ورنہ میں جانتا ہوں' تم اپنی بہن کو اچھی دعائیں ضرور دو گے۔ اپنا خیال رکھنا اور ہاں! بے شک تمہاری ماں کو کسی کی ضرورت نہیں ہے مگر تم اپنا فرض ادا کرنا اور ان کا خیال رکھنا۔"

"ڈیڈ پلیز!"

"احزاز! مجھے مجبور مت کرنا بچے! زندگی میں پہلی بار کوئی فیصلہ کرکے مجھے دلی سکون ملا ہے۔" گویا وہ اٹل تھے۔ احزاز مما کے پاس گیا انہیں سمجھانے مگر.....!

"تو کیا ہوا؟ وہ یہاں ہوکر بھی کبھی میرے نہ بن سکے۔ یہ شادی صرف ایک سمجھوتا تھی..... ورنہ شاہ نواز احمد کبھی بھی میرے شوہر نہ ہوتے۔"

"مما.....!" وہ ساکت رہ گیا۔ "آپ کو ڈیڈ کے جانے کا ذرا بھی افسوس نہیں.....؟ آپ نے ایک عمر ان کے ساتھ گزاری ہے۔"

"وہ میری مجبوری تھی مائی سن! پلیز میرا سر مت کھاؤ۔ شاہ نواز نے بہت دیر سے سہی' صحیح فیصلہ کیا ہے' اسے بہت پہلے چلے جانا چاہیے تھا۔ شاید وہ یہاں ہوکر بھی یہاں کبھی تھا ہی نہیں..... میں نے زبردستی اسے اس کے ماں باپ سے دور رکھا تھا اور وہ صرف اپنے بچوں کی خاطر خاموش رہا۔ آج جب اس کے بچے اپنے پیروں پر کھڑے ہیں تو اس نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا ہے۔" احزاز کو محسوس ہورہا تھا کہ یہ عورت جسے وہ ماں کہتا رہا ہے اس کی ماں ہے ہی نہیں۔ اس عورت میں جذبات و احساسات تھے ہی نہیں۔ جس شخص کے ساتھ زندگی گزاری۔ اس کے ہونے نہ ہونے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"مجھے بہت افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے آج کہ آپ ہماری ماں ہیں اور یہ بات میرے لیے خوشی کا باعث ہرگز نہیں ہے۔" پہلی بار اس کے لبوں سے ایسے لفظ ادا ہوئے تھے کہ جن پر اسے خود بھی دکھ تھا۔ مگر بابا کے جانے سے زیادہ نہیں۔ وہ ہارے ہوئے شخص کی طرح کمرے میں آگیا جہاں مدیحہ جانے کی تیاری کررہی تھی۔

"اب اس سے کیا کہوں.....؟" اس نے خاموشی سے اپنے آفس کی تیاری کی اور جب کمرے سے جانے لگا تو مدیحہ کی آواز نے قدم روک دیے۔

"میں جانتی ہوں احزاز! کہ میرے وجود نے آپ کو کبھی خوشی نہیں دی' میں ایک زبردستی کے بندھن میں بندھ کر آپ کی زندگی میں آئی تھی' میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ میری ذات سے آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو پھر بھی کبھی اگر میں نے آپ کو دکھ دیا ہو تو اس کے لیے مجھے معاف کردیجیے گا۔" اس کی آواز بھاری ہوگئی تھی تب ہی وہ خاموش ہوگئی۔

"اگر یہ ہی الفاظ میں کہوں تو.....؟ کیونکہ میری ذات سے تو مدیحہ احزاز شاہ تمہیں ہمیشہ دکھ اور تکلیف ہی ملی ہیں۔ اس کے لیے ہوسکے تو مجھے معاف کردینا۔" اس نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ اپنی بات ختم کرکے فوراً چلا گیا تھا۔

❁.....☆.....❁

حویلی کا ہر فرد انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔ دادی اماں اور پھوپو نے اسے گلے لگایا۔

"پتا ہے کتنا مشکل تھا ہمارے لیے تیرے بنا جینا' کتنے دن تو یوں محسوس ہوا کہ تُو آجائے گا۔" پھوپو اسے سینے سے لگائے کہہ رہی تھیں۔ "اور حماد کتنے دن تجھے یاد کرکے روتا رہا' اس نے تو گھر آنا چھوڑ دیا تھا

کہ مدھو کے بنا گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ ہمیں تو عادت بھی نہیں تھی تیرے بنا رہنے کی کبھی تجھے خود سے الگ کیا نہیں..... اور جب یوں اچانک اپنے سسرال گئی تو لگا ہمارے آنگن کی ساری چڑیاں اڑ گئیں' وہ چہچاہٹ نہیں رہی تھی مدھو!'' انہوں نے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ تھام کر چوما۔ مدیحہ کی مسکراہٹ انہیں اچھی لگ رہی تھی۔ اس کے اندر بہت تبدیلی محسوس کی تھی انہوں نے..... لیکن یہ تبدیلی اس پر جچ رہی تھی۔ پھوپو نے کشف کو بہت پیار کیا۔ اماں جی اور ابا جی اپنے بیٹے کو دیکھ کر ہی مسرور ہو گئے تھے۔ حماد شام میں آیا تو گھر میں رونق دیکھ کر نہال ہو گیا۔ مدیحہ اس کے کاندھے سے لگ گئی۔

''بڑی سنگ دل بہن نکلی مدھو! ایسی پیا دیس گئی کہ مڑ کر اپنا بھائی بھی یاد نہ آیا۔ پتا ہے تیرے بغیر رہنے کی عادت کتنی مشکل سے ڈالی ہے ہم نے.....؟''

''میں نے ہر پل آپ لوگوں کو یاد کیا ہے بھیا! مگر وہاں زندگی گزارنے کے لیے ان لوگوں میں گھلنا ملنا انہیں وقت دینا بھی ضروری تھا نا!''

''اچھا کیا.....! چل یہ بتا احزاز کیسا ہے اور وہ تم لوگوں کے ساتھ نہیں آیا؟'' اس کے سوال پر پل بھر کو وہ گڑبڑا گئی پھر سنبھل گئی۔

''بابا اور وہ دونوں آ جاتے تو بزنس کا کیا ہوتا؟ پھر آنٹی کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی فرینڈز کے ساتھ گھومنے جائیں گی۔ گھر پر کسی کو تو رہنا تھا نا!'' اس بے مہر کی سنگت نے اسے جھوٹ بولنے کا ہنر بھی سکھا دیا تھا۔ حماد ماموں اور کشف سے ملا ان کے ساتھ باتیں کرتے ٹائم کا پتا ہی نہ چلا تھا۔

''میرا خیال ہے اب سو جانا چاہیے بچو! بارہ بج چکے ہیں۔'' بابا نے کہا تو انہیں ٹائم کا احساس ہوا۔

''جی ماموں! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں پھر صبح مجھے شہر بھی جانا ہے' ضروری کام سے.....'' حماد بولا۔ کشف تو انجوائے کر رہی تھی مگر مدھو کا نیند سے بُرا حال تھا' اس نے شکر ادا کیا۔

❁.....☆.....❁

شام شاید اپنے پیر پھیلا چکی تھی۔ اس نے کسلمندی سے کمبل ٹانگوں سے ہٹایا اور انگڑائی لیتا کھڑا ہو گیا۔ پردے سمیٹ کر کھڑکی کھولی تو سورج جیسے اسے ہی الوداع کہنے کو رکا ہوا تھا۔

موسم بدل رہا تھا اور بدلتے موسم کی یہ اداس سیاہ شامیں' ڈوبتا سورج احزاز شاہ کے اندر تک سناٹے اتار گیا۔ اسے اپنے اندر کچھ ڈوبتا محسوس ہوا تھا۔ سرد ہوا کا جھونکا چہرے کو چھو کر گزرا تو جھرجھری لیتا وہ کھڑکی بند کرنے لگا۔ فریش ہو کر نیچے آیا تو خلافِ معمول مما سٹنگ روم میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔

''گڈ ایوننگ بیٹا! اب کیسا محسوس کر رہے ہو؟'' کل سے بخار نے اس کے وجود کو توڑ کر رکھ دیا تھا مگر اب کچھ بہتر تھا۔

''اب بہتر ہوں مما!'' جب ہی مانی چائے لے آیا۔

''بھیا جی! چائے کے ساتھ کچھ لاؤں؟ آپ نے دوپہر بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔''

''نہیں! میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' اس وقت کی چائے کے ساتھ کچھ نہ کچھ وہ ضرور بنا کے رکھتی تھی۔ یہ ٹائم وہ ہوتا جب مدیحہ' بابا کشف اور ان سے الگ بیٹھا احزاز چائے پیتے گپ شپ کیا کرتے اور آج! شام تو تھی مگر وہ نہیں تھے۔ جانے کیوں اس کا دل عجیب سے سناٹے میں گھر گیا۔ ملازم چائے لے کر آیا تو اس نے لوٹا دی۔

''مانی! میرا دل نہیں چاہ رہا چائے کو' لے جاؤ پلیز!'' ملازم نے اسے حیرت سے دیکھا۔ اس وقت کی چائے اور وہ منع کر دے؟ لیکن اسے اپنے چھوٹے صاحب کے موڈ سے ڈر لگتا تھا' سو خاموشی سے کپ اٹھا کے کچن کا رخ کی۔

''مائی سن! مجھے لگتا ہے تم ان لوگوں کو یاد کر رہے ہو۔ آج دس دن ہو گئے ہیں اور میں دیکھ رہی ہوں کہ تم میں پہلے والی بات نہیں رہی۔''

''مما! اگر ایسا ہے تو ظاہری بات ہے۔ وہ میرے ڈیڈ ہیں' کشف میری بہن ہے۔ اک عمر گزاری ہے میں نے ان کے ساتھ اور میں تو پھر انسان ہوں مما! شاید آپ نے غور نہیں کیا یہ گھر اس کے در و دیوار تک اداس ہیں۔''

''اور تمہاری بیوی؟ مجھے جانے کیوں لگتا ہے کہ تم اس میں شامل ہو چکے ہو' اس کی کمی محسوس کر رہے ہو؟''

مما کی بات پر پل بھر کو اس کے اندر ایک سکون سا اترا تھا پھر سنبھل گیا۔

''مما! مانا کہ میرے اور مدھو کے درمیان ہم آہنگی نہیں رہی مگر یہ سچ ہے کہ اس نے اس گھر کو گھر بنایا ہے' توجہ اور پیار سے..... جو آپ ایک عمر گزار کر بھی نہ کر سکیں' وہ چند ماہ میں کر گئی۔ اس نے مجھے احساس دلایا ہے کہ گھر کے لیے عورت کا وجود کتنی اہمیت رکھتا ہے اور عورت کی توجہ اگر اس کا گھر اور گھر والے ہوں تو وہ گھر کتنا مکمل اور پُرسکون ہوتا ہے۔ مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے یہ کہنے میں کہ میں اس کی کمی شدت سے محسوس کر رہا ہوں کیونکہ مجھے اور اس گھر کو اس کی عادت ہو گئی ہے' وہ میری ہر ہر ضرورت' ہر ہر خواہش کا خیال رکھتی تھی بنا میرے کہے۔ کاش مما! آپ نے بھی ڈیڈ پر یوں توجہ دی ہوتی۔''

''اُف خدایا! یہ لیکچر بند کرو۔ اگر اتنی محبت ہے اس اجڈ سے تو چلے جاؤ تم بھی وہاں.....''

''کاش ایسا ہو سکتا مگر میرے ڈیڈ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنی ماں کے ساتھ رہوں' ان کا خیال رکھوں جنہیں اپنے علاوہ کسی کا خیال نہیں۔''

''میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں' مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔''

''جی مما! اس کا عملی مظاہرہ تو آپ کر چکی ہیں۔ اپنے شوہر کے جانے پر جس عورت کو دکھ تک نہ ہو وہ.....'' وہ یہ کہہ کر اٹھ گیا۔

احزاز شاہ کی حالت عجیب سی تھی۔ گھر آنے کو دل تک نہ چاہتا تھا اور آتا تو یوں محسوس ہوتا جیسے ابھی ڈیڈ یا کشف کی آواز آئے گی' وہ اسے پکاریں گے' اپنے کمرے میں جاتا تو لگتا ابھی کسی کی چوڑیاں کھنکھیں گی مگر ہر سو صرف سناٹا تھا اور وہ ایک ماہ میں ہی اس زندگی سے اُکتا گیا تھا۔

''پلیز ڈیڈ! مجھے یہ سزا مت دیں' لوٹ آئیں' میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتا۔'' اس نے ڈیڈ کو فون کیا تھا۔ شاید اس دن سلمٰی بیگم کو یہ احساس ہوا کہ اس نے احزاز کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئیں مگر انہوں نے یہ ملک چھوڑنے کا فیصلہ کیا تھا اور یہ ہی اطلاع دینے کے لیے آج زندگی میں پہلی بار انہوں نے خود شاہ نواز احمد کو فون کیا تھا۔

''میں احزاز کو یوں نہیں دیکھ سکتی۔ یہ سچ ہے شاہ نواز! میں کبھی تم سے محبت نہیں کر پائی ورنہ تم نے ہر ممکن کوشش کی کہ ہمارا یہ رشتہ مضبوط ہو مگر میرے دل میں آج بھی تم نہیں ہو۔ سو میں مزید تمہیں یا اپنے بچوں کو دکھ نہیں دوں گی' میں امریکہ جا رہی ہوں۔ تم پلیز اپنے بچوں میں لوٹ آؤ کیونکہ میرے بغیر تو بچے ہمیشہ ہی رہے ہیں لیکن تمہارے بنا وہ نہیں رہ سکتے۔ احزاز بہت تنہائی محسوس کرتا ہے' اس کا باپ اسے لوٹا دو پلیز!'' انہوں نے آج بھی صرف اپنی کہہ کر لائن کاٹ دی اور شاہ نواز احمد ایک بار پھر سلمٰی احمد کے سامنے ہار گئے۔

کاش ہمارے بڑوں نے یہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا ہوتا تو آج.....!

وہ اس وقت کشف کی شادی کی تیاری میں مصروف تھے اور انہوں نے احزاز کو بھی اطلاع دے دی تھی کہ پرسوں کشف کا نکاح ہے' تم آنا چاہو تو ضرور آنا اور جس دن نکاح تھا' وہ سویرے ہی پہنچ گیا تھا۔ کشف کو یوں لگا جیسے وہ برسوں بعد اپنے بھائی سے ملی ہو۔ کتنی دیر اس کے گلے سے چپکی رہی۔

''بھیا! آپ ٹھیک ہیں' اتنے کمزور لگ رہے ہیں۔'' اس نے بغور مشاہدہ کیا تھا۔ وہ مسکراتا ہوا ڈیڈ کے گلے لگ گیا اور جانے کس احساس سے اس کی آنکھوں کے گوشے نم پڑ گئے۔

''اگر آپ بھی مما کی طرح کا رویہ رکھتے تو شاید آپ

WWW.PAKSOCIETY.COM

کی کمی اتنی شدت سے محسوس نہ ہوتی۔ مگر آپ نے تو اپنی ذات سے زیادہ ہمارا خیال رکھا ہے۔ ڈیڈ! پھر آپ نے یہ سوچ کیسے لیا کہ ہم آپ کے بنا رہ پائیں گے؟ نہیں ڈیڈ.....!" ڈیڈ نے اپنے خوب صورت بیٹے کو مزید خود سے بھینچ لیا۔

"جناب! ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں....." حماد کی چہکتی آواز نے اسے ڈیڈ سے الگ کیا۔

"اوہ! سوری ڈیئر!" وہ حماد سے ملا پھر دادا جی، پھوپو اور گھر کے ہر فرد سے مل چکا تھا مگر اسے مدیحہ کا چہرہ نظر نہیں آیا، اس کی نگاہیں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔ ظاہر ہے شادی کا گھر تھا، مہمان تھے اور اتنے لوگوں میں اسے تلاش کرنا..... شاید بابا اس کی نگاہوں میں چوری چوری کسی کی تلاش دیکھ چکے تھے بھی بھنویں اچکا کر اشارے سے پوچھا تو وہ مسکرا کر سر جھکا گیا اور شاہ نواز احمد اسی بات کے منتظر تھے کہ احراز، مدیحہ کو خود پکارتا ہے یا ان کی طرح اب مدیحہ نے بھی یوں ہی بے مقصد زندگی گزارنی تھی لیکن وہ خوش تھے کہ مدیحہ کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔

شام میں جا کر وہ اسے دکھائی دی تھی۔ میرون کلر کے فل کام والے سوٹ میں خوب صورت سے کیے میک اپ اور جیولری نے اسے نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت بنا دیا تھا۔ کسی کام سے گزر رہی تھی جب احراز سے سامنا ہوا۔

"السلام علیکم!" اس کے یاقوتی لب ہولے سے ہلے تھے، احراز کہیں کھو گیا۔

"بہت جلدی یاد آ گیا آپ کو.....؟" صبح سے اسے ڈھونڈ کر نگاہیں تھک گئی تھیں سو وہ نا چاہتے ہوئے بھی طنز کر گیا مگر اس کی موجودگی اسے بہکا رہی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟"

"جی! آپ اور آنٹی کیسی ہیں؟"

"مما امریکہ چلی گئی ہیں۔" سنجیدگی سے جواب دیا۔ مدیحہ نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا، جس کے چہرے پر عجیب سا دکھ نظر آیا تھا، وہ پہلے سے بہت کمزور لگ رہا تھا۔ چہرے پر تازگی بھی نہیں تھی، اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"آپ ٹھیک ہیں نا احراز! بہت کمزور ہو رہے ہیں؟" اس کی فکر جیسے احراز شاہ کی روح تک کو پُرسکون کر گئی۔

"تمہیں فکر ہے میری.....؟" اس نے گلہ کیا۔ مدیحہ نے اسے دیکھا جو اسے ہی تک رہا تھا۔ "جس دن سے آئی ہو بیمار ہی رہا ہوں۔" جانے وہ کیا جتا رہا تھا۔ مدیحہ کی پلکیں خوشی سے بھیگیں۔

"احراز بھائی!" حماد کے دوست کی آواز نے اس لمحے بہت پریشان کیا تھا اسے۔ "مجھے تم سے بات کرنی ہے مدیحہ احراز!" وہ اپنی بات مکمل کر کے تیز قدموں سے پلٹ گیا۔

❁.....☆.....❁

"ڈیڈ! اب تو کشف کی ذمہ داری ادا کر دی آپ نے، پلیز اب گھر چلیں، میں بہت تنہا ہو گیا ہوں۔"

"احراز! کیا میرے واپس جانے سے تمہاری تنہائی واقعی دور ہو جائے گی بچے!" ڈیڈ کی ذو معنی بات وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"کیا مطلب ڈیڈ!"

"میں نے تمہاری مما کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اک عمر تنہا گزاری ہے احراز! اور میں نہیں چاہتا کہ دوبارہ ایسا ہو۔ میں تمہارے ساتھ رہوں یا نہ رہوں مگر تمہیں زندگی کے اس سفر میں ایک ہم سفر چاہیے۔ جس کا ہاتھ تھام کر تم یہ زندگی آسانی سے گزار سکو اور جو تمہارے ہر دکھ سکھ کی ساتھی ہو۔ تم ایک دوسرے کی مشکلیں سمجھو اور مل کر حل کرو۔" اب اسے یہ بات واضح انداز میں سمجھ آ گئی تھی۔ وہ خود بھی تو دوبارہ سے یہ کہانی نہیں دہرانا چاہتا تھا لیکن اپنی زندگی وہ کسی سمجھوتے کے سہارے نہیں بلکہ دل و دماغ کی رضامندی سے گزارنا چاہتا تھا، جس کے لیے وہ اب پوری طرح تیار تھا۔ وہ اس آنے والے نئے سال میں اپنی نئی زندگی کا آغاز کرے گا، مڑ کر گزر جانے والے ماہ و سال کو نہیں دیکھے گا۔ یہ ہی وعدہ تو کر کے آیا تھا وہ خود سے اور یہ ہی اقرار تو اس نے مدیحہ سے لینا تھا۔

"آپ فکر نہ کریں ڈیڈ! مجھے صرف آپ کی دعائیں چاہئیں۔" اس نے مسکرا کے ان کے خدشات دور کیے۔ "میں مدیحہ سے کہہ دیتا ہوں کہ صبح ہمیں نکلنا ہے، وہ پیکنگ کر لے۔" اس کی مکمل بات سن کر ڈیڈ سرشار ہو گئے تھے۔

❁.....☆.....❁

اگلی صبح وہ سب کی دعائیں سمیٹ کر ایک بار پھر اسی سفر پر رواں دواں تھی لیکن اس بار دل میں امید تھی، اسے یقین تھا کہ وہ اپنا ہم سفر پا چکی ہے۔ بس اس کے اظہار کی منتظر تھی۔ جس نے اس سے کہا تھا کہ وہ مدیحہ سے بات کرنا چاہتا ہے۔

گھر پہنچے تو مانی انہیں دیکھ کر کھل اٹھا۔

"بھابی جی! قسم سے آپ کے آنے سے حوصلہ ملا ہے، ورنہ بھائی جی کے خراب موڈ سے مجھے ڈر لگنے لگا تھا۔" احراز نے اسے آنکھیں دکھائیں تو بابا اور وہ ہنس پڑے تھے۔

"اچھا اب فٹافٹ کچھ بناؤ، میں ابھی فریش ہو کر آتی ہوں، بھوک سے بُرا حال ہے۔"

"جی! اچھا.....!" وہ مسکراتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی تھی، شام تو ویسے بھی ڈھل چکی تھی۔ جب تک وہ لوگ فریش ہو کر آئے، مانی نے کھانا تیار کر لیا تھا۔

"ڈیڈ! میں اور مدیحہ کھانے کے بعد باہر جائیں گے۔ آپ چلیں گے ہمارے ساتھ؟" وہ کھانے کے دوران ڈیڈ سے مخاطب تھا۔

"ارے نہیں بھئی! میں آرام کروں گا۔ تم دونوں جاؤ۔" انہوں نے سہولت سے منع کر دیا۔

"تم تیار ہو جانا کھانے کے بعد!" وہ اب مدیحہ سے مخاطب تھا۔ جس نے صرف سر ہلایا تھا۔ کھانا ختم کرتے ہی احراز اٹھ گیا، بابا اسے دیکھ رہے تھے۔

"خوش رہو بچے! آج تمہاری محنت کا ثمر تمہیں مل گیا، اللہ رب العزت تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور ہر آنے والا ہر دن تمہارے لیے خوشیاں ہی خوشیاں لائے۔"

"شکریہ بابا!" اس نے اٹھ کر ان کے گلے میں بانہیں ڈالیں۔

"اچھا! اب جا کر تیار ہو جاؤ، کہیں احراز کا موڈ بگڑ نہ جائے۔" انہوں نے کہا۔

وہ "اچھا" کہتی اٹھ گئی اور آدھے گھنٹے بعد وہ دونوں باہر جا رہے تھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے پُرشوق نظروں سے مدیحہ کو دیکھا تھا، وہ جھینپ کر رخ موڑ گئی۔ احراز نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

دراصل میرے دوستوں نے آج پارٹی رکھی ہے لیکن وہاں جانے سے پہلے میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بہت نرم انداز میں بات کر رہا تھا۔ اس نے گاڑی کو ایک خوب صورت اور شہر کے بڑے ہوٹل کے سامنے لا کر کھڑا کیا تھا مدیحہ نے حیرت سے دیکھا۔

"آ جاؤ!" گاڑی پارک کر کے وہ آگے بڑھ گیا،

اے چاند کی کرنوں

اے چاند کی کرنوں جاؤ نا
تم اس کو چھو کر آؤ نا
وہ کب کب کیا کیا کرتا ہے، وہ جاگتا ہے یا سوتا ہے
وہ کس سے باتیں کرتا ہے، وہ شام کو کیسا لگتا ہے
وہ رات کو کیسا دکھتا ہے، جب سوئے کیسا لگتا ہے
جب جاگے کیسا دکھتا ہے، تم چپکے چپکے جاؤ نا
تم اس کو چھو کر آؤ نا
ہم اس کے بنا ادھورے ہیں اور جینا مشکل لگتا ہے
تم کان میں اس کے کہہ دینا، کوئی یاد بہت اسے کرتا ہے
اے چاند کی کرنوں جاؤ نا

طیبہ نذیر..... گجرات

مدیحہ اس کے ہمراہ تھی۔ یہاں بہت زیادہ لوگ تھے شاید وہ بھی پارٹی میں مدعو تھے۔ احزاز اسے لے کر پُرسکون سی جگہ تلاشتے ہوئے ایسی جگہ لے آیا تھا جہاں بہت کم لوگ تھے۔

"بیٹھ جاؤ!" اس نے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ مدیحہ کچھ جھجکتے ہوئے بیٹھ گئی۔ بے شک یہاں لوگ کم تھے مگر اس کے خیال سے رش تھا۔ احزاز نے اس کی الجھن محسوس کی۔

"پلیز ریلیکس! یہ وہ دنیا ہے جہاں کسی بھی شخص کو دوسرے سے کوئی سروکار نہیں' بے فکر ہو جاؤ۔"

"میں یہاں ایزی فیل نہیں کر رہی۔" بار بار دوپٹا درست کرتی وہ تنگ آ گئی تھی۔

"مدھو! ادھر دیکھو میری طرف.....!" وہ قدرے تیز لہجے میں بولا تھا مگر آج اس کے رویے میں اپنا پن نمایاں تھا اور پہلی بار اس نے "مدھو" پکارا تھا۔ مدیحہ نے نظریں ذرا سی اٹھائیں تو اسے متوجہ پایا۔

"میں تمہیں یہاں اس لیے لایا ہوں کہ ہم آرام سے بات کر سکیں گے۔ گھر کے ماحول سے دور.....!" اس کے لفظوں سے مدیحہ کے دل کی دھڑکن بے قابو تھی۔ ٹیبل پر نظریں جمائے جانے کیا کھوجنے لگی۔ احزاز نے بغور اس کا سراپا دیکھا پھر ٹیبل پر دھرے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں کی پناہ میں لے لیا۔ مدیحہ کی جان پر بن آئی تھی' ایک تو احزاز کا یہ روپ پھر پبلک پلیس۔

"مدھو! میں تمہیں شکریہ کہنا چاہتا ہوں۔ تم نے مجھے زندگی کی ایک نئی راہ دکھائی' میں شاید اس حیات کے صحیح معنوں سے واقف ہی نہیں تھا اور کبھی ہو بھی نہ پاتا' اگر تم میری زندگی میں نہ آئی ہوتیں۔ میں بھی شاید مما کی پسند کی کسی لڑکی سے شادی کر لیتا' جو بے شک مما جیسی ہی ہوتی مگر ہمارے گھر کی وہ ہی روٹین تا عمر چلتی رہتی جو تمہارے آنے سے پہلے تھی۔ مدھو! تم میری زندگی میں بنا میری خوشی اور مرضی کے آئی تھیں اور یقین کرو کہ مجھے صرف تمہارا نام پتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے تمہارے بارے میں کچھ علم نہ تھا اور نہ ہی مجھے دلچسپی تھی۔ مجھے صرف اتنا پتا تھا کہ مما کہتی تھیں گاؤں کے لوگ جاہل اور چھوٹی سوچ کے ہوتے ہیں اور تعلیم کے سخت خلاف۔ سو میرے ذہن میں یہ ہی تھا کہ تم بھی ان پڑھ ہو گی حالانکہ میں حویلی کا ماحول دیکھ آیا تھا مگر مجھے لگا تم ہمارے گھر کے لیے قطعی نامناسب ہو۔ ہمارے ساتھ کبھی ایڈجسٹ نہیں کر سکتیں اور کم از کم ہم دونوں میں ہم آہنگی ہو ہی نہیں سکتی۔ مگر مدھو! میں غلط تھا۔ میں نے لاکھ تمہیں نظر انداز کیا مگر پھر بھی تم میری توجہ کا مرکز رہیں۔ تم نے دھیرے دھیرے میرے گھر' میرے کمرے اور پھر میرے دل میں ایسی جگہ بنائی کہ میں تمہارا عادی ہو گیا۔ ہاں مدھو! مجھے اعتراف ہے کہ تم میری ضرورت بن گئی تھیں۔ جب تم گاؤں میں تھیں تو میں شدید تناؤ کا شکار ہو رہا تھا' نہ کھانا اچھا بنتا اور نہ ہی میرے کام ٹھیک سے کوئی کر سکتا تھا۔ بس میں تم سے کہہ نہیں پایا کہ پلیز لوٹ آؤ' مدھو! تم نے مجھے جان لیا تھا' میری ہر خواہش ہر ضرورت اور ہر وہ بات جو میرے دل میں ہوتی تھی تم جان لیتی تھیں۔ میرے اندر کے انسان کو وہ ہی توجہ چاہیے تھی جو تم نے دی۔ ہاں میں آج تم سے اقرار کرتا ہوں کہ تم نے مجھے مجھ سے چھین لیا ہے' تم میرے اندر بستی ہو' تم واحد ہستی ہو جس نے مجھے پیار کے معنی سکھائے۔ اپنی خاموشی' محنت اور لگن سے..... شکریہ مدھو! تھینک یو سو مچ!" وہ بڑی سچائی سے اعتراف کر رہا تھا۔ جذبات سے بھرپور لہجے میں۔ اس نے مدھو کے ہاتھوں کو لبوں سے چھوا تو اس نے یک دم ہاتھ کھینچ لیے۔ "تم کچھ نہیں کہو گی؟" جواب میں مدھو نے صرف اسے دیکھا' لبالب پانی سے بھری آنکھیں..... احزاز شاہ چند لمحے دیکھتا رہا۔ "میں جانتا ہوں تم مجھ سے خفا ہو' تمہارے اندر بہت گلے ہیں جو صرف میری ذات سے ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کبھی بھی ان کا اظہار نہیں کرو گی؟" مدیحہ نے بہت حیران نظروں سے اسے دیکھا۔ "میں نے تمہاری تمام باتیں سن لی تھیں جو تم اس دن کشف کے روم میں بیٹھی اس سے شیئر کر رہی تھیں۔

آئی ایم سوری' میں نے ارادتاً ایسا نہیں کیا تھا مگر جب میں نے تمہارے اندر کے وہم اور تمہارے شکوے جو تم کر رہی تھیں اور اپنا ذکر سنا تو میں نہ چاہتے ہوئے بھی سنتا گیا..... تم نے بالکل غلط کہا تھا مدھو! کہ تم اپنے اور میرے رشتے کو کبھی مضبوط نہیں کر سکتیں۔ تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے اس بندھن کو کس قدر محبت سے باندھ دیا ہے' مائی ڈیئر وائف! کہو تو کان پکڑ کر سوری کروں کہ میں نے تمہیں سمجھنے میں واقعی دیر کر دی یا شاید اظہار کرنے میں ٹائم لگا دیا۔ تمہیں پتا ہے مدیحہ! شاید میں اب بھی تمہاری محبت کو اندر ہی دبائے بیٹھا رہتا' مجھے اظہار کرنے کا ہنر نہیں آتا تھا مگر مما کی بات نے میرے جذبوں کو جیسے زبان دی تھی۔ جب انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تم میں شامل ہو چکا ہوں اور تمہاری کمی مجھے محسوس ہوتی ہے تو میں یک دم پھٹ پڑا۔ اس دن میں نے مما کے سامنے وہ اقرار کر لیا جسے میں دل میں چھپائے پھرتا تھا۔ تب مجھے ہمت مل گئی اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں جاؤں گا' تمہیں لینے کہ تمہارے بنا میں واقعی نہیں جی سکتا۔"

"مجھے لگا کہ میں نے اپنی محنت اور سچی لگن سے آپ کو پا لیا تھا مگر جب میں نے آپ سے جانے کا کہا تو میرے دل کو امید سی تھی کہ شاید آپ مجھے روک لیں مگر وہ امید' امید ہی رہی۔ اگر آپ چاہتے تو میں کبھی نہ جاتی۔" اس کے لب ہلے تو شکوہ ہی اترا تھا' وہ ہولے سے ہنس دیا۔

"شکریہ! تم نے کچھ کہا تو..... گلہ ہی سہی۔" وہ ہولے سے ہنسا۔ "تم میرے اندر سما گئی تھیں واقعی تمہیں روک سکتا تھا' کیونکہ تم میرے اندر عیاں نہیں تھیں۔ اسی لیے میں نے تمہیں نہیں روکا کیونکہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میری یہ فیلنگز محض وقتی ہیں یا پھر تمہارے جانے کے بعد بھی تم یوں ہی میری روح میں بسی رہو گی۔ شاید میں خود کو آزمانا چاہتا تھا کہ میں تمہارے بن رہ پاؤں گا یا نہیں اور تم جیت گئیں....."

"احزاز.....!" اس کے لبوں سے اپنا نام اسے بہت خوب صورت لگا تھا۔

"ہوں!" وہ اب تک اس کی آواز کے سحر میں کھویا ہوا تھا۔

"آج میں خوش ہوں' بہت خوش کیونکہ تمہارے وسوسے دم توڑ گئے ہیں۔"

"ہاں مدیحہ! میں سمجھتا ہوں تمہیں ڈر تھا نا کہیں ہماری بھی ساری زندگی مام اور ڈیڈ کی طرح نہ گزر جائے؟ لیکن نہیں ہماری زندگی محبت و احساسات سے بھرپور ایک دوسرے پر مکمل اعتبار کے ساتھ گزرے گی کیونکہ مدھو! میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارے بچے بھی..... ساری عمر اسی کشمکش کا شکار رہیں۔" اس کے لفظوں نے مدیحہ کے چہرے کی رنگت گہری کر دی تھی اور احزاز شاہ کو اس کے اس روپ پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔ "تم بہت خوب صورت ہو مدیحہ احزاز! بہت پیاری..... آئی ریئلی لو یو!" محبت سے چُور لہجہ تھا اس کا۔ مدیحہ نے اسے گھورا مگر اس پر اثر نہیں تھا۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں مدیحہ کہ آج سے ہم اپنی زندگی کا خوش گوار آغاز کریں گے جس میں غلط فہمی اور گلے شکوے نہیں ہوں گے اور میں تمہیں اتنا پیار دوں گا کہ تم اپنے سارے دکھ بھول جاؤ گی۔ بس مجھے اور میرے گھر کو ہمیشہ یوں ہی تھامے رہنا کیونکہ مجھے اور میرے گھر کو تمہاری عادت ہو گئی ہے اور میں اپنی یہ عادت عمر بھر نہیں بدلنا چاہتا۔" اس کی دیوانگی پر وہ ہراساں تھی۔

"آؤ آج سے ہم اپنے نئے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔" اس نے مدیحہ کا ہاتھ تھاما اور ہوٹل سے باہر نکل آیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

اپنا مقام پیدا کر

سباس گل

میرا عروج اوجِ ثریا کا ہم نشیں
اس زندگی میں صاحبِ رفعت تجھی سے ہوں
تیرے بغیر میرے وطن کچھ نہیں تھا میں
دنیا میں آج صاحبِ عزت تجھی سے ہوں

''واہ علی بھائی! کیا آواز ہے آپ کی۔''

''آپ کو تو بڑے پکے راگ آتے ہیں کمال ہے بھائی!'' سمیر نے بھی بہن کی بات کی تائید کرتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو علی فخر سے گردن اکڑاتے ہوئے بولا۔

''ارے بیٹا! تم نے ابھی پکے راگ سنے کہاں ہیں؟ ہم تو ایسے ایسے راگ گاتے ہیں کہ آسمان سے بارش برسادیں' گلاس توڑ دیں اپنے راگ کی طاقت سے۔''

''سچی.....!'' سمیر حیرانی سے بولا۔

''ہاں.....!''

''اچھا تو یہ تمہاری کارستانی ہے کم بختو! ابھی ہفتہ پہلے ہی میں ایک درجن شیشے کے گلاس لائی تھی' جن میں سے اب صرف ایک بچا ہے۔ سب کے سب تمہارے اس گانے کی نذر ہوگئے۔'' صابرہ بیگم نے ان کی بات سن کر کچن سے برآمد ہوتے ہوئے ان سب کو لتاڑا۔

''اماں! وہ سارے گلاس میں نے گانا گا گا کے نہیں توڑے' وہ تو ابا میاں اور ماموں جان نے ہمیں چپ کرانے کی غرض سے یونہی اٹھا کے دے مارے تھے۔ آپ تو جانتی ہیں نا کہ ان کے نشانے انتہائی ناقص ہیں بجائے ہمیں لگنے کے دیوار سے جا لگے اور ٹوٹ گئے۔''

علی نے تڑپ کر صفائی پیش کی۔

''ارے تمہارے ہاتھ منہ کیوں نہیں ٹوٹ جاتے' یہ راگ الاپتے ہوئے؟'' صابرہ بیگم غصے سے بولیں انہیں علی کے گانے اور بے روزگاری سے چڑ تھی۔ جبھی اس سے ناراض رہتی تھیں۔

''اس دن کپڑے دھو کر سوکھنے ڈالے تھے۔ اچھی بھلی دھوپ تھی کہ یکا یک بارش ہونے لگی۔ سارے کپڑے بھیگ گئے۔''

''آپ کے؟'' علی بولا۔

''پورے کنبے کے جو میں نے دھو کر سوکھنے کے لیے الگنی پر پھیلائے تھے۔'' صابرہ بیگم نے جواب دیا گویا وہ سچ مچ بارش کا الزام علی کے گانے کے سر دھر رہی تھیں۔

''دیکھ لو اماں! ہمارے گانے میں کتنی طاقت ہے۔'' علی ہنسا مگر صابرہ بیگم اور بھڑک اٹھیں۔

''خاک طاقت ہے' ماں کا کام آسان تو کیا کرے گا الٹا کام میں اضافہ ہی کیے جاتا ہے۔''

''ہاں تو اور کیا کروں؟ نوکری کہیں ملتی نہیں' مزدوری ہم سے ہوتی نہیں تو اللہ نے جب اچھا گلا دیا ہے گلے میں سُر دیے ہیں' تو تم مجھے گانا گا کر ہی مقام پیدا کر لینے دو۔'' علی نے سنجیدگی سے کہا۔

''اس ملک میں گندم اور بجلی تو پیدا ہوتی نہیں نوجوانوں سے۔ مقام پیدا کریں گے اور وہ بھی گانے میں' سب سے آسان کام تو اب یہی رہ گیا ہے نا چنا گانا اور بس۔ کام کے نا کاج کے دشمن اناج کے۔ ہڈحرام کہیں کے۔'' صابرہ بیگم غصے میں بولتی چلی گئیں۔

''اماں! کوسنے تو نہ دیا کرو' دعا دیا کرو دعا۔'' علی نے افسردگی سے کہا تو زبیر احمد (ابا) بول اٹھے۔

''بیٹا جی! تمہاری اماں کی دعائیں اگر اتنی ہی جلدی قبول ہوتیں تو آج تم کسی دفتر میں آفیسر نہ لگ گئے ہوتے اور یہ شہر میں ''پیر نی'' مشہور ہوگئی ہوتیں۔''

''ہاں رہنے دو میاں!'' صابرہ بیگم نے شوہر کو تیکھی نظروں سے دیکھا اور سنجیدگی سے کہنے لگیں۔

''ماں کی دعا سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا اور جس اولاد کے ماں باپ زندہ ہوں' اس کے لیے دن رات دعائیں مانگتے ہوں' اسے بھلا کسی پیر فقیر کے پاس جا کر دعا کرانے کی کیا ضرورت ہے۔ ماں کی دعا میں غرض اور ریا شامل نہیں ہوتی۔''

''نیک بخت! تو ٹھیک کہہ رہی ہے میں تو مذاق کر رہا تھا۔'' زبیر احمد نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سر جھٹک کر بولیں۔

''ساری زندگی مذاق کرتے ہی گزر گئی آپ کی۔ اس پر سونے پہ سہاگہ اولاد بھی کسی معاملے میں سنجیدہ نہیں ہوتی۔ سوچا تھا علی پڑھ لکھ کے کچھ بن جائے گا۔ اس کا بھی معاشرے میں ایک مقام ہوگا' مگر.....''

''اماں! اگر میں سنگر بن گیا نا تو.....؟'' علی کی بات ادھوری رہ گئی۔

''تو میں تجھے جوتے مار مار کے گھر سے نکال دوں گی۔'' صابرہ بیگم نے اس کی بات کاٹ کر غصے سے تنبیہہ کی۔

''کیوں اماں؟'' علی جھلا گیا۔

''کیونکہ لوگ چار دن تو تیرا گانا سنیں گے' برداشت کریں گے اور جب ان کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوجائے گا تو آخر کو وہ جوتے ہی ماریں گے نا' تمہیں پھولوں کا ہار تو پہنانے سے رہے تو کیا اچھا نہیں ہوگا۔ ماں کے ہاتھ سے جوتے کھالو تاکہ تکلیف کم ہو۔ بجائے اس کے کہ لوگوں سے جوتے کھا کے منہ چھپاتے اور اپنے بدن کی سکائی کراتے پھرو۔'' صابرہ بیگم نے حد درجہ بُرا نقشہ کھینچا تھا' علی تو علی' سدرہ اور سمیر کا بھی دل بجھ سا گیا تھا۔ جو علی کی آواز کو دل سے سراہتے تھے آخر کو وہ ان کا بڑا بھائی تھا۔

''کیسی ماں ہیں آپ! حوصلہ افزائی کے دو بول تک نہیں بول سکتیں الٹا کمزور کر رہی ہیں مجھے۔'' علی نے دکھی ہو کر کہا تو وہ سنجیدگی سے بولیں۔

''تو اچھی سی نوکری کر لے میں تیرے تین بول

www.paksociety.com

پڑھوادوں گی۔ نوکری ملے گی نا چھوکری ملے گی۔ چار دن کی شوشا ہے یہ گانا بجانا۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں خالہ آپ! جسے کچھ کرنا نہیں آتا آج کل وہی گانا گا رہا ہے۔"

ثمن، علی کی خالہ زاد نے بیرونی دیوار سے سر نکال کر کہا وہ ان کی پڑوسی بھی تھی' دیوار کے پار ان کی آوازیں اس کے کانوں تک آرہی تھیں۔ ثمن اسکول ٹیچر تھی' ایم اے انگلش کیا تھا۔

"اے جبھی تو موسیقی پہ زوال آیا ہوا ہے۔ ہر کوئی گلا پھاڑ رہا ہے کسی کے کانوں کو بھلا لگے یا بُرا' اس سے کوئی غرض نہیں ہے' بس گلا پھاڑنے سے غرض ہے۔" صابرہ بیگم نے دل کھول کر گانے والے نوجوانوں کی حوصلہ شکنی کی۔ علی نے شعلہ بار نظروں سے ثمن کو دیکھا جو اسے منہ چڑا رہی تھی۔ علی غصے سے بول پڑا۔

"تمہیں اپنے گھر میں کوئی کام نہیں ہے کیا؟ استانی جی بنی پھرتی ہو اور لوگوں کے گھروں میں جھانکتی ہو۔ دیواروں سے چپکتی ہو ہر وقت' چھپکلی ہو کیا؟ چلو اترو نیچے۔"

"ہونہہ!" ثمن نے سر جھٹک کر کہا اور نیچے اتر گئی۔

"تم کیا جانو کہ میں دیوار سے کیوں چپکی رہتی ہوں' صرف تمہیں دیکھنے کے لیے' تمہاری دلکش آواز سننے کے لیے مگر..... پتا نہیں تم میرے دل کی آواز کب سنو گے؟ کبھی سن بھی پاؤ گے یا نہیں؟" ثمن نے بند آنکھوں میں دراز قد' کسرتی بدن والے خوب صورت خدوخال کے حامل علی کی صورت کو محسوس کرتے ہوئے اس کو دل میں مخاطب کیا تھا۔

"ثمن سے نہ بھڑا کر سمجھا۔" صابرہ بیگم نے علی کو ڈانٹا۔

"ہاں خود تو بے عزتی کرتی ہو' پڑوسیوں سے بھی کروایا کرو اب۔ ایک نوکری نہیں ہے میرے پاس تو میں دو کوڑی کا ہو گیا آپ کی نظر میں۔ ٹھیک ہی کہتے ہیں لوگ' ماؤں کو بھی کماؤ پوت ہی پیارے ہوتے ہیں۔" علی نے دکھی لہجے میں کہا۔

"باؤلا ہو گیا ہے کیا' بس بکے جاتا ہے۔ چل اٹھ جا کے دیکھ پڑسیوں کی مرغی نے انڈا دیا کہ نہیں۔" صابرہ بیگم نے ایک دم قدرے نرم پڑتے ہوئے اس کے کندھے پہ ہلکا سا ہاتھ مار کر کہا انہیں اپنے رویئے لہجے اور لفظوں کی سنگینی کا احساس ہو گیا تھا۔

"اگر دیا ہو تو۔" علی فوراً پرانے موڈ میں آ گیا' وہ ایسا ہی تھا اپنا درد چھپا کر مسکرانے والا۔

"تو لیتا آئیو۔"

"کیا مرغی یا انڈا؟"

"انڈا!"

"کتنے کا دے گی؟" علی شرارت سے پوچھ رہا تھا اب سب مسکرا رہے تھے۔ ماں بیٹے کی نوک جھونک پر۔

"کون کتنے کا دے گی؟"

"مرغی انڈا کتنے کا دے گی؟"

"باؤلا ہوا ہے کیا؟ مرغی بھی بھلا کبھی اپنے منہ سے اپنے انڈے کی قیمت مانگتی ہے' چپکے سے اٹھا لائیو۔"

"انڈا یا مرغی؟" علی نے مزید تپایا۔

"کم بختی مارے' ٹھہر جا' تیری تھکل تو میں ٹھکانے لگاتی ہوں ابھی' رک ذرا بھاگ کہاں رہا ہے؟"

"انڈا لینے۔"

وہ صابرہ بیگم کے تیور بھانپ گیا تھا اس سے پہلے کہ ان کے ہاتھ پاؤں سے چپل اتارتے وہ نو دو گیارہ ہو گیا تھا۔

سدرہ' سمیر اور زبیر احمد کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔

"ویسے اچھا سبق دے رہی ہو بیٹے کو انڈا چرانے کا۔" زبیر احمد نے صابرہ بیگم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آئے ہائے میں تو یونہی اسے بہلا رہی تھی۔" انہوں نے ہاتھ سے مکھی اڑاتے ہوئے نظریں چرا کر کہا۔

"بہلا رہی تھیں یا اب تک چوری کے انڈے ہمیں کھلا رہی تھیں؟" زبیر احمد نے جرح شروع کی۔

"ایک تو تمہاری بچت کرو' اوپر سے باتیں بھی سنو۔ پتا بھی ہے کچھ دس روپے کا ایک انڈا ملتا ہے' اتنا مہنگا ناشتہ کہاں سے لاؤں میں؟ اور یہ جو پڑوسیوں کی مرغیاں ہماری چھت پر آ کے دانا پانی کھاتی پیتی ہیں' ہماری مرغیاں پچھلے سال ان کی بلی نے کھالی تھیں۔ ان کا بھی تو کوئی حساب کتاب ہے کہ نہیں' وہ مفت کی نہیں تھیں اور جب ہماری چھت پر آ کر بیٹ کر جاتی ہیں تو انڈا دیتے ہوئے موت آتی ہے کیا۔ دس میں سے ایک مرغی کے انڈے اگر ہم نے کھا لیے تو کون سی قیامت آ گئی۔" صابرہ بیگم کا تو پارہ آسمان کو چھو رہا تھا اور ان کی باتیں سن کر سدرہ اور سمیر کی ہنسی بند نہیں ہو رہی تھی۔ صابرہ بیگم کی نظر پڑی تو توپوں کا رخ ان کی طرف ہو گیا۔

"تمہارے بہت دانت نکل رہے ہیں' کیا کسی ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار فلم بند کروا رہے ہو۔"

"ہاں!" سمیر ہنستا ہی رہا اور زبیر احمد دل ہی دل میں دعا کر رہے تھے کہ ان کے گھر آنگن میں اسی طرح ہنسی گونجتی رہے۔

زبیر احمد اور صابرہ بیگم کا تعلق متوسط طبقے سے تھا۔ زبیر احمد سرکاری محکمے میں ہیڈ کلرک تھے۔ اس مہنگائی میں بس سفید پوشی کا بھرم جیسے تیسے رکھے ہوئے تھے۔ علی' سمیر اور سدرہ ان کے تین ہی بچے تھے۔ تینوں ہی ذہین' خوش شکل' خوش مزاج اور لائق تھے۔ علی نے ایک سال پہلے کیمسٹری میں ایم ایس سی کیا تھا' وہ بھی گولڈ میڈل اور اے پلس اے گریڈ کے ساتھ مگر تا حال ملازمت نہیں ملی تھی۔ تین ماہ کے لیے ایک کمپنی نے اسے ہائیر کیا تھا مگر وہاں کسی بڑے آدمی کے بیٹے کو سفارش پر رکھ لیا گیا اور علی کی اعلیٰ ڈگری بھی اس کی سفارش نہ بن سکی اور اس کی نوکری چھین لی گئی۔ آج کل اس نے کالج جاب کے لیے اپلائی کر رکھا تھا۔ علی کی آواز شروع سے ہی دلکش تھی۔ اسکول' کالج اور یونیورسٹی میں گانے کے مقابلوں میں ہمیشہ اول رہا کرتا تھا۔

زبیر احمد بھی اس کی بے روزگاری کی وجہ سے پریشان تھے لیکن ظاہر نہیں کرتے تھے کہ علی کو مزید پریشانی نہ ہو اور ابھی تو وہ خود بھی کمار ہے تھے۔ انہیں اللہ پر پورا بھروسا تھا کہ وہ جلد ہی ان کے بیٹے کو بہت اچھا روزگار عطا کرے گا۔

سمیر ایف ایس سی کر رہا تھا اور سدرہ میٹرک میں تھی۔ چھ مرلے کے گھر میں یہ پانچ نفوس بہت محبت اور اتفاق سے رہ رہے تھے۔ بس صابرہ بیگم علی کی بے روزگاری کی وجہ سے چڑچڑی سی رہنے لگی تھیں۔ انہیں دکھ تھا کہ ان کا اتنا قابل بیٹا نوکری کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے۔ اسی وجہ سے وہ علی کے گانے پر بھی سیخ پا ہوتی تھیں حالانکہ جب وہ اسٹوڈنٹ لائف میں گانے کے مقابلوں میں انعام جیت کر آیا کرتا تھا تو سب سے زیادہ خوشی ان ہی کو ہوتی تھی اور علی بھی کوئی بچہ نہیں تھا ماں کے رویئے کی وجہ کو اچھی طرح سمجھتا تھا مگر ابھی وہ کوشش اور اللہ سے دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

❁.....◐.....❁

"علی! ناراض ہو؟" ثمن اس کے سامنے کھڑی پوچھ رہی تھی۔ کل کی بات اس کے دماغ میں تھی وہ منہ پھلا کر بولا۔

"تم نے کبھی راضی ہونے والا کوئی کام کیا ہے؟"

"میں تو راضی ہوں۔ تم ہی کوئی کام نہیں ڈھونڈتے کہ باقی سب بھی راضی ہو جائیں۔"

ثمن نے شرماتے ہوئے مسکرا کر معنی خیز جملہ بولا تو علی نے چونکتے ہوئے اس کے سنہری رنگت والے دلکش چہرے کو دیکھا جہاں حیا کے رنگ بکھرے تھے۔

"جس دن مجھے کوئی مل گیا نا تم کسی کام کی نہیں رہو گی۔ تمہاری یہ آزادی' زبان درازی' طعنے دینے کی عادت سب ختم ہو جائے گی۔ بس میری نوکری لگنے دو' پھر دیکھنا کیسے تمہیں اس گھر سے اس گھر میں لاتا ہوں۔ تم نے جتنا مجھے ستایا ہے نا دیکھنا باقی عمر قید بامشقت نہ کروادی تو میرا نام بدل دینا۔" علی نے اس کی صورت کو

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھتے ہوئے ذومعنی بات کہی تھی۔ وہ لمحے بھر میں اس کی باتوں کا مطلب سمجھ گئی تھی۔ جبھی خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے زبان پھسل گئی۔

''سچی.....!''

''توبہ توبہ۔ بہت ہی بے شرم لڑکی ہو تم تو۔ اپنی شادی کے ذکر پر کیسی خوش ہو رہی ہو؟'' علی نے مسکراتے ہوئے اسے شرم دلاتے ہوئے کہا۔

''میں تو اس بات پر خوش ہو رہی ہوں کہ تم بھی مجھے.....'' وہ بات مکمل کیے بنا شرما کر ہنستی ہوئی رخ پھیر گئی۔

''تم بھی.....!'' علی گھوم کر اس کے سامنے آیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

''یعنی تم بھی.....اور ثمن اس کی بات سن کر وہاں رکی نہیں تھی' اتنی تیزی سے دروازے کی جانب بھاگی تھی کہ علی بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

ثمن' علی سے تین سال چھوٹی تھی۔ ایم اے انگلش اور بی ایڈ کیا تھا اور اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے فوراً ہی سرکاری اسکول میں ملازمت بھی مل گئی تھی 14 ویں اسکیل میں۔ ابھی چار ماہ ہی ہوئے تھے اسے اسکول میں ملازمت کرتے ہوئے' نٹ کھٹ سی ثمن کے نین نقش بھی غضب کے تھے' مناسب قد تھا۔ علی جیسے خوبرو نوجوان کے ساتھ کھڑی ہوئی بجتی بھی بہت تھی۔ علی کی سیاہ آنکھوں میں بہت کشش تھی۔ ثمن سے علی کی لڑائیاں بھی بہت ہوتی تھیں۔ لیکن جس دن وہ ثمن کو دیکھ نہ لیتا اس سے جھگڑ نہ لیتا اسے چین بھی نہیں آتا تھا۔ ثمن اس سے محبت کرتی ہے یہ وہ نہیں جانتا تھا آج جب جان پایا تو اس پر یہ ادراک بھی ہوا یہ انکشاف بھی اسے حیران کر گیا کہ ثمن کو دل سے چاہتا ہے اور اپنی شریکِ حیات کی صورت میں ثمن کو ہی اپنے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی احساسِ محبت نے علی کو ایک انوکھی خوشی بخشی تھی اور اسے یہ اطمینان بھی تھا کہ ثمن اس کی خالہ کی بیٹی ہے اور خود اماں بھی ثمن کو اپنی بہو بنانے کے خواب دیکھ رہی ہیں۔ بس اب اسے اپنی نوکری کی فکر تھی اور وہ گانے کے لیے کسی اسپانسر کی تلاش میں تھا۔

''بھائی! یہ دیکھیں چیرٹی شو کے کارڈز اور پاسز!'' سدرہ ہاتھ میں ایک سفید لفافہ لیے پُرجوش انداز میں بولتی اس کے پاس آ بیٹھی۔

میں بے روزگار ہوں' کوئی چیرٹی نہیں دے سکتا۔'' علی نے گٹار کے تار چھیڑتے ہوئے کہا۔

''آپ اس چیرٹی شو میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں بھائی مفت میں گانا گا کر۔'' سدرہ نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

''ہوں.....گڈ آئیڈیا! نیک کام سے آغاز کروں گا تو اللہ میرے کام میں برکت ضرور ڈالے گا۔ میرے مستقبل کی راہ ضرور ہموار ہو سکتی ہے۔'' علی نے پُرسوچ انداز میں کہا تو سدرہ فوراً بولی۔

''ان شاء اللہ بھائی! تو پھر آپ اس شو میں پرفارم کر رہے ہیں ناں؟''

''ان شاء اللہ!'' علی مسکرایا۔

''بس تو پھر میرے ساتھ کالج جا کر شو کے آرگنائزر سے بات کر لیں اپنا نام لکھوا دیں اور پتا ہے بھائی! وہاں کئی بڑی شخصیات بھی ہوں گی شاید آپ کو کوئی میوزک کمپنی سائن کر لے۔''

''اللہ تمہاری زبان مبارک کرے' میری بہن بس تم دعا کرو اور میں شو میں جانے کی تیاری کرتا ہوں اور اپنا سی ڈی بھی تیار کرتا ہوں۔ موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے مجھے۔'' علی نے پُرجوش اور پُرامید لہجے میں کہا اور اپنے کمرے کی طرف دوڑا۔ سدرہ اس کی کامیابی کی دعا مانگتی ہوئی مسکرا دی تھی۔

❁.....◯.....❁

14 اگست کے سلسلے میں سدرہ کے کالج نے جو شو آرگنائز کیا تھا' اسے بامقصد بنانے کے لیے ''چیرٹی شو'' کا نام دیا تھا۔ اس کی آمدنی غریب اور مستحق بچوں کی تعلیم پر خرچ کی جانی تھی۔ علی نے خوب اچھی تیاری کی

تھی۔ سدرہ اور سمیر بھی کالج جانے کے لیے تیار تھے۔ ثمن بھی علی کی کامیابی کی دعائیں مانگتی تیار ہو کر آ گئی تھی۔

''بس اک تمہاری کمی تھی۔'' علی نے ثمن کو دیکھتے ہی کہا تو وہ شرمیلے پن سے مسکرانے لگی۔

''اوہو.....تو یہ بات ہے۔'' سدرہ نے شوخی سے کہا۔

''ہاں یہی بات ہے کوئی شک؟'' علی شوخی سے بولا۔

''واہ بھائی واہ! شک کی تو گنجائش ہی نہیں چھوڑی آپ نے۔'' سدرہ ہنسی۔

''ہاں بس یوں کہہ لیں کہ نوکری آپ کی ہوئی تو یہ لڑکی بھی آپ کی ہوئی۔'' سمیر شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا تو زبیر احمد کی آواز ان کی سماعتوں میں اتری۔

''ہاں! بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے سمیر!''

اور ثمن مارے شرم کے واپس اپنے گھر کو دوڑی تھی۔

''لو ثمن آپی تو چلی گئیں اب یہ شو کیسے دیکھیں گی؟'' سمیر نے کہا۔

''کوئی بات نہیں میں ڈیجیٹل کیمرے میں مووی بنا لوں گی۔'' سدرہ نے کہا۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے۔'' سمیر نے سراہا۔

''چلیں بھیا! ہمیں وقت سے پہلے پہنچنا چاہیے وہاں۔'' سدرہ نے کہا۔

''ہاں بیٹے! میں ذرا اماں سے دعائیں لے لوں' کہاں ہیں اماں نظر نہیں آ رہیں؟''

علی چاروں جانب متلاشی نظروں سے دیکھتا اماں کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ صابرہ بیگم جائے نماز پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ علی گھٹنوں کے بل ان کے قریب زمین پر ہی بیٹھ گیا۔

''اماں! میں جانتا ہوں کہ آپ کو میرا گانا پسند نہیں ہے لیکن اماں آپ کو پتا ہے نا کہ گانا میرا شوق ہے اور آج میں ایک نیک مقصد کے لیے گانے جا رہا ہوں۔ میرے لیے دعا کرنا اماں کہ اللہ مجھے اچھا روزگار عطا فرما دے۔'' علی نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

''بیٹا! جا اللہ تجھے ہر نیک مقصد میں کامیاب کرے' تجھے رزقِ حلال عطا کرے۔ اللہ تجھے اتنا دے کہ تُو رکھ رکھ کے بھولے۔'' صابرہ بیگم نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر دل سے دعا دی۔

''اللہ حافظ!''

علی نے صابرہ بیگم کا ماتھا چوم لیا اور تیزی سے باہر نکل گیا' جہاں سبز ہلالی پرچم لہرا رہا تھا۔ امید اور کامیابی کی نئی صبح کا احساس دلا رہا تھا۔ اس کے تن من میں ایک نئی امنگ' نئی ترنگ' نیا جوش امڈ آیا تھا۔ راستے میں جگہ جگہ سبز ہلالی پرچم اور جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔ علی سینے پر قومی پرچم کا بیج لگائے' قومی پرچم کو محبت اور عقیدت سے دیکھتا کالج کے اسٹیج پر پہنچا اور جب اس کے لب وا ہوئے تو بہت سریلی اور دلکش آواز میں ملی نغمہ فضا میں بکھرنے لگا۔

وطن کی مٹی سلام تجھ پر
تمام ہر احترام تجھ پر
یہ کہکشائیں' یہ مہر و انجم
نثار ماہِ تمام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
کہ صبح جس کی نہ ہو درخشاں
کبھی نہ آئے وہ شام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
کبھی جو دشمن نے آزمایا
فدا یہ ہوں گے غلام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
پڑی ضرورت تو وار دیں گے
یہ شان و شوکت یہ نام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
وہی ہے شاعر محبتوں کا

WWW.PAKSOCIETY.COM

جو لکھ رہا ہے کلام تجھ پر
وطن کی مٹی سلام تجھ پر
مدام تہذیب بھیجتا ہے
وطن کی مٹی سلام تجھ پر

ملی نغمہ ختم ہوتے ہی کالج گراؤنڈ تالیوں سے گونج اٹھا۔ علی کا دل خوشی اور تشکر سے جھوم رہا تھا۔ ونس مور' ونس مور کی آوازیں گونجنے لگیں۔ علی نے دو مزید گیت سنائے اور تالیوں کی گونج میں اسٹیج سے نیچے اترا۔

''بہت خوب مسٹر علی! ماشاءاللہ بہت دلکش آواز ہے آپ کی۔'' ایک سوٹڈ بوٹڈ شخص نے بیک اسٹیج آکر علی کو سراہتے ہوئے کہا تو علی نے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

''شکریہ! اچھی آواز تو اللہ کی دین ہے۔''

''بالکل اور ہم اس اچھی آواز کو البم کی صورت میں مارکیٹ میں لانا چاہتے ہیں۔ ہماری ریکارڈنگ کمپنی نئے سنگرز کو بھی پرموٹ کرتی ہے۔ مائی نیم از سلمان رضوی! یہ میرا کارڈ ہے۔'' سلمان رضوی نے علی سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنا تعارف کروایا اور اپنا وزیٹنگ کارڈ علی کی طرف بڑھایا۔

''تھینک یو ویری مچ۔''

''اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری کمپنی کے سالانہ فنکشن میں بھی اپنی آواز کا جادو جگائیں' ہم آپ کو بیس ہزار ادا کریں گے۔''

احسان رضوی جنہوں نے یہ چیریٹی شو آرگنائز کیا تھا' علی سے مخاطب ہوئے علی نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

''احسان رضوی' سلمان میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ میری ایک ملٹی نیشنل کمپنی ہے۔''

''گریٹ سر! خوشی ہوئی آپ سے مل کر' میں علی احمد ہوں اور یہ میری CV ہے۔ اگر آپ مجھے اپنی کمپنی میں جاب دے دیں تو میں آپ کے فنکشن میں بلا معاوضہ گاؤں گا۔'' علی نے فوراً اپنے بیگ سے فائل نکال کر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑے۔

''بہت ذہین ہیں آپ' ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں۔

''سر! شکار تو ایک بھی بہت ہوگا' اگر تیر نشانے پر لگ جائے تو.....'' علی نے دھیرے سے ہنس کر موڈ ب انداز میں جواب دیا۔

''ہوں..... خاصے حاضر جواب ہیں آپ۔'' سلمان رضوی نے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میں کب سے جوائن کر رہا ہوں آپ کی کمپنی؟'' علی نے ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بہت پُراعتماد لہجے میں سوال کیا تو وہ دونوں اس کی خود اعتمادی اس کے سوال پر بے ساختہ ہنس پڑے۔

''بھئی میری طرف سے تو آپ کل سے ہی جوائن کرلیں مگر پھر آپ کے گانے کا کیا بنے گا؟''

''سر! گانا تو میرا شوق ہے' نوکری کے ساتھ ساتھ یہ شوق بھی چلتا رہے گا۔'' علی نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ سدرہ اور سمیر بھی وہاں آگئے تھے اور خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔

''لیکن میرا خیال ہے کہ آپ کو سنگنگ کو پروفیشن بنانا چاہیے' آپ کی آواز بہت شان دار ہے۔'' سلمان رضوی نے مشورہ دیا۔

''تھینک یو سر! ان شاءاللہ گانا اور جاب ساتھ ساتھ مینج کرلوں گا میں۔ گانا میری پہچان بن گیا تو کمپنی جاب پر بھی اثر پڑے گا اور سر! ہمارے ہاں گانے کو مستقل پروفیشن نہیں بنایا جاسکتا۔ کمائی کا کوئی مستقل اور مضبوط ذریعہ ہونا چاہیے۔ آج کل سب مشہور سنگرز پیسہ کمانے کے بعد کوئی سائیڈ بزنس ضرور کرتے ہیں تاکہ اگر گانے میں دم نہ رہے تو دم نکلنے تک دام کسی ذریعے سے تو ان تک آتے رہیں ناں۔'' علی نے سنجیدگی سے بولا۔

''آپ واقعی خاصے ذہین اور سمجھ دار ہیں لیکن کچھ کچھ کنفیوزڈ بھی ہیں۔'' احسان رضوی نے ہنس کر کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

''سر! ہم کنفیوزڈ قوم کے نوجوان ہیں۔''

''کنفیوزڈ قوم؟''

''ہاں نا کنفیوزڈ قوم! ہم پاکستانی کہلاتے ہیں۔ کہاں ہیں پاکستانی؟ کون ہے پاکستانی؟ تعصب پیدا کرنے والے یا بم بلاسٹ اور ٹارگٹ کلنگ کرانے والے۔ مسجد' مدرسے والے یا پھر اسمبلی' فیکٹری چلانے والے کون ہیں اصل پاکستانی؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں سر! ہمیں تو یہی نہیں پتا کہ ہمارے لیڈران اصل میں کون ہیں؟ ہمیں کیا کرنا ہے کس سمت سفر کرنا ہے؟ ہم تو بس خوابوں' خواہشوں' نعروں اور سازشوں کے شور میں زندہ ہیں۔ پاکستانی ابھی امپورٹ کرنے پڑیں گے شاید؟'' علی نے تلخ اور سنجیدہ لہجے میں اپنی بات مکمل کرتے ہوئے آخری جملہ ذرا سا ہنس کر کہا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیے۔

''آئی ایم امپریسڈ مسٹر علی! ہمیں آپ جیسے نوجوانوں کی ہی ضرورت ہے' ہم صرف پیسہ کماتے ہی نہیں ہیں بلکہ خلق خدا کے کام بھی آتے ہیں۔ آپ کی جاب تو سمجھیں پکی' سیلری پیکج بھی اچھا دیں گے آپ کو پھر آپ کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے اس میں اضافہ بھی کرسکتے ہیں ہم۔ ہاں مگر ایک وعدہ کرنا ہوگا آپ کو۔''

''کیسا وعدہ سر؟'' علی نے احسان رضوی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''آپ ہماری طرف سے کرائے گئے ''چیریٹی شوز'' میں بلا معاوضہ گائیں گے۔''

''سر نیک کام کے لیے تو جان بھی حاضر ہے' آپ جب کہیں گے جہاں کہیں گے میں اپنی آواز اس نیک کام کے لیے وقف کردوں گا۔ تھینک یو ویری مچ سر! آج میں بہت خوش ہوں اور بہت خوش نصیب ہوں کہ مجھے یوں اچانک ملازمت بھی مل گئی اور میرے گانے کو پزیرائی بھی شکر الحمدللہ!'' علی نے جذباتی ہوتے ہوئے پُرنم لہجے میں کہا۔

''یہ سب اللہ کا کرم اور ماں باپ کی دعاؤں کا ثمر ہے بھیا!'' سدرہ نے خوشی سے علی کا بازو تھام کر کہا۔

''بے شک!'' علی نے دل سے پُریقین لہجے میں کہا۔

''تو پھر جلد ملاقات ہوگی مسٹر علی!'' سلمان رضوی اور احسان رضوی نے علی کا شانہ تھپکا' اس سے ہاتھ ملایا۔

''ان شاءاللہ!'' علی مسکرا دیا۔

''چلو گھر میں سب کو یہ خوش خبری سنائیں۔''

''سب کو یا ثمن کو؟'' سدرہ نے شوخی سے مسکراتے ہوئے شرارت بھرے لہجے میں کہا تو علی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

''بہت بہت مبارک ہو بھیا!'' سدرہ اور سمیر اسے مبارک باد دیتے ہوئے اس سے لپٹ گئے۔

''خیر مبارک بھیا کی جان! آج اماں کو فخر سے بتاؤں گا کہ ان کی دعا سے میں دنیا میں اپنا مقام پیدا کرنے کے لائق ہوگیا ہوں۔'' علی نے خوشی سے بھیگی آواز میں کہا اور وہ تینوں ہنستے مسکراتے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ جہاں سب ان کی آمد کے منتظر تھے۔ علی کی نگاہوں میں صابرہ بیگم (اماں) کا خوشی سے مسکراتا' ممتا لٹاتا چہرہ بھی جگمگا رہا تھا۔ زبیر احمد (ابا) کی پُروقار شخصیت میں اس کی کامیابی کا وقار بھی جھلملا رہا تھا اور ثمن کا فرطِ مسرت سے کھلتا شرمایا' لجایا دلہن کا روپ دھارے حسین چہرہ بھی مسکرا رہا تھا۔ اس کی خوشیوں کو چار چاند لگا رہا تھا۔ اس کی زندگی کی نئی صبح کا پیغام دے رہا تھا۔ وہ خوش تھا بہت زیادہ خوش' آخر کار اسے معاشرے میں ایک باعزت مقام مل گیا تھا۔

اسے اس کی محنت کا پھل مل رہا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

قسط نمبر 31

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

سامنے رہ کر آزما لیتے اگر آزمانا ہوتا
روٹھنے کی مجبوری کوئی بہانا ہوتا
ہماری قسمت میں لکھے یہ آنسو
دور نہ جاتے اگر حوصلہ دلانا ہوتا

انائیا ملک نے آئینہ میں اپنے خدوخال کو دیکھا تھا یہ بناؤ سنگھار' یہ حسن کا دو آتشہ ہونا' سب کتنا بے معنی تھا۔ نہ کوئی سراہنے کو منتظر تھی نا کوئی نوازشوں پر مائل تھا۔ یہ کس راہ پر چل رہی تھی اور کیوں؟ جس سے واپس بھی پلٹنا تھا تو پھر کیوں راستے کے اختتام کا انتظار کر رہی تھی؟ کیوں منتظر تھی کہ کوئی اور اس سفر کو تمام کرے؟ وہ خود اتنی ہمت کیوں نہیں رکھتی تھی کہ اس سفر کو سمیٹ سکتی اپنے قدم روک سکتی؟

اسکائی بلیو شیفون کی ساڑھی میں وہ کوئی گڑیا سی لگ رہی تھی۔ گردن میں ڈائمنڈ نیکلس بھلا لگ رہا تھا۔ وہ الجھی ہوئی سی سیڑھیاں اتر رہی تھی جب نگاہ سامنے سیڑھیوں کے اختتام پر کھڑے معارج تغلق پر پڑی اور وہ اس کے سراپا کو دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا تھا شاید آگے بڑھ ہی نہیں پایا تھا۔ لمحہ بھر کو نگاہ ملی تھی' انائیا ملک نے اس پر سے اپنی توجہ ہٹالی اور آہستگی سے سیڑھیاں اتر کر اس کے قریب سے گزرتی ہوئی ممی کی طرف آ گئی۔

''یہ ہے میری بہو انائیا تغلق! ہمارے گھر کی روشنی' کہیے بوا ہے نا چاندی؟'' سدرہ تغلق نے مسکراتے ہوئے رشتے دار خاتون کو دیکھا تھا' وہ عینک کے پیچھے سے اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرائی تھیں۔

''اے سدرہ! بچہ ہے تو تیری بہو واقعی چاندی' گھر میں روشنی کیوں نہیں ہوگی جب پورا اجالا خود چل کر گھر کو آ گیا ہو۔'' اس کی بلائیں لیتے ہوئے پرس سے ہزار کے کئی نوٹ نکال کر اس کے سر پر سے وار کر قریب کھڑے ملازم کو دے دیے۔

''جیتی رہو بیٹا! تیمور کی پھوپو ہوں میں' سدرہ کو اپنے ہی ہاتھوں بیاہ کر لائی تھی۔ تمہاری شادی میں شرکت کا بھی بڑا ارمان تھا' اپنے تیمور کی بہو کو دیکھنا دل کی خواہش تھی' مگر کم بخت یہ جوڑوں کا درد اب اس عمر میں سفر کی اجازت نہیں دیتا۔'' بوا بولی تھیں۔ سدرہ نے مسکراتے ہوئے بہو کو ساتھ لگایا تھا' معارج تغلق اس کے عین سامنے آن بیٹھا تھا۔

انائیا ملک کے لیے لمحے مزید مشکل ہونے لگے تھے' وہ اس شخص کی سمت دیکھ نہیں رہی تھی' نگاہ نہیں کر رہی تھی۔ مکمل بیگانگی برت رہی تھی' اگر وہ اسے سزا دینا چاہتی تھی تو کیا یہ مناسب سزا تھی؟ معارج تغلق کو اس سے کوئی فرق پڑتا تھا؟ اگر وہ اس سے بات بھی نہ کرتی' اس کی طرف دیکھتی بھی نہیں۔ نظر بھی نہ کرتی تو کیا یہ سلسلہ رک جاتا تھا؟

WWW.PAKSOCIETY.COM

دل ہمیں اس کی گلی میں لے جاکر
اور بھی خاک میں ملا لایا

انائیا ملک کا دم یک دم ہی گھٹنے لگا تھا' وہ ممی کو بتا کر وہاں سے اٹھی تھی۔

''تم کچھ دیر آرام کرلو۔'' اس کی طبیعت کی خرابی کے باعث سدرہ تغلق نے مشورہ دیا تھا مگر وہ کمرے میں جانے کی بجائے کھلی فضا میں آگئی اور گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے کچھ بہتر محسوس کرنے لگی۔

''مجھ سے یہ سب اور نہیں ہوگا' میں مزید یہ سب نہیں کرسکتی۔'' ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ سدرہ تغلق اس کی طرف آگئی تھیں۔

''تم ٹھیک تو ہو؟ میں نے ڈاکٹر کو فون کردیا ہے' وہ آرہے ہیں تم کمرے میں چل کر لیٹو۔'' خالص ماؤں والے انداز میں کہا تھا۔ انائیا نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''اس کی ضرورت نہیں ہے' مجھے گھر جانا ہے۔ میں گھر جاکر آرام کروں گی۔''

''گھر جاؤ گی؟ مگر بوا کے ہوتے ہوئے اس طرح چھوڑ کر؟ کیا سوچیں گی وہ؟ تم دونوں کے درمیان کچھ ٹھیک نہیں ہے اس کی بھنک ان کے کانوں تک چلی گئی تو سمجھو یہ بات عام ہوئی۔ تغلق خاندان کی عزت ملیامیٹ ہوجائے گی۔'' سدرہ تغلق نے کہا تھا۔

''لیکن ممی جب علیحدگی ہوگئی تب بھی تو یہ بات عام ہوگی پھر کیا کہیں گی آپ لوگوں سے؟ اگر ہم صرف لوگوں کے کہے کی بھی فکر کریں گے تو ایسے کیسے جئیں گے۔'' وہ پرسکون انداز میں بولی تھی۔ سدرہ تغلق اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔

''آئی ایم سوری ممی' مگر.....!''

''اچھا ٹھیک ہے' تم گھر جاسکتی ہو۔ میں ڈرائیور سے کہتی ہوں تمہیں چھوڑ آئے۔ اس تیز بخار میں ڈرائیو کرنا مناسب نہیں۔'' ممی کہہ کر فوراً ہی پلٹ گئی تھیں۔ وہ مزید الجھنوں میں گھر گئی تھی۔ کسی کو خوش رکھنے کے چکر میں اپنے اندر کیسی خاموشی پھیلتی ہے' وہ اس گھڑی اس احساس کو محسوس کررہی تھی۔ بے دھیانی میں وہ آگے بڑھی تھی۔ ذہن کہیں اور تھا اور قدم کہیں۔

تیز بخار سے حالت غیر ہورہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا رہا تھا۔ کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا' وہ لڑکھڑائی تھی' سنبھلنے کے لیے ستون کو تھامنا چاہا تھا مگر یہ کوشش کارگر نہیں ہوئی تھی اور وہ سوئمنگ پول کے اندر جاپڑی تھی۔

''انائیا.....!'' دور سے آتے معارج تغلق نے زور سے پکارا تھا اور پھر بھاگتے ہوئے سوئمنگ پول میں چھلانگ لگادی تھی۔ تیرتے ہوئے اس کے وجود تک پہنچا تھا۔ اسے بازوؤں میں تھاما اور پانی کی سطح پر آگیا تھا۔ اسے اٹھا کر باہر نکالا تو وہ اس لمحے ہوش میں نہیں تھی۔

''انائیا.....؟'' معارج تغلق نے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔

''انائیا.....؟'' دوسری بار آواز دی تھی مگر وہ ہوش میں نہیں آئی تھی۔

معارج تغلق نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر کمرے میں لاکر بیڈ پر لٹا کر ڈاکٹر کو فون کیا۔

وہ آنکھیں بند کیے کیے بڑبڑائی تھی۔

''مجھے گھر جانا ہے' مجھے جانا ہے.....'' معارج نے پلٹ کر دیکھا' اس کے بھیگے بال چہرے پر ہنوز چپکے ہوئے

تھے۔ اسکائی بلیو شیفون کی ساڑھی بھیگ کے وجود سے چپکی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ہورہا تھا' معارج نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے' نگاہ غلط انداز میں اس کے چہرے پر ڈالی تھی تبھی اس کی پوروں نے محسوس کیا تھا اس کا بدن تیز بخار سے پھنک رہا تھا۔ معارج نے اس کی پیشانی کو چھوا اور فکر میں مبتلا ہوگیا۔

''تمہیں تو بہت تیز بخار ہے انائیا! آنکھیں کھولو۔'' اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔

''اسے کہو.....'' انائیا نے بامشکل آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی تھی۔

''کیا؟'' معارج تغلق نے پوچھا تھا' وہ چپ ہوگئی تھی۔ بند ہوتی بھاری پلکوں کو پھر سے ہمت کرکے کھولا تھا اور اٹھنے کی سعی کی تھی۔

''تمہیں تیز بخار ہے انائیا! لیٹی رہو۔ میں نے ڈاکٹر کو فون کردیا ہے۔ میں ممی کو بھجواتا ہوں' وہ تمہیں چینج کرنے میں مدد دیں گی۔ تمہارا اس طرح بھیگا رہنا مناسب نہیں۔'' وہ اٹھنے لگا تھا۔ انائیا نے ہوش سے بیگانہ انداز میں اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ کچھ ہمت کرکے اٹھ بیٹھی تھی۔ سر اٹھا کر سامنے کھڑے لمبے چوڑے شخص کو دیکھا تھا۔

''بہت بزدل ہو تم..... کچھ نہیں کہہ سکتے تم..... حوصلہ ہی نہیں۔ عقل بھی نہیں' میں ایسی نہیں مجھے بند لفافوں میں سرخیاں لکھ کر ڈالنے والے لوگ پسند نہیں مگر تم انہی لوگوں میں سے ہو۔ جو روز ایک عرضی لکھتے ہیں' اسے پتھر کے ساتھ باندھتے ہیں اور پھر سمندر برد کردیتے ہیں۔ جب سب ہاتھ میں ہو تو گنوا دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟ کہاں کے دانا ہو تم؟'' وہ کھڑے ہونے کی سعی کرنے لگی تھی۔ وجود لڑکھڑایا تھا اس نے معارج تغلق کا بازو تھام لیا تھا۔ اس کوشش میں وہ کھڑی ہوگئی تھی۔ معارج نے اپنا بازو دانستہ اس کے گرد حمائل کیا تھا۔ اسے ڈر تھا وہ گر نہ جائے' وہ اس کے دماغ کی بہکتی رو کو سمجھ گیا تھا۔ جانتا تھا وہ ہوش میں نہیں ہے' تیز بخار کے باعث ایسی کیفیت ہے اس کی آنکھیں بند ہورہی تھیں۔ وہ کسی شاخ کی مانند جھول رہی تھی۔ معارج تغلق اپنے مضبوط بازوؤں میں اسے مضبوطی سے تھامے کھڑا تھا۔

''تمہیں لیٹنا چاہیے انائیا! تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' اس نے نرمی سے سمجھایا۔

''مجھے اس سے بات کرنی ہے۔'' وہ منمنائی تھی۔

''کس سے؟'' وہ چونکا تھا۔

''اس سے' جو مجھے چین نہیں لینے دیتا۔'' وہ مدہم لہجے میں کہہ کر بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کے شانے پر سر رکھ گئی تھی۔

''کون..... کون ہے وہ؟'' اس نے حیرت سے پوچھا۔

وہ خاموش رہی تھی۔ معارج تغلق نے پکارا تھا۔

''انائیا.....؟'' اس کے چہرے کو دیکھا تھا مگر وہ دوبارہ اس کے شانے پر اپنا سر رکھ گئی تھی۔ کوئی اور لمحہ ہوتا تو وہ اس کے اتنے نزدیک آتی؟ خود سے اسے تھامتی؟ اس کا سہارا لیتی؟

''مجھے بات کرنی ہے' اسے..... اسے بتانا ہے۔''

''کیا؟'' معارج تغلق نے اس کی بات کو بہت سرسری سا لیا تھا۔

''بہت..... بہت کچھ..... اسے..... اسے کہو..... بات کرے..... میں..... میں ہی کہوں' ہمیشہ سنوں اس کی..... میں..... میں ہی کہوں.....'' لمحہ بھر کو خاموش ہوئی تھی۔ معارج تغلق نے اسے جھنجوڑا تھا۔ وہ آنکھیں کھول کر اس کی سمت دیکھنے لگی تھی پھر مسکرا دی تھی اور اس کے شانے پر سر رکھ کر دوبارہ آنکھیں موند گئی۔

''اس سے کہو..... یہ ٹھیک نہیں ہے' مجھے یوں پریشان نہ کرے۔ ورنہ بہت پٹائی لگاؤں گی اس کی' مجھ سے برا.....

کوئی..... کوئی نہیں ہوگا۔ اسے..... اسے کہو..... اتنا آسان نہیں ہوتا' محبت ایسے نہیں ہوتی۔ محبت کے لیے..... حوصلہ چاہیے' ایک..... ایک پل کو بھی نہیں سانس..... سانس نہیں لے پاتی میں' اسے..... اسے کہو۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ایسے..... ایسے نہیں کرتا کوئی۔ اسے..... اسے محبت ہے تو..... تو دنیا تیاگ دے نا..... کرسکتا ہے وہ ایسا؟ دونوں..... دونوں جہاں مٹھی میں لے کر..... چاند' سورج' میرے قدموں میں ڈھیر کرسکتا ہے کیا؟ ایسے..... ایسے تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ اسے..... اسے کہو اس اضطراب کو سمیٹ دے' اس سلسلے کو روک دے' یہ..... یہ ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں..... میں خود عقل ٹھکانے لگادوں گی۔ جانتا نہیں ہے وہ مجھے۔ خوب دماغ ٹھکانے لگانا آتا ہے مجھے۔ اسے کہو....." وہ اس کے شانے پر جھول گئی تھی۔ معارج تغلق نے پرسکون انداز میں اس کا چہرہ دیکھا تھا پھر بہت سہولت سے اسے بیڈ پر لٹایا تھا اور ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

❁.....❖.....❁

پارسا مضطرب سی اِدھر سے اُدھر چکر کاٹ رہی تھی پھر تھک کر بنچ پر بیٹھ گئی۔ کیا سمجھ رہا تھا؟ اسے کیوں لگ رہا تھا کہ وہ اب بھی یلماز کے ساتھ؟ فون کی بیل بجی تھی اس کی سوچوں کا سلسلہ یک دم ہی ٹوٹا تھا۔ اس نے کال پک کرکے فون کان سے لگایا۔

"پارسا کیسی ہو؟" دوسری طرف یلماز کمال تھا۔

"یلماز! تم ایسا کیوں کررہے ہو؟" وہ بنا اس کی بات کا جواب دیئے دوٹوک انداز میں بولی تو وہ چونک پڑا۔

"کیا مطلب؟ کیا کررہا ہوں میں؟" اس کا انداز لاعلم تھا۔

"تم جانتے ہو میں نے تمہاری پزیرائی نہیں کی جیسا تم سوچ رہے تھے ویسا نہیں ہوا اور تبھی تم نے مخالفت کی ٹھان لی؟" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

"پارسا؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیسی مخالفت؟ کیا سوچ رہی ہو تم؟" وہ قطعاً لاعلمی سے بولا تو وہ چونکی تھی پھر عدن کو وہ غلط فہمی کیسے ہوئی تھی۔

"کیا ہوا پارسا؟ ہیلو.....؟" دوسری طرف یلماز اسے خاموش پاکر کچھ بے چین ہوا تھا۔ جس قصے کو وہ ختم کرچکی تھی' جس ماضی کو دفن کرچکی تھی وہی ماضی اب اس کے پیچھے کیوں آرہا تھا؟ اس کا سانس سینے میں گھٹنے لگا تھا۔

"مجھے تم سے محبت نہیں ہے یلماز! مجھے تم سے محبت کبھی نہیں تھی۔ تم اس دور میں میری زندگی میں آئے جب مجھے اتنی عقل نہیں تھی مگر وہ میری بے وقوفی تھی' مجھے اس کا اندازہ ہوچکا ہے' بہت پہلے میں جان چکی تھی محبت ایسی نہیں ہوتی۔ اب اگر تم دستکیں دو بھی تو اس سے کچھ حاصل نہیں۔ میں کسی اور کو چن چکی ہوں۔ میں عدن بیگ کی منکوحہ ہوں' یہ رشتہ بندھ چکا ہے اور کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ میں نہیں جانتی کہ تمہیں مجھ سے محبت ہے بھی یا کہ نہیں۔ کبھی تھی بھی یا کہ نہیں مگر محبت کسی کا نقصان نہیں چاہتی۔ اس کا تو بالکل بھی نہیں جس سے محبت ہو۔ اس واقعہ کو اپنی زندگی سے خارج کردو۔ مجھے اپنی یادداشت سے نکال دو۔"

"پارسا محبت بھولنے نہیں دیتی تمہیں یقین نہیں ہے مگر میں ایک کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ ہمیں ملنے کی ضرورت ہے' میں گھر آجاتا ہوں' میں یہیں ہوں اسی شہر میں۔ پارسا میں دوریوں کا سفر نہیں کرسکتا' مجھ میں ہمت نہیں ہے اس معاملے میں میرا دل میرے مقابل ڈٹ گیا ہے۔ میں ایک بار تمہیں گنوا چکا ہوں' دوسری بار گنوانا نہیں چاہتا۔ مجھے ایک موقع دو' مجھے ثابت کرنا ہے۔" یلماز کمال دوسری طرف بولا تھا' اس کے انداز میں اضطراب تھا مگر پارسا سختی سے بولی تھی۔

"یلماز پلیز' بند کرو یہ بکواس۔ سمجھ کیوں نہیں رہے' پلیز مجھے فون کرنا بند کرو۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنا ہے۔"

پارسا نے کہہ کر فون بند کیا تھا۔ اس کا وجود پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

اسے اپنا رشتہ خطرے میں پڑتا لگا تھا۔ عدن پر حیرت ہوئی تھی' وہ کیوں سمجھ نہیں رہا تھا کہ اس نے اسے کیوں چنا؟ کیوں خود سے پیشکش کی شادی کی؟ وہ اتنا نا سمجھ تو نہیں تھا۔ ہمیشہ اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس کا ساتھ دیا تھا۔ اسے انڈر اسٹینڈ کیا تھا پھر یک دم سے وہ یہ کیوں سمجھنے لگا تھا کہ وہ یلماز سے محبت کرتی ہے اور اسے صرف اس لیے چنا ہے کہ وہ اس رشتے کے لیے گھر والوں کو قائل کرسکے؟ وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ اسے یلماز سے محبت نہیں تھی مگر وہ سمجھ نہیں پارہی تھی' اتنی دوری پر بیٹھے وہ کیسے اسے یہ بات سمجھا سکتی ہے۔ اس نے عدن بیگ کا نمبر ملایا تھا' وہ دوسری لائن پر مصروف تھا۔ کال پک نہیں کی تھی' اس نے دوسری بار ٹرائی کیا تھا۔ وہ ضرور جانتا تھا' دوسری لائن پر وہ ہے مگر وہ پہلی کال ڈراپ کرنا نہیں چاہ رہا تھا نا اسے ہولڈ پر ڈالنا چاہتا تھا تو وہ اسے جان بوجھ کر نظر انداز کررہا تھا؟

پارسا کے اندر ایک گہری ضرب لگی تھی' کوئی شے اندر ہی اندر آری کی طرح کاٹنے لگی تھی۔ عدن تو اسے بہت اچھی طرح سے سمجھتا تھا جانتا تھا پھر وہ اب اس طرح کیوں کررہا تھا؟ اسے لگا وہ شخص اسے سمجھ سکتا ہے' سمجھتا ہے' محبت کرتا ہے' دل سے اس کی عزت کرتا ہے مگر اب وہ اس طرح کیوں اسے نظر انداز کررہا تھا؟ جب کہ وہ اس سے جڑ چکی تھی۔ اس کا حصہ بن چکی تھی' وہ کیوں سوچ رہا تھا کہ وہ یلماز کمال کے ساتھ ہے؟ سوچتے سوچتے اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔

❁.....❖.....❁

انائیا ملک کی آنکھ کھلی تھی تو نا جانے کتنے لمحوں تک وہ چھت کو چپ چاپ گھورتی رہی تھی۔ خالی خالی نظروں سے خالی خالی منظر کو دیکھتے ہوئے وہ کسی اور جانب متوجہ نہیں تھی جب معارج تغلق اندر داخل ہوا تھا۔ انائیا ملک نے اس شخص کی جانب تب بھی نہیں دیکھا۔ معارج تغلق اس کے قریب آن رکا اور اس کے چہرے پر نظریں جما کر اسے بغور دیکھا پھر اس کی سمت اپنا چوڑا مضبوط ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ انائیا کے لیے اس سے نگاہ پھیرے رہنا ممکن نہیں رہا تھا۔ نظریں اس شخص کی سمت اٹھی تھیں۔ نگاہ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی سمت گئی تھی۔ اس کے ہاتھ کو نظر انداز کرنا اس کے لیے جیسے قطعاً ممکن نہیں تھا۔ میکانکی انداز میں اس نے اس طرح اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا جیسے وہ اس کا معمول ہو اور وہ اس پر تمام اختیار رکھتا ہو۔ معارج تغلق کے ہاتھ کی حدت اسے واضح محسوس ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ کی گرفت اس کے نازک سے ہاتھ کے اطراف بہت بھرپور تھی۔ اس گرفت سے ایک سحر کا دائرہ سا اس کے اردگرد بن رہا تھا۔ بظاہر وہ اسے اٹھنے میں مدد دے رہا تھا مگر نظریں اس کی سمت دیکھتی ہوئیں اسے اپنے ساتھ باندھ رہی تھیں۔ انائیا ملک اٹھ بیٹھی تھی تب معارج تغلق نے کافی کا کپ اس کی سمت بڑھا دیا۔ وہ کچھ شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔ جانے کیا اوٹ پٹانگ حرکتیں کی تھیں' اب سوچا تھا تو سوچ کر ہی شرمندگی کے مارے اس کی طرف دیکھا نہیں جارہا تھا۔ انائیا ملک اس کی سمت دیکھ نہیں پارہی تھی' نظر گریزاں تھی' معارج تغلق اس کی سمت بغور دیکھ رہا تھا۔ نظریں یک ٹک اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔

"تم ٹھیک ہو؟" وہ اس خاموشی کے تسلسل کو توڑتے ہوئے بولا تھا۔ انائیا ملک نے بنا اس کی طرف دیکھے اثبات میں سر ہلا دیا تھا اور اس سے نظر بچاتے ہوئے کافی کے سپ لینے لگی۔ معارج تغلق اس کی سمت تکتا رہا تھا پھر بولا۔

"تم نے ایسا کچھ نہیں کیا کہ تمہیں شرمندہ ہونا پڑے۔" اس کے بولنے پر وہ چونکتے ہوئے اسے دیکھنے لگی تھی' نگاہ ملی تھی' اس کی آنکھوں کوئی جکڑنے والی کشش تھی۔ وہ ہارنے لگی تھی' سارا وجود اس سے بندھنے لگا تھا۔ وہ ڈر کر نگاہ پھیر گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"جائز تعلق ہے' بیوی ہو میری۔ خواہشوں کا اُمڈ آنا فطری سی بات ہے۔" وہ حیران رہ گئی تھی۔

"کیا..... کیا کیا میں نے آپ؟" وہ کچھ کہتے کہتے رکی تھی خود پر بے انتہا غصہ آیا تھا۔ وہ اتنی بے وقوف کیسے ہوسکتی تھی؟ اتنی حماقتیں کیسے کرسکتی تھی؟ وہ بھی اس شخص کے ساتھ؟ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جانے کیا سوچ کر مسکرا دیا تھا۔ انداز محظوظ ہونے والا تھا۔ وہ اس وقت کافی سے زیادہ ہونق لگ رہی تھی۔ معارج تعلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو آہستگی سے چھوا تھا۔

"عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب۔"

وہ اس کا ہاتھ جھٹکنے کی ہمت بھی نہیں رکھتی تھی' جسم کا سارا خون چہرے پر آن رکا تھا' ایسا کیا کردیا تھا اس نے۔

اف خدایا..... وہ اتنی بے وقوف کیسے ہوسکتی تھی؟

جانے کیا کیا کہا تھا..... کیا کیا کیا تھا..... اب سوچ کر بھی جان ہول رہی تھی۔

"عشق کے بیاں کے طریقے اور اسلوب بتاتے ہیں کہ محبت کتنی گہری ہے۔ اس محبت کو بہتے دیکھ کر جب اس کے سنگ سنگ بہنے کو دل کرے وہ محبت کا جنوں ہوتا ہے اور وہ جنون بس وہی جنون رات تمہاری آنکھوں میں تھا۔ سانسوں کی تپش بتا رہی تھی کہ اس دل میں کتنی کہانیاں ہیں۔ کتنے راز دبے ہیں اور دھڑکنوں کے اسرار کیا ہیں' محبت لامحدود ہے اور اظہار کے زاویے نابلد۔ اب بتاؤ اس نظر کو خبر کیسے ہو کہ محبت سراب ہے یا خواب؟ محبت کو اتنی پوشیدگی میں رکھو گی تو جان پر بن آئے گی نا؟ کس نے کہا کہ بندھ باندھو اور محبت کے ساتھ نہ بہو؟" وہ سوالیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھ رہا تھا اور لہجہ دھیما تھا اور نظروں میں خاص تپش تھی۔ انائیا ملک کا وجود کانپنے لگا تھا۔

"تم طریقے جانتی ہو ساتھ جڑنے کے' ساتھ جوڑنے کے۔ فرار کی راہ اختیار کرنے لگوں تو راستے بند کرنے لگتی ہو۔ پاس آؤں تو انجان بن جاتی ہو جیسے واسطہ نہیں۔ عنایتیں کرتی ہو اور شکایتیں بھی' نوازشوں پر اتر آتی ہو تو بنجر کو بھی سیراب کردیتی ہو اور ہاتھ کھینچنے پر آؤ تو نگاہ بھی نہیں ملاتیں۔" وہ سرگوشی میں بولا تو وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"میں..... میں نے کچھ غلط نہیں کیا..... میں کچھ غلط نہیں کرسکتی؟" اسے خود پر یقین تھا' غرور تھا' وہ مسکرا دیا تھا۔

"کس نے کہا کہ تم نے غلط کیا؟ جو واجب تھا بس وہی کیا۔ پاس آئیں اور دھڑکنوں کو میرے سینے میں رکھ دیا چپکے سے' خاموشی سے۔ بس اتنا ہوا کہ تمہارا دل اس سینے میں دھڑکنے لگا بس..... بس یہی ہوا اور تو کچھ نہیں۔" وہ دل دھڑکانا جانتا تھا' اسے گر آتے تھے مگر وہ جانتی تھی وہ اس پر غلط الزام لگا رہا تھا۔ وہ اتنی بے خود نہیں ہوسکتی تھی۔

"اب اتنا کیا ملال کرنا؟ کوئی اجنبی تو نہیں' اتنا تو تم حق رکھتی ہو کہ اگر پاس آؤ تو میں روک بھی نا سکوں۔ نگاہ کچھ چاہے تو میں منع بھی نہ کرسکوں۔ نگاہ میں درخواستیں ہوں تو میں جھٹک دوں۔ ایسا ناممکنات میں سے ہے' میں چاہوں بھی تو تعرض نہیں برت سکوں گا۔ تم چاہو تو پل میں سب زیر و زبر کرسکتی ہو۔ سب اختیار ہے تمہیں سیاہ و سفید تمہارا ہے کیونکہ تم میرا حصہ ہو مسز انائیا تغلق! اب نگاہ اس طرح چرانے کا کوئی سبب نہیں تم میری طرف دونوں آنکھوں سے دیکھ سکتی ہو۔ اس قرب کی خواہشوں کو مارنا کبھی ممکن نہیں بھی ہوتا' مجھے اچھا لگا ان دھڑکنوں کو پہلی بار بغور سننا۔ تم نے اس سے پہلے موقع ہی نہیں دیا' اب پاس آئیں تو بس باندھ دیا اور بے بس کردیا۔ پہلے سے بھی کہیں زیادہ بے بس....." اس کی مدہم سرگوشیاں اس کی سماعتوں کے قریب تھیں۔ انائیا ملک کی جان ہوا ہونے والی تھی۔ وہ شدت سے آنکھیں میچ گئی تھی۔ اس کی سانسوں کی تپش اس کے چہرے پر تھی۔ وہ جھلسنے لگی تھی۔ تبھی ہمت کرکے ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر اسے پیچھے ہٹایا تھا۔ وہ کچھ دیر تک اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا۔ انائیا ملک اجنبی بن گئی تھی۔ وہ اٹھا تھا اور باہر نکل گیا۔

❁.....✧.....❁

جہانگیر ملک ٹی وی لاؤنج میں تھا جب کھانے کے بعد زائرہ ملک اس کے لیے کافی بنا کر لائی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا' مسکراہٹ میں ایک مروت تھی۔ زائرہ جواباً مسکرادی تھی مگر انداز بہت بجھا بجھا سا تھا۔ جہانگیر ملک نے کافی کا کپ تھامتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔ زائرہ ملک ایسے کھڑی تھی جیسے بس اسے کافی تھمانے آئی تھی اور اب بس واپس جانا چاہتی ہو۔ جہانگیر ملک نے اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"مجھے بیڈ بنانا تھا اور انائیا کے لیے....." وہ صاف تعرض برت رہی تھی۔ وہ اس کا گریز جان کر اس کی سمت تکنے لگا تھا۔ وہ الجھی ہوئی تھی پلٹنے کو تھی' جہانگیر ملک نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ زائرہ ملک نے اس کی سمت پلٹ کر نہیں دیکھا مگر ہاتھ تھام لیے جانے پر وہ آگے نہیں بڑھ سکی تھی۔

"خاموشی کو لفظوں کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے' زائرہ ملک! اس چپ کو کچھ لفظ دان کرو۔ ایسے یہ منظر بہت ویران لگتا ہے۔ میں چاہتا ہوں ہم بات کریں۔" زائرہ ملک نے پلٹ کر دیکھا اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خاموشی بدستور رہی تھی پھر جہانگیر ملک بولے۔

"میں جانتا ہوں تم بہت سی شکایتیں رکھتی ہو' کئی گلے سینے میں دبے ہیں اور اس بوجھ سے سانسوں کو بحال رکھنا محال ہو رہا ہے مگر بات نہیں ہوگی تو ہم اس سے بری کیفیت میں گھر جائیں گے۔ سو میں ان خاموشیوں کو پڑھنے سے زیادہ بہتر بات کرنا خیال کرتا ہوں۔ تم بات کرو زائرہ! سوال کرو' شکایتیں کرو' غصہ کرو کچھ بھی۔ تمہیں حق ہے مجھے اس نگاہوں کی ویرانی سے نمٹنے کی عادت نہیں ہے۔ میں اس چہرے کو فکروں سے آزاد دیکھنا چاہتا ہوں' شاداب اور بے فکر۔ جانتا ہوں سالوں کے تسلسل نے سب گہنا دیا مگر کچھ ربط تو تھا کہ میں لوٹا بھی تو تمہارے پاس آیا' کوئی سبب تو تھا کہ....."

"مگر..... مگر گئے ہی کیوں؟ اور اگر گئے بھی تو یہ سزائیں ہمارے نصیب میں کیوں آئیں' کیا قصور تھا میرا' انائیا کا؟ کتنے زمانے ہم نے تمہارے بنا گزارے' وہ وقت جب مجھے قدم قدم پر تمہاری ضرورت تھی' تمہارے بنا چلنے کی عادت نہیں تھی' تم چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میں کیا کروں گی' ایک بار بھی نہیں سوچا کہ کیسے جیوں گی؟ کہاں عادت تھی تمہارے بنا جینے کی' میں نے تو خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا ایسا ہوگا اور کچھ کہا نہیں' کچھ سنا نہیں' کچھ بتایا نہیں بس اٹھے اور چل دیے اور میں صبح اس کاغذ کے ٹکڑے کو بس دیکھتی رہ گئی جس پر تم نے لکھا تھا کہ تم جا رہے ہو' کتنا ادھورا میسج تھا وہ۔ مگر کتنا ہلچل مچا دینے والا۔ میرے سارے زمانے اس میسج کے سنگ ہوگئے۔ اس کاغذ کے ٹکڑے کو پڑھتے' مفہوم سمجھتے' میں نے کتنے سال تمہارے بنا گزار دیے۔ کیا غلطی تھی؟ گلٹ تو تمہیں تھا نا؟ تانیا تغلق نہیں رہی تھی' اس کا ملال تمہیں سونے نہیں دے رہا تھا' چین نہیں لینے دے رہا تھا' مگر ہمارا کیا قصور تھا؟ تم نے خود کو سزا دینے کی ٹھانی؟ مگر پھر ہمارے حصے میں کس بات کی سزا آئی۔ اس معاشرے کو نہیں جانتے تھے تم۔ چھوڑ دیا بس تنہا وہ بھی ایک بیٹی کے ساتھ۔ کیسے مقابلہ کیا میں نے سب موسموں کا' کیسے کٹھن دور سے گزری' کیسے جھیلا اس سزا کو' تمہیں اس کا اندازہ بھی نہیں ہوسکے گا۔ بس ایسا تھا کہ وجود ایک طوفان کے دہانے پر تھا' کوئی چھوڑ گیا تھا' بنا بتائے ایسا ہمارے ساتھ ہی کیوں ہوا' تم نے ہمیں ایسی سزائیں کیوں دیں؟ سوچا بھی نہیں تنہا کیا کروں گی' انائیا کو اکیلے کیسے چلنا سکھاؤں گی' کیسے اسے بتاؤں گی کہ تم کیوں گئے' کہاں گئے۔ جانتے ہو ہم ماں بیٹیوں نے ایک عمر ایک دوسرے سے نگاہ چراتے ہوئے گزاری ہے۔ وہ مجھ سے کچھ نہیں کہتی تھی اور میں اس سے بات کرتے ہوئے خوف زدہ تھی۔ اسے ڈر تھا مجھے تکلیف ہوگی اگر وہ تمہارے بارے میں بات کرے گی۔ پوچھے گی تو میرے درد تازہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہو جائیں گے۔ وہ مجھے درد سے بچانا چاہتی تھی اور میں اسے دکھ میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔ سو ہم نے تمہارے ذکر سے بچنے کے لیے ایک دوسرے سے بھاگنا شروع کر دیا۔ ہم جان بوجھ کر اِدھر اُدھر کی بات کرتے۔ کتنے سال لگے اس سب کو بھلانے میں اور پھر تم آ گئے۔ اس واپسی کی امید جب ہم کھو چکے تھے' جب بنا جواز چھوڑ جانے کا ملال کرتے کرتے عادت ہو گئی جھیلنے کی تم نے تب قدم واپسی اسی سمت کیوں موڑ دیے اور وہ بھی ایک نئے راز کے ساتھ کہ اب تم ایک اور بیٹی بھی رکھتے ہو' ایک اور شادی؟ یہ سب کیسے ہوا' مجھے لگتا تھا میرے علاوہ تمہاری زندگی میں کسی کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ میں اس یقین کے ساتھ جی رہی تھی کہ تمہیں گلٹ ہے بس۔ تم خود کو سزا دے رہے ہو' اپنی خوشیوں سے بھاگ کر اپنی زندگی کو چھوڑ کر' کسی کی موت کی ناحق خود کو سزا دے رہے ہو مگر یہ سزا ہماری زندگی کو بھی روندھ گئی۔ تم نے خود کو اتنی سزائیں کیوں دیں کہ ہماری زندگیاں بھی اس کا حصہ بن گئیں؟ اور پھر ایک نیا رشتہ بنانے کا کیا جواز تھا؟ اس رشتے کو نبھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ رشتہ نبھایا سو نبھایا مگر ایک اور بیٹی بھی؟ اس کی کیا وجہ تھی سزا کاٹنے گئے تھے نا تم تو پھر سزا میں یہ کون سی راہ ڈھونڈی؟ وہ گلٹ تمہیں ہمارے ساتھ رہنے نہیں دے رہا تھا پھر اس گلٹ نے تمہیں نیا رشتہ باندھنے پر کیسے مجبور کر دیا؟ تمہاری وفائیں کسی اور کے ساتھ کیسے بندھ گئیں؟ جب ہم سے فرار اس گلٹ کو دبانے کے لیے تھا تو پھر نئی دنیا آباد کرنے کا خیال کیونکر آیا؟ ہماری ہی طرف کیوں نہیں لوٹ آئے' ہمیں سزا دے کر وہاں تم نے نئی دنیا بسالی اور ہم یہاں سمجھتے رہے کہ تم تا نیا تعلق کے گلٹ میں ہو۔ تمہاری زندگی تمہاری اپنی تو نہیں تھی کہ تم نے جو سوچا کر لیا' جو دل چاہا بس پتھر پر لکیر ہو گیا اور گلٹ بھی کس بات کا' تم نے تو نہیں مارا تھا تا نیا تعلق کو؟ تم سے محبت کرتی تھی' جانتی تھی وہ تم نہیں ہو سکتے اس کے۔ تمہاری وفائیں میرے لیے تھیں' تم میرے ساتھ تھے' اس کے لیے تمہارا حصول ممکن نہیں تھا۔ محبت بے بس کر دینے والی طاقت ہوتی ہے' مانتی ہوں میں مگر اس کی محبت یک طرفہ تھی نا؟ یہ بات اسے بھی معلوم تھی پر تم کیوں بھاگ کھڑے ہوئے؟ اپنی بیوی' اپنی بیٹی کو کس بات کی سزا دی؟ ہم نے کیوں جھیلا اس سزا کو؟ اس گلٹ کے لیے بھاگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس بھگوڑے پن میں ایک نیا جہاں آباد کرنے کی کیوں ٹھانی' ایسا کیوں کیا؟ یہ بے وفائی کیوں کی' میں یہاں بیٹھی خود کو تاویلیں دیتی رہی' سوال ڈھونڈتی رہی' خود ہی جواب بھی دیتی رہی۔ خود سے اخذ کرتی رہی' تم نے کبھی کوئی رابطہ کیوں نہیں کیا' وہ دوسری زندگی جیتے ہوئے تمہیں اس گلٹ نے کبھی نہیں ستایا' اگر اس دوسری دنیا کو ہی بسانا تھا تو تم نے ہمیں چھوڑنے کو ضروری خیال کیوں کیا؟ وہ گلٹ اتنی جلد ختم ہو گیا' یا بس تم ہم سے فرار ڈھونڈ رہے تھے' دوسری عورت کے ساتھ ایک عمر جیتے ہوئے تمہیں ہماری یاد کیوں نہیں آئی؟ تب وہ گلٹ تمہیں کیوں نہیں ستاتا تھا؟ فرار اس زندگی سے ہوا اور پناہ کسی اور کے ساتھ ڈھونڈ لی۔ کیا وہ مرہم میں نہیں رکھ سکتی تھی' تم نے یہ بے وفائی کیوں کی؟ یہ سزا ہمیں کیوں دی جہانگیر ملک! تم جب سے لوٹے ہو میں اپنے ذہن کو سوچوں سے خالی نہیں رکھ پا رہی ہوں۔ میں نے تمہیں واپس لیا' ساتھ رہنے کی اجازت دی' مگر میں بھول نہیں پا رہی ہوں کہ تم کیا کر چکے ہو اور تمہارے باعث ہم کتنی تکلیف اٹھا چکے ہیں۔"

زائرہ ملک کے اندر کا کرب اس کی آنکھوں میں دکھائی دے رہا تھا۔ جہانگیر ملک اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔

❁.....✧.....❁

"پارسا! کیا ہوا؟ تم یہ اس طرح ایک ہی چپاتی کو بار بار کیوں بیلتی جا رہی ہو؟" اماں نے نوٹس کرتے ہوئے کہا تھا' وہ چونکی تھی۔

"پارسا! تم ٹھیک تو ہو؟" اماں نے پوچھا تھا۔ پارسا نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔ "مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ چلو ہٹو یہاں سے اندر جاؤ' آرام کرو جا کر۔" اماں نے اسے کہا تھا اور وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔

یہ کیا کر رہا ہے عدن! اس کے ساتھ ایسا کیوں؟ وہ سمجھتی تھی بہت انڈر اسٹینڈنگ ہے اور اسے سب سے زیادہ سمجھتا ہے مگر وہ پروف کر رہا تھا کہ وہ کتنی غلط تھی ایسا سوچنے میں۔ یہ سارے مرد جب شوہر بنتے ہیں تو حد سے زیادہ شوہر کیوں بن جاتے ہیں؟ صرف ایک ہی نقطے پر اٹک کر باقی کی ساری باتیں کیسے فراموش کر دیتے ہیں؟ پارسا کا دماغ سوچوں سے بھرا پڑا تھا وہ اس سے کوسوں دور تھی۔ آنکھ سے آنکھ ملا کر دیکھ نہیں سکتی تھی۔ بات نہیں کر سکتی تھی' اسے قائل نہیں کر سکتی تھی۔ اسے لگ رہا تھا معاملہ پیچیدہ ہو رہا تھا اگر یہ سب ہوتا تو اس شادی کا کیا مطلب اور مقصد باقی رہ جاتا؟ عدن بیگ کی وہ ساری محبت اچانک سے کہاں جا سوئی تھی؟ وہ اتنا دقیانوسی' قدامت پرست مرد کیوں بن گیا تھا۔

پارسا نے سیل فون اٹھا کر اس کا نمبر ڈائل کیا تھا' دوسری طرف بیل جا رہی تھی مگر فون نہیں اٹھایا گیا تھا۔ پارسا کو بہت الجھن ہوئی تھی' بہت شدید غصے میں دوبارہ نمبر ملایا تھا' فون دو بیلز کے بعد اٹھا لیا گیا تھا۔

''تم ایسا کیوں کر رہے ہو عدن؟ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی' یہ کیا طریقہ ہے نظر انداز کرنے کا؟ بات نہیں کرنی تو سیدھے سے بتا دو' میں فون ہی نہ کروں۔'' وہ غصے سے بولی۔

''کچھ مصروفیت رہی' کام کا برڈن زیادہ ہے۔'' دوسری طرف سے تاویل آئی۔

''یہ سارا کام ابھی ہی سر پر پڑنا تھا۔ وہ بھی عین ہمارے نکاح کے بعد؟ کیا ڈرامہ ہے یہ عدن بیگ؟ تم ایسا کیوں ہو رہے ہو؟'' وہ شکوہ کرتی ہوئی بولی تھی۔ ایک لمحہ کو خاموش رہی تھی پھر وہ بولا تھا۔

''پارسا اتنا مت سوچو' ریلیکس! مجھ پر کام کا برڈن واقعی بہت زیادہ ہے۔''

''تم بھاگ رہے ہو عدن! مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ یہ مصروفیت کا بہانہ فرار ہے نا؟ پہلے میرے لیے ہواؤں سے بھی لڑتے تھے اور اب مجھ سے ہی چھپتے پھرتے ہو۔ اتنے خوف زدہ کیسے ہو گئے تم اچانک سے اور مجھے کیوں شرمندگی میں مبتلا کر رہے ہو کہ میں نے تم پر خود کو زبردستی مسلط کر دیا؟ مجھے افسوس ہو رہا ہے عدن شاید میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی کی یا پھر واقعی تم مجھے نہیں سمجھ سکے؟'' وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔ وہ پرسکون انداز میں بولا۔

''ہم بعد میں بات کریں گے پارسا! میں وقت پر تمام کام نمٹانا چاہتا ہوں' ابھی کچھ لمحوں بعد ایک اہم میٹنگ ہے' پلیز مجھے اس پر توجہ دینے دو۔'' وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔

پارسا نے غصے سے سیل فون پر کال کا سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

❁.....✧.....❁

''تم نے ٹھان لی ہے کہ تم یہ سب کرو گے؟'' مسز بیگ نے چائے کا کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اسے بغور دیکھا تھا۔ دامیان سوری کچھ الجھا ہوا دکھائی دیا تھا۔ اسی الجھے ہوئے انداز میں چائے کا کپ اٹھایا تھا اور سپ لینے لگا تھا۔ مسز بیگ نے اسے بغور دیکھا تھا پھر اس کے سامنے بیٹھ گئی تھیں۔

''ممی! مجھے لگتا ہے یہی مناسب ہے۔ بہت سی سرگوشیوں کو جب نہیں سنا جاتا تو وہ اپنی وقعت کھو دیتی ہیں۔ مجھے لگتا ہے راستے مختلف ہیں اور ان ہاتھوں کو بے وقوفوں کی طرح پھیلا کر الجھاؤں کو دیکھتے رہنا اور سمتوں کا تعین کرنا مناسب نہیں۔ اس سے نقصان کا احتمال نہیں ہوگا' اندازہ بھی نہیں ہوگا کہ کیا کچھ گنوا دیا۔ میں ایسے پچھتاوؤں کی نذر خود کو نہیں کرنا چاہتا۔ کھل کر سانس لینا چاہتا ہوں۔ اس دائرے سے باہر آنے کی کوشش کر رہا ہوں' مجھے یہ کوشش کر لینے دیں۔ شاید یہی آخری راستہ ہے اس سے آگے کی سمتوں کا اندازہ فی الحال نہیں ہو رہا اور وقت کو روکنا میرے اختیار سے باہر ہے۔ مجھے لگتا ہے اس دائرے میں بہت گھٹن ہے۔ دم گھٹ جاتا ہے نا؟ مجھے معلوم ہے محبت بھی

مر جائے گی' یہی خدشہ مجھے جینے نہیں دیتا اور یہ لگن ہے کہ سانس نہیں لینے دیتی۔ میں نے پلٹنے کا فیصلہ اسی ڈر سے کیا ہے کہ اسے آگے جا کر بھی پلٹنا ہی ہے اور اس دائرے میں تنہا ہی جینا ہے تو پھر کیوں نا ابھی سے اس دائرے سے نکلنے کی ٹھانوں۔ آپ کو لگتا ہے یہ غلط فیصلہ ہے؟'' وہ سوالیہ نظروں سے مسز بیگ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ مسز بیگ کی نظروں میں کئی خدشات اور فکریں تھیں۔

دامیان سوری کو لمحہ بھر کو احساس ہوا تھا کہ وہ کچھ غلط کرنے جا رہا ہے مگر وہ اس بات کی بھرپور نفی کرنا چاہتا تھا۔ تبھی شانے اچکاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا تھا۔

''ممی! میں تھک گیا ہوں۔''

''مگر بہت سی باتوں میں فائدہ یا نقصان نہیں بھی دیکھا جاتا دامیان! کیا یہ ضروری ہے کہ تم ہر بات کی جانچ پڑتال نفع اور نقصان سے ہی کرو؟'' ممی کے کہنے پر وہ مزید الجھ گیا۔ کچھ دیر خاموش رہا تھا' پھر بولا تھا۔

''ممی! مجھے غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہیں آپ؟''

''غلط نہیں' بڑے صحیح غلط کی نشاندہی کرتے ہیں تو اس کے لیے ان کے پاس اپنی عمر کا تجربہ ہوتا ہے۔ کیا تم اپنے بڑوں کے تجربات سے کچھ سیکھنا نہیں چاہتے؟''

''مجھے اس سے کوئی عار نہیں میں سیکھ سکتا ہوں مگر اب سیکھنا کیا ہے ممی؟ باقی بچا کیا ہے سیکھنے کو؟ کیا کہیں کوئی ایسا ادھا سچ ہے جو آپ جانتی ہیں اور میں نہیں جانتا؟'' وہ ممی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ ممی نے ایک تھکی ہوئی گہری سانس لی۔

''انابیتا مجھ سے قریب ہے مگر اس نے کبھی تمہارے معاملے میں کھل کر بات نہیں کی۔ شاید وہ محتاط ہے میں باقی ماندہ کا آدھا سچ نہیں جانتی مگر..... اگر یہ محبت واقعی کوئی طاقت رکھتی ہے تو پھر کوئی بات راز نہیں رہ سکتی۔ تمہیں خود پر بھروسا رکھنا چاہیے۔ میں اپنی بیٹی سے بہت پیار کرتی ہوں' میں اس کی خوشی چاہتی ہوں اور میں تم سے بھی بہت محبت رکھتی ہوں' تم دونوں مجھے بہت عزیز ہو۔ میں تم دونوں کو اس کیفیت سے نکالنا چاہتی ہوں مگر کوئی سرا فی الحال میرے ہاتھ نہیں آیا۔'' مسز بیگ نے کہا تھا اور دامیان خاموشی سے ان کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

❁.....✧.....❁

تیری ہتھیلی پر دھرا اک لمحہ
اور اس لمحے کی چاہت میں عمر کٹ گئی ساری
تمہارے خیال سے نکل کر جیوں تو کیسے جیوں
کیسے چلوں ان راستوں پر تنہا
جو تم نے بچھا دیے ہیں میرے قدموں میں
ان کٹھنائیوں میں سانس بھروں تو کیسے
میرے محرماں بتا
اے میرے مہرباں سن

انابیتا بیگ چونکی تھی جب للی میک ایک دم اس کے سامنے آن رکی تھی۔ وہ تو انگلینڈ واپس چلی گئی تھی پھر وہ واپس کیسے آئی؟ وہ شوکڈ تھی۔ کیا دامیان کے ساتھ اس کا ربط اتنا گہرا تھا کہ اس کے ایک بلاوے پر وہ سارا کچھ چھوڑ چھاڑ کر ایک لمحے میں واپس آ گئی تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہ محبت تھی' انابیتا کا دم اس کے سینے میں گھٹنے لگا تھا۔ للی اس کے سامنے بہت اعتماد سے کھڑی ہوئی اسے بغور تکنے لگی تھی پھر جانے کیوں مسکرا دی تھی۔

''تم حیران ہو؟'' وہ اس کی حیرت سے محظوظ ہوئی تھی۔ انابیتا نے خود کو سنبھالنے کی ایک ناکام سی کوشش کی تھی اور سر نفی میں ہلایا تھا مگر یہ سب کرتے ہوئے وہ بہت کمزور پڑ رہی تھی۔

''دامیان کو لگا تم میری کچھ مدد کر سکتی ہو۔''

''کیسی مدد.....؟'' انابیتا چونکی تھی' للی مسکرا دی تھی۔

''تم مجھے سامنے دیکھ کر اتنی پریشان کیوں ہوگئی ہو؟'' للی نے اس سے پوچھا تھا۔ انابیتا نے اپنا اعتماد بحال کرنے کی پوری کوشش کی تھی اور پھر بھرپور اعتماد سے بولی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے' تم اچانک سے گھر چلی آئیں اس لیے بس.....''

''تمہیں دامیان نے بتا ہی دیا ہوگا نا' ہم منگنی کر رہے ہیں اور پھر بہت جلد شادی بھی؟ شاپنگ کے لیے جانا تھا مگر دامیان کو تو کوئی شاپنگ کا تجربہ ہے نہیں' اس کی بیسٹ فرینڈ تم ہو سو اس کے ذہن میں پہلا نام تمہارا ہی آیا۔ اسے لگا کہ تم میری کچھ مدد کر سکتی ہو۔'' للی نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

کیا تھا اس مسکراہٹ میں' وہ کیا جتانے آئی تھی کہ وہ کتنی شکست خوردہ تھی یا اسے کیسے پیدل مات ہوئی تھی۔

''اوہ سوری! دامیان نے کہا اور میں بس چلی آئی میں نے تم سے تو پوچھا ہی نہیں کہ تم بھی اس کے لیے تیار ہو کہ نہیں؟'' وہ مسکرائی تھی۔ اس کی آنکھوں کی چمک بہت سی فتوحات کا اعلان کر رہی تھی۔ انابیتا بیگ کو اپنے اندر بہت کچھ ٹوٹتا بکھرتا دکھائی دیا تھا۔ کہیں اندر ایک لمحے میں بہت ویرانی محسوس ہوئی تھی۔ یہ کیسا احساس تھا وہ خود کو شکست خوردہ دیکھ رہی تھی۔

❁.....✧.....❁

''اب کیسی طبیعت ہے؟ کچھ بہتر محسوس کر رہی ہیں آپ؟'' ناشتے کی ٹیبل پر جب وہ اپنے لیے چائے انڈیل رہی تھی تب اس کی بھاری آواز اس کی سماعتوں میں پڑی تھی۔ انائیا ملک نے چونکتے ہوئے اس کی سمت دیکھا تھا۔ وہ سمجھی تھی وہ آفس چلا گیا ہوگا مگر وہ تو بدستور وہیں تھا۔ وہ بھی ناشتے کے لیے نیچے آئی تھی۔ اگر اسے علم ہوتا تو وہ اور کچھ دیر کمرے میں ہی رکتی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ کوئی اجنبی ہوں میں' پہلی بار دیکھ رہی ہو؟'' وہ اس کی کیفیت سے حظ اٹھا رہا تھا۔ وہ اس بات کا تعین کرنے کو اس کی سمت دیکھنا چاہتی تھی مگر وہ جس طرح اسے بدستور دیکھ رہا تھا وہ اس کی سمت سے نظریں چرا گئی تھی۔

''رات تم بہانہ کر کے اسٹڈی روم میں سو گئیں' کتابیں پڑھنا اچھی بات ہے مگر کتابیں پڑھتے پڑھتے چیئر پر سو جانا مناسب نہیں۔'' وہ بغور تکتے ہوئے بولا۔

''وہ میں اندازہ نہیں کر پائی' کتاب اتنی دلچسپ تھی کہ.....'' وہ بہانہ بناتی ہوئی بولی۔

''اندازہ نہیں کر پائیں یا فرار کے سہارے درکار تھے؟ بوا یہیں ہیں جانتی ہو اگر وہ تمہیں اسٹڈی میں سوتا ہوا دیکھیں گی تو کیا سمجھیں گی؟ میں چاہتا تو اٹھا کر تمہیں اپنے کمرے میں لے جا سکتا تھا۔ مگر ایسا نہیں کیا تم ایک شادی شدہ لڑکی ہو' بہت سی باتوں کی احتیاط کرنا اور خیال رکھنا تمہارے لیے ضروری ہے۔'' وہ جتاتے ہوئے بولا تھا۔ ''اور کچھ نہ بھی ہو تو شوہر تو ہوں ہی تمہارا۔ میرے کمرے میں آنے سے ممانعت نہیں ہونا چاہیے۔ جب تک ہم اس رشتے

میں ہیں یہ سب جائز ہے اس بات سے آپ انکار نہیں کر سکتیں۔ اس معاملے میں شوریدہ لہروں کو جامد کیا جا سکتا ہے نا خواہشوں کو مٹھی میں دبوچ کر قتل عام کیا جا سکتا ہے۔ جب نقصان کا اندیشہ ستانے لگے تو گھٹنے ٹیک دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرنا چاہیے۔'' کیا وہ اس کی بے تابیوں بے قراریوں کا پتا پا گیا تھا؟ کیا ایسا کوئی راز اس کے ہاتھ لگ گیا تھا اس رات کیا بے وقوفی ہوگئی اس سے۔ تیز بخار میں کچھ تو غلط کیا ہوگا' مگر وہ بے خودی خاصی مہنگی پڑی تھی۔ ہوش و حواس میں موجود ہونا کتنا ضروری ہے یہ آج پتا چلا تھا۔ وہ بوکھلاہٹ کا شکار تھی' معارج تغلق نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو ملائمت سے چھوا۔

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ پل میں اس کے لیے فکر مند ہوا اور پوری توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کسی کرم پر مائل تھا۔ ''بخار تو نہیں ہے اب۔''

''مجھے جانا ہے۔'' وہ بوکھلا کر بولی تھی۔ اس کی قرابت حواس خطا کر رہی تھی وہ گھبرا کر اٹھنے کو تھی۔

معارج تغلق نے کلائی تھام لی تھی۔ اس کی گرفت میں آج وہ پہلی سی سختی نہیں تھی' وہ تند و تیز غصے کی لہر نہیں تھی۔ اس کے انداز میں ایک ٹھہراؤ تھا اور اس گرفت میں کوئی خاص بات تھی۔ ایک مجنونانہ پن تھا۔ انائیا ملک ان نوازشوں کی عادی نہیں تھی پھر اس لمحے وہ یہاں بیٹھی تھی اپنی حیثیت کا احساس بھی تھا اگر کوئی دیکھ لیتا تو..... وہ اتنا قریب تھا کہ اس کا چہرہ اس کی سانسوں کی تپش سے جھلسنے لگا تھا۔

''مجھ..... مجھے جانا ہے..... آ..... آفس کا وقت ہو رہا ہے۔ سارہ..... کا..... ل..... کر رہی ہے۔'' وہ زندگی بھر اتنی کمزور نہیں پڑی تھی جتنا اس لمحے تھی۔

''کبھی طوفان اٹھا لانا اور پھر خود ہی اس سے بچنے کی سعی کرنا' یہ تمہاری پرانی عادت ہے کیا؟'' معارج تغلق کا لہجہ مدہم تھا کوئی جادو بکھیرتا اور اسے ساتھ باندھتا وہ ہارنے لگی تھی۔

''مجھ..... مجھے.....'' بولنے کا قصد کیا تھا۔

''شش.....'' معارج تغلق نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی تھی۔

''اندیشے پالنا اور آنے والے وقتوں کی بات کرنا ٹھیک نہیں' تم سے ضروری بات کرنا ہے۔ میں فی الحال عنایتوں پر مائل نہیں سو بے کار کی فکر مت کرو۔ وقت مناسب نہیں نا مقام ٹھیک ہے۔ اپنی پوزیشن کا احساس جتنا تمہیں ہے اتنا ہی مجھے بھی ہے۔ یہ آنکھیں بے خود کرتی ہیں' دیوانہ بناتی ہیں مگر اب ایسا بھی نہیں کہ ہوش گنوا دوں یا صبر کھو دوں۔'' ایک مدہم سرگوشی اس کے کان کے قریب ہوئی تھی۔ انائیا ملک کا چہرہ کان کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا تھا۔ گال تپ کر دہک اٹھے تھے۔ اسے شاید اس پر ترس آ گیا تھا تبھی بہت ملائمت سے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو ہلکے سے چھوا تھا اور بغور تکتے ہوئے بولا۔

''سامان پیک کرو' اگلے دن فلائٹ ہے۔'' بہت مدہم لہجے میں مطلع کیا تھا۔

''کیا..... کہاں جا رہے ہیں ہم؟'' وہ چونکی۔

''ہنی مون.....'' اس نے مسکراتے ہوئے ایک آنکھ شرارت سے دبائی تھی۔ انائیا ملک کی جان میں ایک لمحے میں طغیانی آئی تھی اور اندر کی دنیا زیر و زبر ہوئی تھی۔ مگر وہ مزید وضاحت نہ دیتے ہوئے اسے بغور تکتا ہوا پلٹا اور باہر نکل گیا۔ انائیا ملک اسے حیرت سے تکتی رہ گئی تھی۔

❁.....✧.....❁

دامیان سوری اس کے روم کے سامنے آن رکا اور ایک لمحے کو اسی طرح رکا رہا پھر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

انابیتا بیگ جو بے دھیانی میں بالوں میں برش پھیر رہی تھی آئینے میں موجود اس کے عکس کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔ ایک لمحہ کو یہ اسے اپنا وہم لگا تھا بھی پہلے آئینہ پر ہاتھ لگا کر اس بات کا احساس کیا تھا اور پھر مڑ کر اپنے پیچھے دیکھا تھا۔ اسے اپنے سامنے پا کر وہ حیران تھی اس کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا وہ حقیقت میں وہاں موجود تھا۔ وہ اٹھ کر اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے یقین کرنے میں دیر نہیں لگی تھی کہ وہ وہاں موجود تھا۔

''تم..... تم یہاں کیسے آئے؟'' وہ چونکتی ہوئی بولی۔ دامیان سوری نے شانے اچکا دیئے تھے۔

''تم سے ملنے کو دل چاہ رہا تھا' تمہاری بہت یاد آ رہی تھی تو سوچا کہ مل ہی آؤں۔'' وہ سینے پر ہاتھ باندھتا ہوا بہت اطمینان سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

''تم پاگل ہو؟ کسی کے بھی کمرے میں منہ اٹھا کر چلے آتے ہو اور.....'' دامیان سوری نے اپنا بھاری مضبوط ہاتھ اس کے لبوں پر رکھا اور بغور تکتا ہوا بولا۔

''لڑکیوں کا اتنا بولنا ٹھیک نہیں۔ وقت گنوانے میں تمہارا کوئی ثانی نہیں انابیتا بیگ! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہیں اتنی جلن ہوگی کہ تم لٹی کو شاپنگ بھی ڈھنگ سے نہیں کراؤ گی۔ ایک دوست سمجھ کر بھیجا تھا اسے تم نے اپنی دشمنی نکال لی۔'' وہ تن کر بولا تھا۔

''ایسا کیا کیا میں نے؟ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مجھے اس کے ساتھ جانا نہیں چاہیے تھا اور اس معاملے میں پڑنا ہی نہیں چاہیے تھا اور پڑوں بھی کیوں تم ہوتے کون ہو؟'' وہ تپ کر بولی۔

''دوست!'' وہ اس کے غصے کی پروا نہ کرتے ہوئے جتاتے ہوئے بولا۔

''دوست.....! ایسے ہوتے ہیں دوست؟ جو رشتہ ختم ہو چکا ہے تم اس کا واسطہ دے رہے ہو اور کیوں کروں میں تمہاری مدد یا تمہاری اس انگلش لومڑی کی؟ تم دونوں شادی یا منگنی کر کے میرے اوپر کیوں احسان کر رہے ہو؟ ہو کون تم؟ پلیز اب یہاں سے چپ چاپ چلے جاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔'' وہ انتہائی غصے سے پلٹی تھی۔ جب دامیان سوری نے اسے کلائی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچا تھا' وہ کچے دھاگے سے بندھی اس کی سمت کھنچی چلی آئی تھی۔ اس کا سر اس کے سینے سے آن ٹکرایا تھا۔ کچھ لمحوں تک تو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا وہ کتنی دیر تک اس کے سینے پر سر دھرے اس کی دھڑکنوں میں الجھتی رہی تھی۔ پھر حواس بیدار ہوئے تھے تو اس کی مخصوص خوشبو نے اس کے اوسان خطا کر دیئے تھے وہ سنبھل کر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ قربت اتنی تھی کہ اس کی نظروں کی تپش اور اس کی سانسوں کی آواز وہ اپنی سماعتوں میں پوری طرح محسوس کر رہی تھی۔

اک ذرا ہاتھ بڑھا دیں تو پکڑ لیں دامن
اس کے سینے میں سما جائے ہماری دھڑکن
اتنی قربت ہے تو پھر فاصلہ اتنا کیوں ہے

وہ اس کی آنکھوں میں یک ٹک دیکھتی رہی تھی' کس بات کا احساس تھا اور کس بات کا قلق؟ ایک لمحے میں جانے کیوں اس کی آنکھوں میں طغیانی بھرنے لگی تھی۔ وہ نظریں چرا گئی تھی اور ساتھ ہی اس کی گرفت سے نکل جانا چاہا تھا مگر دامیان سوری اس پر مائل دکھائی نہیں دیا تھا۔ وہ اس چہرے کو بغور دیکھ رہا تھا۔ جانے کیا ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ ایک لمحے میں اتنی کمزور کیوں پڑی تھی؟ اسے اس بات کا شدید قلق ہوا تھا۔ وہ بالکل ہی ہارنا نہیں چاہتی تھی کجا وہ چاروں شانے چت تھی۔ دامیان سوری اس کی کیفیت کو سمجھ رہا تھا کہ نہیں مگر اس کی بھیگتی آنکھوں کو دیکھ کر وہ کچھ نرم ضرور پڑ گیا تھا۔ اسے اپنی گرفت سے نکلنے نہیں دیا تھا اور پوری توجہ سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر

اٹھایا تھا۔

وہ اس کی سمت دیکھنے سے مکمل گریز کرتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر ہی کہیں مدغم کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ دامیان سوری اس کیفیت کو خاموشی سے دیکھنے لگا تھا۔ پھر جانے کیا سوچ کر چہرہ اس کے چہرے کے قریب کیا تھا ان آنکھوں کی نمی کو اپنے اندر سمونے کے لیے جب انابیتا نے تعرض برتتے ہوئے خود کو پیچھے ہٹا لیا تھا مگر ان بازوؤں کی آہنی دیوار کو وہ اپنے گرد سے توڑ نہیں پائی تھی۔

''مجھے اس طرح مت الجھاؤ انابیتا بیگ مجھے اس بات کا احساس مت دلاؤ کہ میں راستا بھٹک گیا ہوں اور مجھے پھر سے اپنی سمت کا تعین کرنے کی ضرورت ہے۔'' وہ مدہم سرگوشی میں اس کے کان کے قریب بولا تھا۔ مجھے یقین سے بے یقینی میں مبتلا مت کرو۔ تم اتنے رنگ کیسے بدل سکتی ہو؟ پہلے راستہ دکھائی ہو اور جب اسیر کر لیتی ہو تو پھر نظر بچا کر دور نکلنے لگتی ہو۔ جب تمہارے اسرار و بھید کو جاننے کی سعی کرتے کرتے کوئی سرا ہاتھ میں آنے لگے تو پھر سے سمندر میں دھکیل دیتی ہو۔ پھر سے نئے راستوں کی نشاندہی کرنے اور یقین و بے یقینی کے درمیان اور.....!''

وہ بول رہا تھا جب وہ سر اٹھا کر اسے گھورنے لگی تھی۔ پانیوں سے لبالب بھری وہ دو آنکھیں نہیں تھیں دامیان سوری کو اس سمندر سے نکلنا انتہائی محال لگا تھا۔

''میں کسی بات کا پچھتاوا لے کر جینا نہیں چاہتا تھا انابیتا بیگ۔ سو میں نے جان وار دی۔ ان آنکھوں سے دور جانے کی ہمت بھی نہیں تھی سو میں نے خود کو خانوں میں بانٹ دیا اور ہر خانے کا راستا تم سے جوڑ دیا۔ میں سمتوں کا تعین کرتے کرتے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے واضح راہ چاہیے تھی مگر تم..... تم کیوں الجھاتی رہیں؟ جب میں نے تمام ربط تم سے باندھ دیے تھے تو تم اچانک طوفان کیوں اٹھا لائیں۔ اور پھر سے تمام ربط مسمار کیوں کر دیے؟ اب اس شکوے سے فائدہ؟'' وہ کسمسائی تھی اس کے بازوؤں سے باہر نکلنے کی سعی کی تھی انداز شدید احتجاج والا تھا وہ اس سے بات کرنے کی روادار نہیں لگ رہی تھی۔ مگر وہ اس لمحے اسے اس طرح جانے دینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اسے جانے سے روکتے ہوئے زبردستی خود کے ساتھ باندھ رہا تھا۔ اس کے گرد حصار باندھ کر پھر سے اس کی کوشش ناکام بناتے ہوئے راستے مسدود کر دیے تھے اور اس کے چہرے کو اوپر اٹھاتے ہوئے بغور دیکھا تھا۔

''انابیتا میں سمجھ نہیں پا رہا پلیز مجھے اتنا مت الجھاؤ۔ مجھے راستا دو جو نہیں کہا اس کے معنی جاننے دو۔ کیا ہے اس دل میں..... ان دھڑکنوں میں کیا ہے؟ تم کیوں مجھے پچھتاوؤں میں مبتلا کر رہی ہو؟ اس طرح کیوں انابیتا بیگ کیا ہے یہ..... اور کیوں.....؟ مجھے اس سب کی جانچ پڑتال میں نہیں پڑنا۔ مگر میں فی الفور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس سب کا مطلب کیا ہے؟'' وہ نظریں جھکائے اس کی گرفت میں کھڑی تھی جب دامیان سوری نے اس کی سمت بغور دیکھتے ہوئے اس کے سر کے ساتھ اپنا سر جوڑ دیا تھا اور مدہم سرگوشی میں بولا۔

''محبت یوں نہیں ہوتی انابیتا بیگ۔ اس طرح نہیں کرتے کھیلنے کے طریقے ہوتے ہیں۔ اسلوب ہوتے ہیں اس طرح نہیں کھیلتے اور اگر کھیلتے کھیلتے ہارنے لگو تو اس طرح سر نہیں پٹختے تم اپنے طریقے سے کھیلتی ہو اور اس کو صحیح سمجھتی ہو۔ تم بچوں جیسا مزاج رکھتی ہو انابیتا بیگ اور کچھ میں بھی اتنا سلجھا سلجھا نہیں۔ ہم دونوں عجیب ہیں اور اس اتنے عجیب پن میں یہ ساری عجیب باتیں بھی تو ہونا شرط تھیں نا۔'' اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے کہا تھا۔ مگر وہ اس کی سمت نہیں دیکھ رہی تھی۔ جیسے وہ ضبط کھونا نہیں چاہتی تھی۔ دامیان سوری اس کی شکست خوردہ کیفیت دیکھ کر جانے کیوں اندر سے ٹوٹنے لگا تھا۔

''آئی ایم سوری انابیتا بیگ۔'' ایک دیوانگی سے وہ اسے تکتے ہوئے بولا۔

"آئی ایم سوری ان سب غلط رویوں کے لیے جو میں نے تم سے روا رکھے۔ ان باتوں کے لیے جن سے تمہیں درد دیتا رہا اور ان سب باتوں کے لیے جن کے باعث میں تمہیں خود سے پرے دھکیلتا رہا۔ مگر ایسا کرنا میری ترجیحات میں شامل نہیں تھا۔ میں نے جان بوجھ کر کچھ نہیں کیا۔ میں ایسا کبھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔" اس کے ہونٹ اسے اپنے بالوں پر ملتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

"مگر قصور تمہارا ہے تم نے مجھے جنوں کی حدوں تک پہنچایا اور پھر اچانک سے ہاتھ کھینچ لیا۔ تم نے راستے بنائے اور جب میں ان پر چل کر تم تک آنے لگا تو تم نے ان راستوں کی سمتوں کو بدلنا شروع کر دیا۔ میں سکون میں تھا تو تم نے طغیانی مچائی' طوفان میں گھرا تو ہاتھ چھوڑ دیا۔ سکون میں آنے کے قابل ہوا تو پھر سے طوفان اٹھا رہی ہو۔ اب اس طغیانی سے کیسے نمٹوں؟ ان شوریدہ سر لہروں کو پرسکون کیسے کروں۔ غلطی میری کہاں ہے؟ اس سب کے ہونے میں میری مرضی کہاں ہے؟ مجھے لگتا رہا کہ میں صرف ری ایکشن کر رہا ہوں اور تمہیں لگتا رہا کہ میں ایکشن کر رہا ہوں۔ تم نے اپنے طور پر ہتھیار سنبھال کر محاذ کھول دیا اور اپنے طور پر اپنی بقا کی جنگ لڑنے لگا۔ دونوں طرف سے شور تھا اور اس شور میں ہم کچھ سننے کی کوشش نہیں کر رہے تھے۔ بس ساری غلطی یہیں پر ہوئی اور.....!" وہ کہہ ہی رہا تھا جب انہتا نے اس کی گرفت کو توڑنے کی کوشش کی تھی وہ اس پر مائل نہیں دکھائی دیا تھا اور تب انہتا بیگ نے اسے ایک تھپڑ کھینچ مارا تھا۔ وہ حیرت سے اسے تکنے لگا تھا۔ مگر وہ اس کی پروا کیے بغیر وہاں سے نکل گئی۔

❁.....❖.....❁

وہ چائے سرو کر رہی تھی جب بوا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار سے اسے دیکھا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے سدرہ تغلق کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"سچ مانو تو مجھے تمہاری بہو بہت پسند آئی ہے سدرہ! بہت ہیرا بچی ہے۔ خدا زندگی دراز کرے اور جوڑی سلامت رکھے۔ دونوں ساتھ چلتے پھرتے بہت خوب لگتے ہیں۔ میری مانو تو نظر اتار لینا اور ان کے کینیڈا جانے سے پہلے ان کے ہاتھ سے کوئی صدقہ خیرات کروا دو۔ سفر سلامتی میں گزرے گا اور کوئی بری نظر نہیں لگے گی۔" بوا کو وہ بہت زیادہ پسند آئی تھی انہوں نے اس کے لیے اپنے ساتھ جگہ بنا کر اسے قریب بٹھا لیا تھا۔

"بیٹا ساری پیکنگ ہو گئی؟" سدرہ نے پوچھا تو انائیا ملک نے سر ہلا دیا تھا۔ بوا نے مسکراتے ہوئے سدرہ کو دیکھا تھا پھر انائیا کے ہاتھ تھام لیے۔

"بیٹا تمہیں اپنے معارج کی بیوی کے روپ میں دیکھ کر اور مل کر دل میں ایک سکون سا اتر گیا۔ جیتی رہو۔ اس گھر کو ایسے ہی شاد و آباد رکھنا۔" بوا نے کہا اور وہ خالی خالی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

وہ یہاں ہمیشہ کے لیے نہیں تھی۔ یہ بات وہ جانتی تھی معارج تغلق جانتا تھا مگر وہ بوا کو یہ سمجھا نہیں سکتی تھی۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسلا تھا۔ بوا اپنے ہاتھ سے کنگن اتار کر اس کی کلائیوں میں پہنانے لگی تھیں۔

"خدا تمہیں سلامت رکھے اس گھر کی روشنی کو بنائے رکھے اور تم اس گھر کا ہمیشہ حصہ رہو۔ گھر تمہاری روشنی سے جگمگاتا رہے۔" بوا اسے دعائیں دے رہی تھیں ان دعاؤں کی اس کی زندگی میں جیسے کوئی جگہ نہیں تھی۔ معارج تغلق ٹھان چکا تھا پھر اس کا جواز کیا رہتا تھا؟ اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی تبھی سامنے نگاہ پڑی تھی جہاں معارج تغلق کھڑا اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں معارج تغلق کی نظروں سے ملی تھیں۔ انائیا ملک کی نظروں میں جیسے کوئی شکوہ تھا یا پھر کوئی الزام۔ وہ زیادہ دیر اس کی سمت دیکھ نہیں سکی تھی اور نظروں کا رخ پھیر گئی تھی۔ بوا اس کا چہرہ تھام کر مسکرائی تھیں۔ "یہ جو تمہاری آنکھوں میں جگنو سے چمک رہے ہیں نا یہ اس بات کا اشارہ کرتے ہیں کہ تم اس زندگی

اس گھر سے اپنے دل سے وابستہ ہو اور اس سے جڑے رہنا چاہتی ہو۔ ہمارے معارج کی زندگی کا حصہ بنے رہنا چاہتی ہو۔ بیٹا جب اندر یقین ہو تو پھر کسی چھوٹے سے ڈر اور وسوسے کو بھی اندر جگہ نہیں دیتے۔ جو کرنا ہے پورے دل سے کرو۔ یقین رکھو اور باقی اللہ پر چھوڑ دو۔ تمہاری خوشیوں کے لیے ہم سب دعا گو ہیں اور میری تو یہ شدید خواہش ہے کہ اب اگلے برس آؤں تو اپنے معارج کے بیٹے کو گودوں میں کھلاؤں۔" بوا اس کا چہرہ تھام کر مسکرائی تھیں۔ انائیا ملک نے بوا اور پھر ان کے عقب میں کھڑے معارج تغلق کو دیکھا تھا آنکھوں میں ٹھہرا پانی جانے کیوں چھلک پڑا تھا۔ سارا منظر دھندلا گیا تھا معارج تغلق اسے بغور دیکھ رہا تھا اس چہرے پر لکھی عبارتوں کو وہ بغور پڑھ رہا تھا۔ آنکھوں میں چھپے الزام صاف دیکھ رہا تھا۔ انائیا اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی تھی۔ بوا نے اس کی آنکھوں سے چھلکتے آنسو دیکھے تھے اور اسے صاف کرتے ہوئے مسکرا دیں۔

"اوہ میری بچی' خوشی میں روتے نہیں خوشیوں کو منانے کے اسلوب خوشیوں کو دل سے محسوس کرنے کے ہیں۔ آئندہ کبھی بھی ان آنکھوں میں آنسو نہ آئیں۔" مڑ کر اپنے عقب میں دیکھا تھا۔ "ادھر آؤ وہاں کیا کھڑا ہے یہاں بیٹھ میرے پاس' بات سن۔" معارج کا ہاتھ تھام کر انائیا کے برابر میں بٹھا دیا تھا۔

"اس کی آنکھوں میں آئندہ آنسو نہ آئیں۔ اس کی خوشیوں کی ذمہ داری تمہاری ہے اور میں امید رکھتی ہوں تم اس میں کوئی کوتاہی نہیں برتو گے۔ دو کانوں کے بیچ میں سر کر دوں گی اس کا ہاتھ تھامو اور میرے سامنے وعدہ کرو ابھی۔" بوا نے اس کا ہاتھ تھام کر اس کے ہاتھ میں دیا تھا۔ معارج تغلق اپنے پکڑاؤ پر حیران رہ گیا تھا۔ انائیا ملک کی سمت دیکھا تھا پھر بنا کسی تعرض کے اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیا تھا کچھ دیر تک اس کی آنکھوں کو دیکھتا رہا تھا پھر بہت آہستگی سے بولا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں ہمیشہ ان آنکھوں کا بہت خیال رکھوں گا اس چہرے پر کوئی اداسی نہیں آنے دوں گا اور ہمیشہ خوشیوں کا ضامن رہوں گا۔ راستے کے اختتام تک اس ہاتھ کو یونہی تھامے رکھوں گا۔" ان لفظوں میں کیا تھا محض کسی کو خوش کرنے کی غرض سے وہ انائیا ملک سے یہ سب کہہ رہا تھا یا پھر واقعی اس کا کوئی جواز بنتا تھا۔ ان لفظوں کی حقیقت کیا تھی۔ ان آنکھوں کی تپش میں کیا تھا۔ ان آنکھوں کے لمس میں کیا کہانی پوشیدہ تھی؟

"میں ہمیشہ ان خوشیوں کو برقرار رکھوں گا۔ اس چہرے کی تازگی کو مٹنے نہیں دوں گا۔ ہر موسم میں ساتھ چلوں گا۔ ہر راہ پر ہم قدم رہوں گا۔ چاہے وہ سکھ کے موسم ہوں یا زرد رنگ موسم۔ میں اس ہاتھ کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ تم میرے وجود کا حصہ رہو گی۔ آخری قدم تک راستے کے اختتام تک۔" وہ بہت مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کیا رنگ تھا؟ کیا اسرار تھا؟ انائیا ملک جان نہیں پائی تھی۔ اگر وہ ایسا سب صرف بوا کو خوش کرنے کو کہہ رہا تھا تو وہ بہت اچھی ایکٹنگ کر سکتا تھا اور بہت اچھی لفاظی کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔ انائیا ملک اس کا ہاتھ چھوڑ کر اٹھ جانا چاہتی تھی۔ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ وہ اس جھوٹ کا حصہ مزید نہیں بن سکتی تھی۔ مزید جاری رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی چیخ کر کہے کہ وہ اس گھر کا حصہ نہیں ہے اور کچھ ہی دنوں میں یہ رشتہ بھی اپنے اختتام کو پہنچنے والا ہے۔ مگر وہ ایسا کچھ نہیں کر پائی تھی اور اپنا نازک ہاتھ معارج تغلق کے مضبوط ہاتھ کی گرفت سے نہیں نکال پائی تھی اور وہیں بیٹھی اس ماحول کا حصہ رہی تھی۔

❁.....❖.....❁

"میں جانتا ہوں تمہارے اندر بہت سے سوال ہیں جن کا تم جواب چاہتی ہو زائرہ اور تمہیں اس کا حق بھی ہے۔" ڈنر کے بعد جب زائرہ برتن سمیٹ رہی تھی جہانگیر ملک نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے بٹھا لیا تھا اور بہت

WWW.PAKSOCIETY.COM

آہستگی سے مدعا بیان کیا۔

''زائرہ تمہیں حق ہے شکوہ کرنے کا میں نے تمہیں بہت انتظار کروایا۔ ایک طویل ناختم ہونے والا انتظار اور پھر سب سے بڑھ کر تمہارے مجھ پر اعتماد اعتبار اور بھروسے کو بھی توڑا۔ اگر تم اسے سزا کہتی ہو تو ٹھیک کہتی ہو۔ میں تم سے دور کبھی نہیں جانا چاہتا تھا۔ ایسا میں نے کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں اپنے ہر ہر قدم پر تمہارے ساتھ کا متمنی تھا اور صرف تمہارے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا چاہتا تھا مگر میں بھول گیا کہ جو سزا میں خود کو دیئے جا رہا ہوں اس سے تمہاری اور ایک اور زندگی بھی متاثر ہوگی۔ میں عجیب دور سے گزر رہا تھا۔ شاید میری عقل مفلوج ہو رہی تھی۔ میں تانیا تعلق کا مجرم خود کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے جس طرح خود کو سزا دی مجھے وہ برداشت نہیں ہو رہا تھا۔ اگر میں یہاں رکتا تو شاید پاگل ہو جاتا سو ایک دن میں یہاں سے چلا گیا۔ بنا بتائے حتیٰ کہ میں خود نہیں جانتا تھا میں کیا کر رہا ہوں اور کیوں۔ مگر میں اس سب کو جھیل نہیں پا رہا تھا۔ میں غلط کر رہا تھا یا صحیح اس کا پتا اس لمحے نہیں چل رہا تھا۔ بس ایک گلٹ تھا کہ میرے باعث ایسا ہوا اور میرے باعث کسی کی جان گئی' مگر میری ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ میں اندر سے کہیں انتشار کا شکار تھا۔ میں خود سے بھاگنا چاہتا تھا۔ اس لمحے شاید میں کچھ خود غرض ہو گیا تھا۔ میں بھاگ نکلا خود سے۔ تم سے اور ہماری انائیا سے بہت دور اور بس بھاگتا چلا گیا۔ مجھ پر کوئی نفسیاتی دباؤ تھا جیسے لندن میں' میں نے اس بات کو سمجھا کہ مجھے کسی اچھے دماغی معالج کی ضرورت ہے۔ ورنہ میں شاید پاگل ہو جاؤں گا۔ میں ایک سائیکاٹرسٹ سے ملا۔ جس کا نام شارون تھا۔ وہ بہت اچھی خاتون تھی۔ مجھے جذباتی طور پر ایک ٹھہراؤ دیا۔ اس فشار سے نکالا اور میں زندگی کی طرف لوٹنے لگا۔ میں مانتا ہوں تم دونوں کی ذمہ داریاں مجھ پر فرض تھیں مگر اس وقت میں اس کیفیت میں تھا جہاں مجھے کچھ یاد نہیں تھا۔ نہ تم' نا انائیا نا تم دونوں سے جڑیں کوئی ذمہ داریاں شاید میں بہت زیادہ پریشر میں تھا پاگل ہو رہا تھا شارون کو میں نے سب بتایا تھا۔ اس نے مجھے سنبھالا اور مجھے کہا کہ مجھے اپنی بیوی اور بچی کے پاس واپس جانا چاہیے۔ میں ٹھانے لگا تھا کہ مجھے واپسی کے راستے بنانا ہیں۔ میں کوئی نئی پناہ نہیں ڈھونڈ رہا تھا مگر.....!'' لمحہ بھر کے توقف سے وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔

''میں بے وفائی نہیں کرنا چاہتا تھا تم سے۔ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر ایک لمحے کی گرفت میں' میں جکڑ گیا اور پھر اس سے آگے کے راستے مجھے خود پر بند ہوتے دکھائی دیے۔ آئی ایم سوری زائرہ میں نے تم سے بے وفائی کی۔ مگر اس لمحے مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ شارون نیک خاتون تھی وہ میرا بھرپور خیال رکھ رہی تھی۔ اس کو میری عادت ہو رہی تھی اور میں اس راستے سے پلٹ نہیں سکا۔ قصور اس کا نہیں تھا شاید میرا تھا۔ میں خود کو سزائیں دیتے دیتے تھک گیا تھا کہ اب کوئی سکون کا لمحہ چاہتا تھا اور مجھے شارون ایک سکون کی کیفیت لگی۔ میں جانتا ہوں میں نے تمہارے اعتبار کو اور بھروسے کو توڑا۔ مگر میں نے یہ کس کیفیت میں کیا میں نہیں جانتا اگر میں نارمل حالات میں جیتا تو شاید تم سے کبھی دور جانے کے بارے میں نا سوچتا' کبھی بے وفائی نہ کرتا مگر میں ایک الگ کیفیت میں تھا جہاں میں خود کو مجرم سمجھ رہا تھا اور خود کو سزائیں دینا چاہتا تھا اپنی زندگی سے خوشیوں سے بھاگ کر میں خود کو شدید روندنا چاہتا تھا۔ میرا مقصد نئی خوشیوں کو تلاشنا نہیں تھا۔ میرے لیے ایک ہی زندگی کا تصور تھا جہاں زندگی صرف تمہارے ساتھ تھی گھر کا ایک ہی احساس تھا جہاں لوٹتا تو دروازہ کھلتے ہی تمہارا چہرہ دکھائی دیتا۔ تمہارا چہرہ دیکھتا تو پھر اور کسی تھکن کا احساس باقی نہیں رہتا۔ میرے لیے زندگی تم تھیں مگر میں بھٹک گیا اور میرے قدم دوبارہ اس راہ پر نہیں پڑ سکے۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا تمہارا خیال آیا ہر لمحہ یاد کیا' پچھتاوا ہوا شدید کرب محسوس کیا اور خود سے نفرت ہونے لگی۔ مگر میں خود کو معاف نہیں کر سکا سو واپس لوٹنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ تمہارا مجرم ہوں۔ اس چھوٹی سی ننھی جان کا مجرم ہوں شاید

تمہیں یہ سب پتا چلے تو تم مجھے قبول نہ کرو۔ میں واپس لوٹ کر تمہارے اس احساس کو دھچکا لگانا نہیں چاہتا تھا۔ جو تم مجھ سے وابستہ رکھے ہوئے تھیں۔ تمہارے ذہن و دل میں جو میرا ایک امیج تھا میں اس کو توڑنے سے ڈرنے لگا تھا۔ میں خود سے شرمندہ تھا اور تم سے بھی۔ میں نے واپسی کا ارادہ ترک کردیا۔ مگر طے شدہ راستوں کا تعین ہم خود سے نہیں کرسکتے۔ میں نے جس راہ کو چھوڑا ایک لمحے نے مجھے اس راہ پر ڈال کر فرار کے سارے راستے مسدود کردیے یا پھر یہ اس لیے ہوا کہ میں ایک بار تم سے مل کر تم سے اپنے کیے کی اور بے وفائی کی معافی مانگ سکوں۔ تمہارے یقین کو توڑنے کی معافی مانگ سکوں۔ میں جانتا ہوں یہ آسان نہیں ہے مگر.....!'' وہ رک کر اس کی سمت دیکھنے لگا تھا۔ زائرہ ملک اس کی سمت دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر خاموشی سے بہہ رہے تھے۔ اندر کیا کچھ ٹوٹا تھا اس کا وجود کسی پتے کی طرح کانپ رہا تھا یک دم وہ اٹھی تھی اور وہاں سے نکل گئی۔ جہانگیر ملک اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❁.....❖.....❁

محبت زندگی جینے اور زندگی دینے والی بھرپور قوت ہے مگر اس کے ساتھ ایک مارنے اور مار دینے والا احساس بھی ہے۔ سب سے مشکل کیفیت کیا ہے جب جان پر بن آتی ہے۔ جب جھیلنا دشوار ہوجاتا ہے اور ساری برداشت جواب دے جاتی ہے۔ کسی اپنے بہت اپنے کو کسی اور کے ساتھ دیکھنا یہ احساس جہاں اندر بہت کم زور کرتا ہے تغیر مچاتا ہے طوفان اٹھاتا ہے وہیں مار بھی دیتا ہے۔ کوئی آپ کا نہیں رہا اور اب کسی اور کا ہے۔ انابیتا بیگ نے دامیان سوری کو اور لٹی میک کو ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ وہ اس سے قریب تھا۔ جان بوجھ کر یا پھر کسی فطری احساس سے۔ اس کے بازو لٹی کے گرد حمائل تھی۔ وہ دیکھ کر انجان نہیں بن سکی تھی۔ جھیل نہیں سکتی تھی۔ اس کے اندر کہیں کچھ ٹوٹنے کا شدید احساس ہوا تھا۔ بہت شدید شور سنائی دیا تھا اور اس شور کے ساتھ اسے اپنی ساری حسیات دھڑکنیں دیتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ دامیان سوری نے اسے دیکھا تھا اور نظر انداز کردیا تھا جیسے وہ کوئی اجنبی ہو۔

تم مسرت کا کہو یا اسے غم کا رشتا
کہتے ہیں پیار کا رشتا ہے جنم کا رشتا
ہے جنم کا جو یہ رشتا تو بدلتا کیوں ہے؟

کسی بھی احساس سے جان لیوا احساس ہوا ہے کسی کا بدل جانا اس بات کو کبھی عقل تسلیم نہیں کرتی نا دل مانتا ہے۔ اس سے بھاگنے کی چاہ میں وہ اس سے عجیب ڈھنگ سے بندھ گئی تھی۔ نا چاہتے ہوئے بھی محبت ہوگئی تھی مگر اب یہ کھل رہا تھا کہ ایسا کوئی رشتا اسے اس بندے سے بنانا ہی نہیں چاہیے تھا وہ اپنی ہی سوچوں میں زینہ اتر رہی تھی۔ دل دماغ سب بہت الجھا الجھا سا تھا۔ تبھی اس کا پاؤں لڑکھڑایا تھا۔ وہ گرنے کو تھی تبھی ایک ہی جست میں دامیان سوری نے اسے آن تھاما تھا وہ جو دور کھڑا اجنبی بن رہا تھا بے تاثر ظاہر کررہا تھا خود کو وہ ایک پل میں اس کی سمت کیونکر آیا تھا۔ یہ احساس کہ اب اس کا نہیں رہا تھا' کسی اور کا ہونے جارہا تھا انابیتا بیگ کو اس سے متنفر کرنے لگا تھا۔ اسنے اس کی دھڑکنوں کو سنتے ہوئے اس کی بھرپور نفی کی تھی۔ اس کے سینے سے سر اٹھا کر اسے اجنبی نظروں سے دیکھا تھا اس کے گرد تنے اس کے آہنی بازوؤں میں اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ وہ اس حصار کو توڑ کر اس سے نکل کر بھاگ جانا چاہتی تھی۔ ان نگاہوں میں سختی تھی' غصہ تھا' خفگی تھی۔ وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پرے دھکیلنے لگی تھی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' وہ اس سے قطع نظر پوری توجہ سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔ انابیتا بیگ کا دل چاہا تھا اس شخص کا حشر کردے۔ اس کا جینا دشوار کردے۔ اس پر زندگی کے سارے دروازے بند کردے۔ اس نے اس کے اندر جو ویرانی جگائی تھی جو سکوت دیا تھا اس کے لیے وہ اسے کڑی سزا دینا چاہتی تھی۔

''تم ٹھیک ہو انابیتا بیگ؟'' دامیان نے جھک کر اس کے کان کے قریب ہوکر پوچھا تھا۔

''تم بہت برے ہو' بہت برے۔'' وہ چیخنا چاہتی تھی مگر آواز حلق سے نکل ہی نہیں پائی تھی۔ وہ بکھر رہی تھی۔ وہ ایک جہاں میں تنہا اور بکھری ہوئی تھی کہ اسے اپنے گرد اس کے حصار کا احساس بھی نہیں ہوا تھا اس کی سانسوں کی گرمی سے وحشت ہورہی تھی۔ اس کی دھڑکنوں کو سنتے ہوئے بھی وہ اس کی بھرپور نفی کرنا چاہتی تھی۔ وہ سرد آنکھوں سے اسے چپ چاپ تکنے لگی تھی۔

کوئی یہ کیسے بتائے کہ وہ تنہا کیوں ہے؟
وہ جو اپنا تھا وہی اور کسی کا کیوں ہے؟
یہی دنیا ہے تو پھر ایسی یہ دنیا کیوں ہے؟
یہی ہوتا ہے تو پھر یہی ہوتا کیوں ہے؟

یکدم انابیتا بیگ نے اس کے سینے پر مکوں کی بارش کردی تھی پے در پے تابڑ توڑ۔ مگر دامیان سوری نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی نا اس کے ہاتھ تھامے تھے نا اسے ایسا کرنے سے روکا تھا۔ وہ اس کے سامنے تنا کھڑا رہا تھا۔ وہ خود ہی ایک تواتر سے ایسا کرتے کرتے تھک گئی تھی تو تھک کر اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا اور گہری گہری سانسیں لینے لگی تھی۔ کچھ فاصلے پر کھڑی لٹی اسے بغور دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کیفیت کو سمجھ پارہی تھی یا نہیں مگر اس لمحے اس کی نگاہ بس ساکت تھی۔ وہ زیادہ دیر اس منظر کا حصہ نہیں رہ سکی تھی اور فوری وہاں سے ہٹ گئی۔ دامیان سوری کی توجہ ساری کی ساری انابیتا بیگ پر تھی وہ اس سے ہٹ کر کوئی منظر نہیں دیکھ رہا تھا یا پھر دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ انابیتا بیگ کسی اندرونی دباؤ کے زیر تھی۔ وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا کہ نہیں مگر وہ اسے جھیلنے کی برداشت کرنے اور اپنے اندر ضم کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا تھا وہ اس لمحے کسی خاموش سمندر سا تھا بہت پرسکون۔ بہت ٹھہرا ہوا جو اپنے اندر بھرپور وسعت رکھتا تھا۔ وہ آپ حیران تھا وہ ایسا کیسے کرپایا مگر اس ایک احساس نے اسے طاقت ور بنادیا تھا۔

''یو او کے انابیتا؟'' وہ بہت پرسکون انداز میں اس کی سمت تکتا پوچھ رہا تھا۔

''انابیتا میں تمہارے اندر سے ان سارے موسموں کو نکال باہر کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہیں کوئی شکوہ ہے تو کہو یا پھر تم خائف ہو تو اس کا اظہار کرو میں جانتا ہوں میں نے کیا غلط کیا ہے اور کیا ہے جو تمہارے اس رویے کا باعث ہے۔ میں جانتا ہوں یہ غصہ بے معنی نہیں ہے۔ نا بنا سبب ہے۔ یہ کوئی اسرار یا بھید نہیں ہے۔ جس محبت کو میں کبھی ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گیا اس محبت کو میں بہت قریب سے دیکھ رہا ہوں۔ اس حدت کو محسوس کررہا ہوں۔ تمہارے دل سے اپنے دل تک بہتی ہوئی ایک لکیر کو دیکھ رہا ہوں اور یہ ربط بے معنی نہیں ہے۔ میں تمہاری خاموشیوں سے الجھن میں نہیں ہوں نا تمہارا غصہ مجھے تم سے خائف کررہا ہے۔ یہ بہت جائز ہے میں نے جو کیا تمہیں جتنا بے وقعت اس کے لیے یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ تم یہ حق رکھتی ہو تم کچھ بھی کہو میں سنوں گا۔ تم کچھ بھی کرو میں جھیلوں گا۔ کیونکہ مجھے احساس ہوگیا ہے میرے اندر بہت گنجائش بن گئی ہے۔ تمہارے لیے اور.....!'' انابیتا بیگ اس کی گرفت سے نکل کر اس سے یکدم دور ہوئی تھی اور بھیگتی آنکھوں سے سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

''بہت' بہت جھوٹے ہو تم دامیان سوری۔ دنیا کے سب سے برے انسان ہو تم تمہارا ثانی نہیں ہے تم اول درجے کے برے انسان ہو۔ مجھے بہت سی باتوں کے جواب چاہیے تھے بہت سے سوال تھے میرے اندر مگر اب مجھے تم سے کسی بات کا جواب نہیں چاہیے۔ تمہاری منگنی میں تمہاری دوست ہونے کے ناتے تمہاری مدد کرنے آئی تھی مگر اب مجھے لگتا ہے تم اس کے لیے بھی ڈی زرو نہیں کرتے۔ کسی سختی کے قابل نہیں ہو تم' میں تم پر ایسا کوئی جذبہ یا لمحہ برباد نہیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

کرنا چاہتی ہوں جھوٹے ہو تم۔ ایک دم جھوٹے' تمہارے قول و فعل میں بھی تضاد ہے۔ کسی اعتبار کے قابل نہیں ہو تم۔ ابھی تھوڑی دیر قبل تم وہاں للی میک کو اپنے ان بازوؤں میں لیے کھڑے تھے اور اب مجھ سے کھیل رہے ہو کیونکہ تمہیں یہ کھیل کھیلنے میں بہت مزا آتا ہے۔ اب کھیلنا تمہاری عادت بن گئی ہے۔ ہر کھیل میں تم جیتنے کے خواہاں ہو چاہتے ہو بس سب تمہارے اختیار میں رہے اور فاتح تم ہی بنو۔ اپنی جیت مقصد ہے تمہارا مگر میں تمہیں جیتنے نہیں دوں گی۔ تم ایک طرف للی میک سے منگنی کر رہے ہو اور دوسری طرف مجھ سے یہ سب کہہ رہے ہو۔ شرم آتی ہے تمہیں دامیان سوری؟ کتنے بے شرم انسان ہو تم کوئی کریکٹر ہے تمہارا؟ ایک طرف تم مجھ سے معافیاں مانگ رہے ہو اور دوسری طرف تم نئے رشتے باندھ رہے ہو اور تم مجھے بھی اپنے ہاتھ سے نکلتا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔ تمہارا بس چلے تو تم مجھے اپنی مٹھی میں دبوچ لو مجھے سانس بھی نہ لینے دو۔ تم ایسے ہی ہو میں تمہارا اعتبار کروں گی تو دنیا کی سب سے بے وقوف لڑکی ہوں گی۔ میں تمہیں خود پر ہنسنے کا موقع دینا نہیں چاہتی ہوں دامیان سوری تم ڈراما کنگ ہو۔ مگر تم سے ضرور کہوں گی کہ اب یہ ڈراما بند کردو۔ زندگی مذاق نہیں ہے۔ نہ مذاق مذاق میں یہ سب ہوتا ہے۔ اپنی زندگی کا سب سے بڑا فیصلہ کر چکے ہو۔ تم غلطیوں کو دہرا سکتے ہوں گے مگر میں ایسا نہیں کر سکتی۔ مجھے لگتا ہے بہتری اسی میں ہے کہ میں تم سے دور رہوں۔ جب وہ دوستی ختم ہو ہی چکی ہے تو پھر اس دوستی کے واسطے میں کیوں یہاں موجود ہوں۔ تمہیں فائدہ دے رہی ہوں مجھے یہاں نہیں ہونا چاہیے۔'' وہ کہہ کر مڑی تھی دامیان سوری نے اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا تھا۔

''پیار کرتا ہوں تم سے ڈیم اٹ' کوئی مذاق نہیں ہے یہ محبت ہے یہ۔ کب سمجھ آئے گی تمہیں اس کی۔ تمہارے لیے جیتا ہوں تمہارے لیے مرتا ہوں۔ اپنا معمول بنالیا ہے تم نے مجھے تمہارے حصار میں قید ہوں۔ چل نہیں پا رہا ہوں میں کیسے منزل تک پہنچوں؟ جب میرے دل میں تم ہو یہ چھوٹی سی بات سمجھ نہیں آتی تمہیں۔ محبت کرتا ہوں تم سے بے حد..... بے حساب! کس نے کیا یہ سب' کس نے جنوں میں مبتلا کیا؟ یہ لگن کس نے دی؟ تم نے صرف تم نے یہ بات سمجھنے کی چاہ میں کتنے زمانے لگا دیے میں نے۔ کتنے دائروں کو توڑا میں نے' تمہیں سمجھانے' قائل کرنے میں کتنے لمحے لگا دیے میں نے۔ تمہارے لیے۔ یہ سب دکھائی کیوں نہیں دیتا صرف اپنی انسلٹ ہوتی دکھائی دی۔ میری آنکھوں میں محبت نہیں ہے۔ قصور تمہارا ہے میرا نہیں۔ تم نے اتنی پرتوں میں بندر کھا خود کو کہ میں تم تک آنے کے راستے بناتا بناتا تھک گیا۔ میں نے فاصلوں کو سمیٹنے میں عمر لگا دی۔ تم نے کیا کیا؟ صرف ان فاصلوں کو سو گناہ کیا ہر بار خود سے مزید دور کیا۔ یہی کیا نا تم نے اور کیا کیا؟ کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش کی۔ کیوں تمہارے پیچھے بھاگتا رہا۔ کیوں تمہارے حصار میں قید ہو کر رہ گیا' مفلوج کر دیا عقل کو' اپنا عادی کر لیا۔ اب کیا کروں؟ گھٹنے ٹیک دوں' غلام بن جاؤں تمہارا؟ کیا چاہتی ہو تم ہر بات مانوں تمہارے صحیح کو صحیح کہوں اور تمہارے غلط کو غلط کہنے کی ہمت بھی نہ کروں؟ سانس روکے ہاتھ باندھے کھڑا ہوا ہوں' محبت ہو گئی تو کیا کروں اب بولو؟''

وہ اپنے ہاتھ اس کے شانوں پر رکھتا ہوا بولا تھا۔ گرفت اتنی سخت تھی کہ اس کے ہاتھ اسے اپنے گوشت میں پیوست ہوتے محسوس ہوئے تھے۔ وہ اس کی نظروں میں اس کا جنوں دیکھ رہی تھی۔ اس کا دیوانہ پن دیکھ رہی تھی۔ اس کے لفظوں نے اسے گنگ و ساکت کر دیا تھا۔

❁.....✧.....❁

کبھی کبھی خود کو حالات پر چھوڑ دینا مناسب ہوتا ہے۔ انائیا ملک کو لگا تھا اس کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ سو اس نے خود کو وقت کے دھارے پر ڈال دیا اور معارج تغلق کے ساتھ ٹورنٹو آ گئی۔ ہوٹل میں روم ایک لیا گیا تھا۔ وہ اس پر احتجاج کرنا چاہتی تھی مگر معارج تغلق کا مزاج وہ جانتی تھی وہ خوف زدہ نہیں تھی وہ خود کو کمزور ظاہر بھی کرنا نہیں چاہتی

تھی۔ تبھی اس معاملے پر کوئی بحث نہیں کی۔ جانے کیوں اسے لگا تھا کہ وہ بات کرے گی تو وہ اس کی کمزوری سے واقف ہو جائے گا۔ یوں بھی آج کل وہ اس پر بہت حاوی ہو رہا تھا۔ وہ جانے کیوں اس کے سامنے کمزور پڑ رہی تھی۔

ایشاع BRAMPTON میں تھی انہیں ہوٹل میں قیام کرتے دیکھا اس نے شدید احتجاج کیا تھا۔

''بھائی' بہن کا گھر ہوتے ہوئے آپ ہوٹل میں قیام کرو گے۔'' معارج تغلق نے اس کے گرد بہت پیار سے اپنا بازو حمائل کیا تھا۔

''تمہاری بھابی ساتھ ہے نا شادی کے بعد اسے ہنی مون پر تو لے جا نہیں پایا۔ اب اگر اس ہالیڈیز کے نام پر تمہارے گھر میں قیام کروا دوں گا تو بہت خفا ہو گی۔ تم بیویوں کا مزاج نہیں جانتی ہو۔ کافی جھگڑالو ہوتی ہیں۔ یوں بھی ہمیں کچھ پرائیویسی کی ضرورت ہے۔ سمجھا کرو نا۔'' اس کے لہجے میں شرارت تھی ایشاع مسکرا دی اور انائیا ملک اسے گھور کر رہ گئی تھی۔ وہ اس کی سمت دیکھ کر مسکرانے لگا تھا۔

''ایسا کیا غلط کہہ دیا تم نے ہی تو کہا تھا تمہیں پرفیکٹ ہولی ڈیز چاہئیں۔ پرسکون اور تمام میری توجہ اور وقت کے ساتھ۔'' وہ آنکھ دبا کر مسکرایا تھا۔ ایشاع کھلکھلا کر ہنس اور وہ شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی۔ ایشاع جیسے ہی ہٹی تھی اس نے اسے گھورا تھا۔

''یہ کیا بکواس تھی۔'' وہ کلاس لیتے ہوئے بولی تھی۔ وہ شانے اچکا کر یکسر بے نیاز بنتا ہوا اسے دیکھنے لگا تھا۔

''کیا.....؟'' انائیا ملک اسے گھورتی رہی۔

''آپ کو شرم آنی چاہیے۔''

''کس بات کی شرم؟ بیوی ہو تم' جائز رشتہ ہے' اب کیا اپنی جائز اکلوتی بیوی کے ساتھ ہالیڈیز بھی نہیں منا سکتا۔

اگر دکھتے ہوئے دانت اکھاڑ دینے کا نام علاج ہے تو دکھتے ہوئے سر' آنکھ' کان اور ناک کے بارے میں کیا خیال ہے؟

شوگر، گینگرین سے اعضاء کٹوانے کی ضرورت نہیں

گردہ، مثانہ، پتہ کی پتھریاں، ہر قسم کی رسولیاں، گلٹیاں، بواسیر، موتیا، ہرنیا اور اپنڈیکس کے آپریشن کی ضرورت نہیں

مردوں میں چھاتیوں کا بڑھنا، عورتوں کے چہرے کے بال، بالوں کا گرنا قبل از وقت سفید ہونا، چھائیاں زدہ چہرہ، بچے کا مٹی کھانا بستر پر پیشاب کا نکل جانا، قد کا چھوٹا رہ جانا، سوکڑا پن، موٹاپا، پیدائشی گونگا و بہرہ پن اور آنکھوں کا ٹیڑھا پن قابل علاج ہیں

شوگر، دمہ، بلڈ پریشر، شیزوفرینیا، آٹیزم قابل علاج ہیں بیپاٹائٹس اور ڈائیلاسیز سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں

ہومیو پروفیسر ڈاکٹر نیاز اکمل

اوقات کار: صبح 11 تا دن 2 بجے، شام 5 تا رات 9 بجے

فرید ہومیو پیتھک کلینک اینڈ ریسرچ سنٹر

وی آئی پی صرافہ مارکیٹ، چوک صادق آباد، راولپنڈی

موبائل: 0323-5193267 E-mail:dr.niazakmal@gmail.com

ہائے ہائے اس کمال ہائے ہائے کر دیں

ویسے تمہیں ایک روم بک کرنے پر اعتراض ہے تو کھل کر بولو۔ بہانے بنا کر ایسے مخصوص بیویوں کی طرح ایشوز مت کری ایٹ کرو۔"

معارج تغلق کو موقع درکار تھا اور وہی موقع اسے دینا نہیں چاہتی تھی۔ تبھی اس کے قریب سے گزر کر واش روم کی طرف بڑھ جانا چاہا تھا۔ جب کلائی معارج تغلق کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ انائیا ملک کو جانے کیوں ایک لمحے میں بہت غصہ آیا تھا۔ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پوری طاقت سے پیچھے کی طرف دھکیلا تھا مگر اس کوشش میں وہ اس کے ساتھ پیچھے موجود جہازی سائز بیڈ پر آ رہی وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا اور وہ اس کے سینے پر آنکھیں میچے سر دھرے ہوئے تھی۔ اسے لگا تھا بیڈ ٹوٹ گیا ہوگا۔ آواز شدید تھی مگر ڈرتے ڈرتے آنکھ کھول کر دیکھا تھا تو معارج تغلق کو اپنی سمت دیکھتا پایا تھا۔ اس کی آنکھوں کی تپش سے گھبرا کر اس نے سنبھل کر اٹھنا چاہا تھا۔ مگر معارج تغلق کی گرفت اس کے گرد کچھ اور مضبوط ہوگئی۔

"کبھی کبھی دوریوں کو ختم کر دینا ضروری ہوتا ہے قریب سے وہ دکھائی دیتا ہے جو دور سے نگاہ نہیں دیکھ پاتی۔ اب جب موقع میسر ہے بغور دیکھ لینے میں کیا حرج ہے؟ منظر اتنا ہی غیر واضح اور غیر یقینی ہے یا کچھ حقیقت سمجھ میں آ رہی ہے؟" وہ بہت دھیمے لہجے میں بولا تھا۔ ہوٹل کا وہ کمرہ' تنہائی' کسی تیسرے وجود کا دور دور تک نہ کوئی شائبہ انائیا ملک کو یکدم ہی بہت بے تحفظی کا گمان ہوا تھا۔ اسے یہ غلطی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ اکیلے اس کے ساتھ آنے کا فیصلہ غلط تھا۔ یہ سوچ کر دل جس تیزی سے دھڑکا تھا وہیں اوسان بھی خطا ہوئے تھے۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟ چہرے کا رنگ اتنا فق کیوں ہے؟ اس ماحول کو دیکھو محسوس کرو اس گنگناتی خاموشی اور تنہائی کو میری آنکھوں میں دیکھو اور بتاؤ۔ محبت ہو سکتی ہے کہ نہیں..... کوئی گنجائش ہے کہ نہیں یا پھر اب بھی کسی خاص موسم کی ضرورت ہے۔ کسی خاص لمحے کا انتظار ہے۔ یا پھر یہی ایک لمحہ ہے جو پیار ہے؟"

اس کے چہرے پر آئی بالوں کی لٹ کو ہٹاتے ہوئے وہ مدہم لہجے میں پوری توجہ سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔ انائیا ملک کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"بولو کیا کروں۔ کیا ایسا کروں کہ یقین ہو جائے؟ چاند تارے توڑ لاؤں..... سورج ہتھیلی پر رکھ دوں یا یہ سب قدموں میں ڈھیر کر دوں؟ کیا کروں کہ یقین ہو جائے کہ ان لمحوں میں کچھ ہے جس سے فی الحال نبرد آزما ہونا مشکل ہے اور شاید یہ احساس کچھ کچھ محبت ہے' یا پھر نہیں؟ عجب یقین و بے گمانی کے درمیان جی رہا ہوں مجھے چھو لو اور اعتبار دے دو کہ جو دیکھ رہا ہوں وہی اصل منظر ہے۔" اس کا لہجہ خواب ناک تھا اور جادو سا پورے ماحول میں پھیل رہا تھا۔

کوئی خاص بات تھی کہ دل کو اپنے ساتھ باندھنے لگی تھی۔ وہ ایک پل کو اس کے الفاظ میں بندھ گئی اور دل چاہا کہ بس اور کچھ نہ سوچے کچھ نہ دیکھے آنکھیں میچے اور سر اس کے سینے پر رکھ دے اور اس سے آگے کی ہر راہ بھول جائے۔ کوئی حقیقت یاد نہ رکھے۔ وہ اس شخص کو بغور دیکھ رہی تھی۔ ایسا صرف سوچا تھا اور ایسا کچھ کر نہیں پائی تھی اس کے قریب سے اس کا وجود کانپنے لگا تھا۔

دل سینے میں اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ دھڑکن سنی جا رہی تھی۔ اندر کی طغیانیوں سے گھبرا کر اس نے نرمی سے معارج تغلق کی سمت دیکھا نظروں میں لجاجت تھی' وہ اس لمحے سے فرار چاہتی تھی شاید اس کی شدت بہت زیادہ تھی جو اس لمحے دروازے پر دستک ہوئی اور انائیا ملک نے سکون کی ایک گہری سانس لی ایک دستک نے اس کے فرار کی راہیں کھول دی تھیں۔ وہ اٹھی اور بنا اس کی طرف دیکھے واش روم میں گھس گئی۔

"کیا ہوا' تم دامیان کی منگنی میں اسے مدد نہیں کر رہی۔" ممی نے اسے اسٹڈی روم میں گھسے دیکھ کر پوچھا۔ وہ جو بک پر جھکی ہر طرف سے فرار ڈھونڈ رہی تھی اپنی پکڑائی پر ایک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"ممی! اگر وہ منگنی کر رہا ہے تو مجھے اس طرح کیوں پیش کیا جا رہا ہے کیا میری کوئی اپنی زندگی نہیں؟" اس نے بک بند کی اور ممی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے نرمی سے مسکرا دیں۔

"ایسا نہیں ہے مگر وہ دوست ہے نا کیا سوچے گا اسے ضرورت ہے اور غیر موجود ہو؟ باہر ایکسل آیا ہے تمہیں اس کے ساتھ مل کر کوئی ڈیکوریشن کرنا تھی؟"

"ممی مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا۔ آپ جانتی ہیں ہم میں کوئی ایسی سچی کی دوستی نہیں ہے اگر ایسا کچھ تھا بھی تو اب نہیں ہے اسے ختم ہوئے عرصہ بیت چکا ہے پھر ہر بار وہ کسی بات کی فیور مانگنے آ جاتا ہے۔ اور مجھ سے ہی کیوں توقع کرتا ہے کہ میں یہ سب کروں۔ میں تو اس سے کوئی امید نہیں رکھتی۔" وہ وضاحت دیتی ہوئی بولی تھی تبھی اپنے پیچھے آواز سنائی دی تھی۔

"تم کوئی امید نہیں رکھتی ہو کیونکہ تم خود غرض ہو موقعہ پرست ہو اور جانے کیا کیا ہو کسی اور کی خوشی ہضم نہیں ہوتی تم سے' چھپ کر بیٹھ گئی ہو کیونکہ تم جلن سے پاگل ہو رہی ہو۔" دامیان سوری کا لہجہ بھرپور جلاتا ہوا الزام دیتا ہوا تھا۔ وہ گردن گھما کر دیکھنے لگی تھی۔

"میں چھپ کر نہیں بیٹھی اور مجھے کس بات کی جلن ہونے لگی؟ فضول کی بکواس مت کیا کرو مجھے کوئی جلن نہیں ہو رہی ہے اور ہو گی بھی کیوں کون ہو تم؟ نہ دوست نا دشمن اور.....!"

"اور پھر تم نے ٹھان لیا ہے کہ ساری مروت ایک طرف رکھ کر سارے تعلقات توڑ لو گی میں یہاں پل بنانے کی بات کرتا ہوں اور تم ہو کہ ایک پل میں سب ڈھیر کر دیتی ہو۔ ممی یہ واقعی آپ کی بیٹی ہے؟ کہاں آپ امن پرست کہاں یہ موقع پرست کہاں آپ نرم مزاج کہاں یہ آتش فشاں کہاں آپ بے غرض کہاں یہ.....!" وہ مسکراتے ہوئے پوری تفصیل دیتا ہوا گویا ہوا تھا جب انابیتا نے روک دیا تھا۔

"پلیز' بہت ہو گیا ممی آپ اس سے کہہ دیں میں اسے مزید برداشت نہیں کر سکتی۔" وہ ہاتھ اٹھا کر حلفیہ بولی تھی۔ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

"کیسے بچوں کی طرح جھگڑتے ہو تم کب عقل آئے گی تم دونوں کو۔ انابیتا کبھی کبھی دوسروں کی خوشی میں شریک ہونے سے کچھ نہیں جاتا۔ اس بار تم زیادہ غلط دکھائی دے رہی ہو۔" ممی اسے الزام دیتی ہوئی پلٹی تھیں اور چلتی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھیں۔ انابیتا بیگ سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی تھی۔ پھر سخت لہجے میں بولی تھی۔

"یہ سب کیا ڈراما ہے چاہتے کیا ہو تم؟ تماشا بنا رکھا ہے۔ میں ان ہواؤں سے بھی بچ کر چلنا چاہتی ہوں جن میں تم سانس لیتے ہو۔ پھر ہر بار کیوں بہانے ڈھونڈ لیتے ہو قریب آنے کے۔ کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں؟ لطف آتا ہے جال بچھانے میں تم اگر ناک بھی رگڑو تب بھی میں تمہیں معاف کرنے والی نہیں ہوں۔ تمہاری فضول باتوں کے لیے میں اپنا وقت برباد نہیں کر سکتی۔ تمہارے فضول کے ڈراموں کا حصہ بننا نہیں چاہتی۔ تم مجھے میرے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ ہر بار ایک نئی کہانی بنا کر کیوں چلے آتے ہو؟" وہ سخت لہجے میں بولی مگر وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

"لگن سچی ہو تو راستے خود بخود بن جاتے ہیں شاید میری لگن اتنی ہی سچی ہے کہ میرا ہر راستہ تم سے آن ملتا ہے۔ تو اب کیا کروں اگر ایسا ہو جاتا ہے تو میں جان بوجھ کر تو نہیں کرتا اور کیا تم لکھے کو رد کر سکو گی۔ اگر کوئی تعلق

www.paksociety.com

جڑنا لکھا ہی ہے تو روک پاؤ گی اگر لکھا ہے کہ ساتھ چلنا ہے تو منع کر سکو گی؟'' وہ پورے یقین سے کہہ رہا تھا وہ حیرانی سے اسے تکنے لگی تھی۔ دامیان سوری نے ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے لیا تھا اور بغور تکتے ہوئے بہت اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔

''اگر ان ہاتھوں کو تھام کر ساتھ چلنا پڑا تو کیا تم اس سے انکار کر سکو گی؟ اگر یہ سب طے ہو چکا ہے تو کیا جواز بنتا ہے تمہارے انکار کا؟ مگر وہ سر نفی میں ہلانے لگی تھی۔

''لفظوں سے کھیلنا بند کرو دامیان سوری۔ خود کو اتنا بے وقعت مت کرو مجھے تمہاری کسی بات کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔ کوئی یقین دلانے کی کوشش مت کرو۔ میں تم پر قطعاً اعتبار نہیں کر سکتی۔ تم اپنا اور میرا دونوں کا وقت برباد کر رہے ہو۔ اس سے دونوں کا نقصان ہو رہا ہے۔ میں نہیں چاہتی تم کل کوئی پچھتاوا محسوس کرو۔ ایسا کچھ نہیں ہے بس ضد ہے یہ تم بھی جانتے ہو ضد ہو گئی ہے بس تمہیں۔ مجھے ہرانے کی مجھ سے آگے جانے کی۔'' وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی انداز حتمی تھا۔ جیسے وہ اس سے آگے بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔ مگر وہ اس کی پشت کو بہت اطمینان سے تکتا ہوا مسکرا دیا تھا۔

''تمہارے پیچھے کھڑا ہوں میں۔ پلٹ کر دیکھ لو یقین کرو میں آگے نکلنے کی ضد میں نہیں۔ تمہارے قدم سے قدم ملا کر چلنے کی کوششوں میں ہوں۔'' وہ پورے سکون کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔ انابیتا پلٹ کر اس کی سمت تکنے لگی تھی۔ وہ اس کو لاجواب پا کر مسکرا دیا تھا۔

''دیکھ لو ہارا ہوا ہوں۔'' اس کے سامنے ہاتھ پھیلا دیے تھے۔ ''خالی ہاتھ ہوں مگر مجھے یقین ہے اگر اس ہاتھ کو بھر سکتا ہے تو وہ صرف تمہارا ہاتھ ہے۔ صرف تمہارا ہاتھ ہے جو اس ہاتھ کو یقین دے سکتا ہے کہ یہ ہاتھ اب تنہا نہیں رہا۔ وہ تم ہو جو مکمل کر سکتی ہو۔ مگر تمہیں خود اس کا یقین نہیں ہے۔'' وہ پورے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ انابیتا کا دل چاہا تھا اس کا سارا سکون تہس نہس کر دے۔

''دامیان سوری تم جانتے ہو تم جو کہہ رہے ہو اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ تم لفظوں کو اپنے طریقے سے اپنے مطلب اور فائدے کے لیے استعمال کر کے خود کو عظیم فائدہ پہنچانے کی خواہش میں ہو اور میں تمہاری ہر خواہش کا گلا گھونٹ دوں گی۔ اگر یہ ضد ہے تو ضد ہی سہی۔ مگر اب میں ہر بات کا جواب دوں گی۔'' وہ اٹل لہجے میں بولی تھی وہ مسکرا دیا تھا انداز ہنوز اطمینان بھرا تھا۔

''چلو تمہیں احساس تو ہوا مقابل کھڑا ہونا تو آیا میں سمجھا تھا تم میں ہمت نہیں ہے۔'' وہ اسے چیلنج دیتے ہوئے مسکرایا تھا۔

''میں تم سے فضول کی باتوں میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتی۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو منگنی ہے نا تمہاری۔ جا کر تیاریاں کیوں نہیں کرتے کس بات کا قلق ہے؟ اپنی منگیتر کے ساتھ وقت کیوں نہیں گزارتے۔''

''کیونکہ میں تمہارے ساتھ اپنا وقت گزارنا چاہتا ہوں۔'' وہ بھرپور سکون سے کہہ کر مسکرایا تھا۔ انابیتا اسے گھورتی پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے نکل گئی تھی۔

دامیان سوری اس کی پشت کو تکتے ہوئے مسکرا دیا تھا۔

شدت عشق خیر ہو تیری
کیسے عالم میں لا کر چھوڑ دیا

❁.....❖.....❁

انائیا ملک کو احساس ہو گیا تھا۔ معارج تغلق کے ساتھ یہاں آنے کا فیصلہ لینا اس کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ سب

اب اس راستے پر نکل آنے کا کوئی راستا پلٹ کر جانے والا نہیں تھا۔ وہ ایشاع کے گھر تھی وہ اس شخص کے ساتھ وقت گزارنا نہیں چاہتی تھی۔ ہوٹل کے اس کمرے میں اس کے ساتھ رہنا۔ قیام کرنا ایک مشکل مرحلہ تھا۔ ایشاع کافی لے کر اس کے قریب آ گئی تھی اسے کافی تھمائی تھی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

''بھابھی کیا ہوا؟ آپ کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہیں۔'' ایشاع نے پوچھا تھا۔ تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''ایسا نہیں ہے مگر میں اچانک یہاں آئی ہوں اور میرے آفس کا سارا کام پتا نہیں سارہ سب سنبھال پائے گی بھی کہ نہیں مجھے اس کی فکر ہو رہی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے بات بنائی تھی۔

''آہ آپ کو اس سب کی فکر ہو رہی ہے۔ اس بات کی خوشی نہیں کہ آپ اپنے شوہر کے ساتھ ہیں اور وقت سینڈ کر رہی ہیں اس سے زیادہ خوب صورت بات کیا ہو گی؟ لوگ تو اس بات کے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور ایک آپ ہیں جو پریشان ہو رہی ہیں۔ بھائی تو جذبات سے دور ہیں ہی آپ بھی ان جیسی ہو گئی ہیں۔ ممی کہتی ہیں مرد بہت سی باتوں میں قطعی نابلد اور بے خبر ہوتا ہے۔ اسے باخبر کرنا پڑتا ہے ایسا ایک عورت کرتی ہے مرد کو کتنی بھی عقل سہی مگر اسے عورت کے اشاروں پر آنکھیں بند کر کے چلنا اچھا لگتا ہے اور عورت بھی بھی خوشی محسوس کرتی ہے جب مرد اس کی پورے دل سے سنے اور مانے۔ اس سب ہونے کا مان بہت زیادہ ہوتا ہے رشتوں کو باندھنا پڑتا ہے۔ ڈور کو کھینچ کر نہیں پیار سے لپک دے کر دوسرے فریق کو قریب کیا جاتا ہے۔ آپ تو خود بہت سمجھ دار ہیں مگر جانے کیوں آپ کے اور بھائی کے درمیان کبھی کچھ بہت عجیب سا لگتا ہے جیسے کوئی رابطہ نہیں واسطہ نہیں اور.....!'' ایشاع ابھی کہہ ہی رہی تھی جب انائیا ملک کو اپنے شانوں پر کسی کے ہاتھ کے دباؤ کا احساس ہوا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا اس کے پیچھے بہت قریب معارج تغلق کھڑا تھا اور اس کے دیکھنے پر ملائمت سے مسکرا دیا تھا۔

''اگر خاموشی ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ایشاع کہ اندر گہرائی میں کہیں کوئی سکوت ہے یہ سکون کی کیفیت بھی ہو سکتی ہے۔ یہ یقین کی حالت بھی ہو سکتی ہے نا؟'' وہ ایشاع کی باتوں کو سن چکا تھا یقیناً بھی اس کی وضاحت دیتے ہوئے بولا تھا کہ ان کے درمیان سب ٹھیک ہے اور کہیں کچھ غلط نہیں ہے۔ وہ اس بات کی خبر کسی کو ہونے نہیں دینا چاہتا تھا کہ ان کے درمیان ''سب ٹھیک'' نہیں۔ انائیا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی مگر وہ اس معاملے میں بہت محتاط دکھائی دیا تھا۔ ایشاع مسکرا دی تھی۔

''جانتی ہوں بھائی آپ دونوں بہت مصروف رہتے ہیں اور.....!

''بات مصروفیت کی نہیں ہے ایشاع' شاید ہم بہت سے لفظوں کے مفہوم کہنے سے پہلے سمجھتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ ایک دوسرے کے دل میں کیا ہے جب یہ کیفیت ہو تو محبت کی گہرائی ناپنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر یقین نہ ہو تو تمہارے ساتھ کہہ دو تمہاری بھائی سے؟ کسی ڈیمو کی ضرورت ہے؟'' وہ مسکرایا تھا اور انائیا ملک کے گرد اپنے بازو کو حمائل کر دیا تھا۔ وہ اس کی گرفت میں تھی۔ دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ مگر اندر کہیں بہت سکون چھانے لگا تھا۔ ایشاع جو سمجھ بھی رہی تھی وہ سچ تھا۔ ان میں کہیں کچھ نہیں تھا اور یہ بات سچ تھی اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

WWW.PAKSOCIETY.COM

چھپا رستم

مدیحہ عدنان

اجنبی تھا مگر لفظ لفظ سچائیاں تھیں بہت
اس ایک شخص میں دلربائیاں تھیں بہت
وہ پاس تھا تو عجب بہاروں کا سماں تھا
ذات میں اس کی بھی رعنائیاں تھیں بہت

اوائل بہار کے دن تھے پہاڑوں پر جمی برف پگھل چکی تھی۔ پھولوں اور نئی کونپلوں کے کھلنے کا موسم تھا۔ ارما اور فاریہ واک کے لیے نکلی تھیں۔ سڑک کی چڑھائی کی وجہ سے دونوں کا سانس پھول چکا تھا۔ ارما لمبے لمبے سانس لیتے ہوئے سڑک کے کنارے پر نڈھال سی ہو کر بیٹھ گئی۔

"میرا سانس پھول گیا ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے دو۔ پانچ دس منٹ کے بعد آگے چلتے ہیں۔" ارما حسب معمول سڑک کے کنارے بیٹھتے ہوئے بولی اور جیب سے مونگ پھلیاں نکال کر کھانے لگی۔

"جب اس طرح نڈھال ہو جاتی ہو تو مت آیا کرو میرے ساتھ۔ کتنا برا لگتا ہے جب تم یوں بوڑھی عورتوں کی طرح بیٹھ جاتی ہو۔ آتے جاتے لوگوں کی نظر پڑتی ہوگی تو کیا سوچتے ہوں گے۔ یہ سڑک ہے' کوئی ہمارے گھر کا گارڈن نہیں ہے۔" فاریہ غصے سے بولی۔ اسے ارما کا اس طرح بیٹھ جانا بے حد برا لگتا تھا۔

"تھک گئی ہوں یار۔ ذرا سانس تو لینے دو۔ اتنی چڑھائی چڑھنے کی عادت جو نہیں ہے۔" ارما نے بے چارگی سے کہا۔

"تمہارا یہاں بیٹھ کر مونگ پھلیاں کھانا ضروری ہے کیا یہ شغل تم گھر جا کر بھی پورا کر سکتی ہو۔ دیکھو لوگ گھور گھور کر ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ کتنا برا لگ رہا ہے۔ میں بہت آکورڈ فیل کر رہی ہوں۔ اب اٹھو جلدی چلو۔" فاریہ نے ہاتھ پکڑ کر ارما کو زبردستی اٹھا دیا' ورنہ ارما کے ارادے نیک نہیں لگ رہے تھے۔

"حد ہوتی ہے سستی اور کاہلی کی بھی۔ کل سے میں تمہارے ساتھ نہیں آؤں گی۔" فاریہ اسے سڑک کنارے کھینچتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں مجھے ایسا کیوں لگتا ہے کہ مجھے کوئی دیکھ رہا ہے' یا کوئی ہمارا پیچھا کرتا ہے۔" ارما نے پیچھے مڑ کر درختوں کے جھنڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہم ہے تمہارا اب وہ زمانہ نہیں رہا جب لوگ چھپ چھپ کر حسین لڑکیوں کا پیچھا کیا کرتے تھے۔ اب تو ڈنکے کی چوٹ پر سامنے آ کر دل کی بات کی جاتی ہے' موبائل فون' ایس ایم ایس اور انٹرنیٹ کے سہارے لیے جاتے ہیں۔ لڑکا' لڑکی کھلے عام ملتے ہیں اور کسی قسم کا ظالم سماج مداخلت نہیں کرتا۔ اب لوگوں کے پاس محبت کی چھپن چھپائی کھیلنے کا وقت نہیں ہوتا۔" فاریہ دائیں بائیں دیکھتے ہوئے بولی۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ آج رش بھی پہلے کی نسبت کم تھا۔ اسے ایسا کوئی سر پھرا نظر نہ آیا جو ان کا پیچھا کرنے کی مشقت اٹھاتا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"وہم حقیقت بھی ہوسکتا ہے۔ میری چھٹی حس بار بار الارم دے رہی ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی ہمیں فالو کررہا ہے اور تم تو جانتی ہو میرا وجدان کتنا تیز ہے۔" ارما اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولی۔ سورج کے سنہرے پن نے ہر شے کو جگمگایا ہوا تھا۔ ہواؤں کے دامن سے خوشبوئیں لپٹی ہوئی تھیں۔

"ہاں مجھے علم ہے تمہارے وجدان کی تیزی کا۔" فاریہ ارما کا بازو تھامے چلتے ہوئے بولی۔ اس نے ارما کی بات کو چنداں اہمیت نہ دی تھی۔ دفعتاً کوئی بہت خاموشی سے ان کے پیچھے سے نکل کر جاگنگ کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ گہرے نیلے ٹریک سوٹ میں ملبوس وہ اونچا لمبا نہایت وجیہہ نوجوان تھا۔ وہ اکثر اسے جاگنگ کرتے ہوئے دیکھتی تھیں۔

"یار اس کی اور ہماری ٹائمنگ کتنی ملتی ہے۔ ہم سہ پہر کو باہر نکلیں یا مغرب کے وقت۔ اس شخص سے ہمیشہ ہی ٹاکرا ہوتا ہے لگتا ہے کہ یہ سارا دن ہی ان سڑکوں پر بھاگتا رہتا ہے۔" فاریہ نے اس شخص کی پشت کو دیکھتے ہوئے اظہار خیال کیا۔ دھیرے دھیرے وہ ان سے دور جاتا جارہا تھا۔ بلاشبہ وہ ایسا شخص تھا جس پر ایک کے بعد دوسری نظر بلااختیار ہی پڑ جاتی۔

"اسی لیے تو اتنا فٹ اور اسمارٹ ہے۔ لگتا ہے کہ یہ شخص اپنا بہت خیال رکھتا ہے اور کیا خبر یہی وہ شخص ہو جو ہمیں چھپ چھپ کر دیکھتا ہو۔" ارما آنکھیں سکیڑ کے بولی۔ اسے اکثر کسی کے مسلسل دیکھتے رہنے کا احساس ہوتا تھا۔ اس کی چھٹی حس بہت تیز تھی۔ اس کے دل میں یہ خیال راسخ ہوچکا تھا کہ یہ محض اس کا وہم نہیں ہے۔

"شکل سے تو ایسا نہیں لگتا اور پھر اس نے کبھی کوئی فضول حرکت بھی نہیں کی۔ خاصا شریف اور معقول آدمی لگتا ہے اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو ہمارے پاس آکر رکتا' کوئی بات کرتا' پاس سے گنگناتے ہوئے گزرتا یا دور سے سیٹی بجاتا' تم نے اچھے بھلے شریف آدمی پر یونہی الزام لگا دیا ہے۔" فاریہ نے ارما سے اختلاف کیا۔

"تم ان لڑکوں کو نہیں جانتیں بڑے گھنے اور میسنے ہوتے ہیں۔ جیسے دکھائی دیتے ہیں ویسے ہوتے نہیں ہیں۔" ارما نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ شخص موڑ مڑ کر غائب ہوچکا تھا۔

"اچھا! تمہیں بڑا تجربہ ہے لڑکوں کا۔" فاریہ چڑ کر بولی۔ اسے ارما کے خیالات سے قطعاً اتفاق نہیں تھا۔ اس کے خیال میں ارما وہم کی مریضہ تھی اور وہم کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔

"تجربہ نہیں مشاہدہ ہے میرا۔" ارما نے فاریہ کے بازو پر ہلکا سا مکا مار کر کہا۔

"مشاہدہ کرنے کے لیے اور بہت سی چیزیں ہیں' خیر چھوڑو دیکھو موسم کتنا اچھا ہورہا ہے۔ سچ مجھے تو بہار کا موسم بہت پسند ہے۔ ہر طرف رنگ ہی رنگ دکھائی دیتے ہیں۔ دل چاہتا ہے ہم یونہی گھومتے پھرتے رہیں گھر جانے کا بالکل دل نہیں کرتا۔" فاریہ ارما کا بازو تھامے اب ڈھلوانی سڑک پر چل رہی تھی۔ سرسبز پہاڑوں نے مختلف رنگوں کے پھولوں کا پیراہن اوڑھ رکھا تھا۔

"لیکن میں تھک گئی ہوں۔ چل چل کے میرے پاؤں دکھ گئے ہیں اور تم ظالم لڑکی مجھے بیٹھنے بھی نہیں دیتی ہو۔" ارما نے بے زاری سے کہا۔

"توبہ ہے تم تو ابھی سے بوڑھی ہوگئی ہو۔ انسان کو ایکٹو ہونا چاہیے۔ وہ دیکھو اسٹرابیری کے پودے' ذرا ٹھہرو۔" فاریہ پھرتی سے دائیں طرف چھوٹی سی پہاڑی پر چڑھ گئی اور گلابی رس بھری اسٹرابیریاں توڑنے لگی۔

"واہ واہ مزا آگیا تمہیں تو پتا ہے کہ مجھے اسٹرابیری کتنی پسند ہیں اور ان پہاڑوں سے اسٹرابیری توڑنے کا مزا ہی الگ ہے۔" فاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور دو تین اسٹرابیریاں اٹھا منہ میں رکھ لیں۔

"ندیدہ پن تم پر ختم ہے' کل سے ایک ٹوکری بھی ساتھ لے آنا۔" ارما نے غصے سے فاریہ کی سمت دیکھا۔ وہ فطرتاً سست لڑکی تھی۔ اس طرح مسلسل چلنے اور گھومنے پھرنے کی قطعاً عادت نہ تھی۔

"آئیڈیا برا نہیں ہے لیکن مسئلہ یہی ہے کہ سارا راستہ ٹوکری اٹھائے گا کون؟ اگر تم ہامی بھرتی ہو تو میں کل سے ٹوکری ضرور ساتھ لاؤں گی۔ مفت کے مزے ہیں بھئی۔" فاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنا شغل جاری رکھا۔

"میرا دماغ خراب نہیں ہوا کہ اوٹ پٹانگ حرکتیں شروع کردوں۔ اور کیا اب آتے جاتے لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں کہ کس طرح ایک راہ چلتی لڑکی اپنے ندیدے پن کے ہاتھوں مجبور ہوکر پودوں سے اسٹرابری توڑ توڑ کر کھا رہی ہے۔ ایسی حرکتیں مانگنے والیاں اور فقیرنیاں کرتی ہیں جنہیں اپنے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ملتا۔"

ارما ایک پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ فاریہ ہنوز اپنے کام میں مصروف تھی۔ دفعتاً ارما نے پہاڑی کے پیچھے نیلے ٹریک سوٹ والے کی جھلک دیکھی۔ وہ بری طرح چونک گئی۔ وہ یہاں کہاں اسے تو ان دونوں نے سڑک کا موڑ مڑتے دیکھا تھا۔ وہ چوکنی ہوگئی اور اٹھ کر پہاڑی کے چاروں اطراف گھوم کر جائزہ لینے لگی۔ پہاڑی کے پیچھے کوئی نہ تھا بلکہ دیگر پہاڑیاں تھیں جن میں کچھ چھوٹی اور کچھ بڑی تھیں۔ ارما کو بری طرح حیرت نے آگھیرا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے اس شخص کی جھلک دیکھی تھی اور اسے وہ اپنا وہم قرار نہ دے سکتی تھی۔

"تم کیوں چکر کاٹ رہی ہو اِدھر اُدھر کیا ڈھونڈ رہی ہو؟" فاریہ نے حیرانی سے پوچھا اور ارما کی نظروں کا تعاقب کیا۔

"یار میں نے ابھی ابھی اس نیلے ٹریک سوٹ والے شخص کو پہاڑی کے پیچھے دیکھا ہے۔ اب پتا نہیں کہاں غائب ہوگیا ہے۔" ارما نے کہا۔ اسے حیرت تھی کہ لمحوں میں وہ شخص کس طرح روپوش ہوسکتا ہے اور وہ بھلا اس پہاڑی کے پیچھے کیا کررہا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ کسی دوسری پہاڑی کے پیچھے چھپ گیا ہو کیونکہ یہاں تو ہر طرف چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے اس طرح چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔

"یار اس شخص کو بخش دو۔ نجانے کیوں وہ تمہارے حواسوں پر سوار ہوگیا ہے۔" فاریہ نے بیزاری سے کہا۔ اسے ارما کی بات پر بالکل اعتبار نہیں تھا۔

"مجھے معلوم ہے کہ تم میری بات پر یقین نہیں کروگی لیکن میں جانتی ہوں کہ اس شخص کے ساتھ کوئی مسئلہ ضرور ہے کہیں نہ کہیں کچھ گڑبڑ ہے۔ وہ شخص ٹھیک نہیں ہے۔" ارما نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہارا خیال ہے وہ کوئی ایجنٹ ہے اور ہماری جاسوسی کررہا ہے۔ یار ہم کوئی اشتہاری ملزمان ہیں اور نہ ہی ہمارا نام موسٹ وانٹڈ لوگوں کی لسٹ میں ہے۔" فاریہ ارما کے قریب آتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں گھر جانا چاہیے۔ میں اس شخص کی طرف سے خاصی مشکوک ہوگئی ہوں۔ نجانے وہ کون ہے اور اس کے کیا ارادے ہیں۔ میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ ہمارے گھر کا ایڈریس بھی جانتا ہوگا۔" ارما نے فاریہ کا ہاتھ تھاما اور سڑک کے کنارے چلنے لگی۔

وہ دونوں یہاں فاریہ کے بڑے بھائی میجر عالم کے گھر چھٹیاں گزارنے آئی تھیں۔ جن کی پوسٹنگ آزاد کشمیر کے چھوٹے سے شہر میں ہوئی تھی۔ سرسبز پہاڑوں اور پرکشش وادیوں میں گھرا یہ چھوٹا سا شہر بہت خوب صورت اور روح پرور تھا۔ ارما اور فاریہ دونوں تایازاد بہنیں تھیں اور ہم عمر ہونے کی بدولت ان میں دوستی بھی زیادہ تھی۔

"لڑکیوں کی خوش فہمی کا کوئی علاج نہیں ہوتا۔ اب گھر میں بھابی سے اس بات کا ذکر نہ کرنا ورنہ انہوں نے ہمارا باہر جانا بند کردینا ہے۔" فاریہ نے ارما کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں پاگل نہیں ہوں۔ جانتی ہوں' عاصم بھائی کتنے سخت مزاج ہیں لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ ہمیں خود احتیاط کرنی چاہیے۔ دیکھو نا ہم یہاں مہمان ہیں خدانخواستہ کوئی ایسی ویسی بات ہوگئی تو کتنی شرمندگی ہوگی' لوگوں کے ہاتھ الگ ایک موضوع لگ جائے گا۔" فاریہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے سنجیدگی سے کہا۔ سڑک کے کنارے خودرو گھاس کی اوٹ سے ننھے منے رنگ برنگے پھول جھانک رہے تھے۔ جابجا درختوں کے جھنڈ تھے جو سنہری روشنی میں چمک رہے تھے۔ آسمان کے کنارے نارنجی رنگ میں ڈھل رہے تھے۔ ارما نے گردن گھما کر چاروں طرف دیکھا' کہیں کوئی نہیں تھا۔ سڑک پر اس وقت صرف وہ دونوں چل رہی تھیں۔

"شاید یہ واقعی میرا وہم ہو۔" اس نے اپنا سر جھٹکتے ہوئے دل میں سوچا۔

وہ دونوں گھر پہنچ چکی تھیں۔ ارما کا تھکن سے برا حال تھا۔ اس نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اپنے جاگرز اتارے اور صوفے پر ٹانگیں پسار کر بیٹھ گئی۔

"ایسے لگ رہا ہے جیسے ہل جوت کے آئی ہو۔" مہرین بھابی نے ارما کو یوں نڈھال بیٹھے دیکھا تو مسکراتے ہوئے بولیں۔

"اصل میں عادت نہیں ہے نا اس وجہ سے تھکن ہوگئی ہے۔ افضل سے کہیں ذرا ملک شیک ہی بنا دے۔" ارما اپنا سر صوفے کی پشت سے ٹکا کر بولی۔

"تم دونوں بھی تو دو تین گھنٹے لگا کر واپس آئی ہو۔ ایک دو دن ریسٹ کرلو۔" مہرین بھابی بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں اور ملازم کو آواز دے کر ملک شیک بنانے کو کہا۔

"نہیں بھابی ہم یہاں ریسٹ کرنے نہیں آئے۔ ہمیں تو نت نئے ایڈونچرز کا شوق ہے۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے تو بور ہو جاتے ہیں۔" فاریہ نے جلدی سے کہا۔ اسے خدشہ لاحق ہوا کہ ارما کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے کہیں انہیں گھر میں بند ہو کر نہ بیٹھنا پڑ جائے۔ اتنی خوب صورت جگہ اور اتنے حسین موسم میں باہر نہ نکلنا کفران نعمت ہی تو تھا۔ فاریہ تو یوں بھی گھر میں ٹک کر نہ بیٹھ سکتی تھی اسے دلفریب وادیاں' حسین نظارے اور قدرتی مناظر بہت اٹریکٹ کرتے تھے۔ وہ دونوں بی اے کرنے کے بعد فارغ تھیں اور مزید آگے پڑھنے کا ارادہ بھی نہیں تھا اس لیے خوب انجوائے کرنے آئی تھیں۔

ارما اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی اس لیے لاڈلی بھی بہت تھی اور اسی لاڈ پیار نے سے قدرے سست اور آرام پسند بنا دیا تھا۔ فاریہ کو ہر بار اس کے ساتھ زبردستی کرنی پڑتی۔ ارما کو گھومنے پھرنے کا کچھ خاص شوق نہیں تھا وہ گھر میں رہنے کو ترجیح دیتی تھی لیکن اسے فاریہ کے ساتھ مجبوراً باہر جانا پڑتا اور روزانہ وہ تھکن سے نڈھال ہو کر واپس لوٹتی تھی۔ وہ دونوں ہر روز باہر جاتیں اور ہر روز انہیں وہ اجنبی شخص ضرور نظر آتا۔ کبھی سڑک کنارے جاگنگ کرتا ہوا' کبھی ساتھی لڑکے کے ساتھ کھڑا بات چیت کرتا ہوا' وہ کہیں نہ کہیں موجود ضرور ہوتا' یہ محض اتفاق تھا یا نہیں اس بارے میں فی الحال وہ دونوں کچھ نہ کہہ سکتی تھیں۔ ارما کے خیال میں تو وہ جان بوجھ کے ان کے راستے میں آتا تھا اور وہ اتنا لاپروا ہرگز نہ تھا جتنا ظاہر کرتا تھا۔

وہ اک خوب صورت نارنجی شام تھی۔ ارما اور فاریہ سبز کناروں والی سڑک پر واک کر رہی تھیں جب فاریہ کی نظر اک اونچے ٹیلے پر پڑی جس کے دامن میں بے حد حسین سفید' گلابی اور کاسنی پھول کھلے ہوئے تھے' ٹیلے کے دوسری طرف پہاڑیوں کے درمیان صاف وشفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔ اس جھرنے کی آواز وہ کافی دور سے سنتی آرہی تھی۔

"اف کتنی خوب صورت جگہ ہے یار' ذرا موبائل سے یہاں میری تصویر تو کھینچ دو۔" فاریہ نے ارما کے ہاتھ میں موبائل دیا اور خود پتھروں کے درمیان راستہ بناتی چشمے کے قریب پہنچ گئی۔

ارما نے موبائل کا کیمرہ فاریہ پر فوکس کیا اور ذرا پیچھے ہٹی کہ یکدم ہی ارما کے دائیں پاؤں کے قریب پڑے پتھر کے نیچے سے گہرے خاکی رنگ کا سانپ نکل آیا اور تیزی سے زمین پر رینگنے لگا۔ ارما کی نظر اس پر پڑی تو مارے خوف کے اس کے حلق سے چیخیں نکلنے لگیں۔ ارما جیسی ڈرپوک لڑکی کی زندگی میں سانپ دیکھنے کا یہ پہلا

اتفاق تھا۔ فاریہ بھی لپک کر اس کے قریب آگئی۔ سبز گھاس پر خاکی رنگ کا سانپ بہت واضح دکھائی دے رہا تھا۔ فاریہ کے لیے بھی یہ صورت حال خاصی پریشان کن تھی۔ سانپ دیکھ کر وہ بھی خود پر قابو نہ رکھ سکی اور وہ بھی چیخیں مارنے لگی۔ یہ جگہ سڑک سے قدرے اونچائی پر تھی اس لیے یہاں لوگوں کی آمدورفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اچانک کہیں سے وہی اجنبی شخص نکل کر سامنے آیا اور بڑے سے پتھر کے ذریعے بہت آسانی سے سانپ کو کچل دیا۔ یہ سب اس قدر اچانک ہوا کہ ان دونوں کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ آج اس شخص نے سیاہ رنگ کا ٹریک سوٹ پہنا ہوا تھا۔ اس نے اتنی جلدی اور اتنی بہادری سے سانپ کا قلع قمع کر دیا گویا معمولی کیڑا مکوڑا مار رہا ہو۔

ان دونوں کا رنگ تو لمحوں میں ہی زرد ہوگیا تھا۔ دونوں تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔

"یہ اتنا زہریلا سانپ نہیں تھا لیکن بہرحال آپ لوگوں کو احتیاط کرنی چاہیے۔" اجنبی ان سے کچھ فاصلے پر کھڑا ہو کر بولا۔ اس کی آواز بے حد گھمبیر اور لہجہ نہایت شائستہ تھا۔ ان دونوں کے حواس ابھی تک قابو میں نہ آئے تھے۔

"سانپ مر چکا ہے۔ اب آپ لوگوں کو خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے اس جگہ سے نکلیں۔ زیادہ نباتات والی ویران جگہوں سے دور رہنا چاہیے اس قسم کے ایڈونچر مہنگے پڑ سکتے ہیں۔" وہ واپسی کے راستے پر قدم رکھتا ہوا بولا۔ وہ دونوں بھی فوراً اس کے پیچھے لپکیں۔ ارما کو ہر قدم کے ساتھ لگتا تھا کہ ابھی کہیں سے کوئی دوسرا سانپ نکل آئے گا۔ اس نے فاریہ کا بازو مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ سڑک تک پہنچ کے اجنبی نے اپنا راستہ بدل لیا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔" ارما نے دھیرے سے کہا۔ اسے لگا جیسے اس شخص کی آنکھیں یکدم ہی چمک اٹھی ہوں۔ سیاہ رنگ کے ٹریک سوٹ میں اس شخص کا سفید رنگ بہت نمایاں لگ رہا تھا۔ اس کی سرمئی آنکھیں ایک مقناطیسی کشش رکھتی تھیں۔ بلاشبہ وہ نہایت ہینڈسم آدمی تھا۔

"موسٹ ویلکم۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ڈھلوانی سڑک پر چل دیا۔

وہ دونوں گھر کی طرف روانہ ہوگئیں ایک خوف کی کیفیت تھی جس نے انہیں ابھی تک اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

"کتنا عجیب شخص ہے اپنا تعارف بھی نہیں کروایا اور یونہی چل دیا۔" فاریہ نے کہا۔

"شاید وہ اپنا تعارف کروانا نہ چاہتا ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ وہاں کیا کر رہا تھا اور کیا وہ ہمارے اتنے نزدیک تھا کہ ہماری چیخیں سن کر پلک جھپکتے ہی وہاں آن پہنچا۔ مجھے تو یہ شخص کچھ پراسرار سا لگتا ہے۔" ارما سوچتے ہوئے بولی۔

"ہاں یار تم ٹھیک کہہ رہی ہو' کوئی تو بات ضرور ہے لیکن کچھ بھی ہو بندہ بہت ہینڈسم ہے۔ اور کچھ ریزرو بھی۔ کیا ہوتا اگر ہمیں گھر تک چھوڑ دیتا۔" فاریہ بولی۔ اسے اس اجنبی کا یوں فوراً ہی چلے جانا عجیب سا لگا تھا۔ بھلا ایسا بھی کبھی ہو سکتا ہے کہ کوئی مرد دو خوب صورت لڑکیوں کو یوں اگنور کر دے۔

"کیا پتا وہ ہمارے پیچھے پیچھے آرہا ہو۔ مجھے پکا یقین ہے کہ وہ یہیں کہیں ہمارے آس پاس ہوگا نہ جانے اس شخص کا کیا مقصد ہے۔ سامنے آتا ہے تو کوئی بات نہیں کرتا اور چھپ چھپ کے ہماری نگرانی کرتا ہے۔" ارما نے چاروں طرف نظریں گھما کر کہا۔

"شاید سامنے آنا اسے اچھا نہ لگتا ہو اور وہ چھپ کر ہماری نگرانی اس لیے کرتا ہو کہ کہیں ہم کسی مصیبت میں پھنس نہ جائیں۔" فاریہ دور کی کوڑی لائی۔

"لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ہماری اتنی فکر کیوں کرتا ہے۔ اب یہ پتا لگانا نہایت مشکل ہے کہ تمہارے

WWW.PAKSOCIETY.COM

پیچھے آتا ہے یا میرے پیچھے۔" ارما نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ تمہارے پیچھے آتا ہے کیونکہ تم زیادہ خوب صورت ہو اور وہ نہایت زیرک آدمی ہے ضرور اس نے میرے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی سونے کی بھاری انگوٹھی دیکھ لی ہے جس سے اسے اندازہ ہوگیا ہے کہ میں منگنی شدہ ہوں۔" فاریہ ہنستے ہوئے بولی۔ پچھلے سال ہی اس کی منگنی اپنے خالہ زاد سے ہوئی تھی جو امریکہ میں مقیم تھا۔

"اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا بہرحال کچھ بھی ممکن ہے۔" ارما نے تردید کی نہ تائید۔

چند لمحوں بعد دونوں گھر پہنچ گئی تھیں گھر میں دونوں نے مہرین اور عاصم بھائی سے قصداً سانپ والا ذکر نہیں کیا ورنہ وہ ان دونوں کا باہر جانا تقریباً بند کردیتے۔ ارما کے ذہن سے اس اجنبی کا خیال چپک گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی مخصوص چمک میں ایک اسرار پوشیدہ تھا۔ آخر وہ کون تھا؟ یہ سوال ہر وقت اس کے ذہن میں گردش کرتا رہتا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں بھی اس کی جاسوسی کرنی چاہیے۔ آخر پتا تو چلے کہ وہ کون ہے اور کیا چاہتا ہے۔" رات کو سوتے وقت ارما نے فاریہ سے کہا۔

"چلو اگلی بار کوشش کریں گے جیسے ہی وہ نظر آئے گا فوراً اس کے پیچھے پیچھے چل پڑیں گے پتا کے کہاں جائے گا۔" فاریہ نے تائید کی اور وہ دونوں مطمئن ہوگئیں لیکن یہ اطمینان عارضی ثابت ہوا کیونکہ وہ شخص نہ صرف زیرک تھا بلکہ نہایت ہوشیار اور خطرناک حد تک ذہین تھا۔ جیسے ہی وہ انہیں نظر آتا وہ فوراً اس کے پیچھے چل دیتیں اور کافی دیر انہیں بری طرح تھکا دینے کے بعد وہ اچانک کہیں غائب ہوجاتا وہ یہاں کے سب چور راستوں سے واقف تھا۔ وہ دونوں نڈھال ہوجاتیں اور اس وقت کو کوستیں جب انہوں نے اس کی جاسوسی کا فیصلہ کیا تھا۔

"یہ ہمارے بس کا کام نہیں ہے میرا خیال ہے ہمیں اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اگر اس کا کوئی مقصد ہوگا تو وہ جلد ہی منظر پر آجائے گا۔" ارما تو فوراً ہمت ہار بیٹھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اگر عاصم بھائی کو پتا چل گیا کہ ہم کسی اجنبی مرد کا پیچھا کررہے ہیں اور روزانہ اس کی جاسوسی پر نکل پڑتے ہیں تو ہمارا حشر نشر کردیں گے۔" فاریہ عاصم بھائی کے غصے سے واقف تھی اس لیے فوراً ہی اس ایڈونچر سے تائب ہوگئی۔

"یار ہم یہاں انجوائے کرنے آئے ہیں ان کاموں میں پڑنے کے لیے نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم کچھ دن گھر میں گزارتے ہیں ایسا نہ ہو کہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔" ارما اپنے پیر دباتے ہوئے بولی۔

فاریہ نے ارما سے اختلاف نہیں کیا۔ چند دن وہ بالکل باہر نہیں نکلیں۔ کبھی ٹی وی سے دل بہلایا جاتا' کبھی کیرم کی بازیاں لگتیں' کبھی ڈائجسٹ پڑھے جاتے تو کبھی لمبی تان کے سویا جاتا' بہرحال دن اچھے گزر رہے تھے۔

❀.....☺.....❀

عاصم بھائی کی یونٹ کا کوئی فیملی فنکشن تھا۔ مہرین بھابی نے انہیں بھی تیار ہونے کے لیے کہا۔ کافی دن گھر پر رہ کر گزارے تھے اس لیے باہر جانے کے لیے وہ دونوں خاصی پرجوش تھیں۔ دونوں نے اپنے بہترین لباس پہنے اور اچھی طرح تیار ہوئیں۔ فنکشن باہر لان میں ارینج کیا گیا تھا۔ سارا لان برقی قمقموں سے سجایا گیا تھا اور لان کے دائیں کونے میں باربی کیو کا انتظام کیا گیا تھا۔

"واؤ کتنی خوب صورت جگہ ہے۔" ارما کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"موسم بھی تو اچھا ہے' شکر ہے تم لوگ سردیوں میں نہیں آئیں ورنہ حشر نشر ہوجاتا۔" مہرین بھابی نے کہا۔

"ہم عقلمند لوگ ہیں بھئی' ہر کام سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔" فاریہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ماحول اور موسم کی خوشگواریت نے سب کے مزاجوں پر بہت اچھا اثر ڈالا تھا۔

"اچھا! نئی اطلاع ہے یہ میرے لیے۔" مہرین بھابی نے مصنوعی حیرانی سے کہا۔

کچھ خواتین مہرین بھابی کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ عاصم بھائی بھی اپنے دوستوں کے ساتھ مصروف تھے۔ ارما اور فاریہ کرسیوں سے اٹھ کر سرخ روش کے قریب آئیں۔ ہلکی ہلکی ہوا نے ماحول پر بے حد خوشگوار تاثر چھوڑا تھا۔ سبز پودوں سے لپٹی برقی قمقموں کی روشنیاں بہت خوب صورت لگ رہی تھیں۔ وہ دونوں موسم کو انجوائے کرتے ہوئے روش پر دھیرے دھیرے چل رہی تھیں۔

دور دور تک رات کی رانی کے درخت کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ درخت کے اردگرد بکھرے سفید پھول قمقموں کی روشنی میں عجیب بہار دکھلا رہے تھے۔

"چلو دوسری طرف چلتے ہیں۔ یہ جگہ یوں بھی سنسان سی ہے۔" فاریہ نے ارما کا ہاتھ تھاما اور دوسری طرف جانے لگیں کہ یکدم ہی فاریہ نے ارما کا ہاتھ تیزی سے دبایا اور بے اختیار رک کر مدھم آواز میں چلانے لگی۔

"وہ سامنے دیکھو۔ تیسری ٹیبل پر۔"

"ہائیں کیا ہوا! کیا دیکھ لیا ہے۔" ارما حیرانی سے بولی۔

"وہ دیکھو جہاں چار لڑکے بیٹھے ہیں۔ ان میں وہ اجنبی بھی بیٹھا ہے۔ دائیں طرف سے دوسری کرسی پر۔" فاریہ تیزی سے بولی۔

ارما نے حیرانی سے اس سمت دیکھا تو بری طرح چونک گئی۔

وہ بلاشبہ وہی تھا۔ بلیک پینٹ اور اسکائی بلو شرٹ میں ملبوس' ڈارک بلو ٹائی باندھے وہ ہو بہو وہی تھا وہ نہ ان کی طرف متوجہ تھا اور نہ ہی ان دونوں کی طرف اس نے دیکھا تھا۔ بلکہ وہ اپنے ساتھ بیٹھے لڑکوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔

"ہاں یار یہ تو وہی ہے۔ یہ یہاں کیا کررہا ہے۔ یقیناً یہ کوئی آرمی آفیسر ہے۔ شاید عاصم بھائی اسے جانتے ہوں۔ چلو یہ تو معلوم ہوگیا کہ یہ فوجی ہے یہاں کا لوکل نہیں ہے۔ اب تو ہم اس کا پتا لگا ہی لیں گے۔" ارما اس شخص کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ یہ کوئی فوجی آفیسر ہے۔ اس کا ہیئر کٹ بالکل فوجیوں جیسا ہے اور شکل وصورت سے یہاں کا باسی نہیں لگتا۔" فاریہ نے اظہار خیال کیا۔

"دیکھو اس طرح پوز کررہا ہے جیسے ہمیں دیکھا ہی نہ ہو۔" ارما نے اسے لاپروائی سے بیٹھے اپنے ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا اور اس بے توجہی کا شدت سے نوٹس لیا۔

"بعض لوگوں کو اجنبی بننے اور نظرانداز کرنے کی ایکٹنگ کرنے کا شوق ہوتا ہے۔" فاریہ نے رائے دی۔

"اپنی اہمیت جتانے اور دوسروں کو کنفیوز کرنے کی ناکام کوشش۔" ارما نے سر جھٹکا۔ وہ دونوں سرخ روش سے اتر کر اپنی کرسیوں کی جانب بڑھ گئیں۔

مہرین بھابی ایک سوبر خاتون سے محو گفتگو تھیں۔ ان دونوں کو آتا دیکھ کر فوراً سیدھی ہوکر بیٹھ گئیں اور ارما کو آواز دے کر بلایا۔ وہ درمیانی عمر کی خاتون تھیں۔ گرے سوٹ میں ملبوس' گرے شال اوڑھے وہ بہت باوقار لگ رہی تھیں۔

"یہ ہے ارما جس کا میں آپ سے ذکر کررہی تھی۔" فاریہ اور ارما نے چونک کر مہرین کو دیکھا بھلا ارما ایسی شخصیت کب سے بن گئی تھی کہ لوگ محفلوں میں اس کا ذکر کرنے لگے۔ خاتون نے نہایت اشتیاق سے ارما کو دیکھا اور مہرین نے خاتون کی ساتھ والی کرسی پر ارما کو بٹھایا۔

ارما اس اچانک اور حیران کن تعارف کی وجہ سے قدرے نروس ہوگئی۔

"بی اے میں فرسٹ ڈویژن لی ہے۔ کھانے پکانے اور سینے پرونے میں ماہر ہے۔ اپنے ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ سارے خاندان میں ارما ارما کی گردان ہوتی ہے۔ ہر کوئی ارما کی تعریف کرتا ہے اور اتنے رشتے آئے ہیں اس کے جس کی کوئی حد نہیں۔" مہرین بھابی بے حد

WWW.PAKSOCIETY.COM

خوش اخلاقی سے ان خاتون سے مخاطب تھیں۔

ارما اپنی تعریفیں سن کر شرمندہ ہوئی جارہی تھی۔ جبکہ فاریہ کو بہت زور سے ہنسی آرہی تھی جسے اس نے بڑی مشکل سے قابو کیا ہوا تھا۔ ارما کیسا کھانا پکاتی تھی' یہ تو سبھی جانتے تھے' اس لیے اس کی بنائی ہوئی ڈش کھانے کا تکلف کوئی نہیں کرتا تھا۔ اچھی صورت ہونے کے باوجود ابھی تک خاندان بھر سے کسی نے اس کا رشتہ اس کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے نہ مانگا تھا۔ جس کی وجہ سے ارما کی والدہ خاصی پریشان تھیں۔

''ضرور امی نے مہرین بھابی سے میرے رشتے کے متعلق کوئی بات کی ہے۔ اور یہ خاتون بھی اسی چکر کا حصہ ہیں۔'' ارما نے دل میں سوچا۔ وہ خاتون بہت اشتیاق سے ارما کو دیکھ رہی تھیں۔ ارما نے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ سجالی۔

وہ خاتون ارما سے چھوٹے موٹے سوالات پوچھتی رہیں۔ مہرین بھابی انہیں مسز دانیال کہہ کر مخاطب کررہی تھیں پھر سارا وقت مسز دانیال نے ارما کو اپنے ساتھ بٹھائے رکھا۔ فاریہ سخت بور ہورہی تھی لیکن اس خیال سے چپ تھی کہ شاید ارما کی نیا پار لگ جائے۔ مہرین بھابی تو خاتون کے آگے بچھی جارہی تھیں۔ کھانا بھی ان سب نے ساتھ ہی کھایا۔ کھانے کے بعد فاریہ نے چور نظروں سے اس اجنبی شخص کو ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا۔

گھر آنے کے بعد بھی وہ دونوں اس شخص کو ڈسکس کرتی رہیں۔ فاریہ نے تو مہرین بھابی سے پوچھ بھی لیا۔

''بھابی وہ آفیسر کون تھا جس نے اسکائی بلو شرٹ اور سیاہ پینٹ پہن رکھی تھی؟''

''کیوں خیریت ہے؟'' مہرین بھابی چونک کر بولیں۔

''جی ہاں' بس وہ شخص ہمیں بہت گھور گھور کے دیکھ رہا تھا۔ اسی لیے پوچھا ہے۔'' فاریہ گڑبڑا کر بولی۔

''بھئی لڑکوں کی تو عادت ہوتی ہے ہر لڑکی کو گھور گھور کر دیکھنے کی۔ اور نیلی شرٹ اور سیاہ پینٹ تو بہت سے لوگوں نے پہنی ہوئی تھی۔'' مہرین بھابی نے لاپروائی سے کہا۔

''چلو جی چھٹی ہوئی۔'' ارما نے دل میں سوچا۔

''تم یہ بتاؤ کہ تمہیں مسز دانیال کیسی لگیں؟ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے رشتہ ڈھونڈ رہی ہیں۔ ہماری تو بڑی خواہش ہے کہ تمہارا رشتہ وہیں طے ہوجائے۔ ان کا بیٹا بھی لاکھوں میں ایک ہے تعلیم یافتہ' خوب صورت برسر روزگار۔ تمہاری امی کی خاص تاکید ہے کہ ہم یہاں تمہارے لیے اچھا سا رشتہ دیکھیں اگر یہاں بات بن گئی تو سمجھو تمہارے وارے نیارے ہوجائیں گے۔'' مہرین بھابی نے ارما کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ارما نے برا سا منہ بنالیا۔ اسے اپنی شادی کے ذکر سے خاص دلچسپی نہیں تھی۔ پھر کتنی ہی دیر مہرین بھابی مسز دانیال کے قصیدے پڑھتی رہیں اور ان کے بیٹے کی قابلیت کے گن گاتی رہیں۔

''اونہہ کون سا میری عمر نکلی جارہی ہے جو ہر ایک میری شادی کی فکر میں دبلا ہوا جارہا ہے۔'' ارما نے بیزاری سے سوچا۔

مسز دانیال کی تعریفیں سن سن کر ان دونوں کے کان پک گئے تھے۔ شاید مہرین بھابی ارما کو ذہنی طور پر تیار کررہی تھیں۔ ارما کو نہ چاہتے ہوئے بھی مسز دانیال کی تعریفیں مجبوراً سننا پڑیں۔ مہرین بھابی کو بہت امید تھی کہ یہاں ارما کی بات بن جائے گی۔

❀.....☺.....❀

ارما اور فاریہ نے شاپنگ کا پروگرام بنایا۔ مہرین کو گھر میں کام تھا اسی لیے وہ دونوں چلی گئیں۔ یہ بازار عام بازاروں سے مختلف تھا یہاں بعض دکانیں اونچائی پر تھیں اور بعض ڈھلوانی طرف واقع تھیں۔ ذرا سا فاصلہ طے کرکے سڑک گول چکر کی مانند گھوم جاتی تھی۔ چھوٹی موٹی شاپنگ کے بعد وہ دونوں کتابوں کی قدرے بڑی اور کشادہ دکان میں چلی آئیں۔ ارما بڑے سے ریک پر ترتیب سے رکھی کتابیں دیکھنے لگی کہ دفعتاً اس کی نظر سائیڈ

پر لگے شیشے سے ٹکرائی۔

اس شخص کے عکس کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتی تھی۔ نیلی جینز اور نیلی شرٹ پہنے وہ بلاشبہ وہی اجنبی تھا جو نہایت انہماک سے کتابیں دیکھ رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے اس سے بڑا کتب بینی کا شائق کوئی ہے ہی نہیں۔

ارما نے برتھ ڈے کارڈز دیکھتی فاریہ کا کندھا ہلایا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔ فاریہ نے بھی چونک کر دیکھا تو حیران ہی رہ گئی۔

''لگتا ہے یہ ہماری گاڑی کا پیچھا کررہا تھا۔'' ارما نے خیال ظاہر کیا۔

''ممکن ہے یہ محض اتفاق ہو۔ میرا مطلب ہے کہ شاید یہ یہاں واقعی کتابیں خریدنے آیا ہو۔'' فاریہ نے اس اجنبی کی پشت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''بہرحال آج ہم اس کا پیچھا کریں گے۔'' ارما نے وثوق سے کہا۔

''ٹھیک ہے' دیکھتے ہیں کہ اس دفعہ کیسے بچتا ہے یہ۔'' فاریہ بھی کمر کس کر میدان میں اتر آئی۔

ارما نے چند کتابیں خریدیں اور پے منٹ کرکے وہ دونوں دکان سے باہر آگئیں۔

چند لمحوں بعد وہ اجنبی بھی ایک شاپر اٹھائے دکان سے باہر آیا۔ اس نے وہی کتابیں خریدی تھیں جو ارما نے لی تھیں۔

''کافی ادب دوست معلوم ہوتا ہے۔'' فاریہ نے رائے دی۔

''یہ اتفاق نہیں ہوسکتا کہ وہ وہی کتابیں خریدے جو میں نے پسند کیں۔ ضرور دال میں کچھ کالا ہے۔'' ارما پر سوچ انداز میں بولی۔ وہ دونوں اس کے پیچھے چل دیں۔ وہ ناک کی سیدھ میں چلتا جارہا تھا۔

''ہوسکتا ہے وہ دیکھنا چاہتا ہو کہ تم کس قسم کی کتابیں پڑھتی ہو؟'' فاریہ نے نکتہ اٹھایا۔

''لیکن وہ کیوں یہ دیکھنا چاہتا ہوگا۔ اسے میری پسند و ناپسند سے بھلا کیا دلچسپی ہے؟'' ارما جھنجلائی۔

اس اجنبی اور ان دونوں کے درمیان چند قدم کا فاصلہ تھا۔ وہ دونوں سرگوشیوں میں مصروف تھیں۔

''مجھے لگتا ہے کہ اسے تم سے عشق ہوگیا ہے۔ یہ ساری علامات عشق کی ہیں ورنہ کون کسی کے پیچھے یوں خوار ہوتا ہے۔'' فاریہ دور کی کوڑی لائی۔

''مجھے ایسے عجیب و غریب عشق کی ضرورت نہیں ہے۔'' ارما جھنجلائی۔

''کس قدر ان رومانٹک ہو تم۔ ہوسکتا ہے یہ فوجیوں کے عشق کا انداز ہو۔'' فاریہ نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ فوجی عشق کے میدان میں بے حد اناڑی ہوتے ہیں۔'' ارما نے کہا۔

''لیکن یہاں تو آثار اناڑی کے نہیں بلکہ کھلاڑی کے لگتے ہیں۔'' فاریہ تیز قدموں سے چلتے ہوئے بولی۔

وہ بازار کے مختلف راستوں سے گزرتا جارہا تھا اور وہ دونوں بلاسوچے سمجھے اس کے پیچھے چلتی جارہی تھیں۔ نہ جانے کتنے موڑ گزرے' کتنی سڑکیں بدلیں' ان دونوں کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ وہ تو اس کے پیچھے سائے کی مانند چلتی جارہی تھیں۔ ارما کی ٹانگوں میں درد ہونے لگا۔ سانس الگ پھول گیا لیکن وہ شخص تو کہیں رکنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا۔ بس چلتا ہی جارہا تھا۔ یہاں تک کہ بازار ختم بھی ہوگیا۔ اب ہلکی ہلکی آبادی شروع ہوگئی تھی۔ ارما کو تشویش نے آگھیرا۔

''چل چل کر برا حال ہوگیا ہے لیکن یہ شخص کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔'' اچانک آسمان کو بادلوں نے ڈھانپ لیا تھا۔ یکدم ہی سورج بادلوں کے پیچھے چھپ گیا اور موسم کے تیور خطرناک ہونے لگے۔

''اسے معلوم ہے کہ ہم احمقوں کی طرح اس کا پیچھا کررہی ہیں اس لیے وہ ہمیں ڈاج دے رہا ہے۔'' ارما تھکن سے چور ہوکر بولی۔

''فکر نہ کرو واپسی کے لیے کوئی ٹیکسی لے لیں گے یہاں سے بازار اب اتنا دور بھی نہیں ہے۔'' فاریہ نے ارما کو تسلی دی۔ وہ بھی اب بیزار ہوگئی تھی۔

"لعنت بھیجو اس پر اب مجھ میں مزید چلنے کی ہمت نہیں ہے۔ موسم بھی دیکھو کتنا خطرناک ہو رہا ہے۔" ارما کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔ فطری طور پر ان دونوں کی رفتار سست پڑ گئی تھی۔ دونوں کے پیر شل ہو چکے تھے۔

وہ دونوں اس کے پیچھے ایک گلی میں داخل ہوئیں لیکن یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ گلی بالکل سنسان تھی اور وہاں سوائے ان دونوں کے کوئی اور آدم زاد نہ تھا۔

"نہایت خبیث شخص ہے۔ بس آئندہ ہم میں سے کوئی اس کا نام بھی نہ لے گا۔" وہ شخص ہمیشہ کی طرح انہیں ڈاج دے کر غائب ہو گیا تھا۔ ارما جلے بھنے انداز میں بولی۔ اسے اپنے بیوقوف بن جانے پر بری طرح تاؤ آ رہا تھا۔ فاریہ تھوڑا آگے جا کر کوئی سواری دیکھنے لگی لیکن دور دور تک کسی ٹیکسی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ صرف لوکل گاڑیاں سڑک پر سے گزر رہی تھیں۔ دفعتاً تیز ہوا کا جھکڑ سا چلا اور دیکھتے ہی دیکھتے بوندا باندی ہونے لگی۔ سڑک سے کچھ دور قد آور درخت قطار در قطار لگے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے بھاگ کر ایک درخت کے نیچے پناہ لی۔ پانی کے قطروں میں تیزی آنے لگی۔ نہ ان کے پاس کوئی چھتری تھی اور نہ ہی کسی سواری کا کوئی امکان نظر آ رہا تھا۔ آسمان کا رنگ بدلنے لگا اور بادل کھل کر برسنے لگے۔

"کیا کروں عاصم بھائی کو فون بھی نہیں کر سکتے۔ یہاں کھڑے رہنا بھی مناسب نہیں لگتا۔" فاریہ بری طرح گھبرا گئی۔

"میں تو کہتی ہوں عاصم بھائی کو فون کر لو۔ ہم کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیں گے کہ راستہ بھٹک گئے۔ سمت معلوم نہ ہو سکی وغیرہ وغیرہ۔" ارما فاریہ سے زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو۔ جانتی نہیں وہ غصے کے کتنے تیز ہیں۔ یہ جگہ بازار سے کافی دور ہے۔ یہ بہانے انہیں مطمئن نہیں کر سکتے۔" فاریہ عاصم بھائی کے غصے سے واقف تھی سو ڈر کر بولی۔

"تھوڑی دیر یہاں رکتے ہیں شاید بارش میں کمی آ جائے۔ یوں بھی یہاں کی بارشیں تھوڑی دیر کے لیے ہی ہوتی ہیں۔" فاریہ نے پرامید انداز میں کہا۔ تھوڑی دیر گزری تو اندھیرا پھیلنے لگا۔ ارما کے موبائل کی بیٹری آف ہو چکی تھی جبکہ فاریہ نے اپنا موبائل قصداً بند کر رکھا تھا۔ وہ دونوں جانتی تھیں کہ اب گھر پہنچنے کے بعد ان کی خیر نہیں ہے۔

"تم موبائل تو آن کرو۔ عاصم بھائی فون کر رہے ہوں گے۔ انہیں پریشانی ہو رہی ہوگی۔"

"کیا کہوں گی میں ان سے؟ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ بس کسی طرح گھر پہنچ جائیں باقی بعد میں دیکھ لیں گے۔" فاریہ نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ اسی وقت سڑک کے کنارے ایک ٹیکسی رکی تو دونوں نے چونک کر دیکھا۔ ٹیکسی والے نے شاید ان دونوں کو دور سے دیکھ لیا تھا۔ دونوں لپک جھپک ٹیکسی کی سمت بھاگی چلی آئیں۔

ٹیکسی ڈرائیور ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ یہ دیکھ کر دونوں کو تسلی ہوئی۔ وہ کرائے کی رقم کی بابت پوچھے بغیر ہی اندر بیٹھ گئیں اور بازار کا پتا بتا دیا۔

"شکر ہے بال بال بچ گئے۔ ایک طرح سے یہ غیبی مدد ہے بھئی۔" فاریہ نے سکھ کا سانس لیا۔

"ذرا ڈرائیور پر نظر رکھنا ہمیں کہیں اور ہی نہ لے جائے۔" ارما نے خوفزدہ انداز میں کہا۔ یوں کہ یہ بات صرف فاریہ ہی سن سکی۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے ہمیں اپنے آپ کو با اعتماد ظاہر کرنا ہے۔" فاریہ سرگوشی میں بولی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ احتیاطاً اس نے پیچھے مڑ کر بھی دیکھا تو چونک گئی۔

ایک سیاہ گاڑی ٹیکسی سے قدرے فاصلے پر ان کے پیچھے آ رہی تھی۔ تیز بارش کے باعث وہ گاڑی کا نمبر نہ دیکھ سکی اور پھر فاصلہ بھی زیادہ تھا۔

"مجھے لگتا ہے وہ شخص اب گاڑی میں ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ چلو پہلی بار اس کے پیچھا کرنے سے دل کو اطمینان ہوا ہے۔" فاریہ نے ارما کے کان میں کہا۔ ارما نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"ضروری تو نہیں کہ یہ گاڑی اسی کی ہو۔ کوئی اور بھی ہو سکتا ہے۔ اکیلی لڑکیوں کو دیکھ کر ہر کوئی ہیرو بننے کی کوشش کرتا ہے۔" ارما دھیرے سے بولی۔ فاریہ خاموش رہی۔ دونوں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے راستوں پر نظر رکھی ہوئی تھی۔ چند لمحوں بعد گھر نظر آنے کے آثار شروع ہوئے تو دونوں کو اطمینان ہوا۔

دونوں گھر سے دور ہی اتری تھیں۔ ارما پرس سے پیسے نکالنے لگی تو ڈرائیور نے روک دیا۔

"آپ لوگوں کا کرایہ مجھے مل چکا ہے جی۔" ادھیڑ عمر ڈرائیور اپنی بھاری آواز میں بولا۔

"کیسے مل گیا؟ ہم نے تو تمہیں ایک روپیہ بھی نہیں دیا۔" فاریہ نے حیرت سے کہا۔

"جو صاحب ہمیں مین روڈ سے لایا تھا اس نے کرایہ بھی دے دیا تھا۔" بوڑھے ڈرائیور نے انکشاف کیا۔

"کون صاحب! تمہیں کس نے بھیجا تھا؟" ارما اچنبھے سے بولی۔

"یہ تو ہم نہیں جانتا۔ ایک آدمی ہمیں مین روڈ سے اس راستے پر لایا بولتا تھا کہ ان لڑکیوں کو جہاں کہیں چھوڑ آؤ۔ ساتھ میں ہزار روپے بھی دیے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ وہ کون صاحب تھا۔" اس بوڑھے ڈرائیور نے کہا۔

ارما اور فاریہ کو سمجھنے میں لمحے ہی لگے۔ اس لیے تیزی سے باہر نکل آئیں۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے۔" فاریہ نے خود کو با اعتماد ظاہر کیا۔ ان دونوں کی نظر ٹیکسی سے کچھ دور کھڑی سیاہ گاڑی پر پڑی۔

"مجھے شک نہیں یقین ہے کہ اس گاڑی میں وہی شخص بیٹھا ہوا ہے۔" فاریہ نے ارما کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔

"دفع کرو اسے جلدی سے گھر چلو۔" ارما نے بے زاری سے کہا اور وہ دونوں تیز قدموں سے گھر کی سمت چلدیں۔ گھر پہنچتے ساتھ ہی ان کی خوب کلاس لگی۔ بارش طوفان کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ موسلا دھار بارش کے

رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
aanchal.com.pk
تازہ شمارہ شائع ہو گیا ہے
ماہنامہ نئے افق کراچی
مسلسل اشاعت کے 35 سال
پکار
ایک ایسے نوجوان کی سرگزشت ایک واقعہ نے اسے اللہ تعالیٰ کا باغی بنا دیا تھا طویل ناول
بارھواں کھلاڑی
گیارہ کھلاڑیوں کے درمیان ایک بارھواں کھلاڑی کودنے کی ایک دلچسپ و دلکش داستان
قارئین کی کئی نسلوں کو متاثر کرنے والا پاکستان کا واحد صاف ستھرا اور تفریحی جریدہ وقت کے ساتھ ساتھ نئے آہنگ، نئے رنگ اور نئے انداز میں قدیم اور جدید ادب کا امتزاج لئے ہر ماہ آپ کی دہلیز پر
قارئین کی دلچسپی کیلئے 3 خوبصورت سلسلے
بزم سخن: شعر و شاعری کا منفرد سلسلہ، خوشبو سخن: منتخب غزلیں و نظمیں، ذوق آگہی: اقتباسات، اقوال زریں، احادیث وغیرہ
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں دفتر سے رابطہ کریں۔ فون 35620771/2

ساتھ ہواؤں کے تیز جھکڑ دل دہلا رہے تھے۔ ان علاقہ جات میں موسم کا تغیر عام بات تھی لیکن دو لڑکیوں کا اس موسم میں تنہا باہر دیر تک رہنا کسی بھی تشویش ناک حادثے کا پیش خیمہ بن سکتا تھا۔

"اس قدر خراب موسم اور تیز بارش میں بھلا اتنی دیر بازار رکنے کی کیا تک تھی؟ میں نمبر ملا ملا کر تھک گیا لیکن دونوں کے موبائل مستقل بند تھے۔ ڈرائیور کو ساتھ لے کر کیوں نہیں گئیں۔ آخر اتنی دیر کیا کرتی رہیں تم دونوں؟ ایسی کونسی شاپنگ تھی جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔" عاصم بھائی بے حد غصے کے عالم میں بولے۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دونوں کو ایک ایک تھپڑ لگا دیں۔

"چلیں چھوڑیں بھئی' بازار میں دیر سویر ہو ہی جاتی ہے۔ ہاں موبائل دونوں کو چارج کرنے چاہیے تھے۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ آئندہ احتیاط کریں گی۔" مہرین بھابی نے دونوں کے شرمندہ چہرے دیکھ کر گویا وکیل صفائی کا کردار ادا کیا۔ خود وہ بھی بازار جا کر واپسی آنا بھول جاتی تھیں۔ ان کے نزدیک بازار میں دیر ہو جانا کوئی قابل گرفت بات نہ تھی۔

"ہاں ہاں تم وکالت نہیں کرو گی تو اور کون کرے گا' تم تو خود بازار جا کر واپس آنا بھول جاتی ہو۔ تمہیں بھی پچاس فون کرنے پڑتے ہیں اور بار بار یاد دلانا پڑتا ہے کہ آٹھ گھنٹے گزر چکے ہیں۔ لہٰذا اب واپس آنا ہی بہتر ہے۔" عاصم بھائی کی توپوں کا رخ اپنی بیگم کی جانب مڑ گیا۔ وہ دونوں اس قدر شرمندہ تھیں کہ نظر اٹھا کر نہ دیکھا جا رہا تھا۔

"آئندہ سے تم دونوں کہیں باہر نہیں جاؤ گی۔ تم دونوں کا باہر نکلنا بالکل بند ہے۔ تم دونوں کی بے پروائی اور احمقانہ حرکتوں کی وجہ سے میں کسی بھی قسم کے نقصان کا متحمل نہیں ہو سکتا۔" عاصم بھائی کی گرج چمک میں کمی نہ آئی۔ وہ قہر آلود نظروں سے دونوں کو گھورتے رہے۔

"لیکن سنیں تو.....!" مہرین بھابی نے کچھ کہنا چاہا۔

"بس یہ میرا آرڈر ہے۔ اینڈ اس فائنل۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر مہرین بھابی کو کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔ وہ اپنے مخصوص فوجی انداز میں حکم دے کر باہر نکل گئے۔ گویا وہ دونوں کسی خطرناک جرم کا ارتکاب کرنے والی قیدی تھیں۔ ان کا باہر نکلنا اب ناممکن تھا کیونکہ عاصم بھائی کے الفاظ پتھر پر لکیر کی مانند ہوتے تھے۔

مہرین نے ملازم سے سینڈوچ اور چائے لانے کو کہا اور خود ان دونوں کے پاس بیٹھ گئیں۔

ارما کو چکر آ رہے تھے۔ پاؤں الگ دکھ رہے تھے اوپر سے عاصم بھائی کا غصہ الگ خون جلا رہا تھا۔ فاریہ بھی بھیگی بلی کی مانند کونے میں دبکی ہوئی تھی۔

"تم لوگ دل برا نہ کرو۔ تم لوگوں کو تو ان کا پتہ ہے غصے کے ذرا تیز ہیں اور خلاف مزاج بات تو بالکل برداشت نہیں کرتے اور یہ کیا تم لوگوں نے اتنی دیر میں بس یہی شاپنگ کی؟" مہرین بھابی کتابوں کے لفافے کو دیکھتے ہوئے حیرت سے بولیں۔

"جی وہ بس ہم لوگ چیزیں دیکھتے رہے' سوچا تھا کہ ایک مرتبہ تسلی سے دیکھ لیں پھر بعد میں خریداری کریں گے لیکن موسم نے مہلت ہی نہ دی۔" فاریہ گڑبڑا کر بولی۔

"تم لوگ بھی بہت سست ہو۔ اتنی دیر میں تو میں آدھا بازار خرید سکتی ہوں۔" ارما جبراً مسکرائی۔ مہرین بھابی دونوں کو آرام کرنے کا کہہ کر کمرے میں چلی گئیں۔ فاریہ نے بے اختیار سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ ارما صوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور اپنی ٹانگیں دبانے لگی۔

تھوڑی دیر بعد ملازم چائے اور سینڈوچ بھی لے آیا جسے دونوں نے ندیدوں کی طرح کھانا شروع کیا۔

"آج کا دن میری زندگی کا تلخ ترین دن ہے۔" ارما کراہتے ہوئے بولی۔ اس کے پیر کسی پھوڑے کی طرح دکھ رہے تھے۔

"مجھے خود پر حیرت ہے کہ ہم اتنی بڑی بات چھپانے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر عاصم بھائی کو سچائی کا علم ہو جاتا تو یہاں آج ہمارا قتل ہو جانا تھا۔" فاریہ نے جھرجھری لی

اور آنکھیں بند کر لیں۔

"بس یہ طے ہو گیا ہے کہ ہم آج کے بعد سے نہ اس شخص کا ذکر کریں گے اور نہ اس کے بارے میں سوچ سوچ کر اپنی انرجی ضائع کریں گے۔ آج تو بچت ہو گئی۔ ہم نے بہانہ بھی بنا دیا لیکن آئندہ ہمیں خیال رکھنا ہوگا۔ ہم اتنے ماہر کھلاڑی نہیں ہیں کہ ہر بار صاف بچ جائیں۔ ہماری طرف سے وہ شخص جہنم میں جائے۔ ایسے ایڈونچر پر ہزار بار لعنت جو ہمیں یوں خوار اور بے عزت کروائے۔" ارما نے سنجیدگی سے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اب واپس چلے جانا چاہیے۔ بہت دن ہو گئے ہمیں یہاں آئے ہوئے اور خوب تفریح بھی کر لی۔ ایڈونچرز کا شوق بھی پورا ہو گیا۔ اب بہتر یہی ہوگا کہ ہم عزت سے واپس چلے جائیں ورنہ کہیں نہ کہیں اس منحوس شخص سے ٹاکرا ضرور ہوگا۔" فاریہ اپنے ناخنوں کی نیل پالش کھرچتے ہوئے بولی۔

ارما نے سر ہلا کر اس کی تائید کی۔ وہ دونوں اس قدر تھک چکی تھیں کہ کھانے کے فوراً بعد ہی سو گئیں۔ انہوں نے ایسے ایڈونچر سے توبہ کر لی تھی۔

صبح چھٹی کا دن تھا۔ ارما نے ناشتے کے بعد واپسی کی خواہش کا اظہار کیا۔ عاصم بھائی اور مہرین بھابی نے اصرار کر کے روکنا چاہا لیکن ارما اور فاریہ اپنی ضد پر ڈٹی رہیں۔

"اگر تم دونوں ناراض ہو کر جا رہی ہو تو یہ کوشش فضول ہوگی۔" عاصم بھائی اخبار پڑھتے ہوئے بولے۔ ان کی آواز اتنی گمبھیر اور بارعب تھی کہ اگلا بند خوامخواہ ہی رعب میں آ جاتا۔

"نہیں نہیں..... عاصم بھائی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ ارما بہت کمزور دل کی مالک ہے کتنے دن سے اپنی امی کو یاد کر رہی ہے اور میں بھی گھر کے لیے اداس ہو گئی ہوں۔" فاریہ جلدی سے بولی مبادا عاصم بھائی کا موڈ ہی نہ بگڑ جائے۔

"تو یہ اداسی کا دورہ آج ہی کیوں پڑا ہے؟" عاصم بھائی نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا۔ ان کا انداز ایسا ہی ہوتا تھا جیسے کوئی آفیسر کسی جنگی قیدی سے بات کر رہا ہو۔

"نہیں عاصم بھائی ہم تو کافی دنوں سے واپس جانے کا سوچ رہے تھے۔ ویسے بھی اتنے دن ہم لوگ کبھی گھر سے باہر نہیں رہے۔" ارما نے کہا۔ عاصم بھائی سے بات چیت کرنا بھی دنیا کے مشکل ترین کاموں میں سے ایک تھا۔

"ٹھیک ہے کل تم لوگوں کے ٹکٹ بک کروا دوں گا۔" خلاف توقع وہ آسانی سے مان گئے یا شاید وہ ان دونوں کی حرکتوں سے کچھ مشکوک ہو گئے تھے۔ عافیت اسی میں تھی کہ اب ان کی واپسی ہو جانی چاہیے۔ ان دونوں نے تو شکر کیا اور حقیقت یہ بھی تھی کہ وہ دونوں اب واقعی گھر کے لیے اداس ہو گئی تھیں۔ انہوں نے فوراً اپنی پیکنگ شروع کی۔ مہرین بھابی بھی ان کے پیچھے کمرے میں چلی آئیں۔

"کچھ دن مزید رک جاتیں' مسز دانیال چند دن میں ہمارے ہاں آنے ہی والی ہیں۔" مہرین بھابی نے انہیں الماری سے کپڑے نکالتے ہوئے افسردگی سے دیکھا۔ ان دونوں کی وجہ سے کتنی رونق ہو گئی تھی۔

"اونہہ بھابی مجھے مسز دانیال سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" ارما نے بے دلی سے کہا اور بیگ میں سامان رکھنے لگیں۔

"پاگل ہو تم' اکلوتا بیٹا ہے ان کا بڑی اچھی اور پڑھی لکھی فیملی ہے۔ عاصم بہت اچھی طرح ان لوگوں کو جانتے ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہاں تمہاری بات بن جائے۔ جانتی تو ہو کہ تمہاری امی کتنی فکرمند رہتی ہیں تمہارے لیے۔ ایسے رشتے بار بار نہیں ملتے۔" مہرین بھابی پر زور انداز میں بولیں۔ ارما کو سخت کوفت نے آ گھیرا۔ اسے مسز دانیال یا ان کے لائق فائق اکلوتے بیٹے سے قطعاً کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسے اپنی امی پر بھی غصہ آ رہا تھا جو ہر ایک سے اس کی شادی کا رونا رونے بیٹھ جاتی تھیں۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"چلیں اگر انہیں واقعی ارما سے دلچسپی ہوئی تو ہمارے پیچھے لاہور تک آجائیں گی۔ فکر کی کیا بات ہے کیوں ارما؟" فاریہ نے اپنی طرف سے معاملے کو ٹالتے ہوئے کہا۔ ارما جبراً مسکرائی اور کھا جانے والی نظروں سے فاریہ کو دیکھا۔

مہرین بھابی خاموش ہوگئیں شاید انہیں مسز دانیال سے اس قدر پھرتی کی امید نہیں تھی۔

گھر پہنچ کے انہوں نے سکون کا سانس لیا۔ اپنا گھر کسی جنت سے کم نہیں ہوتا۔ فاریہ کو تو اکثر سرسبز وادیاں' اونچے پہاڑ' پر بہار نظارے اور حسین شامیں یاد آتیں۔ ارما کو اس پراسرار اجنبی کا خیال آتا تو سر جھٹک دیتی۔ اس کے متعلق سوچنے کا فائدہ بھی کیا تھا۔ گرمیاں شروع ہوچکی تھیں۔ ارما سارا دن کمرہ بند کیے اے سی آن کرکے سوئی رہتی۔ فاریہ کو اس کی سستی اور کاہلی ایک آنکھ نہ بھاتی۔ ارما کی امی الگ اس کی طرف سے پریشان رہتیں۔

"اگر کوئی پوسٹیوں کا مقابلہ ہوا تو تم نمبر ون پوزیشن حاصل کروگی۔" فاریہ نے ارما پر سے چادر کھینچتے ہوئے کہا۔ کمرے میں اے سی کی ٹھنڈک تھی کونے میں رکھا چھوٹا سا لیمپ جل رہا تھا۔

"کیا ہے یار ریسٹ کرنے دو۔ تمہاری وجہ سے میں جس تھکن کا شکار ہوئی ہوں وہ اتنی جلدی اترنے والی نہیں ہے۔" ارما جمائی لیتے ہوئے بولی۔

"بہت ریسٹ کرلیا ہے تم نے ادھر کیا ہل چلاتی رہی تھیں یا پہاڑ کھود کر نہر نکالنے کا کام کرتی رہی تھیں۔" فاریہ جل کر بولی۔

"تمہارے سب ایڈونچرز میں نقصان تو میرا ہی ہوا نا!" ارما تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ اس کے لمبے بال کھلے ہوئے تھے۔

"کیا مطلب تمہارا کیا نقصان ہوا۔ کہیں اس ہینڈسم اجنبی کو دل تو نہیں دے بیٹھیں؟" فاریہ اچھنبے سے بولی اور ارما کے بازو پر زور سے چٹکی کاٹی۔

"دماغ تو نہیں خراب ہوگیا تمہارا۔ میرا مطلب تھا کہ میری صحت بہت خراب ہوگئی ہے۔ تم نے پہاڑوں پر مجھے چلا چلا کر کمزور کردیا ہے۔" ارما نے فاریہ کو ایک تھپڑ رسید کیا۔

"ملٹی وٹامن کی گولیاں کھالینا۔ خاصا افاقہ ہوگا۔" فاریہ نے بے پروائی سے کہا۔

"مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔" ارما برا مان گئی اور دونوں ہاتھوں سے اپنے بال سمیٹنے لگی۔

"تمہارے بال کتنے خوبصورت ہیں۔ سچ کہوں تو وہ اجنبی شخص انہی پر عاشق ہوا ہوگا۔" فاریہ نے ارما کے لمبے سیاہ گھنے بالوں کو ستائش بھری نظروں سے دیکھا۔

"کتنا یاد کرتی ہو تم اسے۔ بہتر ہوگا اگر تم صرف اسفند بھائی کے بارے میں سوچا کرو۔" ارما نے اسے شریر انداز میں چھیڑا۔

"کتنی ذلیل ہو تم میں تو تمہارے خیال سے اس کا ذکر کرتی ہوں شاید وہ تمہیں ڈھونڈتا ہوا یہاں تک آجائے اور تمہاری بھی بات بن جائے چچی امی کی کچھ تو ٹینشن کم ہوگی۔" فاریہ نے ارما پر مکوں سے تابڑ توڑ حملہ کردیا۔ وہ بچتی بچاتی بیڈ پر سے اتر گئی اور کمرے کی لائٹیں جلادیں۔

"اتنا بھی وہ کوئی مجنوں یا رانجھا نہیں تھا۔" ارما نے سلیپر پہن کر واش روم کا رخ کیا۔

"لیکن عاشق تو تھا۔" فاریہ نے لقمہ دیا۔ ارما سنی ان سنی کرگئی۔

فاریہ نے چادر تہہ کرکے رکھی۔ ارما کا بستر صحیح کیا اور باہر آگئی۔ چچی امی میز پر کھانا لگا رہی تھیں۔ اسے دیکھا تو پوچھنے لگیں۔

"ارما اٹھ گئی ہے۔"

"جی چچی امی' آپ نے اسے بہت ڈھیل دے رکھی ہے۔ اسی لیے تو وہ اتنا بگڑ گئی ہے۔ اسے اپنے ساتھ کاموں میں لگایا کریں تاکہ اسے عادت ہو۔" فاریہ نے حسب عادت ارما کی اصلاح کا کام شروع کیا۔ ارما کی امی نے بے اختیار ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"قصور اس کا نہیں ہے۔ اکلوتی بیٹی ہے اس لیے ہم نے بے جا لاڈ پیار اور ناز و نعم میں پالا ہے' جب سر پر پڑے گی تو ٹھیک ہوجائے گی شادی سے پہلے لڑکیاں عموماً اسی طرح ہوتی ہیں۔" وہ ٹیبل پر برتن رکھتے ہوئے کہیں۔ فاریہ فریج سے سویٹ ڈش نکالنے لگی۔

ارما کی امی کی فکر دن بہ دن بڑھتی جارہی تھی۔ ارما خوبصورت ہونے کے باوجود ابھی تک کسی کی نظر میں نہیں سمائی تھی۔ ارما کی امی کو اب احساس ہوتا تھا کہ انہوں نے بے جا لاڈ پیار کرکے ارما کا بہت نقصان کیا ہے۔ اب اس کی اصلاح کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس فکر کی وجہ سے ان کا دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہوچکی تھی۔ لڑکیوں کی مثال اس فصل کی مانند ہوتی ہے جو اگر وقت پر نہ کاٹی جائے تو گل سڑ کر ضائع ہوجاتی ہے۔ ارما کی بے پروائی' کاہلی اور سستی اب ان کی آنکھ میں کانٹا بن کر کھٹکتی تھی لیکن ارما کو ان سب باتوں کی پروا نہیں تھی۔ وہ من موجی طبیعت کی حامل اپنے آپ میں مگن رہنے والی لڑکی تھی۔

❀.....☺.....❀

مہرین بھابی کے ایمرجنسی فون کے بعد گھر میں افراتفری سی مچ گئی۔ مہرین بھابی' عاصم بھائی بمعہ مسز دانیال کے کل پہنچنے والے تھے۔ چچی امی اور تائی جان تو گھر کی صفائی ستھرائی اور مینو سیٹ کرنے میں لگ گئیں۔ فاریہ کو نئی کراکری نکالنے اور اسے صاف کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ چچی امی تو اس قدر پرجوش تھیں کہ ان کے چہرے سے خوشی پھوٹی پڑ رہی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ تمہاری زبان اتنی کالی ہے۔" ارما فاریہ پر چڑھ دوڑی۔ فاریہ نے ہی کہا تھا کہ اگر مسز دانیال کو واقعی ارما سے دلچسپی ہوئی تو وہ اس کے پیچھے لاہور تک چلی آئیں گی۔

"تو تمہیں کیا اعتراض ہے۔ تمہارا تو فائدہ ہی ہوا نا۔" فاریہ نے الماری سے اس کے کپڑے نکالتے ہوئے کہا۔ ریڈ اینڈ بلیک کنٹراسٹ کا سوٹ اس نے ہینگر سے نکالا اور اسٹری اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئی۔

"باقی سب تو ایسے خوش ہورہے ہیں جیسے "ہاں" ہوگئی ہو اور شادی کی تاریخ رکھی جانے والی ہو۔ ابھی تو وہ صرف ہم سے ملنے آرہی ہیں۔ ضروری تو نہیں کہ بات آگے بڑھے۔" ارما ناگواری سے بولی اور اضطراری انداز میں اپنا پیر ہلانے لگی۔ چچی امی نے اسی وقت کمرے میں انٹری دی اور ارما کی بات بڑے خراب موڈ کے ساتھ سنی۔

"فضول نہ بولو! مہرین نے بتایا ہے کہ وہ خاتون تمہیں پسند کرچکی ہیں اور اب باقاعدہ رشتہ دینے آرہی ہیں۔ میں اور تمہارے ابا فیصلہ کرچکے ہیں۔" چچی امی نے بارعب لہجے میں کہا اور ارما کے بیڈ کی چادر بدلنے لگیں۔

"مجھ سے پوچھے بغیر.....!" ارما صدمے سے چلائی۔ آج تک کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ اس سے پوچھے بغیر گھر میں کسی قسم کا کام ہوتا۔ وہ اکلوتی بیٹی تھی سو ہر چیز میں اسے خصوصی اہمیت دی جاتی۔

"اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے۔ تمہارا فیصلہ کیا ہم سے الگ ہوتا؟ شکر کرو کہ کوئی ڈھنگ کا رشتہ آیا ہے ورنہ تمہاری فکر کی وجہ سے میری راتوں کی نیندیں اڑ چکی تھیں۔" چچی امی نے سنجیدگی سے کہا۔ انہیں ڈر تھا کہ انہیں نرم پڑتا دیکھ کر ارما مزید پھیل نہ جائے۔ ارما حیرت سے ٹکر ٹکر ان کی صورت دیکھتی رہی۔

"فاریہ چند اذرا کمرے کی ڈسٹنگ بھی کردینا۔ ایک نظر واش روم میں بھی ڈال لینا۔ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔" چچی امی نے سرعت سے تکیوں کے غلاف بدل ڈالے۔ فاریہ نے بڑی محظوظ ہوتی نظر ارما کے بجھے ہوئے چہرے پر ڈالی۔

"یہ آپ لوگ ٹھیک نہیں کررہے۔" ارما مری مری آواز میں بولی۔

"بس خاموش رہو۔ تم سے کسی نے کوئی مشورہ نہیں مانگا۔ ہم تمہارے بڑے ہیں جو مناسب سمجھیں گے وہی کریں گے۔" چچی امی بیڈ ٹھیک کرنے کے بعد باہر نکل گئیں۔ ان کے لہجے میں کسی قسم کی رعایت نہیں تھی۔ ارما کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

"مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ تم اس طرح ری ایکٹ

کیوں کررہی ہو۔ سب گھر والے خوش ہیں۔ عاصم بھائی اور مہرین بھابی نے لڑکے کے متعلق پوری معلومات کروائی ہیں سب لوگ اس رشتے سے مطمئن ہیں' تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔" فاریہ ارما کے کپڑے استری کرتے ہوئے بولی۔

ارما کی آنکھوں میں سرخی بڑھ گئی۔

"بس تم سب کو اپنی خوشیوں کی پروا ہے۔ میری خوشی اور مرضی کے متعلق کسی نے سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ کیا میں ایسا نا قابل برداشت بوجھ ہوں جس کے سرک جانے پر اس قدر خوشیاں منائی جارہی ہیں۔" ارما دبے دبے لہجے میں چلائی۔ اس کی آواز پر سسکیاں غالب آگئیں۔

"پاگل ہوگئی ہو۔ ایسے کیوں رو رہی ہو۔ کیا ہوگیا ہے تمہیں؟" فاریہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

"ہاں پاگل ہوگئی ہوں میں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔" ارما کے رونے میں شدت آگئی۔

فاریہ حق دق اسے دیکھتی رہی۔ اتنا شدید ردعمل' اتنی ناپسندیدگی..... وہ کچھ سوچنے پر مجبور ہوگئی۔ ارما جھٹکے سے اٹھ کر واش روم چلی گئی اور زوردار آواز سے دروازہ بند کردیا۔ فاریہ پرسوچ انداز میں کپڑے استری کرتی رہی۔ اس کے چہرے پر گہرے تفکر کے اثرات تھے۔

❀.....☺.....❀

مسز دانیال اور ان کی فیملی سے ملنے کے بعد ارما سخت شاک میں تھی اور شاک تو فاریہ کو بھی کم نہ لگا تھا۔ مسز دانیال کا بیٹا کیپٹن احمر دانیال وہی اجنبی ہوگا ارما اور فاریہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ مسز دانیال اپنی بہن اور بیٹے کے ہمراہ آئی تھیں اور گھر والوں سے ہاں کروا کر ہی دم لیا۔ ارما کا اترا ہوا چہرہ اب کھل سا گیا تھا۔ سوجی سوجی آنکھیں اب بار حیا سے جھک گئیں۔ فاریہ چپکے چپکے اسے چٹکیاں کاٹ رہی تھی۔

"پہلے تو رو رو کر دریا بہا دیئے' اپنا حال برا کرلیا کہ یہ شادی نہیں کروں گی اور اب موصوف کو دیکھ کر کیسے گلاب کی طرح کھل گئی ہو۔ میں بھی کہوں یہ رونا دھونا بلاوجہ نہیں ہے۔ آگ تو دونوں طرف برابر لگی ہوئی تھی۔" وہ سامنے رکھی میز پر دھرے تحائف کے انبار کو دیکھ کر للچائی آواز میں بولی۔ شیشے کی میزیں خوبصورت کاغذوں میں لپٹے تحفوں اور مٹھائی کے ٹوکروں سے بھری ہوئی تھیں۔

ہر طرف آوازیں تھیں' قہقہے تھے' خوشیاں تھیں۔

"سچی مجھے تو خود خبر نہیں ہوئی کہ یہ سب کچھ کیسے ہوگیا۔" ارما نے معصوم سی شکل بنا کر کہا۔

ڈرائنگ روم میں مرد حضرات بیٹھے تھے اور لاؤنج میں خواتین کا قبضہ تھا۔ ارما کی ساس نے ارما کو خوب پیار کیا اور کتنی ہی دیر تک پاس بیٹھی چھوٹی موٹی باتیں کرتی رہیں۔

گھر والوں کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ سب خوش تھے کہ صد شکر ارما کی نیا پار لگ گئی۔

چائے پینے کے بعد فاریہ ارما کو کمرے میں لے آئی اور اس کی خوب خبر لی۔

"یار میں سچ کہہ رہی ہوں میرے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ سب ہوجائے گا۔" ارما نے اپنے بازو بمشکل فاریہ سے چھڑائے تھے۔

"تو تم دونوں کا کیا کسی ٹیلی پیتھی کے ذریعے رابطہ تھا۔ اسے کیسے خبر ہوگئی کہ تم نے رونا دھونا مچایا ہوا ہے اور تم گھنی میسنی..... اسی کی آمد کا انتظار کررہی تھیں۔" فاریہ نے اسے بیڈ پر دھکا دیا۔

"اس کو کہتے ہیں کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔" ارما اپنی چوڑیاں اتارتے ہوئے بولی۔ اس کے ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ تھی۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا۔ دھیان رکھنا جس شخص نے ایسی خاموشی سے رومانس کیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی سوچو وہ کس قدر گھنا شخص ہوگا۔ خیر رومانس کا یہ طریقہ ذرا ہٹ کے تھا۔ میرا مطلب ہے اب اس قسم کی محبت فیشن میں نہیں ہے۔" فاریہ اس کے برابر بیٹھ گئی۔

"ویسے تمہاری ساس بہت اچھی خاتون ہیں۔ سادہ

مگر بریس فل..... بے چاری تمہارے پھوہڑ پن سے نا آشنا ہیں۔ خدا جانے تمہارے نکمے پن کو دیکھ کر ان پر کیا گزرے گی۔" فاریہ نے آہ بھری۔

"فضول نہ بولو۔ میں نے سوچ لیا ہے کہ شادی سے پہلے میں سب سیکھ لوں گی۔" ارما نے دھیرے سے کہا۔ اس کی جھکی آنکھوں میں شرارت تھی۔ فاریہ تو بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

"اف کیسا انقلاب آگیا ہے۔ ارما صاحبہ خوشی خوشی گھر کے کام سیکھنے پر راضی ہیں۔ ہاں بھئی جب چپکے چپکے عشق ہوسکتا ہے تو یہ انقلاب تو معمولی بات ہے۔"

"شکر نہیں کرتیں کہ مجھ میں اچھی اور مثبت تبدیلی آئی ہے؟" ارما نے اسے گھورا۔

"ویسے یار پتا تو کرنا چاہیے کہ کیپٹن احمر صاحب کے کیا خیالات ہیں' مطلب کہ اس پراسرار سے رومانس کے پیچھے کیا کہانی ہے؟ کیا انہیں ہم سے خوف آتا تھا جو کبھی سامنے آکر بات کرنے کی ہمت نہیں کی اور یوں اچانک دھماکا بول دیا۔ تمہیں تجسس نہیں ہوتا کہ یہ سب کچھ کیسے اور کیوں ہوگیا؟" فاریہ ارم کے قریب کھسک آئی۔

"ہاں یار تجسس تو بہت ہوتا ہے پتہ نہیں اس نے یہ سب کچھ کیسے پلان کیا' وہ کیا جانتا ہے' میرے بارے میں اس کے کیا خیالات ہیں؟ لیکن کیا کرسکتے ہیں ان سب باتوں کو جاننے کے لیے انتظار کرنا پڑے گا۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ مہرین بھابی نے اسے تمہارا موبائل نمبر دے دیا ہے ہوسکتا ہے آج رات وہ تمہیں فون کرے۔" فاریہ نے دھماکا کیا۔

"سچ بتاؤ! او مائی گاڈ' میں بھلا کیا بات کروں گی۔" ارما ایک دم ہی نروس ہوگئی۔

"پاگل گھبرانے کی کیا بات ہے۔ اعتماد سے بات کرنا اور خوب کلاس لینا اس نے ہمیں کچھ کم پریشان اور خوار نہیں کیا۔" فاریہ نے جوش سے کہا۔ ارما اپنی جیولری اتارنے لگی۔ بیٹھے بیٹھے کمر اکڑ گئی تھی۔ فاریہ تھوڑی دیر بعد باہر چلی گئی۔ باہر کافی کام تھا۔

alislampk.com
ملک کا منفرد دینی واصلاحی رسالہ
ماہنامہ الاسلام کراچی
تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے
ممتاز مفکر و دانشور مشتاق احمد قریشی کی زیر ادارت
قیمت: 20 روپے
دینی مسائل کا حل: مولانا سعید احمد جلال پوریؒ
روحانی مسائل: حافظ شبیر احمد
خوابوں کی تعبیر: حافظ عبدالقیوم نعمانی
اسلام اخوت' بھائی چارے اور تہذیب شائستگی کا مذہب ہے۔
اپنے دین کو جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے۔
اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' ہمیں اسے صحیح سمجھنے کی ضرورت ہے۔
اس پر عمل کرکے ہی ہم آخرت میں سرخروئی حاصل کرسکتے ہیں۔
قارئین کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے الاسلام میں کچھ ایسے سلسلے شروع کیے ہیں جن سے عام لوگوں کو دینی مسائل سمجھنے میں آسانی ہوسکے گی۔
دنیائے اسلام کے تمام مسالک سے متعلق علماء کرام کی نگارشات اور آراء پر مشتمل
وہ سب کچھ جو آپ جاننا اور پڑھنا چاہتے ہیں
پتا: کمرہ نمبر 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی
فون: 35260771/2 فیکس: 35260773
alislamkhi@gmail.com

ارما کی نہ صرف بات پکی ہوگئی تھی بلکہ تاریخ بھی رکھ دی گئی تھی۔ احمر دانیال نے کسی کورس پر جانا تھا اس لیے وہ لوگ شادی جلدی کرنا چاہ رہے تھے۔ فاریہ اور مہرین بھابی مٹھائی کے ٹوکرے اور دیگر تحائف اپنی جگہ رکھنے لگیں۔ ارما کے تو مزے تھے۔ آرام سے کمرے میں بیٹھی تھی۔ فاریہ نے کئی بار چپکے سے ڈرائنگ روم کے دروازے کی جھری سے احمد دانیال کو دیکھا اور مہرین بھابی سے باتوں باتوں میں اس کے متعلق مزید معلومات بھی اکٹھی کرلیں۔ مہمانوں کو زبردستی رات کے کھانے پر روکنا چاہا لیکن وہ معذرت کرکے مغرب کے بعد ہی چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ہر کوئی ذرا دیر کو آرام کرنا چاہ رہا تھا کہ مہمانوں کے لیے کیے گئے انتظامات کی پریڈ نے ہر ایک کو تھکا دیا تھا۔ چچی امی اور چچا ابا بے حد خوش تھے۔

رات آہستہ آہستہ بڑھتی جارہی تھی۔ ارما کا دل بے چین ہونے لگا۔ نظریں بار بار تکیے کے پاس دھرے موبائل پر جا پڑتیں۔

''میں کیا بات کروں گی.....!'' وہ کنفیوز ہوکر سوچنے لگی۔

اس کی ہتھیلیاں نم ہوگئیں۔ کہنے کو بہت کچھ تھا لیکن ایک اجنبی سی جھجک آڑے آرہی تھی۔ دفعتاً موبائل پر ہلکی سی بیپ بجی۔ ایک اجنبی نمبر اسکرین پر جگمگانے لگا۔

ارما کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے موبائل کا بٹن دبا کر کان سے لگایا۔ آواز جیسے حلق میں ہی پھنس گئی تھی۔

''السلام علیکم کیپٹن احمر عرض کررہا ہوں۔'' بھاری اور دلکش آواز موبائل میں سے ابھری۔ ارما کے ہونٹ کپکپانے لگے۔

''آپ کے ہاں سلام کا جواب دینے کا رواج نہیں ہے کیا؟'' آواز میں خوشی کی کھنک صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔

''مجھے ڈرنے یا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب وہ اتنے اعتماد سے بات کررہا ہے تو مجھے بھی کانفیڈنٹ رہنا چاہیے۔'' ارما نے خود کو کمپوز کیا۔

''وعلیکم السلام۔'' بمشکل کوشش اس کے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی۔

''کیسی ہیں آپ؟'' بے حد فرینک انداز میں پوچھا گیا۔

ارما کو اس کے اعتماد اور جرأت پر حیرت بھی ہوئی کیونکہ وہ فوجی بندہ تھا پھر اسپیشل برانچ سے تعلق بھی تھا۔

''ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟'' اس کے حلق سے ہلکی سی آواز نکلی۔

ذہن میں سب باتیں گڈمڈ سی ہوگئیں۔

''الحمدللہ آپ کی دعاؤں سے بخیریت و عافیت ہوں۔'' اس کی آواز میں مسکراہٹ کے عکس بے حد واضح تھے۔

''آپ سے کس نے کہا کہ میں آپ کے لیے دعائیں کرتی ہوں۔'' ارما کو اس کی خوش فہمی پر حیرت ہوئی۔

''بس میرا اندازہ ہے اور میرے اندازے اکثر درست ہوتے ہیں۔ یونہی تو آپ میرا تعاقب نہیں کرتی تھیں؟''

''میں، میں تعاقب کرتی تھی آپ کا یا آپ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے تھے۔ کس قدر جھوٹے شخص ہیں آپ!'' ارما صدمے سے چلا اٹھی۔

یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے والی بات تھی۔ کتنے آرام سے اس نے سارا الزام اس پر رکھ دیا تھا۔ یہ بھی کوئی بات تھی بھلا۔

''کیوں آپ میرا تعاقب نہیں کرتی تھیں کیا؟ وہ تو میں مہارت سے آپ کو جل دے جاتا تھا ورنہ آپ تو شاید کسی دن میرے ٹھکانے پر ریڈ کردیتیں۔'' ارما کو اس کے یوں معصوم بن جانے پر سخت غصہ آیا۔

''دیکھیے بات کو بدلنے اور گھمانے پھرانے کی کوشش نہ کیجیے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ قصوروار ہیں۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہتی تھی کہ آپ کون ہیں اور چھپ چھپ کر ہمارا تعاقب کیوں کرتے ہیں۔ اب آپ خود کو اس قدر معصوم ظاہر نہیں کرسکتے۔ آپ کو حقیقت بتانا ہی ہوگی۔'' ارما کے لہجے میں سختی اتر آئی۔

''آپ تو خاصی سخت مزاج واقع ہوئی ہیں۔ بہرحال میں شروع دن سے جانتا تھا کہ آپ سر عاصم کی بہنیں ہیں اور سیر و تفریح کرنے آئی ہوئی ہیں لیکن مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ پر پڑنے والی غیر ارادی نظر میرے دل کی دنیا کو یکدم بدل دے گی۔ آپ کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش مجھے میلوں بلا جواز سفر کرواتی تھی۔ بھئی میں اسپیشل برانچ کا بندہ ہوں اس لیے اس طرح عشق کیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوسکی لیکن آپ کی ذہانت کی داد دیتا ہوں شاید میری نظروں کی تپش میں میرے دل کی شدت بھی شامل تھی۔'' خوبصورت آواز میں جذبوں کی آنچ سلگ رہی تھی۔ ارما کی نظریں جھک گئیں۔ اس نے خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کیا۔ تفاخر کا احساس اس کی رگ رگ میں سما گیا۔ چاہے جانا کس قدر خوبصورت ہوتا ہے اس بات کا اسے اب احساس ہورہا تھا۔

''اور اگر ہماری طرف سے انکار ہوجاتا تو؟'' اس نے اپنی زلفیں جھٹکتے ہوئے اک ادا سے پوچھا۔

''کیسے ہوجاتا! آپ کے گھر والے تو آپ کے لیے معقول رشتہ ڈھونڈ رہے تھے بلکہ کافی عرصے سے اس نیک کام میں سرگرم تھے جو کہ پایہ تکمیل تک پہنچنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ فکر نہ کریں میں نے پوری چھان بین کروائی ہے فوجی ہوں، کچی گولیاں نہیں کھیلتا۔'' ارما کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

یہ کس غدار کی کارگزاری تھی یقیناً فاریہ کی سازش ہوگی۔ ساری خوشی کرکری ہوگئی۔

''کس قدر منہ پھٹ بندہ ہے لڑکیوں کا دل بھی رکھنا نہیں آتا۔'' اس نے جل کڑھ کر سوچا۔

''کافی رات ہوگئی ہے، میں فون رکھتی ہوں۔'' اس کا موڈ آف ہوگیا تھا۔

اگر یہ فاریہ خبیث کی کارگزاری ہوئی تو صبح اس کی کلاس لوں گی۔ خدا جانے اس شخص کے اور کون کون سے ذرائع ہیں۔ مجھے بہت محتاط انداز میں بات کرنی چاہیے۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

''کیوں آپ سونے لگی ہیں کیا؟'' وہاں شاید فون بند کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

''جی میں جلدی سونے کی عادی ہوں۔ نیند کی بہت کچی ہوں۔'' اس نے جلدی سے کہا۔

''اوہ پھر تو بہت پرابلم ہوجائے گی۔'' لہجے میں افسوس سا تھا۔

''جی! اچھا خدا حافظ۔'' اس نے فوراً فون بند کردیا۔

اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ کانوں کی لوئیں سرخ پڑ گئیں۔

''مائی گاڈ یہ تو بہت ہی منہ پھٹ شخص ہے۔ دیکھنے میں کس قدر چپ چپ اور خاموش سا لگتا ہے۔'' اس نے اپنا منہ تکیے میں گھسا لیا۔ اس کے چہرے پر ان گنت رنگ اتر آئے تھے۔ اوائل عمری کی پہلی محبت کا احساس تھا۔

رفتہ رفتہ دل کو اسیر کرتا ہوا احساس..... روح کو سرشار اور معطر کرتا ہوا احساس..... زندگی کے نئے اور انوکھے رنگوں سے آشنا کرتی ہوئی کیفیت..... محبت اور چاہت سے سجا اک نیا باب..... ارما کے دل کی دنیا لمحوں میں ہی بدل چکی تھی۔

''چھپا رستم'' اس نے زیر لب کہا اور اک شرمیلی سی مسکان اس کے لبوں پر ٹھہر گئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

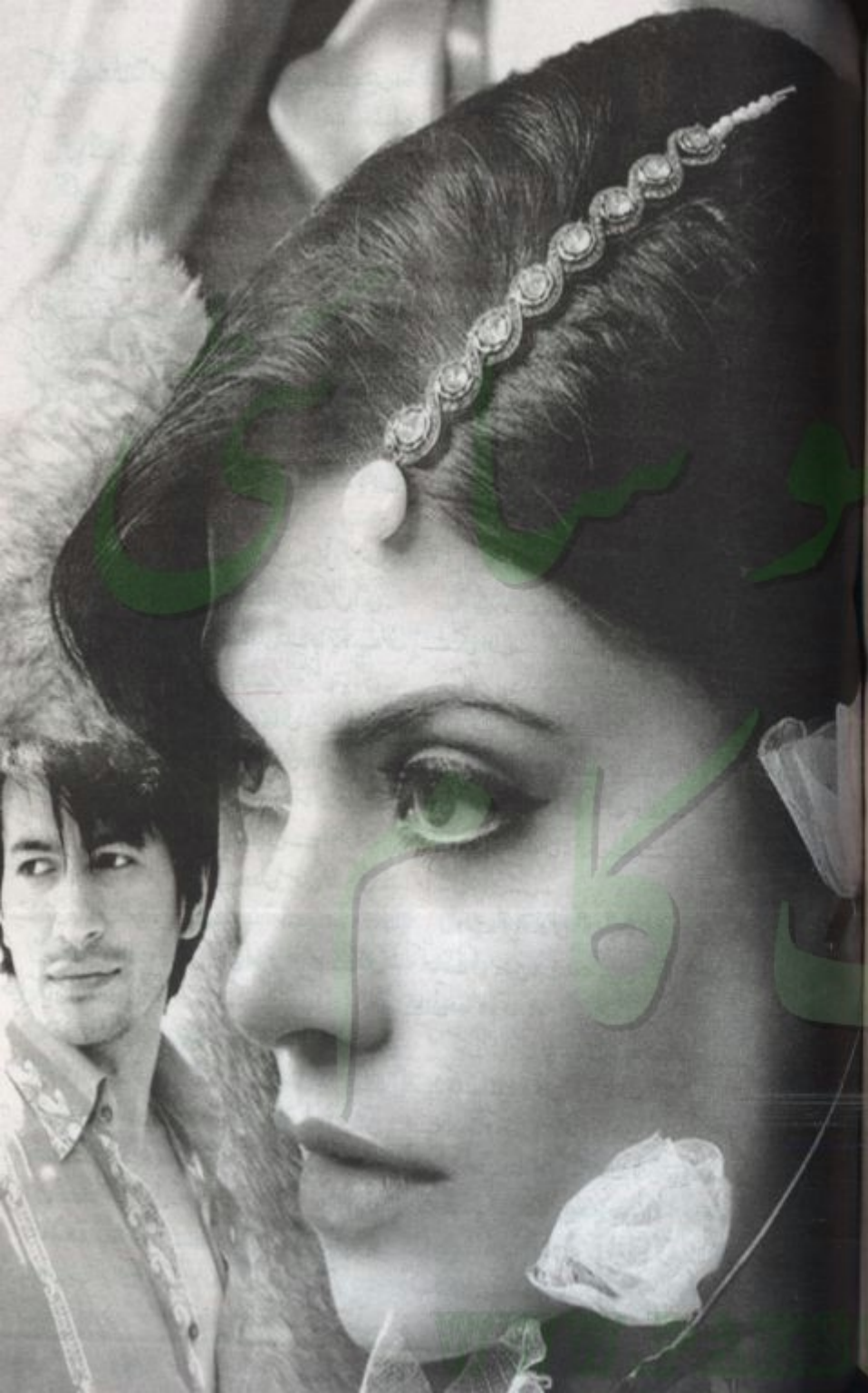

دم اسے ہارے

عطیہ جاوید ملک

کاش میں اک چاند، تُو اک تارا ہوتا
آسمان پر اک آشیاں ہمارا ہوتا
دور بہت سے تمہیں لوگ تکتے رہتے
تمہیں چاہنے کا حق صرف ہمارا ہوتا

تیری یاد میں پاگل پل پل روتا ہے
بن تیرے نہ جاگے یہ نہ سوتا ہے
اکثر تنہائی میں تمہیں پکارے
ناز و ردل پہ چلے
ہارے..... ہارے..... ہارے
ہم تو دل سے ہارے.....

سی ڈی پلیئر کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی اور وہ بیڈ کی کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے پتھر کی مورت بنی بیٹھی تھی کہ جب آپی وردہ نے ہاتھ بڑھا کر سی ڈی پلیئر آف کردیا تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

"آپی آپ....." دعا سیدھی ہوئی۔

"آخر تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟" انہوں نے آتے ہی برسنا شروع کردیا۔

"کیوں..... کیا ہوا آپی؟" دعا الجھی۔

"تمہارے اتنے رشتے آرہے ہیں لیکن میری سمجھ میں یہ نہیں آرہا کہ تم انکار کیوں کررہی ہو؟"

"کیونکہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی۔" وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

"یہی تو میں بھی جاننا چاہتی ہوں، کیوں نہیں کرنا چاہتیں؟" جواباً وہ لب کاٹتی رہ گئی۔

"معلوم ہے کہ ماما پپا کتنے پریشان ہیں تمہاری وجہ سے۔ اگلے ماہ پورے ستائیس برس کی ہوجاؤ گی۔ خاندان میں تمہاری عمر کی لڑکیاں دو، تین بچوں کی ماں بنی بیٹھی ہیں اور تم..... اور ماما، پپا الگ ٹینشن میں ہیں، صرف اور صرف تمہاری وجہ سے۔"

"سوری آپی! لیکن مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت دیں۔ ان شاء اللہ بہت جلد مثبت جواب دوں گی۔" وہ آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" آپی کچھ نرم پڑ گئیں۔ "اب اٹھو اور کچن میں میری مدد کرو۔"

"کیوں؟ ملازم چھٹی پر ہے کیا؟ جو آپ کچن کا کام کررہی ہیں؟"

"نہیں، ماما کا آرڈر ہے کہ آج ڈنر اسپیشل ہونا چاہیے اس لیے تو وہ صبح سے اپنے گھٹنوں کے درد کی پروا کیے بغیر اپنے ہاتھوں سے بادام کا حلوہ بنا رہی ہیں۔"

"وہ کیوں؟"

"خالہ رضیہ اپنی فیملی کے ساتھ عید منانے پاکستان آرہی ہیں۔"

"کیا.....؟" خوش گوار حیرت کا شدید جھٹکا لگا، پھر ذرا

سنبھل کر بولی۔ ”میرا مطلب ہے کہ کب آرہے ہیں وہ لوگ؟“

”پپا گئے ہیں ائرپورٹ لینے۔“

”کیا..... خالہ پوری فیملی کے ساتھ آرہی ہیں؟“ نجانے وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھی۔

”ہاں! اب اٹھو اور میری مدد کرو آکر۔“ وہ کہہ کر اس کی طرف دیکھے بغیر اس کی خوش گوار حیرت کا نوٹس لیے بنا کمرے سے چلی گئیں اور وہ جلدی سے واش روم میں گھس گئی۔

خوب صورت تو وہ پہلے ہی سے تھی۔ سرخ و سفید رنگت بھوری آنکھیں، نازک ہونٹ اور بھورے بالوں والی وہ کسی موی گڑیا کا تصور معلوم ہوتی تھی۔

آج مدتوں بعد وہ دل لگا کر تیار ہوئی۔ ملتانی کڑھائی والے پنک سوٹ میں اس کی رنگت اور بھی کھل اٹھی۔ آئینہ کے سامنے کھڑی اپنا سر سے پاؤں تک جائزہ لے کر، نیچرل کلر کی لپ اسٹک کا فائنل ٹچ دے کر وہ مکمل تیار تھی۔ ہارن کی آواز سن کر وہ پورچ کی جانب بھاگی۔

خالہ مما سے گلے مل رہی تھیں۔ پانچ سال بعد وہ دونوں بہنیں مل رہی تھیں۔ نومی اور چھٹکی ساتھ کھڑے مسکرا رہے تھے۔ دعا نے متلاشی نگاہوں سے ادھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن وہ کہیں نظر نہ آیا۔ وہ دل مسوس کر رہ گئی۔ اتنے میں خالہ کی نظر دعا پر پڑی۔

”ارے دعا بیٹا..... وہاں کیوں کھڑی ہو ہم سے نہیں ملوگی کیا.....؟“ اور وہ مسکرا کر خالہ کے گلے لگ گئی۔

❁.....❁.....❁

”نوفل! آپ تو ضرورت سے زیادہ ہی بدل گئے ہیں۔“ سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ جب دعا ایک کونے میں بیٹھی دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوئی۔

”مانا کہ آپ بہت بڑے آدمی بن گئے ہیں لیکن ایسا بھی کیا کہ اب یہاں آنا بھی گوارہ نہیں آپ کو.....“

”دعا آپی.....“ نومی کی آواز پر سیدھی ہوئی۔ ”آپ بہت چپ چپ ہیں۔“

”نہیں! ایسی کوئی بات نہیں بلکہ میں تو تم لوگوں کی باتیں سن رہی تھی۔ تم بتاؤ، کیا سوچ رکھا ہے اپنے مستقبل کے بارے میں؟“

”ویل! ابھی تو ایم بی اے کے رزلٹ کا انتظار کر رہا ہوں، اس کے بعد کسی اچھی کمپنی میں جاب کروں گا۔“

”اور چھٹکی! تمہاری میڈیکل کی اسٹڈی کیسی چل رہی ہے؟“

”اے ون آپی! اب تو میرا ایم بی بی ایس مکمل ہونے میں دو سال رہ گئے ہیں۔“

”گڈ!“

”اور آپ کی لائف میں کیا چل رہا ہے آج کل؟“ چھٹکی کے استفسار پر وہ پل بھر کے لیے خاموش ہوئی۔

”کچھ خاص نہیں، بس کچھ سوشل ایکٹیوٹیز میں حصہ لے لیتی ہوں۔“

”اوگریٹ..... یہ تو بہت اچھی بات ہے اور آپ شادی کب.....“

”چلو بچوں، کھانا لگ گیا ہے۔“ اس سے پہلے کہ دونوں اس کی شادی سے متعلق سوالات کرتے مدیحہ بیگم نے آکر مداخلت کی۔ جس سے دعا نے اپنی رکی ہوئی سانسیں بحال کیں۔

”ویسے آپا! نوفل بھی آجاتا تو کتنا اچھا ہوتا۔“ کھانے کی میز پر مدیحہ بیگم کے پوچھنے پر پلیٹ میں چمچہ چلاتی دعا کا ہاتھ رکا۔

”میں بھی یہی چاہتی تھی مدیحہ کہ نوفل بھی اس بار عید اپنے ملک اپنے لوگوں میں منائے لیکن اس لڑکے نے تو اپنے آپ کو مشین بنا رکھا ہے، دن ہو یا رات بس کام ہی کام۔ نا کھانے کا ہوش، نا سونے کا، کتنی بار کہہ چکی ہوں کہ مت کیا کرو اتنا کام بیمار پڑ جاؤ گے لیکن وہ ہے کہ ہنس دیتا ہے۔“ خالہ اپنی ہی دھن میں بول رہی تھیں اور دعا لب کاٹتی ان کی باتیں سن رہی تھی۔

❁.....❁.....❁

گرمی سے نڈھال، یونیفارم میں ملبوس وہ کالج سے گھر لوٹی تو سامنے ڈرائنگ روم میں خالہ رضیہ اور نوفل بھائی آئے بیٹھے تھے۔ نوفل کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی جو اکثر دعا کو دیکھتے ہی آیا کرتی تھی اب کی بار بھی دعا نے وہ چمک دیکھی اور منہ کا زاویہ خود بخود بگڑ گیا۔

”السلام علیکم!“ انداز احسان کرنے والا تھا۔

”وعلیکم السلام!“ خالہ اٹھیں اور دعا کا منہ چوم لیا۔

”کیسی ہے میری بیٹی؟“

”میں ٹھیک ہوں خالہ! اف کتنی گرمی ہے آج۔ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں مما! جا کر اے سی آن کروں۔“ اے سی پر زور دیتے ہوئے بولی اور اپنے کمرے میں چلی گئی اس کی حرکت پر مما اور آپی نادم ہوگئیں۔

”یہ کیا حرکت تھی؟“ وردہ آپی بھی اس کے پیچھے چلی آئیں۔

”اب میں نے کیا کہہ دیا؟“ جھنجلا کر بولی۔

”دعا..... دعا! یہ تم کس لہجہ میں بات کر رہی ہو، تم کیوں نہیں سمجھ رہیں کہ خالہ کس خاص مقصد سے آئی ہیں اور تم نے وہاں بیٹھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔“

”اب مجھے کیا معلوم کہ وہ کس مقصد کے لیے آئی بیٹھی ہیں؟“

”بے وقوف ہو تم، اور کچھ نہیں۔ ارے میری پیاری بہنا! یہ تمہیں اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔“ آپی نے اس کے گرد بازو حمائل کر کے مسکرا کر بولیں جب کہ دعا مارے صدمہ سے چیخ اٹھی۔

”کیا.....؟“

”ہاں اور ہم سب جانتے ہیں کہ نوفل تم سے کتنا پیار کرتا ہے، اس لیے خالہ اور ہم سب چاہتے ہیں کہ.....“

”آپ نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں نوفل بھائی سے شادی کروں گی۔“ انتہائی حقارت سے بولی۔

”کیوں؟ کیوں نہیں کرو گی شادی، آخر نوفل میں کمی کیا ہے، گڈ لکنگ ہے۔ ویل ایجوکیٹڈ ہے، کیئرنگ اینڈ لونگ ہے اور سب سے بڑی بات کہ وہ تمہیں بے پناہ چاہتا ہے۔“ وردہ آپی نے دفاع کرنا چاہا۔

”میں مانتی ہوں لیکن ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس پروپوزل میں بہت سی خامیاں بھی پائی جاتی ہیں جسے میں نظر انداز نہیں کر سکتی۔“ دوٹوک بولی اور آپی الجھ کر بولیں۔

کیا.....؟“

”خامیاں گنوانے پر آئی تو رات ہو جائے گی لیکن گنتی ختم نہیں ہوگی، یہاں میں ائیر کنڈیشن روم میں اٹھتی بیٹھتی، سوتی جاگتی ہوں اور وہاں دو کمروں کے مکان میں اے سی تو دور کی بات، سیلنگ فینز ڈھنگ کے نہیں، جو ہوا کم اور گھو گھو زیادہ کرتے ہیں۔“ آپی منہ کھولے دعا کو تکے جا رہی تھیں جب کہ دروازے کی اوٹ میں کھڑا نوفل بھی دنگ رہ گیا۔

”یہ باتیں تو ایک طرف، نوفل بھائی کی سیلری جانتی ہیں آپ پچیس ہزار روپے کماتے ہیں وہ۔ جس سے پورا گھر چلتا ہے، اتنی تو میری پاکٹ منی ہے، اس کے علاوہ میری شاپنگ، پارلر کا خرچہ، جن آسائشوں کی مجھے عادت ہے، وہ نوفل بھائی افورڈ نہیں کر سکتے اور میرا ان سب کے بغیر گزارہ ممکن نہیں۔“ وہ کچھ دیر کے لیے رکی۔ ”شاید آپ کو سن کر بہت عجیب لگے اگر میں شادی کر بھی لوں تو اپنے بچوں کو ہر چیز کے لیے ترستے ہوئے نہیں دیکھ سکتی، جیسے وہ لوگ ترستے آئے ہیں۔ میں بہت دور کی سوچ رکھنے والی لڑکی ہوں، میرے بھی کچھ سپنے، کچھ خواہشیں ہیں، جن کی میں تکمیل چاہتی ہوں اور رہی بات نوفل مجھ سے محبت کرتے ہیں۔“ توقف کے بعد بولی۔ ”تو انہیں دامن دیکھ کر جھولی پھیلانی چاہیے تھی۔“

نوفل کو لگا کہ کسی نے اس کے دل پر زور کا گھونسا مار دیا ہو، غم و غصہ ضبط کیے کھڑا رہنا مشکل ہو گیا تھا اس کے لیے۔

”اس لیے میری نظر میں پیسہ کی بہت اہمیت ہے اگر پیسہ ہے تو آپ دنیا جہاں کی ہر خوشی خرید سکتے ہیں اور زندگی خوب صورت لگنے لگتی ہے اور اگر پیسہ ہی نہ ہو تو یہی

WWW.PAKSOCIETY.COM

زندگی بدنما' بدصورت اور بے رنگ سی ہوجاتی ہے۔ میرے خیال سے اب آپ لوگوں کے ذہن میں میری بات آچکی ہوگی اور پلیز خدا کے واسطے اب مجھ سے اس پروپوزل سے متعلق کوئی بات نہ کی جائے۔" اس نے ایک نظر آپی کو دیکھا اور وارڈروب سے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔

نوفل اپنے منوں بھاری قدموں کو گھسیٹتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آیا اور انتہائی سپاٹ لہجہ میں بولا۔

"امی مجھے ضروری کام یاد آگیا ہے' میں جارہا ہوں۔ آپ رکشا سے گھر چلی جایئے گا۔" وہ یہ کہہ کر رکا نہیں جب کہ ماں کی نظر نے اپنے بیٹے کا اترا ہوا چہرہ دیکھ لیا تھا۔

پورچ میں کھڑی بائیک کو اسٹارٹ کیا تو چوکیدار نے اسے دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا جب کہ اس کے کانوں میں دعا کی باتیں ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھیں۔

"میری نظر میں پیسے کی بہت اہمیت ہے اور رہی بات نوفل بھائی مجھ سے محبت کرتے ہیں تو انہیں دامن دیکھ کر جھولی پھیلانی چاہیے تھی۔"

"یہ ہے میری محبت جو صرف پیسہ کی پجاری ہے' جس کی نظر میں پیسہ ہی سب کچھ ہے اور میری محبت کو بھی پیسہ کے ترازو میں تول دیا۔" ضبط کے باوجود اس کی آنکھوں میں نمی آگئی۔

ساری رات بنا مقصد سڑکوں پر گھومنے کے بعد وہ دیر سے گھر لوٹا۔

"السلام علیکم!" کمرے میں پہنچ کر اس نے سلام کیا جب کہ رضیہ بیگم بیٹے کے انتظار میں ابھی تک جاگ رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام! کہاں تھے تم' خیر تو تھی نا؟ تمہیں ذرا سی دیر ہوجائے تو میری جان پہ بن آتی ہے۔"

"ایک دوست کی طرف چلا گیا تھا' باتوں ہی باتوں میں ٹائم کا پتا ہی نہ چلا' معاف کردیجیے' اب ایسا نہیں ہوگا۔" جوتے کے لیسز کھولتے ہوئے بولا۔

"نوفل!" ماں کی پکار پر سر اٹھا کر دیکھا۔ "بیٹا! کیا بات ہے کچھ پریشان لگ رہے ہو؟"

"ارے ماں کچھ نہیں۔" اس نے ماں کے نزدیک آکر ماتھا چوم لیا۔ "بس ذرا سا تھک گیا ہوں اور نیند بھی زور و شور سے آرہی ہے' آپ بھی نا ذرا سی بات کو لے کر پریشان ہوجاتی ہیں۔"

"کھانا لاؤں!" جس پہ نوفل نے سر ہلایا۔

"تیرے جانے کے بعد میں نے مدیحہ سے کھل کر بات کی تھی۔" نوفل انجان بنا کھانے میں مصروف رہا۔

"وہ کہہ رہی تھیں کہ دعا ابھی پڑھنا چاہتی ہے' جیسے ہی وہ اپنی تعلیم مکمل کرلے گی تو وہ اس بارے میں سوچیں گی۔" تب بھی نوفل خاموش رہا۔

❁ ❁ ❁

"میری تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری خالہ کیا سوچ کر تمہارا ہاتھ مانگنے آگئیں؟" دعا نے اپنی فرینڈز کو مزے لے کر اپنے پروپوزل کے بارے میں بتایا تو ہما کو شدید حیرت ہوئی۔

"اوکم آن گرلز....." شاہ رخ ان کے موضوع سے بور ہوتے ہوئے بولا۔ "کوئی اور ٹاپک اسٹارٹ کرو' تنگ آگیا ہوں میں اس موضوع سے۔"

"اگر تم اتنے ہی تنگ آگئے ہو تو چلے جاؤ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟" دعا غصے سے بولی تو وہ گھبرا گیا۔

"ایم سوری!" لیکن وہ بیگ اٹھا کر چل پڑی۔

"دعا..... دعا....." وہ پیچھے لپکا۔ "سوری یار! یہ لو میں اپنے کان پکڑ لیتا ہوں"

"تم ہمیشہ ایسے ہی کرتے ہو۔"

"اوکے بابا! کہا نا سوری!"

"ٹھیک ہے لیکن تمہیں اس کی سزا ملے گی اور سزا یہ ہے کہ تم مجھے شاپنگ کرواؤ گے وہ بھی اپنے جیب خرچ سے۔"

"اوکے منظور ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

❁ ❁ ❁

"یہ مٹھائی کہاں سے آئی۔" گلاب جامن منہ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

"آپا رضیہ کے ہاں سے۔"

"کیوں.....؟" دعا لمحہ بھر کو ٹھٹکی۔ گلاب جامن گلے میں ہی اٹک گیا۔ "کوئی خاص بات!"

"ہاں وہ نوفل کی بات پکی ہوگئی ہے ماہا سے....." مما سنجیدگی سے بولیں۔

"کیا.....؟" حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ "اس پاگل سے....."

"ہاں!" انہوں نے گہری سانس فضا میں خارج کی۔ "خالہ کو کیا ہوگیا جو نوفل بھائی کے لیے ایک ابنارمل لڑکی چن لی ہے۔"

"آپا کہاں مان رہی تھیں یہ تو نوفل کی مرضی سے سارے معاملات طے ہوئے ہیں۔"

"تو اس میں نوفل بھائی کی مرضی بھی شامل ہے۔" وہ ابھی بھی بے یقینی کی حالت میں تھی۔

"ہاں کہتا ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد چچا نے بہت ساتھ دیا ورنہ آج کے دور میں کون کسی کو پوچھتا ہے' اگر میں نے ان کی بیٹی کا ہاتھ نہ تھاما تو پھر کون تھامے گا۔"

کروٹ پر کروٹ بدلتی وہ سخت بے چین تھی بار بار نظروں کے سامنے ماہا کا دلکش سراپا آجاتا' مکمل حسن رکھنے کے باوجود ذہن تین سال کے بچے جیسا تھا۔ اس کی حرکتیں بات کرنے کا انداز بالکل بچوں جیسا تھا۔

"یہ نوفل بھائی کو کیا ہوگیا ہے' کہاں مجھ سے پیار کرنے کے دعوے دار تھے اور کہاں شادی رچا رہے ہیں۔" طنزیہ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آگئی۔

"خیر مجھے کیا' میں کیوں یہ سب سوچ رہی ہوں مجھے تو خوش ہونا چاہیے کم از کم میری جان تو چھوٹی۔" وہ پُرسکون ہوکر سونے لگی۔

❁ ❁ ❁

رضیہ اور مدیحہ بیگم دونوں سگی بہنیں تھیں۔ رضیہ کی شادی اختر صاحب سے ہوئی جو ایک سرکاری محکمہ میں معمولی سے کلرک تھے۔ ان کے تین بچے تھے نوفل پھر اس سے پانچ سال چھوٹا نعمان اور پھر اس سے دو سال چھوٹی چھٹکی تھی یعنی اریبہ! نوفل جب آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا تو اختر صاحب کی ایک حادثے میں موت ہوگئی۔ تب سے کم سن نوفل کے کندھے پر گھر کا بوجھ آپڑا۔

صبح کالج جاتا اور شام کو کسی گیراج میں گاڑیاں ٹھیک کرتا۔ ان حالات میں چچا اصغر نے کافی سہارا دیا۔ مدیحہ بیگم بھی بہن کی مدد کرتی رہتی تھیں۔ ان کی شادی خوش حال گھرانے میں ہوئی تھی۔ ندیم صاحب گارمنٹس کا کاروبار کرتے تھے ان کی دو ہی بیٹیاں تھیں' وردہ اور دعا! وردہ جو کافی سلجھی ہوئی سمجھ دار قسم کی لڑکی تھی لیکن اس کے برعکس دعا فضول خرچ' مغرور اور نک چڑی تھی۔ جب نوفل انجینئرنگ کے پہلے سال میں تھا تو اسے اپنی نک چڑی کزن سے محبت ہوگئی۔ تب دعا میٹرک میں زیر تعلیم تھی' اس طرح عمر کے ساتھ ساتھ نوفل کی محبت بھی پروان چڑھتی گئی۔ دعا کو اس کی محبت کا علم تب ہوا جب نوفل کے انجینئرنگ مکمل کرنے پر مما کے ساتھ مبارک باد دینے خالہ کے گھر گئی تو وہاں اس کے ہاتھ نوفل کی پرسنل ڈائری لگی جسے پڑھنے کے بعد نوفل کی محبت اس پر عیاں ہوئی' بظاہر تو کبھی نوفل نے اظہار نہیں کیا تھا لیکن اس کی آنکھیں بہت کچھ کہتی تھیں۔ جسے دعا ہمیشہ نظر انداز کرجاتی تب سے ہی ڈائری پڑھنے کے بعد دعا کو پتنگے لگ گئے اور پھر آہستہ آہستہ اس کا رویہ نوفل اور اس کی فیملی کے ساتھ خود بخود روڈ ہوتا چلا گیا۔ اس کی نظر میں غریب لڑکے کی محبت ہی اس کے لیے توہین کا باعث تھی۔

❁ ❁ ❁

"ویسے دعا! مجھے بے حد افسوس رہے گا کہ تم نے ہماری بات نہیں مانی۔" وہ جو کہیں جانے کی تیاری کررہی تھی۔ بالوں میں برش کرتے ہاتھ روک کر انہیں دیکھا۔

"کیا آپ اپنے سسرال سے مجھے یہ بات کہنے آئی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہیں۔" وہ تنک کر بولی۔

"نہیں میں تو صرف تمہیں یہ باور کرانا چاہتی ہوں کہ تم....."

"پلیز آپی..... میں اس وقت جلدی میں ہوں پھر کبھی آپ کا یہ لیکچر سن لوں گی' بائے....." کی چین اٹھاتے ہی باہر چلی گئی جب کہ آپی اتنا اچھا لڑکا کھو دینے کا غم منا رہی تھیں۔

❁.....❁.....❁

شاہ رخ کا تعلق ملک کے بزنس مینوں میں ہوتا تھا۔ جس کا پسندیدہ مشغلہ آئے دن گاڑیوں کی طرح لڑکیاں تبدیل کرنا تھا اور آج کل اس کی گرل فرینڈ ہونے کا اعزاز دعا کو حاصل تھا۔ دعا سے اس کی ملاقات ہما کی برتھ ڈے پارٹی پر ہوئی جو اس کے بھائی کے دوست کے طور پر شریک تھا۔

شاہ رخ دو ہفتے کے بزنس ٹور پر تھا اور صبح ہی واپس لوٹا تھا۔ دعا اسے سرپرائز دینے اس کے بنگلے میں چلی آئی۔ ملازم کی معرفت وہ اپنے کمرے میں تھا' دعا دبے پاؤں اس کے روم کی جانب چل پڑی۔ دروازہ کھلا تھا' دعا اندر قدم رکھنے ہی والی تھی کہ اپنا نام سن کر رک گئی۔

"یہ لڑکیاں ہوتی ہی ایسی ہیں' اب میں تمہیں اپنی نیو گرل فرینڈ دعا کی بات بتاتا ہوں' جس کی نظر میں محبت وحبت کوئی معنی نہیں رکھتی' پیسا ہی سب کچھ ہے۔" وہ ٹہلتے ہوئے فون پر کسی سے مخاطب تھا۔

"اور میری نظر میں ایسی لڑکیوں کی کوئی اہمیت نہیں' دعا ان لڑکیوں میں سے ہے جو محض پیسے کی خاطر اپنی عزت لٹانے سے بھی گریز نہیں کرتیں اور میں بہت جلد اس سے اپنا مطلب نکال کر کوئی نئی تتلی کی تلاش کروں گا۔" وہ نجانے اور بھی کیا کہہ رہا تھا وہ دھواں دھواں چہرہ لیے اپنی جگہ کھڑی رہی۔ اسے اپنا آپ زمین میں دھنستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ دعا کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

وہ پورا ہفتہ بخار میں دہکتی رہی' وہ ہمیشہ پیسہ کو ضرورت ہی کی بناء پر اہمیت دیا کرتی تھی۔ اب وہ اتنی بھی سطحی قسم کی لڑکی نہ تھی کہ محض پیسہ کے لیے اپنی عزت داؤ پر لگا دیتی اور یہی بات اسے پورا ہفتہ ڈسٹرب کرتی رہی۔

❁.....❁.....❁

بخار تین دن پہلے اتر چکا تھا لیکن وہ پھر بھی کمرے میں بند رہی' اس دن کے بعد شاہ رخ سے قطع تعلق کر چکی تھی اس کے علاوہ ہنسنا مسکرانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس نے گھر میں کسی کو کچھ نہیں بتایا۔

"دعا....." وہ لان میں گم صم بیٹھی تھی جب مما کی آواز پر چونکی۔

"جی مما!" مدیحہ بیگم نے اپنی بیٹی کو بغور دیکھا جو مرجھایا ہوا سرسوں کا پھول لگ رہی تھی۔

"اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" مما نے اس کے بال سہلاتے ہوئے دریافت کیا۔

"میں ٹھیک ہوں مما!" وہ بمشکل مسکرا پائی۔

"میں کچھ دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں تم کچھ اپ سیٹ ہو" انہوں نے کھوجتی نگاہوں سے دعا کو دیکھا تو گھبرا گئی۔

"نہ..... نہیں مما! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ آپ کہیں جا رہی ہیں؟"

"ہاں میں آپا کی طرف جا رہی ہوں۔" خالہ رضیہ کا سن کر دعا کے چہرہ پر اک سایہ سا آ کر گزرا پھر سنبھل کر بولی۔

"کیوں..... خیریت مما!"

"نہیں' آپا کو بہت تیز بخار ہے' صبح فون کیا تو نومی سے پتا چلا سوچا ذرا دیکھ آؤں پھر تمہارے پپا کے ساتھ گاؤں جانا ہے۔ ان کے ماموں کا انتقال ہو گیا ہے' تعزیت کے لیے جانا ہے۔"

"کیا زیادہ طبیعت خراب ہے؟" دعا خالہ کا سن کر فکر مندی سے بولی۔

"ہاں! نومی کافی پریشان تھا نوفل بھی گھر پر نہیں ہے' وہ کمپنی کی طرف سے شہر سے باہر گیا ہے۔"

"میں بھی چلوں' آپ کے ساتھ۔" زبان سے نجانے کیسے پھسل گیا۔ جس سے مدیحہ بیگم پل بھر کے لیے حیران ہوئیں پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

❁.....❁.....❁

چار دن ہو گئے تھے اسے وہاں رہتے ہوئے جب دعا مما کے ساتھ آئی تھی تو خالہ کی طبیعت کافی ناساز تھی۔ جس کو دیکھتے ہوئے دعا رک گئی ویسے بھی مما اور پپا کو آؤٹ آف سٹی جانا تھا اکیلے گھر پر کیا کرتی کالج بھی آف تھا۔

اب وہ چھوٹے لیکن صاف ستھرے کچن میں کھڑی خالہ کے لیے دلیہ بنا رہی تھی۔

"لیجیے خالہ! میں دلیہ بنا لائی' اب پتا نہیں کیسا بنا ہے کیونکہ مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا۔"

"اچھا ہی بنا ہوگا کیونکہ میری بیٹی نے خود اپنے ہاتھوں سے جو بنایا ہے۔" اس کے ہاتھ سے باؤل لیتے ہوئے بولیں۔ "وہ دونوں کالج گئے کیا؟"

"جی.....!"

"تم بھی کیا سوچتی ہوگی کہ گھر میں کام نہیں کیا یہاں خالہ کے گھر کتنے کام کرنا پڑ رہے ہیں۔"

"ارے نہیں خالہ جان! میں ایسا نہیں سوچتی۔" وہ پل بھر میں شرمندہ ہو گئی۔

قدیم طرز کے بنے اس چھوٹے سے مکان کے صحن میں بستر لگائے سب میٹھی نیند سو رہے تھے لیکن اس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی' آسمان پر تارے ٹمٹما رہے تھے اس نے ایک نظر ساتھ سوئی ہوئی چھٹکی پر ڈالی جو پُرسکون میٹھی نیند کے مزے لے رہی تھی۔

"یہ لوگ کتنے خوش ہیں اپنی اس زندگی میں' بے فکر زندگی' اتنی مہنگائی کے باوجود بھی صبر و شکر کرتے ہیں اور میں....." سرد آہ بھرتے ہوئے نظر آسمان کی جانب موڑلی کہ "اس گھر کو کتنی حقارت سے دیکھا کرتی تھی لیکن اب مجھے اس گھر میں کوئی بھی برائی نظر نہیں آ رہی حتیٰ کہ یہ وہی گھر ہے جس سے مجھے ہمیشہ چڑ رہتی تھی۔ کیا میں بدل رہی ہوں؟" اس نے چونک کر شروع سے لے کر اب تک کا جائزہ لیا۔ "ہاں میں بدلنے لگی ہوں لیکن....."

مین گیٹ کی بیل ہوئی تو وہ چونک گئی اور ادھر ادھر نظر دوڑائی تو سب مزے سے سو رہے تھے آہستگی سے اٹھی اور دروازہ کھول دیا۔

"السلام علیکم نوفل بھائی!" وہ جو اس کے سائے سے بھی دور بھاگ جانا چاہتا تھا' اسے دیکھ کر حیرت کا زبردست جھٹکا لگا۔

"و..... وعلیکم السلام!" اسے دیکھتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھا پھر نظر صحن میں سوتے ہوئے بہن بھائیوں پر پڑی تو سستی سے چلتا ہوا ان کے قریب آیا۔ جھک کر پہلے چھٹکی پھر نومی کی پیشانی پر بوسہ دیا کبھی اتنے دنوں کے لیے دور جو نہیں گیا تھا پھر قدم ماں کے بستر کی طرح بڑھا لیے۔ یہی عمل وہاں بھی کیا اور پھر ایک نظر پاس کھڑی دعا کو دیکھا اور قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیئے' دعا بھی اس کے پیچھے لپکی۔

"کھانا کھائیں گے.....؟" جس سے مزید حیران ہوا اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں' مجھے بھوک نہیں شکریہ! آپ جا کر سو جائیے۔"

حیرت پر قابو پاتے وہ سرد لہجہ میں بولا تو دعا حیران رہ گئی وہ تو ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ وہ کتنا بدل چکی ہے لیکن یہاں تو وہ بھی بدل چکا تھا' جس کی آنکھوں میں اسے ہمیشہ جگنو نظر آتے تھے آج ان ہی آنکھوں میں ناگواریت کے تاثرات نظر آ رہے تھے' وہ سر ہلاتی اپنے بستر میں آ گئی۔

ابھی اس کی آنکھ لگی ہی تھی کہ کچن سے آتی آوازوں سے اس کی نیند ٹوٹ گئی اور اٹھ کر کچن کی جانب چل پڑی تو سامنے نوفل تو اچولہے پر رکھے روٹی بیل رہا تھا' جسے دیکھ کر دعا کا منہ کھلا رہ گیا۔

"ارے واہ نوفل بھائی.....! آپ روٹی بنانا جانتے ہیں۔ کب سیکھی آپ نے؟" بیلن پر تیزی سے چلتے ہاتھ

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیکھتے ہوئے وہ بولی۔

"بچپن سے..... جب امی بیمار پڑ جاتی تھیں تو میں ہی کوکنگ کیا کرتا تھا۔"

"واہ آپ کو کوکنگ بھی آتی ہے۔" حیرت سے آنکھیں مزید پھیل گئیں۔

"ہاں....." مختصر سا جواب دے کر کھانا ٹرے میں رکھا اور کمرے کی جانب چل دیا لیکن دروازے پر دعا کھڑی تھی۔

"آپ ہٹیں گی راستے سے' پلیز....." دعا بجلی کی تیزی سے سائیڈ پر ہوگئی اور وہ باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی دعا نے چائے کے لیے چولہے پر برتن رکھا' دس منٹ بعد وہ چائے کا کپ لے کر اس کے کمرے میں گئی۔

"یہ چائے....." نوفل کھانا کھا چکا تھا اور شرٹ اتار کر سونے ہی لگا کہ وہ کمرے میں چلی آئی' جس سے اس کا موڈ بگڑ گیا۔

"سوتے وقت کون چائے پیتا ہے؟" وہ شرٹ دوبارہ پہن کر انتہائی ناگوار لہجہ میں بولا۔ جس سے وہ سٹپٹا گئی۔

"میں نے سوچا کہ آپ تھکے ہوئے ہیں تو چائے....."

"آپ کو میری فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' ہاں میں تھکا ہوا ضرور ہوں لیکن مجھے چائے کی نہیں نیند کی ضرورت ہے' سمجھیں آپ....." اور وہ اپنے آنسو ضبط کیے باہر نکل گئی۔ کچن میں چائے رکھ کر بستر پر لیٹ کر پھر اپنے آنسو روک نہ پائی اور تکیہ بھگوتی رہی پھر نجانے کس پہر اس کی آنکھ لگ گئی۔

دعا کا غرور ٹوٹنے میں صرف ایک پل لگا اور وہ کانچ کی طرح بکھر گئی تھی اب جب کہ وہ سنبھل رہی تھی تو ایک طوفان اور اس کی راہ تک رہا تھا۔ جو اس کی زندگی بدلنے والا تھا۔

❁.....❁.....❁

وہ جتنے دن بھی وہاں رہی نوفل کا رویہ سرد ہی رہا۔ جسے دیکھ کر وہ نئے سرے سے ہرٹ ہو جاتی۔ اسے نوفل کا نظر انداز کرنا اور روڈ لہجہ پریشان کرتا رہا تو وہ مزید وہاں ٹھہر نہ سکی' ویسے بھی خالہ اب بہتر ہو چکی تھیں سو وہ گھر چلی آئی گھر آ کر بھی بار بار نوفل کے رویہ پر کڑھتی رہی' وہ خود بھی نہ جان پائی کہ اس کے ساتھ یہ سب کیوں ہو رہا ہے' کیوں؟ نوفل کا یہ رویہ ایک آنکھ نہیں بھا رہا۔ جیسے جیسے وہ سوچتی ویسے ہی وہ الجھ جاتی لیکن پھر بھی اس احساس کو کوئی نام نہ دے سکی۔

دن تیزی سے گزرتے جا رہے تھے اور ان دنوں میں نوفل کی شادی ماہا سے طے ہوگئی کیونکہ چچا اصغر اور ان کی اہلیہ حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن اس سے پہلے وہ بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔ نوفل کی شادی کا سن کر دعا سرے سے بے چین ہوگئی۔ پھر بھی سمجھنے سے قاصر رہی کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟

نوفل کی مہندی کی رات کو گھر کو دلہن کی طرح سجایا گیا۔ گھر میں ہی چھوٹا سا فنکشن رکھا گیا۔ سفید کرتا شلوار اور ہلکی بڑھی ہوئی شیو میں نوفل کی شخصیت مزید جاذب نظر آ رہی تھی۔ دعا ایک کونے میں بیٹھی اسے تکے جا رہی تھی۔ مہندی کی رسم شروع ہوئی تو دعا کو شدید گھبراہٹ کا احساس ہوا اور وہ وہاں سے اٹھ گئی اور بے دھیانی میں چلتی ہوئی نوفل کے کمرے میں قدم رکھ دیا۔ پہلے تو وہ پریشان ہوئی کہ وہ یہاں کیسے؟ لیکن جب غور سے اطراف میں دیکھا تو حیران رہ گئی کمرہ مہنگے فرنیچر' پردوں اور معیاری کمپنی کے الیکٹرانکس اشیاء سے بھرا پڑا تھا۔ اسپلٹ اے سی بھی دیوار کے وسط میں فٹ کیا گیا تھا۔ ہر چیز کو تکتی ہوئی' نظر کے سامنے قد آور ڈریسنگ ٹیبل میں اپنے عکس پر پڑی تو حیران رہ گئی۔ وہ رو رہی تھی آنسو بند توڑ کر آنکھوں سے بہتے چلے جا رہے تھے اور اسے خبر تک نہ ہوئی۔

"یہ کیا.....؟ میں رو رہی ہوں لیکن میں کیوں رو رہی ہوں؟" وہ الجھی۔

"کیونکہ تمہیں نوفل سے محبت ہوگئی ہے۔" اس کے دل نے دہائی دی تو وہ اپنی جگہ ساکت رہ گئی' کئی لمحے تو بل

دعا کاظمی

السلام علیکم! میری پیاری بہنو اور دوستو! کیا حال ہیں جناب! ہم تو اے ون فرسٹ کلاس ہیں۔ میرا اسم گرامی دعا کاظمی ہے۔ ہم چھ بہن بھائی ہیں تین بہن اور تین بھائی' میرا نمبر آخری ہے۔ اس لیے گھر بھر کی لاڈلی ہوں۔ میں سیکنڈ ایئر کی طالبہ ہوں اور آج کل آٹھویں کلاس سے پڑھنا شروع کیا۔ میرا خواب وکیل بننے کا ہے ایک دوست نے کہا تھا دعا تم وکیل بننا۔ تو پہلے اس کا خواب تھا اب میرا بھی (بہنوں اور دوستوں دعا کرنا میں ایک دوست کا خواب پورا کر سکوں) کھانوں میں مجھے پالک گوشت' پکوڑے' رول جو بھی سامنے آئے وہ کھا جاتی ہوں۔ کوکنگ کرنا آتی ہے مگر کوئی کرنے نہیں دیتا کہ ابھی تم چھوٹی ہو۔ شہروں میں کاغان' مری' سوات اور اپنا اسلام آباد۔ رنگوں میں سرخ اور سفید بہت پسند ہے۔ موسم بہار اور بارش میں بھیگنا بہت اچھا لگتا ہے۔ دوستوں میں یوں تو بہت ساری ہیں مگر دل کی ایک ہی دوست ہے نام اس کا لکھ نہیں رہی سب کو پتا چل جائے گا۔ اب میں اپنی خامیوں کے بارے میں بتا دوں غصہ کم کرتی ہوں اور جب آ جائے تو آگے آپ سمجھ جائیں۔ (ہاہاہاہا) اعتبار بہت جلد کر لیتی ہوں جس سے فائدہ بہت ہوتا ہے۔ بے پروائی میں سب سے آگے ہوں۔ اچھا اب خدا حافظ۔ قارئین سے گزارش ہے کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ہی نہ پائی۔

"کیا میں واقعی نوفل سے..... او میرے خدایا! یہ مجھ سے کیا ہو گیا' اتنے دنوں سے میں جس کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہی تھی' آج مجھ پر انکشاف ہو رہا ہے کہ میں نوفل سے محبت کرنے لگی ہوں۔" وہ وہیں کارپٹ پر ڈھیر ہوگئی۔ دعا کو لگا کہ کمرے کی ہر چیز اس پر ہنس رہی ہو' اس کا مذاق اڑا رہی ہو۔

اگلے روز کمرے میں بند اپنی کوتاہیوں پر ماتم کرتی رہی اور وہ کسی اور کا شوہر ہو گیا۔ اب سوائے پچھتاوے کے کچھ باقی نہ رہا۔

❁.....❁.....❁

ادھر ماہا نوفل کی دلہن بن کر آ گئی اور نوفل شادی کے چند روز بعد ہی امریکہ چلا گیا۔ اس نے کافی عرصے سے ایک معروف کمپنی میں جاب کے لیے اپلائی کر رکھا تھا۔

❁.....❁.....❁

وہ یونیورسٹی سے لوٹی تو خالہ مما کے ساتھ محو گفتگو تھیں۔

"السلام علیکم!" مشترکہ سلام کرتی وہ خالہ کے گلے لگ گئی۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"شکر ہے اس اللہ کا' میری بیٹی ٹھیک ہے۔"

"جی! آپ کی دعاؤں سے....." کہتے ہی وہ سوفے پر ٹک گئی۔

"مدیحہ! ہماری دعا تو کافی بدل گئی ہے پہلے کی نسبت....." سلیقہ سے سر پر بندھے ہوئے اسکارف فل آستین والے کپڑے دیکھ کر بولیں۔

"ہاں آپا۔"

"خالہ گھر میں سب ٹھیک ہیں نومی' چھٹکی وغیرہ....." اس نے خود پر سے توجہ ہٹائی ان لوگوں کی۔

"ہاں! اللہ کا بڑا کرم ہے۔"

"آپا! ماہا کی سنائیں وہ ٹھیک نہیں تھی پچھلے دنوں۔"

"ہاں' اب تو خیر سے امید سے ہے' بس سائے کی طرح اس کے پیچھے بھاگنا پڑتا ہے اس حالت میں ذرا سی بھی بے پروائی ٹھیک نہیں۔" خالہ اپنی ہی دھن میں بول رہی تھیں اور دعا کو وہاں بیٹھنا محال ہو گیا۔

"میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" کہتے ہی وہ کمرے میں چلی گئی۔

"تو گویا اب تم باپ بننے جا رہے ہو۔" تصور میں اس سے مخاطب ہوئی۔ "مبارک ہو نوفل!" اس نے اداسی سے کہا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

ماہا اپنے میکے میں تھی اور بھائی کے بیٹے کے ساتھ ادھر اُدھر بھاگ دوڑ رہی تھی۔ سب کی روک ٹوک کے باوجود بھی نہ رکی اور پھر اچانک بھاگتے ہوئے گر پڑی۔ فوراً اسپتال لے جایا گیا لیکن وہ جاں بر نہ ہوسکی اور موت کی آغوش میں چلی گئی۔

تب نوفل بیوی کی وفات پر پورے چھ ماہ بعد پاکستان آیا اور کچھ دن بعد واپس لوٹ گیا۔ تقریباً سال گزرا تو اپنی فیملی کو بھی اپنے پاس بلالیا۔ وہاں نوفل کے کام محنت اور لگن کو سراہتے ہوئے مزید ترقی ملتی چلی گئی۔ اب نوفل کا اپنا بڑا گھر اور گاڑی تھی' دولت کی ریل پیل تھی۔ بہن بھائی کو بھی اعلیٰ تعلیم دلوائی' آج وہ ایک کامیاب انسان تھا۔

رمضان شروع ہونے میں صرف تین دن باقی تھے' سب رمضان کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ عید کی شاپنگ میں بھی مصروف تھے۔ چھٹکی دعا کو زبردستی شاپنگ مال لے آئی' نا چاہتے ہوئے بھی دعا کو ان کے ساتھ جانا پڑا۔ جب دل کی نگری ہی ویران ہو تو اس دنیا کی رونق بھی بے معنی سی ہوکر رہ جاتی ہے کوئی لطف' کوئی سرور باقی نہیں رہتا۔

''دعا پہلے سے بہت خاموش طبیعت کی ہوگئی ہے۔'' دونوں بہنیں لان میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں' جب آپا نے پوچھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں آپا! بس سوشل ورک میں مصروف رہنے کی وجہ سے ایسی ہوگئی ہے۔''

''یہ تو اچھی بات ہے کہ دعا دکھی انسانیت کی خدمت کرتی ہے اور کرنی چاہیے۔'' پھر کچھ توقف کے بعد بولیں۔ ''مدیحہ پہلے بھی میری خواہش تھی کہ دعا میرے گھر کی بہو بنے لیکن قسمت میں ایسا نہ تھا اب میں اپنی اس خواہش کی تکمیل چاہتی ہوں' دعا مجھے دے دو مدیحہ.....!'' بڑی آس سے بہن کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بولیں۔

''ارے آپا! کیسی باتیں کررہی ہیں' دعا آپ کی ہی بیٹی ہے۔'' مدیحہ بیگم خوش ہوکر بولیں۔ ''لیکن مجھے آپ تھوڑا وقت دیں' میں ندیم اور دونوں لڑکیوں سے پوچھ کر ان شاء اللہ مثبت جواب دوں گی۔''

''ہاں کیوں نہیں' بس جواب ہاں میں ہونا چاہیے' میں نے کہہ دیا بس.....'' آخر میں وہ مان سے بولیں۔

ادھر اُدھر کی باتوں کے درمیان بیٹھے بٹھائے آپا کے سینے میں درد اٹھا تھا انہیں فوراً اسپتال لے جایا گیا۔ جہاں ڈاکٹر نے مکمل معائنہ کے بعد آئی سی یو میں شفٹ کردیا۔ ان کو انجائنا کا اٹیک ہوا تھا۔ چھٹکی اور نومی کا رو رو کر بُرا حال تھا۔ مما' وردہ اور دعا ان دونوں کو سمجھانے کی کوشش کررہے تھے۔

چھٹکی نے بھائی کو فون پر ماں کی حالت کے بارے میں بتادیا تھا۔ نوفل تمام کام چھوڑ چھاڑ کر پاکستان دوڑ آیا۔

خالہ ابھی بھی آئی سی یو میں تھیں۔ دعا نے مما کی طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے انہیں گھر بھجوادیا۔ وردہ آپی ننھے صارم کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لیے گھر چلی گئیں۔ ندیم صاحب ڈاکٹر سے ملنے گئے تو نومی بھی ساتھ ہولیا۔ چھٹکی دعا کے کندھے سے لگی بے آواز آنسو بہارہی تھی اور وہ اسے دلاسا دیتے ہوئے اس کا سر تھپتھپاتی رہی کہ جب اچانک چھٹکی اسے چھوڑ کر کوریڈور کی جانب بھاگ پڑی۔ دعا نے مڑ کر دیکھا تو دل دھڑکنا بھول گیا۔ آنکھوں پر فریم لیس چشمہ لگائے چہرے پر حد درجہ سنجیدگی کے ساتھ فکر و پریشانی کے ملے جلے تاثرات لیے وہ شخص اس کے سامنے کھڑا تھا جس کو دیکھنے کے لیے اس کی آنکھیں چھ سال سے ترس رہی تھیں۔

چھٹکی بھائی کے گلے لگی بچوں کی طرح رو رہی تھی اور وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چپ کروا رہا تھا۔ اتنے میں ندیم صاحب اور نومی بھی ڈاکٹر کی ٹیم کے ساتھ وہاں آگئے۔ نومی کا بھی بھائی کو دیکھ کر صبر کا پیمانہ چھلک گیا اور وہ بھی بھائی کے کندھے پر سر رکھ کر سسک پڑا۔

بہن بھائی کی یہ محبت مثالی تھی اگر نوفل نے انتھک محنت کرکے اپنے بہن بھائی کو باپ بن کر پالا' اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی تو وہ دونوں بھی اسے باپ جیسا درجہ دیتے ہوئے اس کی عزت کرتے اور جان چھڑکتے تھے۔ نوفل دونوں کو چپ کروا رہا تھا' جب ڈاکٹر آ کر بولا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں' اب آپ کی والدہ خطرے سے باہر ہیں اور آپ لوگ ایک ایک کرکے ان سے مل سکتے ہیں۔" ڈاکٹر کے کہتے ہی تینوں کی جان میں جان آئی دعا بھی اللہ کا شکر ادا کرتے کمرے میں چلی گئی اور وہ باری باری ماں کو دیکھنے لگے۔

❁.....❁.....❁

رمضان المبارک کا آج چھٹا روزہ تھا۔ خالہ تین دن پہلے مکمل صحت یاب ہوکر گھر آ چکی تھیں۔ نوفل جو ماں کی طبیعت کا سن کر دوڑا چلا آیا تھا۔ اب واپسی کی تیاری کر رہا تھا' وہ جانتا تھا کہ یہ لوگ ابھی نہیں جانا چاہتے اور وہ یہاں رک نہیں سکتا لیکن رضیہ ایسا نہیں چاہتی تھیں وہ بیٹے کی دلہن کو ساتھ لے جانا چاہ رہی تھیں اس لیے انہوں نے بیٹے سے بات کرنے کی ٹھان لی اور نوفل کو اپنے کمرے میں طلب کرلیا۔

"جی امی!" وہ پاس رکھے سوفے پر بیٹھ گیا۔

"یہاں میرے پاس بیٹھو۔" وہ بیڈ پر جگہ بنا کر بولیں۔

"لیجیے' بیٹھ گیا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"دیکھو نوفل! تمہاری سرگرمیوں سے میں بے خبر نہیں ہوں اور یہاں میری زندگی کا کچھ بھروسا نہیں۔"

"یہ آپ کس طرح کی باتیں کر رہی ہیں امی!" نوفل ماں کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"میری بات تو سن لے' پھر تیری بھی سن لوں گی۔" جس سے وہ خاموش ہوگیا۔ دعا خالہ کے لیے سوپ لائی تو اندر نوفل کو بیٹھے دیکھ کر دروازے پر ہی رک گئی۔

"زندگی کا کچھ پتا نہیں' آج ہے کل نہیں۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد تم تینوں کے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں تم تینوں کی خوشیاں دیکھ سکوں۔ اس لیے میں چاہتی ہوں پہلے تمہاری شادی کروں اور اس سلسلے میں میں نے تمہارے لیے مدیحہ سے دعا کو مانگ لیا ہے۔" وہ جو سوچ رہی تھی کہ اندر جائے یا نہیں کیونکہ نوفل پہلے کی نسبت زیادہ روڈ اور سنجیدہ ہوگیا تھا اور چہرہ پر چٹان جیسی سختی۔ دعا ہمت نہ کر پائی اس سے بات کرنے کی۔ اب بھی وہ اسی کشمکش میں تھی کہ خالہ کی بات سن کر اس کا دل زور سے دھڑکا۔

"کیا.....؟" ماں کی بات پر اسے سو واٹ کا کرنٹ لگا۔ "امی! آپ مجھ سے پوچھے بغیر کیسے فیصلے کرسکتی ہیں۔"

"کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم نے میرے کسی بھی فیصلہ کی مخالفت نہیں کی لیکن....."

"مجھے آپ کے اس فیصلے پر اعتراض ہے۔" نظریں چراتے ہوئے بولا۔

"کیوں..... آخر کیا کمی ہے دعا میں۔" انہوں نے خشمگیں نظروں سے بیٹے کو گھورا۔

"اس میں کوئی کمی نہیں ہے البتہ آپ جس سے کہیں گی' جہاں کہیں گی میں وہیں شادی کروں گا لیکن دعا سے نہیں۔" دوٹوک لہجے میں بولا اور دعا اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔

"یہی تو میں بھی جاننا چاہتی ہوں اگر کوئی کمی نہیں ہے تو کیوں انکار کر رہے ہو؟ کیا میں یہ بات نہیں جانتی کہ تم دعا سے محبت کرتے ہو۔ بولو نوفل کیا نہیں کرتے تم.....؟" اس سوال کا جواب تو دعا بھی جاننا چاہتی تھی وہ جو اتنا بدل گیا ہے' کیا اس کی محبت بھی بدل گئی ہے؟

"ہاں امی!" توقف کے بعد وہ بولا۔ "میں اس سے بے غرض محبت کرتا ہوں' کل بھی کرتا تھا اور آج بھی کرتا ہوں۔" خلاء میں گھورتے ہوئے کہا۔ "لیکن..... میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی' محبت بھی کرتے ہو اور شادی بھی نہیں کروگے۔" ماں کو بیٹے کی بات پر تعجب ہوا۔

انوشہ ارمان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ کیوں کیسا محسوس ہوا' لگ رہا ہے نا کہ میں ایک بہت ہی اچھی بچی ہوں مجھے بھی کبھی ایسا ہی لگتا ہے لیکن جلد ہی سب یہ غلط فہمی دور کردیتے ہیں' ارے ٹھہریئے میرا نام تو سن لیں' جی جناب میرا نام ہے انوشہ ارمان۔ میرا اسٹار Tarras ہے' اسٹارز پر تب یقین رکھتی ہوں جب پورا ہفتہ اچھا گزرے۔ زندگی کے تین کام ہیں' کھانا' سونا اور عبادت کرنا۔ بی اے میں ہوں فرینڈز بہت ساری ہیں' ہزار بھی کہوں تو غلط نہیں ہوگا کیونکہ میں فرینڈز بنانے کی بہت شوقین ہوں۔ میری دوستوں میں سمعیہ' ثمن' زینب' ثمینہ' شمائلہ' صالحہ' مدیہ' فہدیہ' بینش' ریحانہ وغیرہ ہیں۔ کھانے میں بریانی اور قورمہ بہت پسند ہے۔ پرفیوم سب ہی اچھی لگتے ہیں۔ نقلیں بہت اتارتی ہوں بقول میری امی کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ ہر وقت ہنستی رہتی ہوں' پریشان رہنا بالکل اچھا نہیں لگتا۔ کبھی کبھی غصہ آتا ہے تو بہت زیادہ آتا ہے۔ زندگی میں صرف دو لوگوں کی باتوں کا جواب نہیں دیا ایک اپنے ابو کو اور ایک اپنی فرینڈ ثمینہ کو۔ آدھی جان' جسم میں اور آدھی آنچل میں ہے' کوئی ڈائجسٹ آنچل کا مقابلہ نہیں کرسکتا' آنچل پڑھنے والوں کے لیے صرف ایک ہی پیغام ہے اپنی زندگی سے جھوٹ ختم کردو تو دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔

"آپ کو یاد ہے امی ایک بار آپ میرے لیے دعا کا ہاتھ مانگنے آئی تھیں لیکن آنٹی نے یہ کہہ کر اس رشتہ سے معذرت کی تھی کہ دعا ابھی پڑھنا چاہتی ہے جب کہ امی ایسا کچھ نہ تھا' دعا کو ہمارے غریب ہونے پر' میری پچیس ہزار کی نوکری پر اعتراض تھا۔" دروازے کی اوٹ میں کھڑی دعا ٹھٹک گئی۔ "آج بھی اس کے الفاظ مجھے اچھی طرح یاد ہیں اس نے کہا تھا۔ "دامن دیکھ کر جھولی پھیلانی چاہیے" اور آج میرا دامن اتنا کشادہ ہے کہ میں دعا جیسی سیکڑوں لڑکیوں کو افورڈ کرسکتا ہوں۔ اب میں پچیس ہزار کمانے والا نوفل نہیں رہا' ہاں البتہ پچیس ہزار ڈالر ضرور کمانے والا نوفل ہوں۔"

"لیکن اب وہ بہت بدل گئی ہے بیٹا!" خالہ نے اپنی بھانجی کا دفاع کرنا چاہا۔

"انسان جتنا چاہے مرضی بدل جائے مگر اپنی فطرت نہیں بدلتا۔" وہ دوٹوک بولا۔ "اس کے علاوہ آپ جس سے کہیں گی' اسی سے شادی کروں گا۔ میں جانتا ہوں وہ آپ کی بھانجی ہے اور آپ کو بہت عزیز ہے لیکن میں آپ کی یہ خواہش پوری نہیں کرسکتا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ پھر بولا۔ "میں اب تھکنے لگا ہوں امی! اب مجھے ذہنی سکون چاہیے' آپ میرے لیے ایسی لڑکی ڈھونڈیں جو میری محبت کو سمجھے' جو میری محبت کے بدلے میں محبت دے نا کہ ایسی لڑکی جس کے لیے صرف میں محض پیسہ کمانے والی مشین بن جاؤں' جسے مجھ سے نہیں صرف پیسے سے محبت ہو۔"

دعا کو لگا کہ کسی نے آسمان سے اٹھا کر زمین پر لا پھینک دیا ہو۔ سوپ ٹھنڈا ہوچکا تھا۔ باؤل کچن میں رکھ کر اپنے روم میں چلی آئی اور تکیہ میں منہ چھپا کر شدت سے رو پڑی۔

"تو کیا اب آپ مجھ سے بدلہ لیں گے نوفل! آٹھ سال پہلے میں نے آپ کو ٹھکرا دیا تھا اور آج..... جب کہ مجھے آپ سے شدید محبت ہوگئی ہے تو آپ نے مجھے اپنانے سے انکار کردیا ہے۔" کئی گھنٹے وہ کمرے میں روتی رہی۔

❁.....❁.....❁

سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے اور وہ سب سے بے نیاز ہوکر آسمان پر چمکتے چاند کو تکے جا رہا تھا۔ جب دعا ڈھونڈتے ہوئے چھت پر آ گئی' کئی گھنٹے رونے کے بعد دل کچھ ہلکا محسوس ہوا تو نوفل کے دل میں جو اس کے لیے ملال تھا اسے دور کرنے چلی آئی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

نوفل ہنوز چاند کو دیکھنے میں مصروف تھا کہ اسے دعا کے آنے کی خبر تک نہ ہوئی۔

"آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو....." وہ جو اپنی دھن میں تھا اس کی آواز پر چونکا۔ رونے کی وجہ سے آنکھیں سوج گئی تھیں۔ آنسو ابھی بھی گالوں سے روانی سے بہہ رہے تھے۔

"بہت امیر ہوگئے ہیں آپ' جو دعا جیسی سیکڑوں لڑکیوں کو افورڈ کرسکتے ہیں لیکن یہ دعا جو آپ کے سامنے کھڑی ہے نا' اسے نہیں۔ کیونکہ یہ دعا اگر پیسوں کی پجاری ہوتی تو آج کئی بے سہارا لڑکیوں کی شادیاں' بے سہارا بچوں اور بوڑھوں کے لیے ادارہ بنا کر ان کی ضروریات پوری نہ کررہی ہوتی۔" وہ بولتی جارہی تھی اور وہ ہونقوں کی طرح بس تکے جارہا تھا۔

"آپ کے ذہن میں جو میرا تصور ہے نا' اسے ختم کردیں کیونکہ اب میں پہلی والی دعا نہیں ہوں جو کبھی پیسوں کو اہمیت دیا کرتی تھی۔ سب ٹھیک کہتے ہیں کہ میں بدل گئی ہوں اور مجھے بدلنے والے بھی آپ ہیں' سنا آپ نے....." آخر میں وہ چیخی۔

"جو مجھے بدل کر خود بھی بدل گیا' آپ میرے وہ نوفل نہیں ہیں جس سے مجھے محبت ہوئی تھی' جس سے..... اپنے دل سے میں ہار گئی تھی۔" دعا نے نفی میں سر ہلایا جب کہ وہ حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا چلا گیا۔

"میرا نوفل کہیں کھو گیا ہے اور اس وقت جو نوفل کھڑا ہے وہ میرا نوفل نہیں ہے۔" کہتے ہی وہاں سے بھاگ گئی اور وہ اپنی جگہ گم صم کھڑا رہا۔

❁.....❁.....❁

اس رات کے بعد دونوں کا آمنا سامنا نہ ہوا۔ اب دعا بھی محتاط رہنے لگی تھی۔ اس رات اسے نوفل کی باتوں نے کافی ہرٹ کیا تھا۔ پہلے سے زیادہ مصروف رہنے لگی تھی۔

انتیسواں روزہ تھا۔ ٹی وی لاؤنج میں یہی بات زیرِ غور تھی کہ عید کل ہوگی یا پرسوں۔ سب کی نظریں ٹی وی پر تھیں پھر طویل انتظار کے بعد نیوز کاسٹر نے بریکنگ نیوز دی۔

"شوال کا چاند نظر آگیا ہے لہٰذا کل پورے پاکستان میں عید ہوگی۔"

عید کا سنتے ہی ہر کسی کا چہرہ کھل اٹھا۔

"چاند رات مبارک ہو سب کو۔" نومی خوشی سے چلایا تو چھٹکی کو بھی مہندی کی فکر ستانے لگی۔

"چلیں ورده آپی! مہندی لگوانے پارلر چلتے ہیں۔"

"ہاں چلو!" آپی نے ننھے صارم کو ماما کے حوالے کیا اور دعا سے بولی۔

"چلو دعا! تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

"نہیں آپی! مجھے نہیں لگوانی مہندی ویندی' آپ لوگ جائیں۔ میں عشاء کی نماز کے بعد سونا چاہتی ہوں' آپ لوگ انجوائے کریں۔" مسکرا کر کہا اور اپنے روم کی جانب چل پڑی لیکن ندیم صاحب کے ساتھ بیٹھے نوفل کی نظر نے دور تک اس کا تعاقب کیا۔

❁.....❁.....❁

دعا ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ نوفل دستک دے کر اندر آگیا۔ جس سے وہ تھوڑا گھبرا گئی۔

"آپ..... کچھ چاہیے آپ کو؟" نوفل نے بغور اس کا چہرہ دیکھا جو رونے سے سرخ ہورہا تھا۔

"ہاں! تم مہندی لگوانے کیوں نہیں گئیں؟" دعا اس کے سوال پر حیران ہوئی۔

"میری مرضی....."

"کیوں؟ تمہاری کیوں مرضی؟" وہ اس کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے بولا۔ جس سے دعا دو قدم پیچھے ہٹی۔

"آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے یہ سوال کرنے والے؟" دعا مزید پیچھے ہٹی اور دیوار سے جا لگی۔ نوفل اس کے اتنے قریب آکھڑا ہوا کہ اس کی سانسوں کی تپش دعا کو اپنے چہرہ پر محسوس ہورہی تھی۔

"میں کون ہوتا ہوں تمہارا؟ یہی کہنا نا تم نے.....؟" دونوں ہاتھ دیوار سے ٹکا کر بولا۔

"میں وہ ہوں دعا جس کا سکون برباد کردیا ہے تم نے' میں وہ ہوں جس کو تم نے بہت ستایا ہے۔ میں وہ ہوں جو تم سے محبت کرتے کرتے پتھر کا ہوگیا اور اپنا آپ کھو بیٹھا' بہت دکھ دیئے ہیں تم نے مجھے....."

"میں نے دکھ دیئے ہیں آپ کو.....؟" نوفل کو پیچھے ہٹاتے ہوئے بولی۔ "کتنی آسانی سے سارے الزامات مجھ پر تھوپ دیئے آپ نے۔" طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر آگئی۔ "بڑے دعوے کرتے تھے مجھ سے محبت کے تو پھر شادی کیوں کی تھی آپ نے' نوفل میں نے نہیں آپ نے بھی مجھے پل پل تڑپایا ہے' یاد ہے آپ کو جب میں خالہ کی وجہ سے آپ کے ہاں رہی تھی' کتنا ہرٹ کیا تھا آپ نے' جتنے دن بھی وہاں رہی میرا رہنا مشکل کردیا تھا آپ نے....." آنسو ابھی بھی روانی میں بہتے چلے جارہے تھے۔

"محبت کے دعوے دار مجھ سے تھے اور شادی ماہا سے کی آپ نے۔ مانتی ہوں کہ مجھے آپ سے محبت نہیں تھی لیکن پھر جب مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ میں بھی آپ کی محبت میں گرفتار ہوچکی ہوں۔ تب بہت دیر ہوچکی تھی آپ کی شادی ہورہی تھی اور میں چاہ کر بھی کچھ نہ کرپائی اور آپ کسی اور کے ہوگئے۔" وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔ دعا کے کیے جانے والے انکشافات نے اسے خوش گوار حیرتوں میں مبتلا کردیا۔

"آٹھ سال میں اپنی محبت کو کھو دینے پر ماتم کرتی رہی۔" وہ بہتے آنسو بے دردی سے پونچھتے ہوئے بولی۔

"لیکن اب' پرسوں آپ واپس جارہے ہیں جائیے میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ اس سے بھی زیادہ ترقی کریں۔ جہاں بھی رہیں خوش رہیں اور آپ ایسی لڑکی سے شادی کیجیے گا جو آپ کی محبت کے بدلے ڈھیر ساری محبت دے۔" کہتے ہی وہ رکی نہیں اور پلٹ گئی۔

"ٹھیک کہا تم نے....." اس کی آواز پر دعا رکی لیکن پلٹی نہ تھی جب کہ نوفل سست روی سے چلتا ہوا اس کے نزدیک آیا اور دعا کا چہرہ بغور دیکھا۔ جہاں آنسو ابھی بھی روانی سے بہہ رہے تھے' کچھ دیر بغور دیکھنے کے بعد ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسوؤں کو قیمتی موتیوں کی طرح انگلی کی پوروں سے چن لیا۔ دعا نے حیران ہوکر نوفل کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں وہی چمک تھی' جو کبھی دعا کو دیکھتے ہی آجاتی تھی۔

"بالکل ٹھیک کہا تم نے' میں ایسی ہی لڑکی سے شادی کروں گا' جو میری محبت کے بدلے ڈھیر ساری محبت دے گی۔" وہ دعا کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر بولا۔

"بولو دعا..... دو گی نا' مجھے ڈھیر ساری محبت۔" جواباً وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر رو پڑی کچھ دیر اسی طرح روتی رہی پھر جب قربت کا احساس ہوا تو بجلی کی تیزی کی طرح پیچھے ہٹی۔ آنکھیں شرم سے جھک گئیں۔

اس کی اس ادا پر نوفل نثار ہوگیا' دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"بولو دعا.....!" ہاتھ پر دباؤ ڈالتے ہوئے بولا۔

"ہاں....." وہ اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کراتے ہی باہر بھاگ گئی۔ دعا کو ایسا محسوس ہورہا تھا کہ کسی نے اسے تپتی دھوپ میں گھنا سایہ فراہم کردیا ہو اور نوفل یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کی مسافتیں ختم ہوگئی ہیں' آگے کی زندگی بے حد خوب صورت اور ڈھیر ساری خوشیاں لانے والی ہے۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

یہی تو عید ہے

سویرا فلک

طوفان میں کشتی کو کنارے بھی ملتے ہیں
جہاں میں لوگوں کو سہارے بھی ملتے ہیں
دنیا میں سب سے پیاری ہے زندگی
کچھ لوگ زندگی سے بھی پیارے ملتے ہیں

''امی جلدی آئیں' شنو خالہ کا فون ہے اسلام آباد سے۔'' مریم ریسیور ہاتھ میں تھامے چلا رہی تھی۔

''آرہی ہوں بھئی! تم ذرا کچن میں جا کر پلاؤ دیکھ لو چاول بیٹھ نہ جائیں اور کباب تلنے رکھے ہیں وہ بھی اتار لو۔'' امی نے ہدایتیں دیتے ہوئے مریم سے ریسیور لیا تو وہ کچن کی جانب چل دی۔

''میں تو ٹھیک ہوں آپا جان! آپ کہیے آج کیسے چھوٹی بہن کو یاد کرلیا۔ آپ تو لگتا ہے شادی کرکے بیرونِ شہر نہیں بیرونِ ملک چلی گئی ہیں۔ بس میں ہی فون کروں تو کروں۔ واہ! تو بڑی زبردست خبر سنائی آپ نے۔ ہم تو بچوں کو یاد بھی نہ ہوں گے' چھوٹے سے تو تھے آخری بار جب آئے تھے اب تو ماشاءاللہ جوان ہوگئے ہوں گے۔'' مریم جو پلاؤ کو دم لگا کر آچکی تھی۔ دلچسپی سے ماں کی گفتگو سننے لگی گو کہ اسے دوسری جانب کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی تاہم ماں کے لہجے کا جوش و خروش اور اندازِ گفتگو اس نوک جھونک کا لطف لینے کے لیے کافی تھا۔

''ہائے آپا! کیسی غیروں والی باتیں کررہی ہو۔

بچے میرے نہیں ہیں کیا؟ اور ہاں میں کہہ دیتی ہوں' منصور بھائی اپنے کام نمٹاتے' چاہے جب آتے رہو۔ بچوں کو تو اسی ہفتے روانہ کردو۔ ائے تم سنے دو بس' میں خود ہی منصور بھائی سے بات کرلوں گی۔ بس اب سیٹ کنفرم کرکے مجھے فون کردینا۔ ہاں ٹھیک ہے' میں رکھتی ہوں' منصور بھائی کو سلام کہنا۔ اللہ حافظ!'' امی کے فون رکھتے ہی مریم نے گویا سوالوں کی بوچھاڑ کردی۔

''امی! کنول اور فرحان بھائی آرہے ہیں کیا؟ عید ہمارے ساتھ منائیں گے نا' کب تک پہنچ رہے ہیں؟''

''ارے لڑکی! باؤلی ہوگئی ہے کیا؟ ذرا دم تو سادھ لے۔'' امی نے مریم کو گھر کا تو وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی۔ امی نے اسے نظر انداز کرکے تفصیل بتانا شروع کردی۔

''ہاں! آرہے ہیں میرا بھانجا بھانجی! آپا اور بھائی بھی ہمارے ساتھ عید کریں گے مگر جاب کی مصروفیات کے باعث ذرا دیر سے پہنچیں گے۔ بچوں کی البتہ اس بار رمضان میں چھٹیاں ہوگئیں تو اس لیے کراچی آرہے ہیں۔ اب تم جلدی سے صفائی ستھرائی اور ضروری کاموں سے فارغ ہوجاؤ' ورنہ موج مستی میں لگ کر سارے کام ادھورے چھوڑ دوگے۔ مجھا کیلی جان اور موئی ماسی کے سر پر۔'' اتنی اچھی خبر سن کر مریم کا دل بھی خوشی اور جوش سے بھر گیا۔ اس نے فوراً ناراضگی بھلا کر امی کے گلے میں باہیں ڈال دیں۔

''میری پیاری امی! آپ بالکل فکر نہ کریں۔ میں ہوں ناں آپ کی بیٹی کم اسسٹنٹ! میرے ہوتے ہوئے آپ کوئی ٹینشن نہ لیں۔ بس آپ حکم کرتی جائیں اور بندی اس کی تعمیل میں لگ جائے گی۔'' امی نے مسکرا کر دیکھا اور ماتھا چوم ڈالا۔

''خوش رہ میری بچی!''

❁ ..... ❁ ..... ❁

شنو خالہ امی کی ایک ہی بہن تھیں جو شادی کے بعد اسلام آباد شفٹ ہوگئیں۔ امی جوڑوں کے درد کے باعث لمبے سفر سے قاصر ہوگئیں تو شنو خالہ اپنی جاب اور بچوں کی تعلیمی مصروفیات کے سبب طویل عرصے سے بہن سے ملنے نہ آپائیں۔ قسمت سے اس سال تعلیمی اداروں میں رمضان المبارک کے ماہ میں چھٹیاں ہوئیں تو شنو خالہ نے اس چانس کو مس نہ کرتے ہوئے عید بہن کے ساتھ کراچی میں منانے کا فیصلہ کیا۔ بچے بھی چھوٹے پن میں کراچی آئے تھے تو اس بار یہ سفر ان کے لیے دلچسپی کا باعث تھا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

''سرمد بیٹا! اب بند کرو یہ کمپیوٹر' آپا نے تین بجے کا ٹائم بتایا تھا اور اب سوا دو ہورہے ہیں۔ بچے پہنچ گئے تو انجان شہر میں پریشان ہوجائیں گے۔'' امی نے کوئی چوتھی بار آکر اسے ٹوکا تو اس نے مجبوراً کمپیوٹر آف کیا۔

''ارے امی! پاکستان میں کوئی کام وقت پر ہوا ہے کیا' دیکھیے گا فلائٹ لیٹ ہوجائے گی اور مجھے کون سا میچنگ' میک اپ اور جیولری سے لدنا ہے بس شاور لے کر ڈریس اپ ہونا ہے۔'' سرمد نے مریم پر چوٹ کی جو آدھے گھنٹے سے اپنے بالوں کو ہیئر ڈرائر سے سیٹ کرنے میں لگی ہوئی تھی۔

''اچھا جناب! اور یہ شہر کے جابجا سگنل' بے ہنگم ٹریفک جام' وہاں سے کیا تم طلسمی ٹوپی پہن کر نکل جاؤ گے؟'' مریم کہاں ہار ماننے والی تھی۔

''تم چپ رہو' دو کانوں والی بلی! مجھے خوب پتا ہے کہ تم نے شاپنگ کی پوری لسٹ بنا رکھی ہوگی اور

www.paksociety.com

اپنے ساتھ اس بے چاری کنول کی بھی درگت بناؤ گی اس بار۔" سرمد نے اسے گھورا۔

"ہاں تو میں اسے بھرپور انجوائے کرواؤں گی اور تمہارے جیسے نخرے باز بھائی کی منتیں بھی نہیں کرنی پڑیں گی اور نہ دوستوں کے بہانے سننے پڑیں گے۔ اب میری کزن میرے ساتھ ہوگی اور بائی داوے تم کیا فرحان بھائی کے ساتھ گھر میں لڈو کھیلو گے۔ شو مارنے کے لیے تم بھی تو انہیں گاڑی میں لے کر گھومتے رہو گے بلکہ تم بائیک پر جانا' میں اور کنول گاڑی میں جائیں گے کیونکہ کنول کو تو ڈرائیونگ بھی آتی ہے۔"

"ارے اب بس بھی کرو' میں کب سے کہہ رہی ہوں کہ دیر ہو رہی مگر میری اولاد کی تو لن ترانیاں ہی ختم نہیں ہو رہیں۔" اب کی بار امی کی غصہ بھری آواز ابھری تو دونوں بھیگی بلی بن کر بغلیں جھانکنے لگے۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

"بچو! اب سو جاؤ' صبح سحری میں اٹھنا ہے کہ نہیں؟" امی نے لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف چاروں کو کچن سے ہی آواز لگائی۔

"اوکے امی! ہم لوگ سونے جا رہے ہیں' شب بخیر۔" مریم نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر فرحان' سرمد کے کمرے میں اور کنول مریم کے کمرے میں آ گئے۔

"ویسے تو کل امی اٹھا دیں گی مگر میں پھر بھی احتیاطاً سحری کے وقت کا الارم لگا دیتی ہوں۔ کل پہلا روزہ ہے' رکھنا ضروری ہے نا۔" مریم نے موبائل میں الارم سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

"پہلا ہی کیوں؟ رمضان المبارک کے تو سب ہی روزے رکھنے ہم پر فرض ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ شب قدر اور جمعۃ الوداع کے روزوں کو خاص فضیلت حاصل ہے۔" کنول نے متانت سے کہا تو جانے کیوں مریم گھبرا گئی۔

"ہاں ہاں بھئی بحیثیت مسلمان یہ معلومات مجھے بھی ہیں مگر کیا تم نہیں جانتی کہ میں بی ایس سی کر رہی ہوں۔ کالج میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل کا بھی بوجھ ہوتا ہے اور پھر اوپر سے یہ روزے..... میں چھٹی والے دن اور اہم روزے ضرور رکھتی ہوں۔"

"مریم یہی تو اصل امتحان ہے کہ ہم اپنے معمولاتِ زندگی جاری رکھتے ہوئے' کس طرح اپنے ربّ کی خاطر بھوک پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور پھر زبان سے اف بھی نہیں کرتے۔ روزے تو سارے ہی اہم ہیں مگر فضیلت والے روزوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے اور اپنی رحمتیں اور برکتیں سمیٹنے کا موقع دیتا ہے۔ تمہیں کہیں میری باتیں بُری تو نہیں لگ رہیں؟" کنول نے مریم کو مسلسل خاموش پا کر پوچھا تو وہ چونک کر بولی۔

"ا..... ے نہیں! بھلا اس میں بُرا ماننے والی کیا بات ہے میرے خیال میں اب ہمیں سو جانا چاہیے ورنہ صبح وقت پر اٹھ نہیں پائیں گے۔"

"اوکے شب بخیر!" کنول سمجھ گئی کہ مریم اس موضوع پر مزید بات کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔ اس لیے وہ بھی اس کے برابر میں لیٹ گئی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

"اور سناؤ مریم! کیا ہو رہا ہے آج کل؟ سنا ہے تمہاری کوئی کزن محترمہ آئی ہوئی ہیں اسلام آباد سے۔ خوب مزے ہو رہے ہوں گے؟" سارہ نے ڈائی گرام پر شیڈنگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے یار! کیا خاک مزے ہیں' مجھے تو لگتا ہے

سیما محمد عارف

سب سے پہلے آنچل کے تمام اسٹاف' رائٹرز اور قارئین کو محبتوں بھرا اسلام! امید ہے آپ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی اور اپنی زندگی کو بھرپور طریقے سے انجوائے کر رہی ہوں گی۔ اب آتے ہیں اپنے تعارف کی طرف تو جناب میرا نام سیما محمد عارف ہے۔ "واہ" سے میرا تعلق ہے جو کہ ایک خوب صورت چھوٹا سا صاف ستھرا شہر (کینٹ ایریا) ہے۔ تاریخ پیدائش 5 مئی 1993ء ہے۔ اسٹار ثور ہے لیکن اسٹارز پر بالکل یقین نہیں ہے۔ ایجوکیشن FSC تک ہے۔ FSC کے ایگزامز کے فوراً بعد 9 ستمبر 2011ء کو شادی ہوگئی۔ شوہر کا نام محمد عارف ہے۔ جو انجینئر ہیں اور اسلام آباد میں جاب کرتے ہیں۔ ہم تین بہنیں اور تین بھائی ہیں' گھر میں میرا نمبر چوتھا ہے۔ ابو کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔ میرے ابو میرے آئیڈیل شخصیت ہیں۔ ابو کی وفات کے بعد قدم قدم پر اپنے ابو کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ خصوصاً اپنی شادی کے موقع پر ابو کی بہت کمی محسوس ہوئی۔ میری امی گھریلو خاتون ہیں۔ ان کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ ان کی اولاد ان کی زندگی میں کامیاب ہو جائے۔ اللہ میری امی کو سلامت رکھے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ آمین ثمہ آمین۔ خیر اب آتے ہیں' پسند ناپسند کی طرف سب سے پہلے رنگوں کی بات ہو جائے تو مجھے بلیک اور بلیو کلرز پسند ہیں۔ لباس میں لانگ شرٹ اور ٹراؤزر پسند ہے۔ گرمیوں کا موسم بے حد پسند ہے۔ مجھے کھانے میں آئس کریم اور بریانی پسند ہے۔ تنہائی پسند ہوں۔ صاف گو لوگ بے انتہا پسند ہیں۔ دکھ دینے والے اور منافق لوگوں سے شدید نفرت ہے۔ مجھے وہ بندہ سخت ناپسند ہے جو میری نجی زندگی میں دخل دے۔ میری سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ میں ہر ایک پر بہت جلد اعتبار کر لیتی ہوں۔ پاکستانی ڈرامے پسند ہیں۔ فلمیں اور گانے سننے کا بالکل شوق نہیں۔ پڑھنے کا بے حد شوق ہے ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب میرے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ شاپنگ کرنے کا بے حد شوق ہے اور وہ بھی کپڑوں کی۔ جیولری میں انگوٹھیاں پسند ہیں۔ گھریلو کام بالکل پسند نہیں لیکن کرنے تو پڑتے ہیں۔ آخر میں تمام بہنوں سے ایک درخواست ہے کہ انسان کا کردار سب کچھ ہوتا ہے۔ اپنے کردار کو ہمیشہ پاکیزہ رکھیں اور کبھی جذبات میں کوئی فیصلہ نہ کریں بلکہ یاد رکھیں کہ عورت ایک نازک شیشہ ہوتا ہے۔ اگر ایک سفید بے داغ دوپٹے میں ذرا سا داغ لگ جائے تو وہ رگڑ کر دھونے سے اتر جاتا ہے مگر اپنا نشان چھوڑ جاتا ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ۔

کہ کوئی بڈھی روح رہتی ہے کنول کے اندر' ہر وقت اسلامی حکایات و فلسفہ بیان کرتی رہتی ہے۔ اب کوئی نماز پڑھے' روزے رکھے تو ہی مسلمان ہوتا ہے کیا؟ وہ مجھے ایسے ٹریٹ کرتی ہے جیسے کہ میں اسلام کے بارے میں کچھ جانتی ہی نہیں یا میں مسلمان نہیں ہوں۔" مریم سخت چڑی ہوئی تھی۔

"اوہو تم تو بُرا پھنسیں پھر' ویسے جب ہی میں کہوں تم اس سال اتنی پابندی سے روزے کیسے رکھ رہی ہو۔" سارہ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"کیا کریں یار! خاندان کا معاملہ ہے' اب کچھ دنیا داری کے لیے بھی تو کرنا پڑتا ہے ورنہ کل کو پورے خاندان میں میرے بارے میں جانے کیا کیا کہتی پھرے گی۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" سارہ کو مریم کی بے چارگی پر واقعی ترس آ رہا تھا۔ سچ تو ہے' دوہم مزاج لوگوں میں ہی دوستی ہوتی ہے۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

"سرمد! تم نہیں چل رہے تراویح پڑھنے؟" فرحان وضو کر کے آیا تو اسے کمپیوٹر پر کام کرتا دیکھ کر اس کے پاس چلا آیا۔

"یار! آج ذرا مجھے کچھ ضروری کام ہے آفس کا' رپورٹ تیار کرنی ہے' کل میٹنگ ہے اسی لیے آج

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں نہیں جاسکوں گا۔ آئی ہوپ تم مائنڈ نہیں کرو گے؟'' سرمد نے مصروفیت ظاہر کرنے کے لیے مستقل کی بورڈ کا استعمال جاری رکھا یا شاید اسے جھوٹ بولنے کی وجہ سے نظریں چرانا پڑ رہی تھیں۔

''ارے نہیں بھائی! اس میں مائنڈ کرنے نہ کرنے کی کیا بات ہے۔ بات تو ثواب کی ہے' مجھے تو بس اتنا افسوس ہے کہ آج تم ثواب سے محروم رہ جاؤ گے۔ اگر تم تھوڑا سا وقت تراویح کے لیے نکال لو تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ کیا ہم اپنے اللہ کے لیے تھوڑی سی قربانی نہیں دے سکتے اور اللہ سبحان تعالیٰ کے وعدے کے مطابق روزہ صرف اسی کے لیے ہے اور وہی اس کا اجر دے گا۔ تو اگر صرف ایک اس ماہ میں ذرا سا صبر اور سختی برداشت کرنے کے بدلے ہمیں ڈھیر سا اجر و ثواب سمیٹنے کا موقع مل رہا ہے تو ہم اسے ضائع کیوں کریں؟'' فرحان کی اس بات پر سرمد کچھ نہ بول پایا' بس زبردستی مسکرا دیا۔

''اب میں چلتا ہوں' بعد میں بات کریں گے' دیر ہو رہی ہے۔'' فرحان نے جواباً مسکراتے ہوئے سر پر ٹوپی پہنی اور اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گیا' اسی اثناء میں فون کی گھنٹی بجی۔

''ہیلو سرمد! از ہیئر!'' سرمد نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

''اوہو بادشاہو! آپ ہیں ادھر۔ میں تو سمجھا آپ بڑے آدمی ہوگئے ہیں' یار سچ بتانا تیرے اسلام آباد والے کزن نے کیا جادو کر دیا ہے تم پر' نا ایس ایم ایس آرہے ہیں نا Yahoo! پر اسٹیٹس آن ہے اور فیس بک پر بھی کسی میسج کا جواب نہیں دے رہا۔ یار! تو ناں پرانے دوستوں کو بھول گیا ہے قسم سے۔'' حماد حسب عادت نان اسٹاپ شروع ہوگیا تو سرمد کو اسے ٹوکنا پڑا۔

''تیری بک بک ختم ہوگئی ہو تو میں بولوں کچھ۔''

''ہاں شہزادے ارشاد تے حکم۔'' حماد اسی ترنگ میں تھا جب کہ سرمد کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

''مت پوچھو یار! میں کس عذاب میں مبتلا ہوں۔ میرا وہ کزن فرحان! پورا مولوی ہے' بغیر داڑھی والا مولانا! ٹی وی نہ دیکھو' چیٹنگ نہ کرو' ایس ایم ایس میں وقت برباد نہ کرو۔ موصوف کو تبلیغ کے علاوہ کوئی دوسرا کام ہی نہیں۔ آج بڑی مشکل سے آفس کے کام کا بہانہ کرکے جان چھڑائی ہے۔ ایک تو مارکیٹنگ کی جاب کے ساتھ روزے' پھر مروت کے مارے پوری بیس رکعات تراویح بھی پڑھنی پڑتی ہے۔''

''تو یار آج آزاد ہے۔ تُو آجا میرے گھر' شطرنج کی بازی کھیلیں گے۔ فریش ہوجائے گا۔ ایاز اور ناصر بھی یہیں ہیں۔ وہ بھی یہی شکوہ کر رہے ہیں کہ تُو بالکل بھول گیا ہے ہمیں۔''

''ارے نہیں یار! دوستوں کو بھول سکتا ہوں' بس پندرہ منٹ میں پہنچتا ہوں۔'' سرمد نے فون بند کرکے واش روم کا رخ کیا اور عقبی دروازے کے پیچھے کھڑی کنول سوچنے لگی۔

''انسان' انسان کو نہیں بھولتا' اپنے رب کو بھول جاتا ہے۔''

❁.....❁.....❁

''فرحان یار! آجاؤ' کل اتوار ہے اسی لیے میں یہ سی ڈیز لے آیا یہ تو ایکشن مووی ہے' مریم اور کنول کو پسند نہیں آئے گی' رات میں لگالیں گے' یہ البتہ فیملی مووی ہے۔'' سرمد نے سی ڈی پلیئر آن کرتے ہوئے کہا۔

''سرمد! تم یہ سی ڈیز کیوں لائے ہو؟'' فرحان نے پوچھا۔

ریشماں

ڈیئر قارئین! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ جی فرمایئے کیسے ہیں آپ سب لوگ؟ ٹھیک ٹھاک خوش باش' راضی باضی' لگتا ہے کچھ زیادہ ہی خوش نظر آرہے ہیں۔ اچھا جی میں آپ کو اپنا تعارف کرواتی ہوں۔ میرا نام ریشماں ہے میری تاریخ پیدائش 5 اگست 1991ء ہے' میری تعلیم انٹر ہے۔ ہم چار بہن بھائی ہے۔ میرا نمبر دوسرا ہے بھائی جو کہ سب سے چھوٹا ہے وہ 7th کلاس کا اسٹوڈنٹ ہے لیکن بہت شرارتی ہے۔ ہماری کاسٹ بھٹی ہے۔ ہم صوبہ پنجاب کے ایک چھوٹے سے شہر فورٹ عباس میں رہائش پزیر ہیں۔ خدا اور رسول کی ذات پر بھروسا کرتی ہوں جو مدد مانگتی ہوں اس کی ذات سے ہی مانگتی ہوں۔ جو پوری خالق کائنات کا مالک ہے۔ جو سب کی توبہ قبول کرتا ہے اس کے علاوہ میں اپنے والدین اور بھائی بہنوں سے بہت محبت کرتی ہوں۔ میری پسندیدہ ڈش قورمہ' کڑاہی گوشت اور بریانی اس کے علاوہ سوئٹ ڈش میں کسٹرڈ اور گاجر کا حلوہ بہت پسند ہے۔ پھلوں میں کینو' آم' انگور' اور انار بہت پسند ہیں اور میرے پسندیدہ کلر ریڈ' پنک اور وائٹ ہے۔ ڈریس میں فراک' چوڑی دار پاجامہ' ساڑھی اور لمبا دوپٹا پسند ہے لیکن پہنتی نہیں صرف شلوار قمیص اور لمبا دوپٹا۔ ڈزائننگ کے ساتھ کڑھائی سلائی خود کرتی ہوں۔ کیسی لگیں یہ میری سب چیزیں' ان پسندیدہ چیزوں کے ساتھ ہی میں بہت خوش مزاج اور ہنس مکھ ہوں۔ فی الحال تو میں اپنی تعریف کرنا پسند نہیں کرتی (اپنے منہ میاں مٹھو) خط پڑھ کر آپ کو خود ہی اندازہ ہوجائے گا کہ میں کیسی ہوں' مجھے غصہ بالکل بھی نہیں آتا اگر آتا ہے تو تھوڑے سے وقت کے لیے۔ غصے میں کوئی بات بولوں تو مجھے ہنسی آجاتی ہے اور فوراً غصہ دور ہوجاتا ہے۔ میری دوست بھی بہت ساری ہیں سب کے ساتھ خوب ہنسی مذاق اور خوب باتیں ہوتی ہیں۔ ان کے نام شاہین' زرینہ' آسیہ' فوزیہ' عرشیہ' خزینہ' معافی' تسلیم' فرزانہ اس کے علاوہ اور بھی بہت ساری دوست ہیں جن کے نام ابھی نہیں لکھے۔ سب کے ساتھ ایک سا رویہ اپنائی ہوں۔ بہنوں کے ساتھ بھی بہت اٹیچ ہوں۔ دوستوں کی طرح رہتی ہوں ہر بات ایک دوسرے سے شیئر کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تنہائی پسند بھی ہوں۔ 26 نومبر 2010ء میں میری شادی صوبہ سندھ کے شہر حیدر آباد میں ہوئی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ آنچل تو میں شادی سے پہلے بھی پڑھتی تھی لیکن اتنا حوصلہ نہیں بڑھا کہ میں بھی آنچل کی ایک رائٹر بنوں لیکن اب ذرا قدم اور قلم دونوں کو اٹھایا ہے ہر ماہ آنچل کی رائٹرز کے بارے میں خطوط پڑھتی ہوں تو دل چاہتا ہے کہ میرا نام بھی آنچل کے خوب صورت اور پیارے پیارے صفحوں کی زینت بنے۔ اب آتی ہوں آنچل رائٹر کی تعریف کی طرف کہ آنچل کا ہر صفحہ بہت خوب صورت الفاظ کے ساتھ زیب تن ہوتا ہے۔ اس لیے میں ان تمام قاری اور تمام رائٹرز کی تعریف کرنا چاہوں گی جو لکھتی ہیں اور بہت اچھا لکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمت اور طاقت دے کر ہر ماہ نئے اور اچھے الفاظوں کے ساتھ آنچل کو سجاتی سنوارتی رہیں۔ میں آپ کے لیے دعائیں کرتی رہوں گی کہ اللہ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

''دیکھنے کے لیے یار! کل چھٹی ہے' ویسے تو چھٹی والے دن میں روزہ سو کر گزارتا ہوں مگر تم آئے ہو تو سوچا فلم انجوائے کرلیں' ٹائم جلدی پاس ہوجائے گا۔''

''سوری سرمد! میں اور کنول مووز نہیں دیکھیں گے اور میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ بھی اس خرافات سے دور رہو۔ روزہ کا وقت عبادت کرکے گزارو' ویسے بھی عام دنوں میں تمہیں صحیح سے اذکار کا وقت نہیں ملتا تو چھٹی کا صحیح فائدہ اٹھاؤ دوست!'' فرحان نارمل انداز میں کہہ کر چلا گیا اور سرمد کا موڈ ایک بار پھر سخت آف ہوگیا۔

❁.....❁.....❁

''کنول! مجھے شاپنگ کرنی ہے' چلو گی؟'' مریم نے سیارہ پڑھتی کنول سے پوچھا تو اس نے ہاتھ کے

اشارے سے چند ثانیے خاموش رہنے کے لیے کہا پھر آیت ختم کر کے اس کی جانب متوجہ ہوگئی۔

"ہاں ضرور ویسے کون سے شاپنگ سینٹر جارہی ہو؟ میں نے تو کراچی کے بازاروں کے نام بہت سن رکھے ہیں' طارق روڈ' زمزمہ' پارک ٹاور' گلف' جوبلی مارکیٹ' جامع کلاتھ اور جانے کون سے مینا اور ٹینا بازار!"

"واہ بھئی بڑی معلومات کر رکھی ہیں' بے فکر رہو' میں تمہیں سارے بازار دکھاؤں گی کیونکہ میں خود رمضان میں سارے شاپنگ سینٹر گھومتی ہوں۔ ایک فیشن اور ورائٹی کا پتا چلتا ہے' دوسرے عید سیزن میں ونڈو شاپنگ اور بازار کی رونق دیکھنے کا اپنا ہی الگ مزہ ہے۔" مریم بہت خوش تھی' آج اس نے کنول میں پہلی بار لڑکیوں والی کوئی بات محسوس کی تھی ورنہ اسے لگتا تھا کہ وہ کوئی تلاوت و قرأت سکھانے والی استانی ہے جو سپارہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ بچوں کو دینی تعلیم بھی دیتی ہے۔

"ہاں یہ تو ہے' میں مگر اصل تیاری عید سے قبل شعبان میں کر لیتی ہوں ورنہ ٹیلرز اور دکان داروں کے نخروں سے نمٹنے کے لیے بہت انرجی ویسٹ کرنا پڑتی ہے۔ اچھا ہم لوگ شام میں چلیں گے نا تاکہ ذرا تمہارے شہر کے فوڈ اسٹریٹس کے ذائقے بھی تو چکھ سکیں۔" کنول کی دلچسپی اور شوق دیکھ کر مریم کا موڈ بھی خوش گوار ہوگیا تھا۔

"آف کورس' ڈیئر کزن! میں نے دھوپ اور حبس میں اپنا کمپلیکشن خراب نہیں کرنا۔"

"ہاں..... ناں بالکل! پارلر سے اتنے مہنگے فیشلز کرانے کا کیا فائدہ پھر عید والے دن جلا بُسا چہرہ لے کر گھومنا پڑے گا۔" کنول نے کہا تو مریم خوش دلی سے مسکرادی۔

"اچھا سنو! عصر کا وقت ہونے والا ہے پھر افطاری کی تیاری میں لگ جائیں گے تو سپارہ ادھورہ جائے گا۔ نصف پارہ رہ گیا ہے' اجازت ہو تو جلدی سے ختم کرلوں پھر افطاری کے بعد وہ عید والا فیشن میگزین بھی لے کر بیٹھیں گے۔" کنول نے وال کلاک پر نظر ڈالتے ہوئے کہا تو مریم خجل سی ہوگئی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو کنول! قرآن پاک کے سلسلے میں مجھ سے اجازت لے کر مجھے گناہ گار مت کرو پلیز۔" اس کی شرمندگی پر کنول نے اس کی خجالت مٹاتے ہوئے وضاحت کی۔

"ڈیئر! میرا ایسا کوئی مقصد نہیں تھا' بس ایسے ہی برائے بات کہہ دی تھی۔ ہم بہنیں باتوں میں مگن ہوگئی تھیں تو مجھے خیال آیا کہ کہیں ہم لیٹ نہ ہوجائیں اور خالہ بے چاری کو افطاری نہ بنانا پڑ جائے۔ آج تو اتوار ہے' تمہارا اور سرمد بھائی کا بھی روزہ ہوگا۔"

"نہیں جناب! چھٹی نہیں بھی ہوتی تو بھی روزہ ہوتا کیونکہ مجھے اپنی پیاری کزن کی ناراضی سے ڈر لگنے لگا ہے۔" مریم آج کنول سے خوب گھل مل گئی تھی تو چھیڑ چھاڑ کر گئی مگر کنول اس کی بات سن کر یک دم سنجیدہ ہوگئی۔ اس نے توبہ کر کے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"معاذ اللہ مریم! تم میرے لیے روزہ رکھ رہی ہو۔ میں تمہیں کیا دوں گی؟ تم مجھ سے ڈر رہی ہو' مجھ سے تم کیا پاؤ گی؟ میری ناراضی یا رضامندی تمہیں کیا دے گی؟ ڈیئر سسٹر! جب تم ایک اچھا کام کر رہی ہو تو اپنی نیت کو بھی تو خالص رکھو' روزہ اس کے لیے رکھو جو تمہیں اس کا اجر دے گا۔ ڈرو اس سے' جس سے ہمیں ڈرنا چاہیے تاکہ ہم ہر دنیاوی خوف سے آزاد ہوجائیں۔ پروا کرو تو اس کی ناراضی کی جس کی

رضا سے کائنات کا لمحہ لمحہ ہے اگر میں کسی کو لغزش سے بچا سکتی ہوں تو کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ تم تو خود اپنے پیارے دل کی مالک ہو' تم کسی انسان کو ڈوبنے سے بچانے کی کوشش نہیں کرو گی' اگر تم تیرا کی جانتی ہو۔ یقین جانو میں تمہیں خود سے کم تر یا کم علم نہیں جانتی' میں بھی بس محبت اور فرض نبھا رہی تھی۔ اگر تمہیں میری کسی بات سے دکھ یا تکلیف پہنچی ہو تو میں اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔" کنول اس کے جھکے ہوئے چہرے کو دیکھ کر پریشان ہو رہی تھی اور مریم جو اس کے بارے میں ذرا دیر پہلے یہ سوچ رہی تھی کہ "لو پھر شروع ہوگیا ان کا وعظ" کنول کے آخری جملوں پر چونک اٹھی۔

"نہیں کنول! مجھے اور شرمندہ مت کرو۔ اللہ نے مجھے گمراہی سے بچانے کے لیے تمہیں ایک فرشتہ بنا کر بھیجا اور میں نادان تمہاری پُرخلوص کاوش اور دوستی کو پہچان نہ سکی۔ میرا وعدہ ہے کہ میں آج سے پوری کوشش کروں گی کہ میرا ہر عمل قرآن و سنت کی روشنی اور احکامات کے مطابق ہو' تم بھی یہی دعا کرنا کہ اللہ مجھے ثابت قدم رکھے۔"

کنول نے مریم کے ہاتھ تھام لیے۔ یہی سوچ کر کہ شاید اب وقت آیا ہے' آج مریم نے اس کی باتوں کو سنجیدگی سے سنا تھا۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

"ارے فرحان! یہ تم اتنی ساری سی ڈیز کہاں سے لے کر آئے ہو؟" سرمد سوفے پر لیٹا کوئی میگزین پڑھ رہا تھا' دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کی جانب نگاہ کی تو فرحان کے ہاتھ میں چار پانچ سی ڈیز دیکھ کر حیران رہ گیا۔

"بازار سے لے کر آیا ہوں' اب تم جلدی سے اپنا ڈی وی ڈی سیٹ کرو پھر دونوں مل کر دیکھیں گے۔ اب کچھ دن کا تو ساتھ ہے پھر میں چلا جاؤں گا۔ سوچا تمہارے ساتھ وقت گزارنے کا اس سے اچھا طریقہ کوئی نہیں ہے۔"

فرحان بات مکمل کر کے ٹی وی لاؤنج کی جانب بڑھ گیا تو سرمد بھی اس کے پیچھے چلا آیا۔ اس کی حیرانی عروج پر تھی جب کہ فرحان اتنا ہی بے نیاز اور نارمل تھا۔

"کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔ میرے

معروف و ہر دلعزیز مصنفہ
راحت وفا
کا نیا ناول
ایک تھی نیناں
نرم و نازک جذبات و احساس پر مبنی تحریر
خوب صورت طباعت و جلد سازی کے ساتھ شائع ہوگیا ہے
علم و عرفان پبلشرز..... لاہور

WWW.PAKSOCIETY.COM

خیال میں جناب خود بھی اپنی ایکٹنگ سے تنگ آگئے ہیں۔ رعب جھاڑنے کے لیے بھرم دکھا رہے تھے۔ ڈھونگ رچا رہے تھے مولوی بننے کا۔ میں بھی تو جھانسے میں نہیں آیا۔ آخر لے ہی آئے فلمیں۔" سرمد مسلسل سوچے جا رہا تھا۔ فرحان نے ٹی وی اسکرین آن دیکھی تو کیس میں سے سی ڈی نکال کر پلیئر میں لگادی۔

"چلو Play کرو۔"

"نام تو بتادو بھئی بھائی سے کیسا سسپنس!" سرمد نے آنکھ دباتے ہوئے سوفے سے ٹیک لگادی۔

"تم خود ہی دیکھ لو۔" فرحان نے بھی فلور کشن سنبھال لیا۔

"سی ڈی آن ہوگئی اور اسپیکر کے ذریعے آواز کمرے میں پھیلنے لگی۔

"ہم اپنے سفر کا آغاز وہیں سے کریں گے جہاں سے اس زمین کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام نے شروعات کی۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں آدم علیہ السلام کو اتارا گیا۔" سی ڈی آگے بڑھ رہی تھی۔ "یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے قیام کیا تھا یہ کوہ طور ہے' جہاں موسیٰ علیہ السلام اپنے ربّ سے ہم کلام ہوتے تھے۔" سی ڈی چل رہی تھی اور ساتھ ساتھ سرمد کے دل و دماغ میں بھی کچھ چل رہا تھا۔ کیا.....؟ یہ سوال خود سے پوچھنے کی اسے فرصت نہیں تھی' وہ بالکل محو ہو چکا تھا۔

سی ڈی ختم ہوئی تو اس نے خود ہی Rewind کا بٹن دبا دیا آخر کار فرحان نے ہی اس جمود کو توڑا۔

"کیسی لگی سی ڈی؟"

"یہ تمہیں کہاں سے ملی؟ مجھے تو آج تک ایسی کوئی چیز نہیں ملی۔" سرمد نے خالی خالی نظروں سے سوال کیا۔

"وہیں سے جہاں سے تم سی ڈیز خریدتے ہو مگر شاید وہاں بنے ہوئے اسلامی سی ڈیز کے شیلف کی جانب تم گئے ہی نہیں کیونکہ تمہیں اس کی تلاش ہی نہیں تھی۔ منزل پر پہنچنے کے لیے راستے پر تو چلنا پڑتا ہے اور راہوں میں پتھروں کے ساتھ ساتھ سرسبز گھاس بھی بچھی ہوتی ہے۔"

فرحان نے متانت سے کہا تو سرمد اٹھ کر اس کے گلے لگ گیا' اس کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"تم میرے خیر خواہ بنے' روشنی اور چھاؤں کو ہمراہ لیے میرے اردگرد رہے مگر میں آنکھیں ہوتے ہوئے بھی اندھا بن گیا مگر شاید جو شے تم مجھے دکھانا چاہتے تھے اس کے لیے آنکھوں کی روشنی نہیں' روحانیت کی' بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"بس میرے بھائی! صبح کا بھولا اگر شام کو گھر لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔" فرحان کے ہاتھوں نے مضبوطی سے سرمد کی پشت کو تھام لیا' سرمد کے دل میں ٹھنڈک اتر گئی۔

❁ ..... ❁ ..... ❁

"کنول بیٹی! ادھر آؤ۔" کنول نماز پڑھ کر اٹھی تو امی نے اسے کمرے میں بلالیا۔

"جی خالہ! کہیے کوئی کام ہے؟"

"نہیں بیٹا! بس تمہیں پاس بٹھا کر باتیں کرنے کو دل کر رہا تھا۔" امی نے کنول کے ماتھے پر پیار کیا تو وہ مسکرادی۔ اسی اثناء میں شاپنگ پر جانے کے لیے تیار فرحان' سرمد اور مریم بھی ادھر ہی چلے آئے جو کنول کا انتظار کر رہے تھے۔

"دونوں خالہ بھانجی چھپ چھپ کر کیا راز و نیاز کر رہی ہیں۔ ہمیں بھی تو پتا چلے۔" مریم بھی ان کے پاس جا بیٹھی۔

"اچھا ہوا تم لوگ بھی آگئے' کل چاند رات ہے' آپا اور بھائی بھی صبح پہنچ جائیں گے۔ کنول اور فرحان میرے بچو! تم لوگوں نے اس خاص مہینے کو میرے گھر اور اس کے مکینوں کے لیے خاص الخاص بنادیا۔ میں چاہتی ہوں تم لوگوں کو اپنے گھر کا بھی خاص اور اہم فرد بنالوں۔ تم لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔ میں نے مریم اور سرمد سے تو پوچھ لیا ہے' تم لوگوں کی رضامندی ہو تو بڑوں میں بات بڑھائی جائے۔" امی نے دونوں کو محبت بھری نظروں سے دیکھا تو ان کی توقع کے عین مطابق دونوں نے احتراماً اور اثبات میں سر جھکا دیئے اور امی نے دونوں کے دمکتے چہروں کو دیکھ کر دعا کی۔

"یا اللہ! اس نور سے میرے گھر میں ہمیشہ اجالا رکھنا۔"

"آمین!" چاروں نے مسکرا کر بآواز بلند کہا۔

❁

عائشہ مری

اکتوبر کے ابتدائی ایام تھے تپا دینے والی گرمیاں اپنے اختتام پر تھیں' میں یعنی عائشہ جمعرات کے دن آٹھ اکتوبر 1992ء کو ضلع سبی میں پیدا ہوئی۔ سبی کا مزاج تھوڑا سا گرم ضرور ہے لیکن ہے بہت پیارا۔ ہم آٹھ بہن بھائی ہیں' میں چھٹے نمبر پر ہوں۔ میری برائیوں اور اچھائیوں کو آپ رہنے ہی دیں' اب اپنے منہ سے کیا بولوں' بہرحال میں غصے کی بہت تیز ہوں' میری بہترین دوست تین ماموں زاد کزنز ہیں۔ جو عمر میں مجھ سے کافی چھوٹی ہیں لیکن دوستی عمر دیکھ کر تو نہیں کی جاتی۔ میرے نزدیک خوب صورت رشتہ ماں کا اپنی اولاد سے' والدین کا اپنے بچوں سے' میرا فیورٹ کلر وائٹ' پنک' بلیو' گرین اور باقی سب کلر فیورٹ ہیں۔ خوشبو روز' کھانے میں سب پسند ہیں اسپیشلی سبزیاں اور دہی کے بغیر کھانے کا مزہ ہی نہیں آتا۔ چاکلیٹ تو ٹی وی پر دیکھ کر ہی منہ میں پانی آجاتا ہے' فروٹ بھی سب پسند ہیں۔ میٹھے اور چائے کے بغیر گزارہ ہی نہیں ہوتا۔ میری آئیڈیل خاتون حضرت بی بی عائشہؓ ہیں۔ رائٹرز میں عمیرہ احمد' نمرہ احمد' ایم اے راحت اور عفت سحر پسند ہیں۔ فلمیں کامیڈی پسند ہیں۔ گانے سننا اچھا نہیں لگتا۔ ڈراموں میں ہم سفر پیار کی ایک کہانی اور آج کل لکشمی شوق سے دیکھتی ہوں' ہیروز میں فواد خان اور ہیروئنز میں مائرہ خان' ایمان علی' انڈین اداکارہ ایشوریہ' عائشہ ٹاکیہ اور آج کل دیپکا کیوٹ لگتی ہیں۔ مجھے کوکنگ اور سیر و سیاحت بہت پسند ہیں۔ فیورٹ ٹیچرز میں مس عائشہ' مس ساجدہ' روبینہ' مس جمیلہ اور مس بشریٰ ہیں' آخر میں تمام خواتین اور لڑکیوں سے درخواست ہے کہ پلیز اگر ضرورتاً بھی گھر سے باہر نکلیں تو حجاب لے کر پردے کے ساتھ نکلا کریں کیونکہ ہمارے مذہب نے حیا کی خاص تاکید کی ہے حدیث مبارکہ ہے کہ "تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو" اس لیے پلیز مغرب کے پیچھے دوڑنا چھوڑ دیں کیونکہ ہمارا اسلام ہی سب سے مکمل' خالص اور بہترین دین ہے اور صبر اور شکر کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑیں' اسی کے ساتھ میں اجازت چاہوں گی' خدا حافظ۔

تصحیح

ناول "ہانٹنے چلو پیار" شمارہ ستمبر میں شائع ہوا تھا۔ اس پر غلطی سے طلعت آغاز کا نام لکھ دیا گیا تھا جبکہ اس ناول کی مصنفہ "طلعت نظامی" ہیں۔ ادارہ اس سہو کے لیے بہن طلعت نظامی سے معذرت خواہ ہے۔

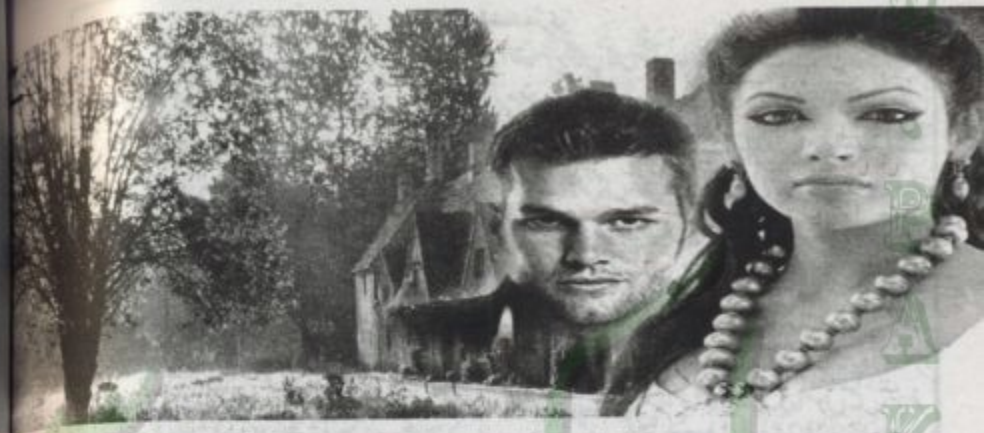

لاوا

عائشہ خان

کھلتے لبوں کو بے اختیار دیکھتے ہیں
حسرت سے رونقِ بازار دیکھتے ہیں
مثالِ بھوک و پیاس سے بلکتے انسان
مہنگائی کا خنجر دل کے آر پار دیکھتے ہیں

''یا اللہ خیر.....'' بادلوں کی زوردار گڑگڑاہٹ پر بے اختیار انیسہ کے منہ سے نکلا تھا۔ اپنے بدرنگ دوپٹے کے ساتھ ہاتھوں کو پونچھتی وہ تیزی سے بیگم صاحبہ کی جانب بڑھی تھی۔

''بی بی جی..... میں جاؤں۔'' اس کے لہجے میں بے تابی تھی۔

بیگم درانی نے اپنی سلکی ساڑھی کا بار بار سرکتا پلو بڑی نزاکت سے کندھے پر ڈالتے ہوئے تیکھی چتون اور نخوت بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا اور انیسہ لب چباتی ہوئی ہاتھ مسلنے لگی تھی۔ لیکن جونہی بیگم درانی کچھ کہے بغیر اندر کی طرف جانے لگیں اس کے بدن میں جیسے بجلی سی بھر گئی۔ تھکے ہوئے جسم میں ہمت و حوصلہ عود کر آیا' تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے اس نے بے تابی سے انہیں پکارا۔

''بیگم صاحبہ جی میرا چھوٹا بیٹا اکیلا گھر میں ہے باقی بچے پھپی کے گھر گئے ہیں بارش کی وجہ سے آ نہیں سکے۔ مجھے اب چھٹی دے دیں جی..... بادل گرج رہے ہیں..... میرا بچہ ڈر رہا ہوگا۔'' اس نے بے حد لجاجت سے کہا تھا۔

اس سے پہلے کہ بیگم صاحبہ کچھ کہتیں اندر سے ان کی چھوٹی بیٹی چیختی ہوئی برآمد ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں قوس قزح کے رنگوں سے سجا اپنا دوپٹہ تھا اور قہر آلود نگاہیں انیسہ پر.....

''ممی..... اس سے پوچھیں یہ کیا کیا ہے اس منحوس نے۔'' دوپٹہ کھول کر ان کے سامنے لہراتے ہوئے وہ غصے کے بل چلائی تھی اور انیسہ کا دل جیسے دھک سے رہ گیا۔ دوپٹے کے عین وسط میں سالن کے بڑے بڑے دھبے اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

''چھ..... چھوٹی بی بی..... مم..... میں نے تو دوپٹہ بالکل ٹھیک استری کیا تھا جی..... پتا نہیں یہ سب.....'' ہکلاتے ہوئے اس نے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی' مگر اس کی سن کون رہا تھا۔

بیٹی اس وقت مارکیٹ سے نیا سوٹ لانے کے لیے شور مچا رہی تھی اور ماں انیسہ کو بے نقط سنا رہی تھی۔

انیسہ نے بے بسی و بے چارگی کے گہرے احساس کے ساتھ آسمان کی جانب دیکھا۔ گہرے سیاہ بادل گھر گھر کر آ رہے تھے اور بارش بس کسی پل برسنے کو تھی۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اڑ کر گھر پہنچ جائے لیکن غربت نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں..... فاقوں کے خوف نے زبان کو قفل لگا دیا تھا۔ جانتی تھی کہ ذرا سی چوں چراں کی تو وہ فوراً فارغ کر کے گھر بھیج دی جائے گی۔

ایسی ہی بد دماغ تھیں وہ..... اس لیے تو کوئی نوکر چند ہفتوں یا زیادہ سے زیادہ چند ماہ ان کے پاس ٹکتا نہیں تھا۔ یہ تو انیسہ کی مجبوریاں تھیں جو ہر روز بے عزتی کروا کر بھی ذلت سہہ کر بھی دوسرے دن پھر آ موجود ہوتی تھی۔

شوہر کی ناگہانی موت کے بعد چار بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے اسے دن رات کولہو کے بیل کی طرح جتے رہنا پڑتا تھا۔ مشقت کے ساتھ ساتھ ذرا ذرا سی بات پر ڈانٹ ڈپٹ اور گالی گلوچ کی ذلت بھی برداشت کرنا پڑتی تھی' لیکن تنخواہ وقت پر اور ٹھیک ملتی تھی پھر گھر گھر چکر لگانے اور مختلف لوگوں کی چاکری کرنے کے بجائے ایک ہی جگہ ٹکے رہنا اسے زیادہ مناسب لگتا تھا۔

اس وقت اس کی ہمت جواب دینے لگی تھی جب بہت خوب صورت اور بے حد نفیس نظر آنے والی بیگم درانی انتہائی بدزبانی پر اتر آتی تھیں ایسے میں ان کی ساری خوب صورتی اور تمام تر نفاست دھری رہ جاتی تھی۔ اپنے کانوں سے سننے اور دیکھنے والا بھی حیران سا دیکھتا رہ جاتا تھا۔ اسے فوراً یقین نہیں آتا تھا کہ یہ آواز بیگم درانی ہی کے خوب صورت لبوں سے نکل رہی ہے۔

''ممی..... دفع کریں اس روتی شکل کو..... آپ مجھے بتائیں میں اب کیا پہنوں.....'' انیسہ نے بے تاثر آنکھوں سے بے حد دلکش سراپا کی مالک چھوٹی بی بی کو دیکھا تھا۔ سچ کہا ہے کسی نے کہ بیٹی ماں کا پرتو ہوتی ہے..... وہ بھی تو آخر بیگم درانی کی بیٹی تھی۔

''وہ..... اسکائی بلیو.....''

''اوہ نو ممی..... ہرگز نہیں..... پنکی اور ٹینا کے ڈریس دیکھے ہیں آپ نے..... بس ممی مجھے یہی ڈریس پہننا ہے۔'' اس نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

''یہی ڈریس تو ٹھیک ہے' اسے دو فٹافٹ دھو کر پریس کر دے گی.....'' انہوں نے حل پیش کیا تھا۔

''افوہ ممی..... آپ بھی کمال کرتی ہیں' آپ گل خان کو بلائیں میں ایسا ہی نیا سوٹ لاؤں گی بوتیک سے۔''

انیسہ نے چھوٹی بی بی کے پاگل پن پر حیران ہوتے ہوئے انہیں دیکھا تھا۔ بیگم درانی کو بھی بیٹی کی بات پسند نہیں آئی تھی۔ چکنائی کے دو دھبوں کی وجہ سے وہ ایسے ہی سوٹ پر دس ہزار خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں تھیں۔ انہوں نے انیسہ کو دوپٹہ دھونے کا آرڈر دیا تھا اور بیٹی کو ساتھ لگاتے

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئے سمجھانے لگی تھیں۔

انیسہ صبح سے چاق و چوبند اپنے کاموں میں جتی ہوئی تھی۔ جلد از جلد فارغ ہونے کی خواہش نے اس کے کمزور جسم میں جیسے بجلی سی بھر دی تھی۔ خالی پیٹ ہونے کے باوجود کچن سے اٹھتی انواع و اقسام کے کھانوں کی خوشبوئیں بھی اس کا دھیان اپنی طرف لگانے میں ناکام رہی تھیں۔ اس پر تو بس ایک ہی دھن سوار تھی۔

جلدی سے فارغ ہو کر اپنے بچے کے پاس پہنچنے کی دھن.....!

مگر اپنا سارا کام ختم کرنے کے بعد اپنے چھ سالہ بچے کے گھر پر اکیلا ہونے کی دہائی دینے کے بعد بھی جب اسے چھٹی ملنے کے کوئی آثار دکھائی نہ دیئے تو وہ بری طرح پریشان ہوگئی تھی۔ چونکہ بیگم صاحبہ نے بچوں کو ساتھ لانے سے سختی سے منع کر رکھا تھا اس لیے وہ بیٹے کو گھر چھوڑ تو آئی تھی مگر جیسے جیسے ٹائم گزر رہا تھا عجیب عجیب واہمے اور خدشے اس کا دل دہلائے دے رہے تھے۔

ایک کے بعد نکلتے دوسرے کام پر اس کا دل چاہتا تھا سب کاموں پر لعنت بھیج کر ایسی نوکری پر لات مارے اور گھر چلی جائے..... مگر اس کی طرح اس کے دل کی بھی کیا اوقات تھی۔

پریشانی، بے بسی اور بے چارگی کے احساس سے مغلوب اس کا دل بھر بھر کر آ رہا تھا۔ شدید تھکن نے جسم بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ خالی پیٹ سے عجیب گڑگڑ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ بمشکل اپنے بے جان ہوتے وجود کو کھینچتے ہوئے وہ دوپٹہ ہاتھ میں تھامے واش روم کی جانب بڑھی تھی۔ پھر یکدم کوئی خیال آنے پر واپس مڑی تھی۔

میلے سے بدرنگ کپڑے میں بندھا ہوا سالن اور نان اٹھائے تھے اور کسی متاع حیات کی طرح سنبھالے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی واش روم کی جانب چلی گئی تھی۔

کھانا ایک طرف رکھتے ہوئے بیٹے کی بھوک، خوف اور اکیلے پن کے احساس نے اس کا دل جیسے مٹھی میں لے لیا اور آنکھوں سے آنسو ٹپاٹپ گرنے لگے تھے۔

گل خان جو اسے دو تین مرتبہ چھٹی کے لیے بیگم صاحبہ کی منت سماجت کرتے دیکھ چکا تھا۔ اس کے پیچھے آیا تھا اور اب بے بسی اور دکھ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''بہن رومت اگر تم کہے تو ام تمہارے بچے کو اور لے آئے.....'' انیسہ نے چونک کر سر اٹھایا اور نفی میں ہلاتے ہوئے پھر جھکا لیا تھا۔

وہ بے چارہ تو ابھی چند دن پہلے یہاں ڈرائیور لگا تھا وہ بھی مہینوں نوکری کی تلاش میں مارا مارا پھرنے کے بعد..... وہ بھلا کیوں اسے مشکل میں ڈالتی۔

''بہن لگتا ہے صبح سے تم نے کچھ نہیں کھایا..... پہلے کھانا کھاؤ پھر کام کرنا.....'' اس نے ہمدردی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

''میرا بچہ گھر میں بھوکا ہے خان بھائی..... میں کیسے کھانا کھالوں.....'' اس کے سسکتے لہجے میں رچی بے چارگی نے گل خان کو تڑپا کر رکھ دیا تھا مگر وہ بھی انیسہ کی طرح مجبور تھا۔ کچھ بھی تو نہیں کر سکتا تھا اور بے بسی و بے چارگی کا یہ احساس اسے غربت سے نفرت پر اکسا رہا تھا۔

تبھی بادل زور سے گرجے تھے اور انیسہ کا دل دہل اٹھا تھا۔ سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے سہمی سہمی نگاہوں سے آسمان کی جانب دیکھا تھا جو یوں برس رہا تھا جیسے دوبارہ کبھی نہیں برسے گا۔

اس کے اندر کروٹیں لیتی بے چینی و بے کلی نے خوف کا روپ دھار لیا تھا۔ چھوٹی بی بی کے ست رنگے دوپٹے کو کس کر نچوڑنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے لگا تھا جیسے اس کے ہاتھوں میں جان نہیں تھی۔

''اوہ مائے گاڈ..... کس قدر سست اور کام چور ہو تم..... ابھی تک تم سے ایک دوپٹہ نہیں.....''

انیسہ کے کانپتے لبوں اور بہتی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے رحم آ گیا تھا یا کوئی اور بات تھی کہ وہ مزید لعنت ملامت کا خیال ترک کرتی سر جھٹک کر اندر چلی گئی تھی۔

اسپنر خراب تھا وہ پریشان ہوگئی۔

''اب کیا کروں.....'' اس نے پریشانی سے سوچا تھا۔

بادل پھر گرجے تھے..... دوپٹہ اس کے ہاتھوں سے نیچے جا گرا تھا۔ پورا وجود بری طرح کانپنے لگا تھا۔ دل جیسے کسی گہرے پاتال میں ڈوبا جا رہا تھا۔ دوپٹہ یونہی زمین پر چھوڑ کر وہ بمشکل اپنے لرزتے کانپتے وجود کو سنبھالتے، کھانے کی پوٹلی سینے سے لگائے باہر کی جانب بڑھی تھی۔

ڈرائنگ روم سے آتی تیز میوزک..... ہنسی اور قہقہوں کی آواز نے اس کے ڈوبتے دل پر یوں ضرب لگائی تھی کہ ایک لمحے کو اسے دیوار کا سہارا لینا پڑا تھا۔

وسیع و عریض پورچ سے لے کر گیٹ تک قطار میں کھڑی گاڑیوں کے درمیان سے گزرتی وہ گیٹ پر پہنچی تھی جب پیچھے سے گل خان نے اسے پکارا تھا۔

''ایک منٹ رکو بہن..... ام تم کو چھوڑ دے گا.....''

انیسہ نے خوفزدہ نگاہوں سے اندر کی جانب دیکھا تھا۔

''ام چھوٹی بی بی کا ایک فرینڈ کو لینے اسی طرف جا رہا ہے..... تم ایک منٹ رکو گاڑی لاتا ہے۔'' گل خان نے کہا تھا اور جلد از جلد اپنے بچے کے پاس پہنچنے کی آرزو نے انیسہ کو ہر ڈر خوف بھلا دیا تھا۔

''عجیب ہوتا ہے یہ امیر لوگ بھی..... آدھا گھوما ہوا۔ اب بھلا اس برستی بارش میں یہ کہاں پکنک منائے گا۔'' انیسہ کے منع کرنے کے باوجود گاڑی اس کی گلی کی جانب موڑتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ مگر انیسہ اس کی بات کہاں سن رہی تھی، اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں تو اپنے گھر کے دروازے پر جمع لوگوں پر تھیں۔

اس پر نگاہ پڑتے ہی لوگ لپک کر اس جانب بڑھے تھے۔ وہ بمشکل اپنے لڑکھڑاتے وجود کو سنبھالے گاڑی سے اتری تھی۔

کھانے کی پوٹلی جو اس نے یہ دیکھنے کے لیے کہ سالن خراب تو نہیں ہوگیا ابھی کھولی تھی، اوپر سے مضبوطی سے پکڑ رکھی تھی۔

''انیسہ..... انیسہ..... تیرا پپو.....'' ایک عورت روتے ہوئے اس کے گلے آ لگی تھی۔

''ک..... کک..... کک..... کیا ہوا..... مم..... میرے پپو کو.....'' اپنی تمام تر توانائی صرف کرتے ہوئے بمشکل لڑکھڑاتی آواز میں یہ لفظ انیسہ کے منہ سے نکلے تھے۔

''توبہ..... توبہ..... کیسی بے حس اور ظالم ماں ہے..... اکیلے بچے کو اندر بند کر گئی۔''

''چچ..... چچ..... بے چارہ..... مکئی کے دانے بھوننے کی کوشش میں خود بھی.....''

''نن..... نہیں.....'' ایک دلدوز چیخ انیسہ کے لبوں سے نکلی تھی اور وہ چکرا کر زمین پر جا پڑی تھی۔

پلاسٹک کے پرانے برتن سے سالن ایک طرف جا گرا تھا اور روٹیاں دوسری طرف..... خالی جھاڑن کا ایک کنارہ انیسہ کی مٹھی میں دبا ہوا تھا۔ گل خان کی آنکھیں اس روح فرسا منظر کو دیکھتے ہوئے لہو رنگ ہوگئی تھیں۔ اس کے کانوں میں بیگم صاحبہ سے چھٹی مانگتی انیسہ کی ملتجی آواز گونج رہی تھی اور جلتی آنکھیں دور پانی پر تیرتے نان اور سالن والے خالی برتن پر تھیں۔

وہ ہم سفر تھا

سیدہ ماریہ شاہ

وہ ہم سفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی
وہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی
عداوتیں تھیں، تغافل تھا، رنجشیں تھیں مگر
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی

وہ سیڑھیوں پر گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔ جب کھٹکے کی آواز پر سر اٹھا کر دیکھا تو وہ سامنے کھڑا تھا۔

"تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔" دل کو خوش فہمی سی ہوئی تھی لیکن اگلے ہی لمحے.....!

"اس وقت تک جاگ کر کس بات کا سوگ منا رہی ہو۔" انتہائی تنفر سے کہہ کر وہ اندر کی طرف چل دیا اور وہ اتنا بھی نہ کہہ سکی "اس وقت تک جاگ کر" صرف اسی کا انتظار کر رہی ہے۔

کھانا گرم کر کے وہ ٹرے میں رکھ کر جب کمرے میں آئی تو وہ سو چکا تھا کتنے ہی لمحے وہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے پکڑے کھڑی اسے دیکھتی رہی کہ اس کے دل نے کتنی شدت سے اسے ایسے ہی دیکھتے رہنے کی خواہش کی تھی۔ وہ کھانے کی ٹرے کچن میں رکھ کر لان میں آ گئی تھی۔ وہاں بیٹھ کر کتنے ہی لمحے وہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتی رہی کہ جب آنسو آنکھوں سے پھسل کر اس کے ہاتھوں پر گرنے لگے تھے۔

"احسن رضا" کے ساتھ اس کی شادی کو ابھی صرف ایک ماہ ہی ہوا تھا اور اس ایک ماہ میں اس کے پاس کوئی ایک بھی لمحہ ایسا نہیں تھا جو اس کے لیے کوئی خوشگوار تاثر رکھتا۔

نہ جانے رات کا کون سا پہر تھا جب وہ کمرے میں آئی بستر پر لیٹ کر مختلف سوچوں میں گم جانے کب نیند کی دیوی

اس پر مہربان ہو گئی تھی۔

♥.....❖.....♥

اگلی صبح اس کی آنکھ احسن رضا کی چنگھاڑ پر کھلی تھی۔ بمشکل تمام اس نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔ سر تھا کہ درد سے پھٹا جا رہا تھا وہ شاید اپنی شرٹ ڈھونڈ رہا تھا۔ بہت مشکل سے اٹھ کر شرٹ ڈھونڈ کر اسے دی تھی اور کچن میں ناشتا بنانے چلی آئی تھی۔

اسے ناشتا کروانے کے بعد برتن سمیٹ کر دھونے لگی تھی گھر کا کام ختم کر کے ابھی آرام کرنے کا سوچ ہی رہی تھی جب بیرونی گیٹ کی گھنٹی بجی تھی۔ گیٹ کھولا تو اماں جان تھیں۔ انہیں دیکھ کر تو اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ بہت گرم جوشی سے ان سے لپٹ گئی۔ لاؤنج میں بٹھایا اور چند باتوں کے بعد وہ ان کے لیے چائے بنانے چلی گئی تھی۔ چائے پینے کے بعد انہیں آرام کرنے کا کہہ کر دوپہر کے کھانے کی تیاری میں جٹ گئی۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب اماں جان آ کر اس کے پاس کھڑی ہوئیں۔

"ارے اماں جان آپ کب آئیں مجھے پتا ہی نہ چلا۔" اچانک اماں جان پر نظر پڑتے ہی اس نے کہا۔

"دیکھ رہی ہوں بہت کمزور ہو گئی ہو تم خوش تو ہو نا۔" اچانک اماں جان نے پوچھا۔

"ارے میں بہت خوش ہوں آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں اور ویسے بھی اب میں نے ڈائٹ شروع کر دی ہے نا اسی لیے آپ کو کمزور لگ رہی ہوں۔" انہیں مطمئن کرنے کے لیے اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں اور کام بھی تو سارا خود کرتی ہو نا اسی لیے احسن سے کہہ کر کوئی کام کرنے والی رکھ لو۔"

"ارے کہا تو انہوں نے بھی تھا لیکن میں نے ہی منع کر دیا۔ ویسے بھی سارا دن گھر میں اکیلی ہوتی ہوں۔ گھر کا کام کروں تو وقت کا پتا ہی نہیں چلتا۔" سلاد کاٹتے ہوئے اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"اچھا کھانا تیار ہو گیا ہے آپ بیٹھیں میں کھانا لاتی ہوں۔" اور پھر کھانے کے دوران ہی اس نے سب حویلی والوں کے بارے میں پوچھا تھا۔

"سب ٹھیک ہیں تجھے یاد کرتے ہیں۔ تو بھی تو یہاں آ کر سب کو جیسے بھول ہی گئی۔ شادی کے بعد ایک بار بھی ادھر کا چکر نہیں لگایا۔" انہوں نے ناراضگی سے کہا۔

"آؤں گی حویلی میرا بھی بہت دل کر رہا ہے ان سب سے ملنے کے لیے۔"

"ہاں کیوں نہیں! سوچ رہی ہوں تجھے ساتھ ہی لے جاؤں۔" اماں جان نے نوالہ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں میں بھی یہی چاہ رہی ہوں احسن آ جائیں تو ان سے پوچھ لوں گی۔" اس نے کہا اور سوچ رہی تھی کہ وہ احسن سے کیسے بات کرے گی۔

♥.....❖.....♥

"وہ میں، وہ میں آپ سے..... وہ میں آپ سے کوئی بات کرنا چاہتی تھی۔" ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

"ہوں کیا کہنا ہے جلدی سے کہو۔" اس نے مصروف سے انداز میں فائل پر جھکے ہوئے کہا۔

"وہ اماں جان آئی ہیں..... تو..... میں نے سوچا کہ حویلی کا چکر لگا آؤں۔" جیسے تیسے کر کے اس نے بات مکمل کی تھی اور اب اس کے جواب کا انتظار کر رہی تھی۔

"ہاں تو چلی جاؤ نا اچھا ہے میں بھی کچھ دن آرام سے گزار لوں گا۔" ناگواری اس کے لہجے سے صاف جھلک رہی تھی۔

مارے ہتک کے اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

"اب یہاں آنسو کیوں بہا رہی ہو نکلو یہاں سے۔" نہایت اکھڑ لہجے میں اس نے کہا تھا اور وہ دوپٹا منہ پر رکھے بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

"جاہل عورت۔" نہایت تنفر سے کہہ کر اس نے سر جھٹکا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

♥.....❖.....♥

اگلے دن وہ اماں جان کے ساتھ حویلی جا رہی تھی۔ وہ

WWW.PAKSOCIETY.COM

بہت خوش تھی کہ آج کتنے دنوں کے بعد حویلی جا رہی تھی۔ حویلی میں آ کر سب اپنوں سے مل کر اسے بہت خوشی محسوس ہوتی تھی۔ اس کی سہیلیاں اس وقت اس کے کمرے میں بیٹھی اس سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں۔ جب اماں سب کے لیے فروٹ کاٹ کر لے آئیں۔

''ارے میری بیٹی کو کیوں تم سب تنگ کر رہی ہو۔'' اماں جان نے مسکرا کر کہا۔

''ارے خالہ دیکھو نا امتثال تو ہم سے کوئی بات ہی نہیں کر رہی۔ شادی کے بعد تو اسے جیسے چپ ہی لگ گئی ہے۔'' شبو نے جلدی سے کہا۔

''اور نہیں تو کیا شادی سے پہلے تو اس نے پورے گاؤں کو سر پر اٹھا رکھا تھا اور اب دیکھو محترمہ سیدھے منہ بات تک کرنا پسند نہیں کرتیں۔'' مینا نے بھی تائید کی۔

''ارے نہیں شادی کے بعد ہر لڑکی ایسے ہی سنجیدہ ہو جاتی ہے۔'' اماں جان نے بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

''ارے اب ایسی بھی کیا سنجیدگی۔'' شبو نے منہ بنا کر کہا۔

''اچھا بھئی نہیں ہوتی میں سنجیدہ' چلو اٹھو آج پورا گاؤں گھومتے ہیں۔'' وہ ان کے ہنسی مذاق میں شامل ہو گئی۔

پورے گاؤں کی سیر کرنے کے بعد اور ہنسی مذاق میں کب شام ہو گئی پتا ہی نہ چلا۔

گھر واپس آ کر مغرب کی نماز پڑھی اور اب اماں کے کمرے میں چلی آئی تھی۔ اماں بھی جائے نماز پر بیٹھی کچھ ورد کر رہی تھیں۔ وہ وہیں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگی۔ جائے نماز تہہ کر کے وہ اس کے پاس آ کر بیٹھ گئیں تو وہ ہولے ہولے ان کے پاؤں دبانے لگی۔

''ایسے ہی خوش رہا کرو۔'' انہوں نے بیٹی کی کھلی کھلی صورت دیکھ کر کہا تھا۔ جبکہ وہ ہولے سے مسکرا دی۔

''اماں ابا کب تک آتے ہیں۔'' اچانک کچھ یاد آنے پر اس نے پوچھا تھا۔

''ہاں آتے ہی ہوں گے آج کچھ زیادہ ہی دیر کر دی۔'' اماں نے بھی فکر مندی سے کہا۔

تب ہی ابا جان کمرے میں آ گئے۔ سب سے پہلے اس کی نظر ان پر پڑی تھی۔ وہ بھاگتے ہوئے جا کر ان سے لپٹ گئی۔

''ارے میرا بچہ آیا ہے' کیسی ہے تو۔'' ابا جان نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔

''بالکل ٹھیک' آپ سنائیں آپ کیسے ہیں؟'' اس نے بھی پوچھا تھا۔

''اب میری جان آ گئی ہے نا تو میں بھی بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔'' ابا جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اچھا' اچھا ہو گیا اب یہ ملنا ملانا۔ چلو کھانا لگ گیا ہے۔ کھانا کھاتے ہیں۔'' اماں جان نے کہا۔

''ہاں' ہاں چلو اب ویسے بھی کھانے کو زیادہ دیر انتظار نہیں کروانا چاہیے۔'' ابا نے کہا۔

کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر اماں سے باتیں کرنے کے بعد وہ کمرے میں آ گئی۔ بستر پر لیٹتے ہی احسن رضا کا خیال ذہن میں در آیا۔

''جانے اس وقت کیا کر رہے ہوں گے۔ شاید سو گئے ہوں یا ہو سکتا ہے کام کر رہے ہوں آفس کا۔'' دانستہ یا نادانستہ وہ اسے یاد کر رہی تھی۔ بہت سی یادیں تھیں جو کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں میں چلنے لگی تھیں۔

♥.....❖.....♥

''اماں دیکھیں نا وہ شبو ابھی تک نہیں آئی۔'' یہاں وہاں چکر کاٹتے ہوئے وہ پریشانی سے بولی۔

''ارے آرام سے بیٹھ جا آ جائے گی وہ بھی' کیوں گھن چکر بنی ہوئی ہے۔'' اماں نے اسے اس طرح پریشانی سے ٹہلتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''اب آپ ہی بتائیں کیا پہن کے جاؤں میں شادی میں۔ اس رضیہ باجی (شبو کی بڑی بہن) سے کہا بھی تھا کہ کپڑے مجھے وقت پر مل جانے چاہیں۔'' اس نے جھنجلا کر کہا۔

''ارے یہ لے امتثال تیرے کپڑے سل گئے۔'' اچانک شبو وارد ہوئی۔ اس نے جھپٹ کر اس سے کپڑے

لیے اور اب مختلف زاویوں سے کپڑے دیکھ رہی تھی۔

''اب انہیں ہی دیکھتی رہے گی' چل تیار ہو جا دیر ہو رہی ہے۔'' اماں نے کہا۔ ''اچھا ایسا کر تو شبو کے ساتھ آ جانا میں چلتی ہوں۔'' اماں یہ کہہ کر باہر کی طرف چلی گئی تھیں۔

''آپ چلیں اماں ہم لوگ آتے ہیں۔'' شبو بولی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ تیار ہو کر باہر آ گئی۔ فیروزی کلر کی لانگ شرٹ اور وائٹ کلر کے ٹراؤزر اور دوپٹے میں وہ معصوم سا حسن نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت لگ رہی تھی۔

''شبو تو رک میں کچن سے پانی پی کر آتی ہوں۔ پھر دونوں ساتھ ہی چلتے ہیں۔'' اپنے بڑے سے دوپٹے کے ساتھ الجھتے وہ کچن میں آ گئی تھی کہ کسی سے بری طرح ٹکرا کر اپنا توازن کھو بیٹھی۔ اس سے پہلے کہ وہ زمین بوس ہوتی کسی نے فوراً اسے اپنی بانہوں میں تھام لیا تھا۔ بند آنکھیں اس نے آہستہ سے کھولیں تھیں۔ نہ جانے ان لمحوں میں کیا تھا کہ احسن رضا کو دیکھ کر اس کا دل بری طرح سے دھڑکا تھا۔ پہلے تو کبھی اسے دیکھ کر ایسا احساس نہیں ہوا تھا۔ پھر اب کیا ہوا تھا کہ وہ نظریں ہٹانا بھول گئی تھی اور اگر خواہش تھی تو صرف یہ کہ کاش یہ لمحے امر ہو جائیں اور وہ یونہی اسے دیکھتی رہی اگلے ہی لمحے اس نے جھٹکے کے ساتھ اسے چھوڑا تھا کہ وہ دوبارہ گرتے گرتے بچی تھی۔

''دیکھ کر نہیں چل سکتیں تم' ایڈیٹ گرل۔'' نہایت روڈ لہجے میں اس نے کہا تھا۔ لیکن اسے کچھ سنائی کہاں دے رہا تھا۔ وہ تو بس اس کے ہلتے ہوئے ہونٹوں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

''امتثال تجھے چلنا بھی ہے کہ نہیں؟'' اچانک کہیں سے شبو ٹپک پڑی تھی اور اسے بازو سے پکڑ کر تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئی۔

شادی میں بھی اس کا سارا دھیان احسن رضا کی طرف ہی لگا رہا تھا۔

''ارے امتثال کہاں کھو گئی۔ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ کیوں نہ ہم بھی مہندی لگوا لیں۔'' دوسری لڑکیوں کو مہندی لگواتے دیکھ کر شبو کا دل بھی مچلا تھا۔

وہ اس کے ساتھ چل دی اور مہندی لگوا کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ اماں اسے کہیں سے ڈھونڈتے ہوئے آ گئیں۔

''چل امتثال گھر چل' کافی دیر ہو گئی ہے۔'' اماں نے فکر مندی سے کہا۔

''ہاں چلیں اماں مجھے بھی اب نیند آ رہی ہے۔'' بوجھل ہوتی پلکوں کو بمشکل وہ کھولے ہوئے تھی۔

''اچھا شبو میں چلتی ہوں۔'' شبو سے مل کر وہ اماں کے ساتھ چلی آئی۔

بستر پر لیٹ کر جو آنکھیں کھلنے سے انکاری تھیں۔ اب نیند ان سے کوسوں دور تھی۔ بس ایک ہی چہرہ تھا جو بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ یہ محبت ہی اسے کئی درد دے گی۔

♥.....❖.....♥

رضا اور سکندر حسن دونوں بھائی تھے۔ دونوں ایک دوسرے پر اپنی جان تک نچھاور کر دینے کو تیار رہتے تھے۔ شادی بھی دونوں کی ایک ہی دن ہوئی۔ شادی کے ایک سال بعد ہی رضا حسن کی گود میں احسن رضا آ گیا۔ سب کی آنکھوں کا تارا تھا وہ۔ ان کی حویلی خوشیوں سے بھرپور تھی۔ جانے کس کی نظر لگ گئی کہ ایک دن رضا حسن اور ان کی بیگم کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا۔ سکندر حسن تو جیسے ٹوٹ کر ہی رہ گئے۔ لیکن جب ننھی سی گلابی سی پری امتثال سکندر ان کی گود میں آئی تو دنیا کے غم بھلا بیٹھے۔ اب ان کی توجہ اور پیار کا مرکز وہ ہی تھی۔

وقت گزرتا گیا اور کب ان دونوں نے جوانی میں قدم رکھا۔ پتا ہی نہ چلا۔

امتثال سکندر انتہائی کھلنڈری طبیعت کی مالک جبکہ اس کے برعکس احسن رضا اتنا ہی کم گو اور بہت غصے والا تھا۔ جانے امتثال کے دل پر کب اس نے قبضہ جما لیا۔ اس کا احساس تو اسے خود بھی نہ ہوا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ احسن رضا کا سحر اس پر مزید بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ کسی خطرے سے بے خوف ہو کر۔

♥.....❖.....♥

WWW.PAKSOCIETY.COM

"اقبال کے ابا میں کہہ رہی ہوں کہ اب ہمیں اقبال کی شادی کردینی چاہیے۔ کوئی اچھا لڑکا اگر ہو آپ کی نظر میں تو بتائیں نا مجھے۔" اماں نے فکرمندی سے کہا۔

"ہاں کہہ تو تم صحیح رہی ہے اور جہاں تک لڑکے کی بات ہے تو وہ اپنے گھر میں موجود ہے۔ بس ذرا دونوں کی مرضی پوچھ لیتے ہیں۔" ابا جان کا اشارہ احسن رضا کی طرف تھا۔

"ارے ہاں میرا دھیان تو اس طرف گیا ہی نہیں اور ان کی مرضی کی کیا ضرورت ہے۔ ماں باپ اولاد کے دشمن تھوڑی نا ہوتے ہیں اور ویسے بھی میرے دونوں بچے بہت ہی فرمانبردار ہیں۔ ہم جو بھی فیصلہ کریں گے وہ بنا چوں و چرا مان جائیں گے۔" ان کے لہجے میں بہت فخر تھا۔

"ارے نہیں جھلیے اب وہ زمانہ نہیں رہا۔ آج کے دور میں بچوں کی مرضی جاننا بہت ضروری ہے۔" انہوں نے متانت سے اسے سمجھایا تھا۔

اقبال کی تو جیسے مراد بر آئی تھی۔ اماں کے پوچھنے پر اس نے شرماتے لجاتے ہاں کردی تھی اور پھر احسن رضا کے ہاں کرنے کی دیر تھی۔ پھر تو جیسے چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ ہوگیا تھا۔ شادی کے بعد بیاہ کر احسن رضا اقبال کو شہر میں لے آیا۔ اس وقت وہ گلابوں سے سجائے گئے کمرے میں بیٹھی اس کا انتظار کررہی تھی۔ گھڑی رات کے دو بجا رہی تھی اور وہ اس وقت تک کمرے میں نہیں آیا تھا۔ رات گئے وہ کمرے میں آیا تھا اس نے فوراً منہ کے آگے گھونگھٹ کرلیا تھا۔ لیکن وہ تو اسے مکمل طور پر نظرانداز کیے واش روم میں گھس گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ شاور لے کر واش روم سے نکلا تھا۔

"اگر دلہن بننے کا شوق پورا کرلیا ہو تو محترمہ اب اٹھیے مجھے بھی آرام کرنے دیں اور خود بھی آرام کریں۔" اس نے نہایت نخوت سے کہا تھا اور اقبال سکندر وہ تو سکتے کے عالم میں اسے دیکھ رہی تھی۔ سارے خواب ایک ایک کرکے چکنا چور ہوئے تھے اور آنکھوں میں تو جیسے کسی نے مرچیں بھر دی تھی۔ آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔

اس نے کچھ دیر ہی اس کا انتظار کیا اور پھر بازو سے پکڑ کر اسے بیڈ سے اتارا تھا۔

"آپ نے اگر میرے ساتھ یہی سلوک کرنا تھا تو شادی ہی نہ کرتے انکار کردیتے لیکن اپنی بھی زندگی برباد کرلی اور میری بھی۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"تڑاخ۔" تھپڑ اتنا زوردار تھا اس کے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔ وہ سکتے کے عالم میں منہ پر ہاتھ رکھے حیرانی کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

"بکواس بند کرو اپنی اور جتنا کہا ہے اتنا ہی کرو۔" انتہائی اشتعال میں کہہ کر وہ بیڈ پر سر تک کمبل اوڑھ کر لیٹ گیا۔

اور اس کی وہ رات روتے ہوئے گزری تھی اور پھر تو ہر گزرتے دن کے ساتھ اسے احساس ہوگیا تھا کہ زبردستی اس کی زندگی میں لائی گئی ہے۔ جو بھی تھا اس نے اس کے ساتھ سمجھوتا کر ہی لیا تھا۔ جیسے بھی تھا زندگی تو اب ایسے ہی گزرنی تھی۔ ہاں اس ایک ماہ میں یہ تبدیلی ہوئی تھی کہ اقبال سکندر بہت بدل گئی تھی۔ سرتاپا اس نے خود کو اس کی پسند کے مطابق ڈھال لیا تھا۔ بہت گم گو اور خود میں کھوئی کھوئی سی وہ پہلے والی اقبال سکندر تو ہرگز نہ تھی جو دوسروں سے ہمیشہ اپنی بات منوانا جانتی تھی۔ اب خود انتہائی بے بس تھی۔ شاید اس لیے کہ وہ جان گئی تھی اس کے لیے اسے اپنی زندگی سے نکالنا اتنا بھی مشکل امر نہیں تھا جو بھی تھا لیکن اب بھی دل میں وہ اسی طرح موجود تھا یہ اور بات تھی کہ اس نے احساس کرنا چھوڑ دیا تھا۔ قسمت اس کے لیے کیا فیصلہ کیے ہوئے تھی یہ تو وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

♥ ..... ❖ ..... ♥

"ارے اقبال اٹھ جا باہر احسن تجھے لینے آیا ہے انتظار کررہا ہے تیرا۔" اماں نے اسے کہا تھا اور وہ کچھ دیر اور آرام کرنے کا سوچ رہی تھی۔ اسپرنگ کی طرح بیڈ سے اچھلی تھی۔ آج اسے یہاں آئے ہوئے پانچواں دن تھا۔

"کیا کہا آپ نے اماں! احسن آئے ہیں اور وہ بھی مجھے لینے۔" وہ بے یقینی سے اماں کو دیکھ رہی تھی۔

"کیوں.....! اس میں اتنی حیرانی کی کیا بات ہے تجھے لینے وہ نہیں آسکتا۔" اماں نے حیرانی سے پوچھا۔

"ارے نہیں، نہیں میں تو کہہ رہی تھی کہ ابھی میرا کچھ

دن اور رکنے کا ارادہ تھا اس لیے۔" وہ نارمل انداز میں بولی کہ اماں کو کہیں کوئی شک نہ ہوجائے۔

"اچھا چل جلدی کر تیار ہوجا۔ میں ناشتا تیار کرتی ہوں۔ دونوں ناشتا کرکے جانا۔" اور وہ جی اچھا کہہ کر بیڈ سے اتر گئی تھی۔

تیار ہوکر وہ ٹیبل پر آگئی جہاں سب لوگ پہلے ہی ناشتا کررہے تھے۔ خاموشی کے ساتھ ناشتہ کیا گیا۔ ناشتا کرنے کے بعد وہ اماں اور ابا سے مل کر اس کے ساتھ گھر واپس آگئی تھی۔ سارا راستا دونوں نے خاموشی سے کاٹا تھا۔ وہ اسے گھر چھوڑ کر خود آفس چلا گیا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ گھر کا جو حال تھا' اللہ کی پناہ۔ گھر اور کچن کی صفائی ستھرائی میں ہی کافی ٹائم لگ گیا اور اس وقت پیٹ میں بھوک کے مارے چوہے دوڑ رہے تھے۔ جیسے تیسے کرکے کھانا تیار کیا اور کھانا کھاتے ہی وہ گھوڑے بیچ کر سوگئی تھی۔ آنکھ شور سے کھلی۔

"کب سے جگا رہا ہوں اٹھ کیوں نہیں رہی تھی۔ اٹھو جلدی سے اور کھانا تیار کرو میرے کچھ دوست آرہے ہیں اور ہاں کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔" آرڈر دے کر وہ وہاں سے باہر نکل گیا اور اس نے جلدی سے واش روم میں گھس کر تین چھپاکے منہ پر مارے اور کھانا تیار کرنے لگی۔ تین گھنٹوں میں ہی وہ سارا کھانا تیار کرچکی تھی۔ ڈرائنگ روم سے باتیں کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ شاید اس کے فرینڈز آچکے تھے۔ کمرے میں آکر الماری سے اچھا سا سوٹ نکال کر پہنا اور پھر ٹیبل پر سارا کھانا لگا کر وہ اس کے دوستوں کو بلانے ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔

"السلام علیکم!" ڈرائنگ روم میں داخل ہوکر اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

"وعلیکم السلام' اگر میں غلط نہیں ہوں تو میرا خیال ہے کہ آپ اقبال بھابی ہیں۔" اس کے دوستوں میں سے ایک بولا۔

"جی۔" اس نے مسکرا کر مختصر سا جواب دیا۔

"ویسے اس احسن سے تو مجھے امید ہے کہ اس نے ہمارا تعارف نہیں کروانا میں خود ہی کروالیتا ہوں۔ میرا نام فہد ہے اور ہم ایک ہی آفس میں کام کرتے ہیں۔" اس نے اپنا تعارف کروا کر فرداً فرداً سب کا تعارف کروایا تھا۔

"آپ کیا کرتی ہیں اقبال جی۔" فہد نے "اقبال جی" پر زور دے کر پوچھا تھا۔

"کچھ خاص نہیں بس گھر کے کام۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اب کھانا کھائیں کہ باتوں سے ہی پیٹ بھرنے کا ارادہ ہے۔" احسن رضا نے کہا۔

"ہاں بھئی چلو بہت بھوک لگ رہی ہے۔" فہد نے بھی اس کی تائید کی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔ وہ چائے سرو کررہی تھی کہ نہ جانے کب اس کے ہاتھ سے کپ گر گیا تھا کچھ چائے احسن رضا کے ہاتھ پر بھی چھلک گئی۔

"جاہل عورت یہ کیا کردیا' اجڈ گنوار۔" درد کی شدت سے اس نے کراہ کر کہا۔

"میں..... میں ٹیوب لگاتی ہوں..... آپ بیٹھیں نا۔" اس کے تو مانو ہاتھ پیر ہی پھول گئے تھے۔

"دفع ہوجاؤ یہاں سے اور آئندہ میرے سامنے آنے کی کوشش بھی مت کرنا سمجھی تم ورنہ نتائج کی ذمہ دار تم خود ہوگی۔" اسے بازو سے پکڑ کر اس نے زور سے دھکا دیا تھا اور وہ گرتے گرتے بچی تھی۔

"اس کے دوستوں کے سامنے اتنی عزت افزائی پر تو وہ زمین میں ہی گڑ گئی تھی۔ جی تو یہی چاہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ کمرے میں آکر وہ دیر تک روتی رہی تھی۔

وہ اب بھی اس کی ہر چیز کا خیال رکھتی تھی۔ مگر یہ تھا کہ وہ منظر سے ہٹ گئی تھی۔ کبھی بھولے سے بھی وہ اس کے سامنے نہیں گئی تھی۔ رات کو وہ اس کے سونے کے بعد ہی کمرے میں جاتی تھی۔ اب بھی وہ سارا کچن صاف کر کے کمرے میں آئی تھی۔ دبے پاؤں چلتے ہوئے وہ بیڈ تک آئی تھی اور آرام سے لیٹ گئی تھی کہ کہیں اس کی نیند

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں مخل نہ ہو۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب کسی انجانے احساس سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

احسن رضا کا ہاتھ اس کے بازو پر تھا جو کہ بہت تپ رہا تھا۔

اس نے پیشانی کو چھوا تو وہ بھی تپ رہی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھی تھی اور ٹھنڈے پانی میں پٹیاں بھگو بھگو کر اس کی پیشانی پر رکھنے لگی۔ کچھ ہی دیر بعد بخار کچھ ہلکا ہوا تھا اور اب وہ سکون سے سو رہا تھا۔ ساری رات اس نے جاگتے ہی گزار دی تھی۔ صبح ہوتے ہی اس نے اس کے لیے ناشتا تیار کیا۔ ناشتا کروا کر اور گھر کا کام ختم کرنے کے بعد اس کے لیے یخنی تیار کر رہی تھی تاکہ یخنی دے کر وہ اسے دوا دے سکے۔ یخنی پلانے کے بعد وہ اسے دوا دے کر کمرے سے نکلنے لگی تھی جب اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے مڑ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

''بیٹھو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' اس نے کہا۔

''جی.....!'' اس نے بیٹھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''دیکھو امتثال ہم دونوں نے سمجھوتہ کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اب کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے۔ یہ ہمارے والدین کا غلط فیصلہ تھا اور اب ہم دونوں کو مل کر اسے سدھارنا ہے۔'' جانے وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ وہ الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''میں چاہتا ہوں کہ تم حویلی واپس چلی جاؤ اور چچا اور چچی کو سمجھاؤ۔ میرا یقین ہے کہ وہ تمہاری بات مان لیں گے۔'' وہ بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھی رہی۔

''آپ خود انہیں یہ بات کیوں نہیں سمجھا سکتے۔ آپ کی بھی تو ہر بات مان لیتے ہیں نا وہ۔'' وہ جس کے الفاظ ہی اسے دیکھ کر دم توڑ جاتے تھے اب انتہائی خود اعتمادی سے بولی۔

''تم سمجھنے کی کوشش تو کرو تمہاری بات اور ہے اگر میں کہوں تو شاید بات اور بھی بگڑ جائے۔'' اس نے تحمل سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''ٹھیک ہے آپ مجھے چھوڑ آئیں حویلی۔'' اور اس نے فیصلہ سنا دیا تھا۔

''کل آفس جاتے ہوئے تمہیں حویلی چھوڑ آؤں گا اور طلاق کے پیپرز بھی تمہیں جلد ہی مل جائیں گے۔'' اس نے نارمل سے انداز میں کہا تھا۔ جیسے یقین ہو کہ وہ مان جائے گی۔

اور اگلے دن وہ اسے حویلی چھوڑ آیا تھا۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔

♥.....❖.....♥

کینیڈا ٹیریا کے خنک ماحول میں وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

''احسن رضا اب تو امتثال بھی حویلی چلی گئی۔ اب تو کسی فیصلے پر پہنچو۔ ممی مجھے کب سے فورس کر رہی ہیں کہ میں جلد از جلد شادی کر لوں۔'' امبرینہ نے کافی کا سپ لیتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں' کرتا ہوں کچھ۔ امبرینہ جہاں اتنا انتظار کر لیا ہے وہاں تھوڑا اور سہی۔ مجھے کچھ دن دو سوچنے کے لیے پلیز۔'' اس نے منت بھرے انداز میں کہا۔

''اور کتنا سوچو گے احسن مجھے آج صاف صاف جواب دو ہاں یا نا۔'' اس نے فیصلہ کن انداز میں پوچھا۔

''امتثال پلیز مجھے سمجھنے کی کوشش.....!'' اس نے آدھا فقرہ ہی ادا کیا تھا جب اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

''بس' میں نے جو سننا تھا وہ سن لیا۔ اب میرے نام کے بجائے تمہاری زبان پر اسی کا نام ہے۔'' اس نے استہزائیہ کہا۔

''اگر تمہیں اس سے محبت ہو بھی گئی تھی' تو تم کم از کم مجھے تو اتنے عرصہ دھوکے میں نہ رکھتے۔'' اسے شاید افسوس ہوا۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں صرف تم سے محبت کرتا تھا اور کرتا ہوں۔'' اس نے بے بسی سے دلیل دی تھی۔

''بس آج سے تمہارا راستا الگ اور میرا الگ اور پلیز

آئندہ مجھ سے کسی بھی قسم کا رابطہ کرنے کی کوشش مت کرنا۔'' وہ وہاں سے نکل گئی اور احسن رضا نے اپنا سر کرسی کی پشت گاہ پر ٹکا دیا تھا۔

گھر آ کر بھی وہ کتنی ہی دیر سوچتا رہا تھا۔ چائے کی شدید طلب پر اس نے امتثال کو آواز دی تھی مگر کچھ ہی دیر بعد سب کچھ یاد آنے پر اس نے سختی سے لب بھینچ لیے تھے۔ اب اکثر ہی ایسا ہوتا تھا کہ وہ جانے انجانے میں ہی سہی مگر اپنی ہر ضرورت کے لیے اس کو ہی آواز دیتا تھا۔

ہر جگہ وہ ہی اسے نظر آتی تھی۔ کبھی اس کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوئی تو کبھی کھانا۔ اسے اپنی ضرورت کی ہر چیز اپنی جگہ سے مل جاتی تھی مگر اب وہ نہیں تھی تو دل جیسے ہر چیز سے اوب گیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے اپنے کسی فیصلے پر سخت پچھتاوا ہوا تھا۔

♥.....❖.....♥

وہ ہم سفر تھا مگر اس سے ہمنوائی نہ تھی
وہ دھوپ چھاؤں کا عالم رہا جدائی نہ تھی
عداوتیں تھیں' تغافل تھا' رنجشیں تھیں مگر
بچھڑنے والے میں سب کچھ تھا بے وفائی نہ تھی

آج اسے حویلی میں آئے ہوئے ڈیڑھ مہینہ ہو گیا تھا۔ مگر وہ اب تک اماں کو کچھ بتانے کا حوصلہ نہ جٹا پائی تھی۔ آج آخری روزہ تھا۔ احسان رضا کو تو وہ بڑے حوصلے سے کہہ آئی تھی کہ وہ اسے طلاق کے پیپرز بھجوا دے لیکن یہاں آ کر جیسے وہ اپنا چین و قرار وہیں احسن رضا کے پاس چھوڑ آئی تھی۔ کوئی ہلکے سے دستک دے کر کمرے میں داخل ہوا تھا۔ مقابل کو دیکھ کر تو وہ اس کے چہرے سے نظریں تک ہٹانا بھول گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' احسن رضا کی آواز پر وہ چونکی تھی۔

''وعلیکم السلام!'' اس نے مختصر سا جواب دیا۔

''کیسی ہو۔'' اسے اس حال تک پہنچانے والا بھی وہ خود تھا اور اب اس کی طبیعت پوچھ رہا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں اور آپ.....!'' کہنا کچھ اور چاہتی تھی اور کہہ کچھ اور گئی تھی۔

''تمہارے سامنے ہوں دیکھ لو۔'' مسکرا کر کہتے ہوئے وہ ساتھ ہی سوفے پر بیٹھ گیا تھا اور ہلکے سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔

''امتثال پلیز مجھے معاف کر دو میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط کیا یہ تو تمہارے آنے کے بعد احساس ہوا کہ میں تمہارے بغیر بالکل ادھورا ہوں۔'' وہ جذب کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

''اچھا جی' تو وہ جو آپ پیپرز بھجوانے والے تھے ان کا کیا ہوا۔''

اس کے منہ سے اظہار محبت سن کر تو وہ بالکل ہلکی ہو گئی تھی مگر اب اسے تنگ کر رہی تھی۔

''اب اس بارے میں کوئی بات بھی نہ کرنا وہ میری ایک بھول تھی جسے میں سدھارنا چاہتا ہوں۔'' اس نے بہت بے قراری سے کہا۔

''اچھا عید کی شاپنگ کی یا نہیں۔'' کچھ یاد آنے پر احسن نے پوچھا۔

''نہیں ابھی نہیں۔'' اس نے کہا تھا۔

''اچھا تم جلدی سے تیار ہو جاؤ میں تمہیں ساتھ لے کر چلتا ہوں شاپنگ کرنے۔'' وہ واش روم میں جانے ہی لگی تھی جب اس نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''اب کیا ہے؟''

''امتثال! تمہارا بہت بہت شکریہ تم نے مجھے جینا سکھا دیا۔'' انتہائی جذب کے عالم میں کہہ کر اس نے اس کی پیشانی پر مہر محبت ثبت کی۔

اور اس نے سرشاری کے عالم میں اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا تھا۔ یہ عید امتثال کے لیے اپنے سنگ بہت سی خوشیاں لے کر آئی تھی۔ اب آگے کی زندگی بہت سہل اور حسین تھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

بھروسہ

عنبرین ولی

میں نے چاہا کوئی تحفہ دوں تجھ کو
میرے پاس تو وفاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں
زندگی بھر نہ پڑے غم کا سایہ تجھ پر
میرے پاس تو دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں

وہ چپ چاپ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی تھی۔ کھلی کھڑکی سے تیز ہوا اور بارش کے بھرے قطرے کمرے میں آرہے تھے' سخت سردیوں کا موسم تھا' سردیوں کی بارش تو ویسے بھی خطرناک ہوتی ہے مگر عائلہ کو اس سے تو کیا' کسی چیز سے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ یخ شوریدہ ہوا اس کے وجود کے آر پار ہو رہی تھی اور بارش کے برف سے ٹھنڈے قطرے اس کے وجود کو بھگونے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر اس قدر ٹھنڈا موسم بھی اسے کھڑکی سے ہٹنے پر مجبور نہ کر پا رہا تھا۔ اس سردی میں کھڑے ہو کر شاید وہ اپنے اندر کی جلن کو کم کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

❁.....☆.....❁

عائلہ اپنے کمرے میں جب کہ حسان سکندر لاؤنج میں دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنی سوچوں میں گم تھے' ذہن اس وقت ایک ہی نکتے پر سوچ رہا تھا مگر مختلف انداز سے۔ حسان کی نگاہ بے اختیار ہی شیشے کی دیوار سے ٹکرائی تو انہیں جیسے ہوش آیا۔ انہیں اب سمجھ آیا کہ اچانک سردی کی شدت میں اضافہ کیوں ہو گیا تھا۔ رات کے دس بج رہے تھے اور شام چھ بجے سے وہ لاؤنج میں اسی طرح بیٹھے تھے۔ لاؤنج کی تمام لائٹس آف کر کے انہوں نے اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھا دیے۔ پریشانی میں وہ عائلہ کو ہی فراموش کر بیٹھے تھے حالانکہ اس تمام

پریشانی کی وجہ اس سے منسلک تھی۔ عائلہ کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ اندر کا منظر انہیں پریشان کرنے کے لیے کافی تھا' عائلہ اب تک کھڑکی میں کھڑی تھی۔

"عائلہ! یہ کیا پاگل پن ہے؟" وہ گھبرا کر اس کے پاس آئے تھے مگر اس کے وجود میں کوئی حرکت نہ ہوئی تھی۔

"عائلہ پلیز! اس طرح تو تم بیمار پڑ جاؤ گی۔" وہ اسے کندھوں سے تھام کر صوفے پر بٹھا گئے تھے۔ کھڑکی بند کر کے وہ اس کی طرف پلٹے۔ "تم کپڑے تبدیل کرو تب تک میں آتا ہوں۔" حسان سکندر نے الماری سے اس کے کپڑے نکال کر اسے تھمائے اور اسے زبردستی واش روم میں دھکیلا۔ اس کے جانے کے بعد وہ نیچے آئے' فریج سے کھانا نکال کر گرم کیا اور ٹرے سجا کر کمرے میں لے آئے۔ کمرے میں چھوٹی سی گول میز اور دو کرسیاں موجود تھیں۔ میز پر کھانا رکھ کر وہ عائلہ کا انتظار کرنے لگے۔ دس منٹ کے بعد عائلہ باتھ روم سے برآمد ہوئی۔

"کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں میں' جلدی سے آؤ ورنہ کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔" حسان خوش دلی سے بولے۔ مقصد صرف تناؤ کو کم کرنا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی ان کے قریب آئی اور ان کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگی' حسان نے بھی اسے رونے دیا' وہ چاہتے تھے کہ وہ سارا غبار آنسوؤں کی صورت بہا دے' کافی دیر رونے کے بعد اس نے سر اٹھایا۔

"تم نے اپنا شغل پورا کر لیا؟ اب کھانا کھاؤ' مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔" حسان نے پھر مسکرا کر کہا حالانکہ ان کا دل جانتا تھا کہ وہ کتنی دقت سے مسکرا رہے ہیں۔

"مجھے بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔" عائلہ بھاری آواز میں بولی۔

"تمہیں نہیں ہوگی بھوک مگر مجھے تو بہت ہے اور تم جانتی ہو کہ مجھے اکیلے کھانا کھانے کی عادت نہیں۔" حسان نے خفگی سے کہا اور نوالہ بنا کر زبردستی اس کے منہ میں ڈالا۔ دو تین نوالے کھانے کے بعد اس نے ہاتھ اٹھا کر منع کر دیا اور چاکر بیڈ پر لیٹ گئی۔ حسان نے سارے برتن اٹھائے اور کچن میں رکھنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ برتن رکھ کر اس نے دودھ گرم کیا اور لے آیا۔

"عائلہ! تم نے کھانا بھی نہیں کھایا اب پلیز میری خوشی کی خاطر تو دودھ پی لو۔" حسان اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولے عائلہ نے ان کی خاطر دودھ پی لیا۔ "عائلہ! تم بالکل بھی پریشان مت ہونا۔ خدا سب بہتر کرے گا اور کوئی نہ کوئی وسیلہ ضرور پیدا کرے گا۔ بس اللہ پر بھروسہ رکھو۔" وہ اسے دھیرے دھیرے سمجھا رہے تھے یا شاید اسے سمجھانے سے زیادہ وہ خود کو تسلی دے رہے تھے۔

❁.....☆.....❁

عائلہ اور حسان کی شادی بہت دھوم دھام سے انجام پائی تھی۔ عائلہ کا تعلق مڈل کلاس گھرانے سے تھا جب کہ حسان اپر مڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے۔ دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے۔ حسان کے دل میں عائلہ کی محبت کب پیدا ہوئی' انہیں پتا ہی نہ چلا۔ عائلہ یونیورسٹی کے آزاد ماحول سے بہت خائف رہتی تھی' یہی وجہ تھی کہ اس نے کسی بھی لڑکی سے دوستی نہیں کی تھی۔ عائلہ کو یہ سب پسند نہ تھا۔ اسے ان لڑکے لڑکیوں پر بھی بے تحاشا غصہ آتا تھا جو محبت کے نام پر ایک دوسرے کو بے وقوف بنا رہے تھے۔ حسان کو عائلہ کے کردار نے بے حد متاثر کیا تھا اور اسے پسند کرنے لگے تھے۔ یہ پسند کب محبت میں تبدیل ہوئی وہ حیران ہی تو رہ گئے تھے مگر وہ عائلہ کو جائز طریقے سے اپنانا چاہتے تھے۔ سو دیر کرنے کے بجائے انہوں نے اپنی والدہ سمیرا بیگم سے بات کی۔ ابتدائی معلومات کے حصول کے بعد وہ رشتہ لے جانے پر راضی ہو گئیں اور چند ماہ میں ہی عائلہ ان کے گھر میں دلہن بن کر آ گئی۔ عائلہ کے وجود نے اس گھر کو جنت بنا دیا تھا۔ اس کا سلیقہ' اس کی وفاشعاری اور تابعداری نے سمیرا بیگم کا دل بھی کچھ ہی دنوں میں جیت لیا تھا۔ عائلہ فطرتاً مذہب کے بہت قریب تھی جب کہ حسان اور سمیرا بیگم کو اس نے جمعے کی نماز کے علاوہ کوئی نماز ادا کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ عائلہ

نے دھیرے دھیرے نہایت احتیاط سے انہیں نماز کی اہمیت کے بارے میں احساس دلایا تھا کہ کہیں انہیں بُرا نہ لگ جائے اور غیر محسوس طریقے سے انہیں نماز پڑھنے کی طرف راغب کرتی رہتی تھی بالآخر دھیرے دھیرے ہی سہی عائلہ نے ان کی زندگیوں میں مذہب کی اہمیت کو اجاگر کردیا تھا۔ اس سال رمضان المبارک کے مہینے میں عائلہ کے ساتھ ساتھ حسان اور سمیرا بیگم نے بھی سارے روزے رکھے تھے اور عائلہ اپنی اس کامیابی پر بے حد خوش تھی اور خدا کا شکر ادا کرتے نہ تھکتی تھی۔ سمیرا بیگم جو سارا سارا دن گھر سے باہر گزارتی تھیں اب زیادہ وقت گھر میں ہی رہتیں اور عائلہ سے قرآن پاک مع تفسیر پڑھنے لگی تھیں۔

❁.....☆.....❁

آج ان کی شادی کی تیسری سالگرہ تھی۔ گزشتہ دونوں سال میں حسان کی خواہش پر کافی اہتمام کیا گیا تھا مگر اس بار عائلہ نے سختی سے منع کردیا تھا کہ وہ اس بار صرف اپنوں کے ہمراہ ہی سالگرہ منائے گی اور حسان فوراً مان گئے۔ آئس کیک اور کچھ لوازمات کی موجودگی میں سادگی سے ان کی شادی کی تیسری سالگرہ انجام پائی تھی۔ اس تقریب میں صرف عائلہ کا میکہ ہی مدعو تھا' اپنوں کی موجودگی میں دونوں نے مل کر کیک کاٹا تھا' تقریب میں خوب ہی انجوائے کیا گیا' کھانا کھانے کے بعد عائلہ کی بھابی ثوبیہ اور اس کی بڑی بہن اس کے ہمراہ کچن میں آگئیں۔ عائلہ نے چائے کی تیاری شروع کردی۔

"عائلہ تم نے حسان کو کیا گفٹ دیا ہے؟" ثوبیہ بھابی نے مسکرا کر پوچھا۔ اس سے پہلے کہ عائلہ جواب دیتی نازنین بول پڑی۔

"عائلہ! اب تم انہیں وہ تحفہ دے ہی دو جو سب سے انمول اور سب سے قیمتی ہوتا ہے۔" نازنین کی بات پر عائلہ اور ثوبیہ دونوں نے ہی حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا مطلب..... کون سا تحفہ؟"

"بھئی اولاد کا تحفہ۔ تم دونوں کی شادی کو آج تین سال مکمل ہوچکے ہیں' ان تین سال میں تم دونوں نے زندگی کو بھرپور طریقے سے انجوائے بھی کرلیا اور ایک دوسرے کے مزاج سے بہت اچھی طرح آشنا بھی ہوگئے ہو۔ تم دونوں کے درمیان بہت محبت ہے اور اس محبت میں اضافے کے لیے تمہیں اس اٹوٹ زنجیر کی ضرورت ہے جسے اولاد کہتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم دونوں اس بارے میں سوچنا شروع کردو اتنی دیر اچھی نہیں۔" نازنین نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"آپی! یہ دیر ہماری طرف سے نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔" عائلہ سر جھکا کر مری ہوئی آواز میں بولی۔

"عائلہ! تم یہ بات اب بتا رہی ہو؟ میں تو کیا پورا گھر یہی سمجھتا ہے حتیٰ کہ سمیرا آنٹی بھی کہ یہ سب تم دونوں کی باہمی رضامندی کی وجہ سے ہے جب کہ تم کہہ رہی ہو کہ....." نازنین نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"حسان نے بھی کبھی تم سے اس حوالے سے کوئی ذکر نہیں کیا؟" ثوبیہ نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ "تم آج ہی اس بارے میں حسان سے بات کرو۔" بھابی نے ذرا غصے سے کہا تو اس نے جلدی سے سر ہلایا۔

حسان کمرے میں آئے تو عائلہ کو سوچوں میں غرق پایا۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے قریب آگئے۔

"آج آپ سوچوں کے بھنور میں اس طرح پھنسی ہیں کہ کپڑے تبدیل کرنا بھی بھول گئیں؟" حسان کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں لائی تھی' اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور سمٹ کر ان کے لیے جگہ بنائی۔ پارٹی کے متعلق گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ وہ چوڑیاں اور زیورات اتارنے لگی۔ کلینزر سے چہرہ صاف کرکے اس نے کپڑے تبدیل کیے اور بیڈ پر دراز ہوگئی۔

"حسان! آپ کو بچے کیسے لگتے ہیں؟" عائلہ نے قدرے جھجک کر پوچھا۔ حسان حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا..... میں نے کچھ غلط پوچھ لیا؟" حسان کی حیران شکل دیکھ کر عائلہ نے کہا۔ ان تین سالوں میں حسان نے پہلی دفعہ اس کے منہ سے بچوں کا ذکر سنا تھا۔ سو حیران ہونا فطری تھا۔

"مجھے حیرت اس بات پر ہو رہی ہے کہ آپ کو اچانک بچے کیسے یاد آگئے؟" جواباً عائلہ نے اپنی اور ان کی گفتگو حسان کے گوش گزار دی۔

"انہوں نے بالکل درست کہا ہے میں بھی اب تک اسی لیے چپ رہا کہ مجھے لگتا تھا کہ آپ ابھی بچے کی ذمہ داری نہیں اٹھانا چاہتی ہیں' اس لیے کہ آپ نے کبھی مجھ سے اس حوالے سے کوئی بات ہی نہیں کی تھی حالانکہ میں نے سنا تھا کہ آپ کو بچے بہت پسند ہیں۔ میں تو اسی انتظار میں تھا کہ کب آپ اس بارے میں سوچیں گی اور کب ہمارے گھر ننھا مہمان آئے گا۔" وہ مسکرا کر بولے تو وہ شرمندہ ہوگئی۔

یہ حقیقت تھی کہ اسے بچوں سے بے حد لگاؤ تھا' شادی سے پہلے وہ اپنے بھتیجے' بھتیجیوں کو بے حد پیار کرتی تھی۔ سارا سارا دن ان کے ساتھ رہتی۔ شادی کے بعد وہ حسان کی ذات میں اس قدر گم ہوئی کہ اسے کچھ یاد ہی نہ رہا اور نہ کمی محسوس ہوئی۔ آج جب احساس ہوا تو وہ بے چین ہوگئی تھی۔ اسے اپنی گود بے حد سونی سونی سی محسوس ہو رہی تھی۔

"آپ پریشان مت ہوں' ہم کل ہی ڈاکٹر کے پاس جائیں گے۔" حسان نے کہا تو اس نے بھی آنکھیں موند لیں۔

❁.....☆.....❁

دونوں کی رپورٹس بالکل ٹھیک آئی تھیں' ہر طرح سے اطمینان تھا' دیر تھی تو فقط اوپر والے کی طرف سے۔ عائلہ کے لبوں پر اب ہر دم ایک ہی دعا مچلتی تھی۔ چھ ماہ مزید گزر چکے تھے مگر اس کی گود ہنوز سونی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ انہی دنوں سمیرا بیگم کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ عائلہ ان کا دھیان رکھنے میں مگن ہوئی تو اس کی توجہ اس معاملے سے کافی حد تک کم ہوگئی تھی۔ ہر طرح کے خیال رکھنے کے باوجود ان کی طبیعت بگڑتی چلی جارہی تھی' حسان نے انہیں اب اسپتال میں داخل کروا دیا تھا تاکہ ان کی اور اچھی طرح کیئر ہوسکے مگر ان کی حالت میں کوئی فرق نہ آرہا تھا' ہر طرح کے ٹیسٹ کروا کے دیکھ لیا مگر کوئی بیماری سامنے آتی ہی نہ تھی۔ وہ روز بروز کمزور ہوتی جارہی تھیں اور اسی طرح ایک رات ان کی روح دارِ فانی سے پرواز کرگئی۔ حسان ماں کی موت کے بعد بالکل بکھر کر رہ گئے تھے۔ عائلہ ہر دم ان کی دلجوئی کرتی رہتی۔ حسان کے والد کا چھ سال پہلے انتقال ہوا تھا جب کہ اب سمیرا بیگم بھی چل دی تھیں۔ حسان بہت افسردہ رہنے لگے تھے۔

کسی کے جانے سے زندگی کچھ وقت کے لیے تھم ضرور جاتی ہے مگر ختم نہیں ہوتی۔ معمولات لوٹ آئے تھے مگر ان کی کمی آج بھی یوں ہی محسوس ہوتی تھی۔ حسان تو صبح آفس چلے جاتے تھے جب کہ عائلہ سارا سارا دن بولائی بولائی پھرتی۔ خالی گھر میں اسے تنہائی سے وحشت ہونے لگتی تھی۔ گھر کے ہر کونے میں اسے سمیرا بیگم کی یاد آتی تھی۔ دن میں زیادہ تر دونوں مل کر کھانا پکاتی تھیں۔ کچن میں جاتے ہوئے اسے وہ یاد آتیں۔ پسندیدہ ڈراما دیکھتے ہوئے اچانک ہی ان کی تصویر اس کی نگاہوں میں گھوم جاتی پھر دل ہر چیز سے بیزار ہوجاتا۔ آج کل اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا تھا' طبیعت گری گری رہنے لگی تھی' کام کرتے وقت اکثر چکر بھی آتے تھے۔ اسے یہی لگا کہ یہ سب شاید کمزوری کی وجہ سے ہے' حسان اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے اور جو خبر انہیں ڈاکٹر نے سنائی تھی وہ ان کے لیے اتنی غیر متوقع اور اچانک تھی کہ وہ ڈھنگ سے خوش ہونا بھی بھول گئے تھے۔ عائلہ ماں بننے والی تھی۔ یہ خبر انہوں نے تقریباً پورے خاندان کو فون کرکے سنا ڈالی تھی۔ سمیرا بیگم کے انتقال کے بعد تو گھر جیسے ویران ہوگیا تھا' خدا نے ان سے ایک رشتہ چھین کر ایک نیا رشتہ عطا کرنے کی ٹھان لی تھی۔ حسان تو خوشی سے پاگل ہونے کو تھے اور عائلہ.....! عائلہ تو اب تک حیران تھی' اسے تو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ خدا اسے اتنی بڑی نعمت عطا کرنے والا ہے۔ اس کا ایمان پہلے ڈگمگا گیا تھا' اب وہ بے حد شرمندہ ہوئی تھی۔ خدا کے حضور معافی مانگ کر اس کا شکر ادا کیا تھا کہ اس نے ان کی آزمائش اور انتظار تمام کیا مگر وہ یہ نہیں جانتی کہ اصل آزمائش تو اب شروع ہوئی ہے اور اس آزمائش میں اسے سرخرو ہونا ہے۔

❁.....☆.....❁

"عائلہ بیگم! آپ کے لیے ایک اور خوش خبری ہے۔"

حسان ابھی ابھی آفس سے لوٹے تھے۔ عائلہ ان کے لیے چائے بنا کر لائی تو انہوں نے کہا۔

"وہ کیا.....؟" وہ چائے کا کپ پکڑاتے ہوئے بولی۔

"وہ یہ کہ تم مجھے اتنا بڑا گفٹ دو گی تو میں نے سوچا کہ مجھے بھی تمہارے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ سو آفس سے میں نے بیس دن کی چھٹیاں لی ہیں اور ہم ان بیس دنوں میں شمالی علاقہ جات کی سیر کو جائیں گے۔" حسان بہت خوشی خوشی بتا رہے تھے انہیں معلوم تھا کہ عائلہ کو شمالی علاقہ جات بہت پسند ہیں وہ چاہتے تھے کہ کچھ دن وہاں گزارے جائیں تاکہ عائلہ کی صحت پر اچھا اثر پڑے۔ سمیرا بیگم کی موت کے بعد تنہائی نے اسے کافی کمزور کر ڈالا تھا۔

"سچ.....!" وہ خوشی اور بے یقینی سے چلائی تو حسان نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آپ کو میں نے کبھی نہیں بتایا لیکن مجھے ہمارا پہلا ہنی مون پیرس میں جا کر منانے کا آئیڈیا پسند نہیں آیا تھا۔ میں چاہتی تھی کہ آپ کو منع کر دوں مگر آپ کی خوشی دیکھ کر خاموش ہو گئی۔ آج میں بہت خوش ہوں کہ ہم اپنا دوسرا ہنی مون اپنے پاکستان میں منائیں گے۔" وہ بہت خوش تھی اور حسان اسے ہمیشہ ہی خوش دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ ان کے کندھے سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی۔

اور یہ بیس دن پلک جھپکتے میں ہی گزر گئے۔ عائلہ وہاں بہت خوش رہتی تھی مگر کمزوری ہنوز تھی۔ اس قدر خوش گوار ماحول نے بھی اس پر کوئی خاص اثر نہ چھوڑا تھا۔ حسان اس کی یہ حالت دیکھ کر پریشان سے ہو گئے تھے۔ عائلہ اپنی غذا کا بھی بھرپور خیال رکھتی تھی۔ صبح سویرے چہل قدمی کو جاتی۔ اچھا سوچتی، اچھا کرتی، دوائیں وقت پر لیتی پھر بھی اس کی حالت ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ حسان نے ڈاکٹر سے بات کی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ کچھ مہینے اسے کسی صحت افزاء ماحول میں بھیج دیا جائے جہاں کی آب و ہوا اس پر اثر ضرور چھوڑے گی۔ حسان نے اپنا ٹرانسفر اسلام آباد کروالیا تاکہ عائلہ کی صحت اچھی ہو جائے۔ عائلہ ٹرانسفر کی بات سن کر اداس ہو گئی تھی، وہ یہ شہر چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی، یہاں اس کا بچپن گزرا تھا، اپنی جوانی اس نے یہیں گزاری تھی۔ یہ اس کا آبائی شہر تھا مگر مجبوری تھی۔

"تم پریشان مت ہوا کرو۔ ہم جلد ہی کراچی لوٹ آئیں گے۔" حسان اس کا اترا چہرہ دیکھ کر بولے۔

اسلام آباد کا موسم بے حد خوش گوار تھا۔ عائلہ کی طبیعت پر بھی اس خوش گواریت کا اثر پڑا تھا مگر صحت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ حسان بہت پریشان تھے، پریشان تو عائلہ بھی تھی مگر وہ ظاہر نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ عائلہ کو حسان ڈاکٹر کے پاس لے گئے تھے اور ساری پرابلم ان کے سامنے رکھ دی تھی، ڈاکٹر زینب نے کچھ ٹیسٹ کروانے کو کہا تھا، رپورٹ دو دن بعد ملنی تھی۔ حسان رپورٹس لے کر آفس سے واپسی پر اسپتال چلے گئے تھے، رپورٹس کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹر زینب نے بولنا شروع کیا۔

"دیکھیے حسان صاحب! میں آپ سے اس وقت جو کہنے جا رہی ہوں ہو سکتا ہے آپ کو مجھ پر بہت غصہ آئے مگر فیصلہ آپ کو کرنا ہوگا، مجھے پتا ہے کہ خدا نے آپ کو بہت عرصے بعد یہ خوش خبری سنائی ہے مگر اس رپورٹ کے مطابق عائلہ کے بطن میں پلنے والا بچہ ابنارمل ہے اور صرف یہی نہیں، وہ اپنی عمر کے حساب سے کافی بڑی جسامت کا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ عائلہ ابارشن کروالیں کیونکہ اگر نو ماہ مکمل ہونے کے بعد ڈیلیوری ہوئی تو اس میں عائلہ کی جان کو بہت خطرہ ہے۔" ڈاکٹر زینب نے حتی الامکان کوشش کی تھی کہ الفاظ زیادہ سنگین نہ ہوں مگر حسان کا دھواں دھواں چہرہ دیکھ کر وہ بالکل خاموش ہو گئیں۔ گھر آ کر بھی وہ خاموش ہی تھے اور سوچتے ہوئے ایک نتیجے پر پہنچ ہی گئے۔

❁.....☆.....❁

"حسان! مجھے آپ سے یہ امید ہرگز نہیں تھی۔ آپ کو تو میں بہت بلند خیال رکھنے والا انسان سمجھتی تھی مگر آپ..... آپ نے تو میرا مان ہی توڑ دیا۔ کیا ہوا جو میرا بچہ معذور پیدا ہوگا؟ دنیا میں ہزاروں بچے معذور پیدا ہوتے ہیں تو کیا ان کے گھر والے انہیں قتل کر دیتے ہیں؟ بولیے!" عائلہ نے غصے اور دکھ سے کہا تھا۔ "ہو سکتا ہے ڈاکٹر نے بالکل درست

کہا ہو مگر مجھے اس ڈاکٹر کی بات سے زیادہ اپنے رب کی ذات پر بھروسا ہے۔ ہو سکتا ہے ڈاکٹر زینب کو غلط فہمی ہوئی ہو، ایسا کچھ بھی نہ ہو جیسا وہ سوچ رہی ہیں۔" عائلہ اب حسان کو قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"عائلہ! مجھے صرف اور صرف تمہاری زندگی عزیز ہے اور میں تمہیں کھو نہیں سکتا۔" حسان جذباتی ہو گئے تھے۔

"آپ کیا چاہتے ہیں میں ابارشن کروا کر ایک معصوم کی قاتل بن جاؤں، جس کا محض اتنا قصور ہے کہ وہ عام بچوں سے مختلف ہوگا؟ بولیے! آپ چاہتے ہیں کہ میں ڈائن بن جاؤں؟" عائلہ نے ان کا گریبان پکڑ کر کہا تھا، وہ نگاہ چرا گئے۔

❁.....☆.....❁

حسان اب عائلہ سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ عائلہ کو انہوں نے ہر طرح سے سمجھا کر دیکھ لیا تھا مگر اس کی ایک ہی رٹ تھی کہ میں اپنی زندگی کی خاطر اپنے بچے کی جان نہیں لے سکتی۔ حسان کا ہر لمحہ مضطرب گزرتا تھا جب کہ عائلہ بے حد مطمئن تھی۔ عائلہ کا تمام وقت عبادت میں صرف ہوتا تھا۔ ڈیلیوری کے دن قریب آتے جا رہے تھے۔ حسان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ انہیں ہمہ وقت عائلہ کی فکر رہتی تھی۔

"میں نے آنٹی کو فون کر دیا ہے، وہ آج شام تک پہنچ جائیں گی اور میں نے اس بارے میں آنٹی کو کچھ نہیں بتایا۔" حسان نے عائلہ کی ممی کو بلا لیا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس وقت کسی بڑے کی بہت ضرورت ہے۔ شام تک عائلہ کی ممی پہنچ گئی تھیں۔ عائلہ انہیں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئی تھی۔ اس کا ویران چہرہ دیکھ کر انہیں کچھ ہوا تھا۔

"اے اللہ! اے میرے مالک! میں جانتی ہوں کہ تو میرا امتحان لے رہا ہے۔ تو نے مجھے اس قابل سمجھا حالانکہ میں اس قابل نہیں۔ مجھے ساری زندگی تو نے خوشیاں عطا کیں، کوئی کمی نہ چھوڑی مگر میری سب سے بڑی خواہش کو میرے امتحان کے واسطے چنا۔ اے خدا! تو بہت رحیم ہے۔ تیری ذات بہت کریم ہے، مجھے معاف فرما! مجھ پر اور میرے گھر والوں پر رحمت فرما۔" عائلہ بلک بلک کر روتے ہوئے دعا مانگ رہی تھی، جب اسے زور سے درد اٹھا۔ ڈیلیوری کی تاریخ میں پندرہ دن باقی تھے مگر اللہ کی مرضی! حسان اور عائلہ کی ممی اسے اسپتال لے گئے۔

❁.....☆.....❁

پچھلے ایک گھنٹے سے عائلہ لیبر روم میں تھی۔ ڈاکٹر نے فوراً آپریشن کا کہا تھا، کچھ دیر پہلے حسان نے عائلہ کی امی کو ساری حقیقت سے آشنا کر دیا تھا اور وہ روئے جا رہی تھیں۔ حسان کا رواں رواں عائلہ کے لیے دعا گو تھا۔ حسان یہاں سے وہاں ٹہل کر اپنی بے چینی کم کرنے کی ناکام کوششیں کر رہے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد لیبر روم کے دروازے سے ایک نرس اور ڈاکٹر برآمد ہوئے۔ حسان بے چینی سے ان کی طرف بڑھا۔

"آپ عائلہ حسان کے شوہر ہیں؟" ڈاکٹر نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "حسان صاحب! بے بی بہت صحت مند تھا اس لیے ہمیں آپریشن کرنا پڑا۔ بے بی بالکل ٹھیک اور تندرست ہے جب کہ....." ڈاکٹر کہتے کہتے رکی اور اس وقفے نے تو جیسے حسان کی جان کھینچ لی تھی۔

"جب کہ آپ کی مسز کی حالت بھی اب خطرے سے باہر ہے۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو، خدا نے آپ کو بیٹا دیا ہے۔" اس خبر نے جیسے ان کے اندر زندگی بھر دی تھی اور ساتھ ساتھ شرمندگی بھی۔

"مجھے معاف کر دو عائلہ! میں نے تمہیں گناہ کی طرف راغب کرنے کی کوشش کی مگر تمہارا خدا پر یقین اور ایمان جیت گیا۔ تم اس امتحان میں سرخرو ہو گئیں اور میں..... میں پیچھے رہ گیا۔"

حسان بے حد دکھے دل سے سوچ رہے تھے۔ خدا نے انہیں عائلہ کی زندگی اور ایک ننھی سی جان نوازی تھی، وہ اس کا شکر ادا کرنے مسجد کی طرف چل دیے۔

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

سمیرا اصغر..... چھوٹا گھسیٹ پورہ

جواب:۔ اللہ آپ کی والدہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

سورۃ شمس 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

پانی پر دم کر کے والد کو پلایا کریں۔ روزانہ کسی بھی وقت۔

نیت: جو مقصد ہے۔

سلمیٰ بتول..... راولپنڈی

جواب:۔ مسئلہ ۱:۔ **سورۃ قریش** 111 مرتبہ بعد نماز عشاء۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

مسئلہ ۲:۔ **سورۃ بینہ** (پارہ 30)۔ صبح و شام 7,7 مرتبہ پانی پر پڑھ کر پئیں۔ دم بھی کریں۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ "یا سلام" کا ورد رکھیں۔

مسئلہ ۳:۔ فجر اور عصر کی نماز کے بعد **ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح درود شریف**۔ توبہ کریں اللہ سے رجوع کریں۔

"یا مصور" عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف روزانہ۔ روزہ کھولتے وقت 21 مرتبہ پڑھ کر دم کر دیں۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ دعا بھی کریں۔

K.A..... لاہور

جواب:۔ **سورۃ والضحیٰ** فجر اور عشاء کی نماز کے بعد 21,21 مرتبہ پڑھ کر دعا کریں۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ (پہلے استخارہ کرلیں)۔

علینہ نواز..... سرگودھا

جواب:۔ "یا فتاح" ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ دعا کریں۔

نگہت شاہین..... ضلع ساہیوال

جواب:۔ رشتے تو اللہ بناتا ہے۔ **سورۃ اخلاص** پڑھیں۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ دعا کریں۔

خرم شہزاد جس کمپنی سے ویزا لگوا رہے ہیں وہ غلط بیانی کر رہی ہے۔ کسی دوسرے سے رابطہ کریں ویزے کے لیے۔

ج..... گوجرانوالہ

جواب:۔ "یا لطیف" 313 مرتبہ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ تصور ماموں کا رکھیں اور مقصد ذہن میں ہو۔

مسئلہ ۲:۔ روزگار کے لیے۔ بعد نماز عشاء **سورۃ قریش** 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

روبینہ یاسمین..... کراچی

جواب:۔ فجر والا وظیفہ جاری رکھیں۔ کبھی دیر ہوتی ہے لیکن مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

فجر کی نماز کے بعد **سورۃ یسین** ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ سورۃ مزمل پڑھا کریں۔ دعا بھی کیا کریں۔ کوئی مسئلہ اٹکے گا نہیں۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ الفلق، سورۃ الناس** 19,19 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ **سورۃ عبس** پڑھنا بند کر دیں۔ بہن کے لیے بھی دعا کیا کریں۔

عبدالرحمٰن..... میانوالی

جواب:۔ بعد نماز عشاء **سورۃ عبس** 3 مرتبہ۔ پانی پر دم کر کے گھر کے تمام افراد کو پلائیں۔

افشاں..... اوکاڑہ

جواب:۔ آپ کے رشتے کے لیے یہ دونوں لڑکے ٹھیک نہیں۔

بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

ہر نماز کے بعد **سورۃ فلق، سورۃ الناس** 9,9 مرتبہ۔ بندش ختم ہو جائے گی دعا بھی کریں۔

آمنہ پروین..... اسلام آباد

جواب:۔ مسئلہ ۱، ۳:۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ **سورۃ اخلاص** پڑھ کر دعا کریں۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ ہر نماز کے بعد **سورۃ قریش** 21 مرتبہ درود شریف 3,3 مرتبہ اول و آخر بھائی خود پڑھیں۔

سمعیہ..... سیالکوٹ

جواب:۔ مسئلہ نمبر ۱:۔ حکیمی علاج کروائیں۔

مسئلہ نمبر ۲:۔ **فکشفنا عن..... حدید** (سورۃ ق آیت 22)۔ 101 مرتبہ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک گلاس پانی پر دم کر کیں۔ صبح آنکھیں دھوئیں پانی مٹی میں جائے روزانہ۔

ثوبیہ ناہید..... فیصل آباد

جواب:۔ مسئلہ ۱:۔ بعد نماز فجر **سورۃ یٰسین** 3 مرتبہ۔

بعد نماز عشاء "یا مذل" 101 مرتبہ۔ اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔ معنی ذہن میں رکھ کر پڑھیں کہ اللہ اس کو اس کے مقصد میں ذلیل و خوار کر رہا ہے۔ دعا بھی کریں۔

ع۔ ر..... میانوالی

جواب:۔ بعد نماز عصر روزانہ ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر دعا کریں۔

ک۔ ب..... میانوالی

جواب:۔ مسئلہ ۱:۔ روزانہ 41 مرتبہ **سورۃ شمس** پڑھ کر پانی پر پھونکیں۔ بھائی کو پانی پلائیں۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ نیت ہو کہ فرمانبردار بن جائے۔ ذمہ داری کا احساس ہو۔

مسئلہ ۲:۔ سرسوں کا (کڑوا تیل) پر 3 مرتبہ **سورۃ عبس** پڑھ کر دم کریں۔ روزانہ رات کو مالش کریں۔ صبح غسل کر لیں۔

فرزانہ..... سکھر

جواب:۔ ۱:۔ میڈیکل رپورٹ کیا کہتی ہے؟

۲:۔ **سورۃ قریش** 21 مرتبہ ہر نماز کے بعد اول و آخر 7,7 مرتبہ درود شریف۔

۳:۔ **سورۃ آل عمران** آیت نمبر 38 روزانہ 101 مرتبہ پڑھیں۔ بعد نماز عشاء اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اگر جسمانی مسئلہ ہے تو علاج کروائیں۔

۴:۔ جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ **سورۃ مزمل** پڑھ کر دم کر دیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف۔

بنت سلیم..... نواب شاہ

جواب:۔ رشتوں کے لیے بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد **سورۃ الفلق، سورۃ الناس** 19,19 مرتبہ۔

نیت: بندش کے توڑ کے لیے۔

ناہید یوسف..... لاہور

جواب:۔ صدقہ دیں اور یہ وظائف جو میں دے رہا ہوں ہمیشہ جاری رکھیں۔ روزگار بھی ہوگا اور صحت بھی اچھی رہے گی۔ ہر ماہ صدقہ دیتی رہا کریں۔ پچھلے وظائف بند کر دیں۔ یہ وظائف آپ دونوں نے کرنے ہیں۔

فجر اور مغرب کی نماز کے بعد۔ **سورۃ الفلق، سورۃ الناس** 21,21 مرتبہ۔ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں اور پانی پر دم کریں کارخانہ میں چھڑکیں اثرات کے لیے۔ بعد نماز عشاء سورۃ قریش 111 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ روزگار کے لیے دعا بھی کریں۔

محمد عاقب..... میرپور خاص

جواب:۔ استخارہ کا طریقہ عالم سے پوچھ لیں۔ "یا فتاح" امتحان میں کامیابی کے لیے۔ ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

"یا قوی" فرض نماز کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں 11 مرتبہ۔

شمع..... کراچی

جواب:۔ رشتے کے لیے بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ دعا بھی کریں۔

مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق' سورۃ الناس 19,19 مرتبہ۔

نیت: رکاوٹ دور ہو۔

سائرہ..... کراچی

جواب:۔ ا:۔ والدہ سورۃ فاتحہ پڑھنا جاری رکھیں صرف اور ہر نماز کے بعد سورۃ اخلاص' سورۃ الفلق' سورۃ الناس' 9,9 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

۲:۔ نماز کی پابندی کریں۔ رشتوں کے لیے سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف پڑھ کر اپنے رشتوں کے لیے دعا کریں جلد اور اچھے۔

ہفتہ میں ایک مرتبہ سورۃ بقرہ پڑھ کر سب افراد اس کا پانی پئیں اور گھر میں بھی چھڑکیں (حمام کے علاوہ)۔

رابعہ کو اعصابی کمزوری ہے علاج کروائیں اور ہر نماز کے بعد "یا قوی" 11 مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیے۔

بھائی کے لیے (جو بیرون ملک ہیں) عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الضحیٰ 41 مرتبہ اول و آخر 11,11 درود شریف۔ پڑھتے وقت مقصد ذہن میں ہو۔

جواب:۔ آپ زیادہ سوچنا چھوڑ دیں اور حقیقت سے منہ نہ چرایا کریں۔

بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

نوکری کے لیے:۔ سورۃ قریش 111 مرتبہ بعد نماز عشاء۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

روزانہ ایک تسبیح استغفار ایک تسبیح درود شریف پڑھا کریں۔ دعا کریں اپنے لیے اور گھر والوں کے لیے۔

م ر..... آزاد کشمیر

جواب:۔ آنکھوں کے لیے بعد نماز عشاء 101 مرتبہ سورۃ ق آیت 22 اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

فکشفنا عنك..... حدید تک

رشتے کے لیے:۔ بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

رشتے کے لیے دعا کریں آیت پڑھ کر ایک گلاس پانی پر دم کر دیں صبح آنکھوں کو اس پانی سے دھوئیں پانی میں جائے۔

سہیل اکرم حکیمی علاج کروائیں۔ ہر ہفتہ سورۃ بقرہ ایک مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں خود بھی پئیں اور نائلہ کو پلائیں۔

شمشاد پر آسیب ہے دعا کریں ان کے لیے۔

زعیم ہر نماز کے بعد سورۃ القریش پڑھے 11 مرتبہ باہر جانے کے لیے۔ آپ کی والدہ بھی ہر ہفتے سورۃ بقرہ والا عمل کریں پانی گھر کے سب افراد پئیں اور گھر میں چھڑکیں۔ (حمام کے علاوہ)۔

طاس عطار پہ..... سیالکوٹ

جواب:۔ (ا) بعد نماز فجر سورۃ الفرقان آیت نمبر 74'70 مرتبہ (اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف) اچھے رشتے کے لیے۔

(۲) بستر پر لیٹنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھ کر 101 مرتبہ پڑھیں۔ "یا باعث" اول و آخر 7,7 مرتبہ درود شریف۔

اللہ آپ کو اپنا قرب نصیب فرمائے آمین۔ گھر والوں کے لیے بھی دعا کریں۔

فرزانہ مظہر..... فاروق آباد

جواب:۔ کوئی جادو نہیں۔

فجر کی نماز کے بعد ایک مرتبہ سورۃ یٰسین ایک مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر اپنے مسئلوں کے لیے دعا کریں۔ دونوں بہنیں۔

سعدیہ..... شور کوٹ

جواب:۔ سورۃ ال عمران آیت نمبر 38' بعد نماز عشاء 313 مرتبہ روزانہ۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ عاجزی و انکساری کے ساتھ دعا مانگیں۔

م۔م..... راولپنڈی

جواب:۔ (ا) آیات شفاء تیل پر دم کر کے مالش کریں گھٹنوں کی۔

(۲) بلڈ پریشر کے لیے کالا نمک استعمال کریں۔ آنکھوں کے لیے "یا نور" روزانہ 101 مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کریں۔ روزانہ آنکھیں دھوئیں' اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

م ش..... راولپنڈی

جواب:۔ (ا) جب گھر میں چینی آئے اس پر 3 مرتبہ سورۃ مزمل (اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کر دیں۔ چینی گھر کے تمام افراد کے استعمال میں آئے۔ بھائیوں کے روزگار کے لیے سورۃ القریش کا ورد رکھیں۔

(۲) آپ اپنے ماضی اور حال کو مدنظر رکھ کر مستقبل کا فیصلہ کریں۔ استخارہ کرلیں۔ عشاء کی نماز کے بعد 313 مرتبہ آیت کریمہ پڑھیں۔ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اللہ سے مانگیں جو آپ کے حق میں بہتر فیصلہ ہے۔

نرگس صدیق..... سیالکوٹ

جواب:۔ شوہر کے لیے "یا لطیف یا ودود" 313 مرتبہ (اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف)۔ پڑھتے وقت تصور رکھیں کہ دل نرم ہو رہا ہے اور دماغ ٹھنڈا اور آپ کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔

بچوں کے لیے:۔ "سورۃ العصر" 21 مرتبہ (اول و آخر 3,3 مرتبہ درود شریف) رات جب سو جائیں سرہانے کھڑے ہو کر ہلکی آواز میں نیت ہو کہ فرمانبردار بن جائیں۔

شاھدہ بانو..... رحیم یار خان

جواب:۔ عشاء کی نماز کے بعد "یا عدل" 1100 مرتبہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔ اللہ سے اپنے حق کے لیے دعا کریں۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن اکتوبر ۲۰۱۲ء

نام..... والدہ کا نام..... گھر کا مکمل پتا.....

.....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں.....

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

غزالہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں بڑی امید کے ساتھ خط لکھ رہی ہوں۔

محترمہ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے یہ نشان ختم نہیں ہوتے۔

تنزیلہ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ میری تھوڑی پر گول کالا نشان پڑ گیا ہے جس پر دانے بھی نکلتے ہیں۔ میرے بھائی کی عمر 18 سال ہے قد بڑھانے کے لیے کوئی مناسب دوا بتائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پی لیں۔ بھائی کو CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ دیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار دیں۔ تین ماہ مکمل کرلیں۔

شازیہ چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ میں GRAPHITES استعمال کر رہی ہوں۔ مگر زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ میرے چہرے پر ہلکا رواں ہے بال نکال کر دوا استعمال نہیں کرنا چاہتی ایسی دوا بتائیں کہ بال نکالے بغیر ختم ہوجائیں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF-3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ APHRODITE بالوں کی جڑوں کو ختم کرتا ہے اس لیے بال نکال کر جڑوں پر لگانا پڑتا ہے جڑیں ختم ہوں گی تو بال نکلنا بند ہوں گے۔

کوہ نور جتوئی سے لکھتی ہیں کہ میرا ماہانہ نظام انتہائی خراب ہے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ PULSATILLA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

بنت حارث مظفر گڑھ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ OLIUMJAC 3X کی ایک گولی تین وقت کھائیں اور APHRODITE کا استعمال جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

کائنات عابد فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ SENECIO - 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔

نادیہ طاہر گوجرہ سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترمہ آپ LECETHIN 3X کا استعمال جاری رکھیں۔

حرا سحر شورکوٹ سے لکھتی ہیں کہ ماہانہ نظام میں بے قائدگی ہے پہلے ٹھیک تھے۔

محترمہ آپ THLASPI-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک میڈیکل اسٹور سے مل جائے گی۔

ربیعہ احمد منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ میں نے JODUM-IM استعمال کی کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔

محترمہ آپ SARSAPARILLA 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں۔

شائستہ بشیر مرید کے سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CHIMAPHILA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

صائمہ خالد کبیر والہ سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت گرتے ہیں اور بالکل بھی نہیں بڑھتے۔ پتلے اور روکھے ہیں۔ میری ناک اور گال پر جھائیاں ہیں دوسرے مٹا پا بڑھتا جارہا ہے۔

محترمہ آپ بھائیوں کے لیے

BERBARISAQUI-Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور مٹاپے کے لیے PHYTOLACCA BERRY-Q کے پانچ قطرے تین وقت لیں۔ یہ ادویات آپ کے شہر میں کسی بھی ہومیو پیتھک میڈیکل اسٹور سے مل جائے گی۔ HAIR GROWER کے لیے 600 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے بالوں کے مسائل حل ہوجائیں گے۔

فوزیہ یونس راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ 120 کلو وزن ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ سے چلنا پھرنا دشوار ہوگیا ہے ٹانگوں میں درد ہوجاتا ہے۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA-Q اور FUCUSVES-Q کے دس دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں وزن کم ہوگا تو دوسرے مسائل خود ختم ہوجائیں گے۔ ان شاء اللہ

مسکان نور سانگلہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 22 سال ہے میرے بال سفید ہورہے ہیں اور جڑ سے گرتے ہیں میں بہت پریشان ہوں کوئی مناسب علاج بتائیں۔

محترمہ آپ JOBORANDI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور 600 روپے کا منی آرڈر ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا نام پتا صاف اور مکمل لکھیں مطلوبہ دوا کا نام ہیئر گروور لکھیں وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی اس کے استعمال سے بالوں کا گرنا تو فوراً ختم ہوجائے گا۔

زہنہ خان تلہ گنگ سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ کافی بڑھ گیا ہے۔ ماہانہ نظام پانچ دس دن لیٹ ہوجاتا ہے۔ بہن کا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے سر میں بہت زیادہ درد رہتا ہے۔ جوئیں ہیں دو منہ والے بالوں کا علاج بھی بتادیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی پانچ گولی تین وقت روزانہ لیں۔ CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار لیں۔ بہن کے سر درد کے لیے USENIABARB 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین مرتبہ روزانہ لیں۔ دو منہ والے بالوں کو ختم کرنے کے لیے ACID FLUOR 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

اسماء ٹوانہ ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت زیادہ پتلے روکھے چھوٹے اور خراب ہیں۔ کوئی ٹوٹکا بھی کرتی ہوں اثر نہیں ہوتا۔ میری چھوٹی بہن کی عمر 18 سال ہے حسن نسواں نہ ہونے کے برابر ہے۔

محترمہ آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا صاف صاف لکھیں مطلوبہ دوا کا نام HAIR GROWER ضروری لکھیں وہ آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ بالوں کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ بہن کو SABALSERULATUM-Q کے دس دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور لگانے کے لیے BREAST BEAUTY میرے کلینک سے منگالیں 550 روپے منی آرڈر کردیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

مریم مرتضیٰ پسرور سے لکھتی ہیں کہ گزشتہ دو تین سال سے میرے منہ پر بال نکل آئے ہیں۔ اگر میں APHRODITE استعمال کروں تو اس کا کوئی نقصان تو نہیں ہوگا اور یہ دوا میں کیسے منگوا سکتی ہوں

محترمہ ایفروڈائیٹ PCSIR وزارت صحت حکومت پاکستان سے ٹیسٹ شدہ ہے۔ اس کے جلد پر کوئی مضر اثرات نہیں ہیں۔ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو دوا گھر پہنچ جائے گی۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا صاف لکھیں مطلوبہ دوا کا نام ایفروڈائیٹ ضرور لکھیں

سلمیٰ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میری اپنی ہی غلطی کی وجہ سے میرے جسم کے حساس حصوں پر بال آگئے ہیں ان کا حل بتائیں اس دوا کے کوئی منفی اثرات تو

PAKSOCIETY.COM

نہیں ہوتے۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گی۔ اس کے استعمال سے بال بالکل ختم ہوجائیں گے اس کے کوئی منفی اثرات نہیں ہیں۔

مسز ثریا رچنا ٹاؤن سے لکھتی ہیں کہ سینے میں جلن گیس اور پرانا سر درد ہے۔

محترمہ آپ USENEA 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر صبح شام لیں اور NATRUM PHOS 6X کی چار چار گولی دوپہر و رات کو لیں۔

عنبرین یونس کلر سیداں سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت زیادہ گرتے ہیں بال روکھے ہیں میری بہن کے بال آدھے سے زیادہ سفید ہوگئے ہیں کوئی ایسی دوا بتائیں کہ جس سے بال لمبے گھنے مضبوط اور کالے ہوجائیں۔ اس کے علاوہ چہرے اور بازوؤں پر غیر ضروری بال ہیں۔ اس کے بارے میں بھی کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ مبلغ 1500 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کالم پر اپنا مکمل پتا صاف لکھیں۔ مطلوبہ دوا کا نام APHRODITE اور HAIR GROWER لکھیں دونوں ادویہ آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔ اس کے استعمال سے دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔

اکرم عباس شاہ کوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرے مسئلے شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال تین وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

علینہ بتول جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر جھائیاں ہیں اور اس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ BERBARIS AQUIF Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ جھائیاں ختم ہوجائیں تو روک دیں۔

اویس سرور سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ صرف خط کا جواب شائع کردیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ HYDROCOTVL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ف ن جھنگ سے لکھتی ہیں کہ مجھے بہت پسینہ آتا ہے آپ نے دوا JABORANDI 30 لکھتی تھی اس سے فائدہ نہیں ہوا۔ کوئی اور مناسب دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ JABORANDI 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار پیا کریں۔

روبینہ بی بی کوٹ شاکر سے لکھتی ہیں کہ میرے منہ پر اب جھائیاں بن رہی ہیں۔ اس کے علاوہ رنگ گورا کرنے کے لیے JODIUM-IM یا LODIUM-IM میں کون سی اچھی ہے۔

محترم آپ BERBARISAOUIF-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور یہ دونوں نام ایک ہی دوا کے ہیں کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔ دوا ہمیشہ جرمنی کی سیل بند خریدیں۔

آمنہ چکوال سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی علاج تجویز کردیں۔

محترمہ آپ CANTHRES 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور PULSTILLA 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن لیں۔ والدہ کو مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو دکھائیں۔ بالوں کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگالیں۔

ساجد سلیم شیخوپورہ سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب علاج تجویز کردیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ماریہ انور فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میں نے آپ کی

پروڈکٹ APHRODITE کے بارے میں پڑھا ہے یہ بذریعہ وی پی ارسال کردیں اس کے استعمال کا طریقہ بھی لکھ دیں۔

محترمہ کوئی دوا وی پی نہیں کی جاتی آپ مبلغ 900 روپے میرے کلینک کے نام پتے پر منی آرڈر کردیں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

نبیلہ خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے لیے کوئی مناسب دوا تجویز کردیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ریما ہری پور سے لکھتی ہیں کہ ایفروڈائیٹ ایک مرتبہ منگوانی ہے یا بار بار منگوانی پڑے گی۔ دوسرے میرے چہرے پر دانے بہت نکلتے ہیں ان کا کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ APHRODITE کا ایک کورس چھوٹے بالوں کو ختم کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اگر بال لمبے موٹے گھنے ہیں تو دو کورس لگتے ہیں۔ دانے ختم کرنے کے لیے GRAPHITES-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

ریحانہ کوثر ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ APHRODITE کا ایک کورس استعمال کرچکی ہوں مگر ابھی کچھ بال باقی ہیں۔ اس کے ساتھ کوئی دوا بھی تجویز کردیں۔

محترمہ آپ OLIUMJAC 3X کی ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور ایفروڈائیٹ کا استعمال جاری رکھیں۔ جب تک بال مکمل طور پر ختم نہ ہوجائیں۔

صبا طاہر نارووال سے لکھتی ہیں کہ میرا پہلا بیٹا گیارہ ماہ کا ہے۔ میں اسے دو سال تک دودھ پلانا چاہتی ہوں اس لیے چاہتی ہوں کہ ابھی کوئی بچہ نہ ہو۔ اس کی دوا بتائیں دوسرے بچپن میں چوٹ لگی تھی گھٹنے پر گوشت کی گٹھلی بن گئی ہے۔

محترمہ آپ ARNICAMOUNT 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ منصوبہ بندی کے لیے NATRUMMUR 200 کے پانچ قطرے غسل کے بعد تین دن برابر لیں پھر چھوڑ دیں۔ ہر ماہانہ غسل سے تین دن لے کر چھوڑ دیں۔ مہینہ محفوظ رہے گا۔

نجمہ منظور پاکپتن سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کے بال بہت گرتے ہیں۔ بہت ہلکے ہوگئے ہیں اور بے جان ہیں۔ دو منہ ہوگئے ہیں میں HAIR GROWER استعمال کرنا چاہتی ہوں۔ کیا یہ دوا میرے بہن بھائی بھی استعمال کرسکتے ہیں ان کے بال بھی گرتے ہیں۔

محترمہ ہیئر گروور ہر کوئی استعمال کرسکتا ہے جسے بالوں کا کوئی مسئلہ ہے۔

مسز احمد چوک سرور شہید سے لکھتی ہیں کہ میں شادی شدہ ہوں شوہر ملک سے باہر ہیں جب وہ یہاں ہوتے ہیں تو مجھے خاص رغبت نہیں تھی درد بھی ہوتا تھا اب وہ آنے والے ہیں میں چاہتی ہوں کہ ان کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔

محترمہ آپ ARGENT NIT 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیں اور PULSATILLA 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن لیں۔

ناصرہ سیف اللہ گجرات سے لکھتی ہیں کہ ایفروڈائیٹ ایک ہی کورس کافی ہے یا اور منگوانا پڑے گا۔ دوسرے میرے سر میں گنج پن ہوگیا ہے۔

محترمہ اگر ہلکے بال ہیں تو ایک کورس میں ختم ہوجائیں گے اگر لمبے موٹے بال ہیں تو دو کورس لگتے ہیں۔ گنج پن کے لیے میرے کلینک سے HAIR GROWER منگوالیں۔ 600 روپے منی آرڈر کر دیں گھر پہنچ جائے گا۔

معائنہ اور باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے۔ شام 6 تا 9 بجے۔ فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان KDA 'C-5' فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 نارتھ کراچی۔

خط لکھنے کا پتا:۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75۔ کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

کھویا پڈنگ

اجزاء:۔

دودھ	ایک لیٹر
انڈے	4 عدد
چینی	ایک پیالی
کھویا	ایک پیالی
ونیلا ایسنس	چائے کا ایک چمچ
پستہ بادام	حسب ضرورت
کریم	تین چوتھائی پیالی

ترکیب:۔

پتیلی میں دودھ پکا کر آدھا کرلیں۔ انڈے اور چینی کو اچھی طرح پھینٹ لیں کہ کریم کی طرح ہوجائے۔ اس میں کھویا ڈال کر مزید پھینٹیں پھر دودھ بھی شامل کرلیں۔ تھوڑی دیر بعد ونیلا ایسنس بھی شامل کرلیں۔ سانچے میں تیل لگا کر چاروں طرف اچھی طرح پھیلائیں۔ تیار آمیزہ ڈال کر 45 منٹ تک اوون میں بیک کریں۔ تیار ہوجائے تو اوون سے نکال کر دو گھنٹے فریج میں رکھیں۔ پھر پلیٹ میں نکال کر پستہ بادام کریم سجا کر سرو کریں۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

قیمے کے کباب

اجزاء:۔

قیمہ	ایک پاؤ
انڈہ	ایک عدد
پیاز	ایک عدد
گھی	حسب ضرورت
نمک، مرچ	حسب ضرورت
پسا گرم مسالا	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچ	3 عدد
ہرا دھنیا، پودینہ	حسب ضرورت (باریک کاٹ لیں)

ترکیب:۔

انڈے کو خوب اچھی طرح پھینٹ لیں۔ قیمہ باریک پیس کر اس میں انڈہ اور سارے مسالے ڈال کر مکس کرلیں۔ سب چیزیں جب یک جان ہوجائیں تو ان کے کباب بنا کر گھی میں تل لیں۔ قیمے کے مزیدار کباب تیار ہیں۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

پیزا پراٹھا

اجزاء:۔

انڈے	2 عدد
پیاز	ایک عدد (چوپ کرلیں)
ہری مرچیں	3 عدد (باریک کاٹ لیں)
ہرا دھنیا	حسب ضرورت (کاٹ لیں)
زیرہ پاؤڈر	1/2 چائے کا چمچ
آٹا	پراٹھا بنانے کے لیے
گھی	پراٹھا تلنے کے لیے

ترکیب:۔

انڈے توڑ کر تمام چیزیں اس میں مکس کرلیں۔ پراٹھا بنا کر توے پر ڈالیں اور اوپر کے حصے پر انڈے والا مکسچر ڈال دیں۔ گھی ڈال کر الٹ دیں۔ دوسری سائیڈ پر گھی لگا کر تل لیں گرما گرم نوش کریں۔

رانو..... سمبڑیال

ڈبل روٹی کے شامی کباب

اجزاء:۔

ڈبل روٹی	ایک پیکٹ
انار دانے (پسے ہوئے)	3 چائے کے چمچ
ادرک	2 انچ کا ٹکڑا
انڈے	2 عدد
ہری مرچ	4 عدد
سوکھا دھنیا	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
گرم مسالا	حسب ضرورت
اجوائن	تھوڑی سی

ترکیب:۔

ڈبل روٹی میں تھوڑا سا پانی ڈال کر مسل لیں خیال رہے کہ زیادہ نرم آمیزہ نہ ہوجائے۔ اس میں انار دانہ اور ادرک اچھی طرح پیس کر ڈالیں۔ اب اس میں ہری مرچ باریک کاٹ کر ثابت دھنیا، پسا گرم مسالا، لال مرچ اور اجوائن ڈال کر گوندھ لیں۔ انڈے پھینٹ کر رکھ دیں۔ ڈبل روٹی کے آمیزے کی ٹکیہ شامی کباب کی طرح بنا کر انہیں انڈہ لگا کر گرم گھی یا تیل میں براؤن تل لیں۔ ٹماٹر اور سلاد پتوں کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

ثانیہ ناز..... حاجی والہ

مونگ کی دال کا حلوہ

اجزاء:۔

مونگ کی دال	ایک کلو (دو گھنٹے بھگی ہوئی)
بناسپتی گھی	آدھا کلو
کھویا	ایک پاؤ
بادام، پستہ	ایک چھٹانک
الائچی	5 عدد
شکر	آدھا کلو
پانی	آدھا کلو

ترکیب:۔

مونگ کی دال دودھ میں ابال لیں ایسی کہ بکھری بکھری رہے زیادہ نہ گل جائے۔ پھر سل پر پیس لیں۔ ایک کڑاہی میں گھی میں الائچی کے دانے ڈال کر کڑکڑائیں، الائچیوں کے منہ ذرا سے کھول لیں پھر دال ڈال کر پکائیں۔ برابر چمچ ہلاتی رہیں تاکہ دال کڑاہی میں نہ چپکے۔ جب اس کا رنگ سنہری مائل ہوجائے تو اس میں کھویا شامل کر کے چولہے سے اتار لیں۔ تھوڑی دیر بعد دوبارہ چولہے پر رکھ کر شکر شامل کردیں۔ چمچ مستقل ہلاتی رہیں۔ آخر میں بادام پستے شامل کریں اور چولہے سے اتار لیں۔ مونگ کی دال کا مزے دار حلوہ تیار ہے۔

شمع مسکان..... جام پور

کابلی کباب

اجزاء:۔

گوشت	ایک کلو
بیسن	6 چائے کے چمچ
گرم مسالا	2 چائے کے چمچ
سرخ مرچ	2 چمچ
کھوپرا	ایک چمچ
ہرا مسالا	حسب ضرورت
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

گوشت دھو کر نمک، ہرا مسالا، پیاز، گرم مسالا اور پانی ڈال کر گلنے کے لیے رکھ دیں۔ جب گوشت گل جائے اور پانی خشک ہوجائے تو اسے پیس لیں۔ بیسن میں نمک، لال مرچ اور پانی ڈال کر پیسٹ بنالیں۔ گوشت کو گول گول کباب کی شکل دے کر گرم گھی میں تل لیں تیار ہونے پر سلاد کے ساتھ لطف اٹھائیں۔

فرخندہ فیض..... کنگ چنن

مغلائی چکن

اجزاء:۔

چکن	ایک کلو
تیل	ایک کپ
پیاز	چار عدد درمیانی سائز
لال مرچ پاؤڈر	2 کھانے کے چمچ
دھنیا پاؤڈر	2 کھانے کے چمچ
دہی	200 گرام
فریش کریم	100 گرام
نمک	حسب ذائقہ
گرم مسالا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
بادام	25 گرام
ناریل پسا ہوا	50 گرام
کاجو	25 گرام

ادرک لہسن پسا ہوا	2 کھانے کے چمچ
ٹماٹو پیوری	3 کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

دیگچی میں تیل ڈال لیں اور گرم کرلیں۔ باریک کٹی ہوئی پیاز ڈال کر گلابی کرلیں۔ ادرک لہسن ڈال کو بھونیں۔ دہی میں لال مرچ پاؤڈر اور دھنیا ملالیں۔ اب دہی کو دیگچی میں ڈال کر پکائیں۔ جب تیل اوپر آجائے تو چکن ڈال دیں۔ مسالا میں چکن کو ڈال کر بھونتی رہیں۔ اس کے بعد مرغی گلنے کے لیے تھوڑا سا پانی شامل کریں اور آنچ ہلکی کردیں۔ چکن گل جائے تو اس میں بادام کاجو اور ناریل ڈال کر اچھی طرح بھونیں۔ پھر اس میں کریم ڈال دیں۔ ڈش میں ڈال کر کٹے ہوئے بادام سے گارنش کرلیں تندوری نان سے سرو کریں۔

حفصہ بتول..... بہاولپور

ناسی لیمیک

اجزاء:۔

باسمتی چاول	275 گرام
کوکونٹ ملک	ڈیڑھ لیٹر
نمک	حسب ذائقہ

ڈوپنگ کے لیے:۔

چیکو	2 عدد (کیوبز کاٹ لیں)
سیب	ایک عدد (بیج نکال کر چوپ کرلیں)

ترکیب:۔

چاول دھو کر اضافی پانی نکال دیں۔ سوس پین میں 250 ملی لیٹر پانی، کوکونٹ ملک اور نمک ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں چمچ چلاتی رہیں۔ ابال آجائے تو اس میں چاول ڈال کر چمچ چلائیں اور ڈھک کر ہلکی آنچ پر بیس منٹ تک پکائیں۔ جب چاول میں پانی جذب ہوجائے تو چولہے سے اتار لیں اور چمچ چلائیں۔ ڈھک کر کسی گرم جگہ پر تقریباً بیس منٹ تک کے لیے رکھ دیں۔ سرونگ ٹرے میں نکال کر چیکو سیب اور کینو اس کے اوپر ڈال کر گلابو کے گھر لے آئیں اور اسے پیش کریں۔ شکریہ

مس گلابو..... ملتان

ڈیٹ شیک

اجزاء:۔

کھجوریں	7 عدد (بغیر گٹھلیوں کے)
دودھ	ایک گلاس
الائچی پاؤڈر	ایک چٹکی
پسا ناریل	ایک چائے کا چمچ
برف	حسب ضرورت

ترکیب:۔

کھجوریں، دودھ، الائچی پاؤڈر، ناریل بلینڈ کرلیں اور برف ڈال کر پیش کریں۔

ساجدہ زید..... ویروالہ چیمہ

کدو بھرے پکوڑے

اجزاء:۔

بیسن	ایک پاؤ
پیاز باریک کٹے ہوئے	درمیانے سائز کے 3 عدد
سبز مرچیں	3 سے 4 عدد (باریک کٹی ہوئی)
کدو، کدوکش کیا ہوا	ایک پیالی
نمک	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	ہاف ٹی اسپون
تازہ دہی	ایک پیالی
آلو کٹے ہوئے	4 عدد
املی کا پانی	2 ٹی اسپون
زیرہ کالی مرچ کٹی ہوئی	ہاف ٹی اسپون
گھی	حسب ضرورت

ترکیب:۔

ایک باؤل میں دہی ڈال کر کٹے ہوئے پیاز اور کدو مکس کرلیں اور بعد میں کٹے ہوئے آلو سبز مرچیں، نمک مرچ، زیرہ، کالی مرچ پاؤڈر اور آلو ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں اور بعد میں پانی میں بیسن گھول کر اس باؤل میں ڈال دیں، مگر یاد رہے بیسن زیادہ ڈھیلا نہ ہونے پائے اور بعد میں املی کا پانی ڈال کر مکس کریں اور درمیانے سائز کے پکوڑے تلنے شروع کریں اور پکوڑے تیار ہوجانے پر ٹماٹو کیچپ کے ساتھ پیش کریں اور ساتھ میں پودینے کی چٹنی بھی۔

مدیحہ نورین..... برنالی

بیف اسٹیکس

اجزاء:۔

انڈر کٹ پسندے	آدھا کلو
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ	دو کھانے کے چمچ
لیموں کا رس	ایک کھانے کا چمچ
مسٹرڈ پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
چیز گارنش	گارنش کے لیے
مکھن	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

سب سے پہلے گوشت پر نمک، کالی مرچ، لیموں کا رس اور مسٹرڈ پیسٹ لگا کر رکھ دیں۔ اب گرل پین کو مکھن سے گریس کریں اور گوشت کے ٹکڑوں کو گرل پین میں رکھ دیں اور ہلکی آنچ پر پکنے دیں۔ جب ایک طرف سے تیار ہوجائے تو پلٹ کر دوسری طرف سے سینک لیں۔ تیار ہونے پر چولہے پر سے اتار لیں اور کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

(فرخندہ۔ پیروالہ)

اٹالین مٹن کیسرول

اشیاء:

بکرے کا گوشت	1/2 کلو (بغیر ہڈی کا)
پاستا (ابال لیں)	دو سو گرام
ٹماٹر	دو سو پچاس گرام (چھیل کر باریک کاٹ لیں)
پیاز	1 عدد
رائی پاؤڈر	1/2 چائے کا چمچ
وورسٹر شائر سوس	2 کھانے کے چمچ
انڈے	2 عدد
سرخ مرچ پاؤڈر	2 چائے کے چمچ
دھنیا پاؤڈر	1 چائے کا چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر	1/2 چائے کا چمچ
کارن فلور	1 کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل، گھی	2 کھانے کے چمچ

ترکیب:

پاستا پانی اور نمک کے ساتھ گلا لیں اور پھر چھان لیں۔ ایک برتن میں تیل، گھی گرم کریں اور پیاز ساتھ فرائی کریں، براؤن نہیں کرنا۔ جب نرم ہوجائے تو اس میں گوشت شامل کرلیں۔ ساتھ ہی نمک، ٹماٹر، سرخ مرچ پاؤڈر، سیاہ مرچ پاؤڈر، رائی پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر اور وورسٹر شائر سوس شامل کردیں پھر ہلکا سا فرائی کریں۔ ایک کپ پانی میں کارن فلور گھول لیں اور اسے تیار شدہ گوشت میں شامل کردیں۔ جب ایک بار اُبال آجائے تو چولہا بند کردیں۔ ایک کیسرول ڈش لیں اس میں پہلے ابالا گیا پاستا ڈال دیں پھر اوپر تیار شدہ گوشت ڈال دیں، مٹن کیسرول تیار ہے۔ گرم گرم روٹیوں کے ساتھ سرو کریں۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

چینی چرغہ

اجزاء:۔

چکن	تین یا چار پونڈ
گن پاؤڈر ساس	ایک کپ

ترکیب:۔

چکن کو اچھی طرح صاف کرکے ایک گہری دیگچی میں لگا دیں۔ اس میں ایک کپ پانی اور گن پاؤڈر ساس ڈال دیں اور اچھی طرح ڈھک کر اوون میں 375 ڈگری پر ایک گھنٹہ پکائیں پھر درجہ حرارت کم یعنی 365 کرکے ایک گھنٹہ مزید پکائیں۔ مرغی کو بار بار الٹتے پلٹتے رہیں۔ پلیٹ میں نکال کر پیش کریں۔

رانی اسلام..... گوجرانوالہ

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

خوب صورتی کے لیے

تیل کا استعمال

اپنے آپ کو جاذب نظر بنانے کے لیے تیل کا استعمال ناگریز ہے۔ سرد موسم میں جب جلد پھٹتی محسوس ہو چہرے پر کسٹر آئل لگائیں' دس منٹ کے بعد چہرے کو دھولیں' آپ کی جلد نرم و ملائم ہوجائے گی۔ کھوپرے کا تیل بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خشک جلد پر یہ تیل لگانے سے چہرے پر ملائمت آجائے گی' یہ بہترین موئسچرائز ہوتا ہے' اپنے چہرے اور گردن پر کھوپرے کے تیل کا مساج کریں' رات کو سوتے وقت روزانہ کا یہ مساج آپ کی جلد کو تروتازہ رکھے گا۔ ہاتھوں اور پیروں پر بھی اس کا مساج کریں اگر آپ کی ایڑیاں پھٹی ہوئی اور سخت ہوگئی ہوں تو جھانوے سے پہلے ایڑی کو رگڑیں پھر پانی سے دھونے کے بعد اچھی طرح کسٹر آئل سے مساج کریں۔

دہی اور کیلے کا ماسک

کیلوں کو کچل کر اس میں دو چائے کے چمچے دہی اچھی طرح ملالیں پھر چہرے پر تقریباً 14 منٹ کے لیے لگائیں یہ آپ کے چہرے کی صفائی کرے گا اور تازگی بخشے گا' اچھی جلد سے انسان فریش نظر آتا ہے جو خوب صورتی میں اضافے کا باعث ہوتی ہے' چہرے کی رنگت اور جلد کے نکھار پر توجہ آپ کو نہ صرف جوان رکھے گی بلکہ آپ اپنی عمر سے بھی کم نظر آئیں گی' اپنے اوپر توجہ دیں' اپنے لیے اچھا نظر آنے کے لیے جاذب نظر بننے میں اپنی پوری دلچسپی کا اظہار و توجہ آپ کی بیوٹی میں اضافہ کرتی ہے۔ اپنی بیوٹیشن خود بنیں اور اپنے اوپر اتنی توجہ دیں کہ آپ کی شخصیت میں نکھار و خوب صورتی میں اضافہ ہو۔

کھیرا ٹانک

کھیرے کا جوس نکالیں' ایک چوتھائی لیموں کا رس اور گلاب کا عرق اس میں ملا کر چہرے پر لگائیں' رنگت کے نکھار کے لیے مجرب ہے۔

انڈے

جسم میں وٹامن اور معدنیات کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اولین ذریعہ انڈوں کا استعمال چہرے کے مساموں کے لیے مفید ہوتا ہے' یہ چہرے کی جلد کو ڈھیلا ہونے سے بچاتا ہے چکنی جلد کے لیے انڈے کا ماسک بیوٹی میں اضافہ کرتا ہے۔ انڈے کی سفیدی کو چہرے پر ملیں' آنکھوں کے حصے کو چھوڑ دیں' خشک ہونے پر ایک تہہ انڈے کی زردی کی لگائیں' 15 منٹ کے بعد چہرہ دھولیں' آپ کو سکون محسوس ہوگا اور جلد کی چمک میں اضافہ بھی ہوگا۔

ٹماٹر ٹانک

صبح ٹماٹر کا جوس پئیں۔ چار چائے کے چمچے بٹر ملک میں دو چمچے ٹماٹر کا جوس ملائیں اور چہرے پر لگائیں' آدھے گھنٹے کے بعد منہ دھولیں' برص کے دھبے دور کرنے کا یہ بہترین نسخہ ہے۔

آلو ٹانک

آلو کو کچل کر اس کا رس نکال کر چہرے اور گردن پر لگا کر پوری رات کے لیے چھوڑ دیں' صبح ٹھنڈے پانی سے دھولیں' یہ بلیچ کا کام کرتا ہے اور جلد نرم کرتا ہے۔

چکنی جلد کے لیے لیموں اور پپیتے کا ماسک

دو چمچے لیموں کا رس' تین چمچے پپیتے کا گودا مکس کریں' اس میں آدھا چمچہ ہلدی ملا کر اچھی طرح پیسٹ بنالیں' آنکھوں کے اطراف کے حصے کو چھوڑ کر پورے چہرے پر اس کا لیپ کریں' 20 منٹ کے بعد منہ دھولیں' فرق آپ کو واضح نظر آئے گا۔ ہلدی کو جب نشاستہ اور لیموں کے ساتھ مکس کر کے چہرے پر لگایا جائے تو یہ بہترین کلینز کا کام کرتا ہے اسکن کو خشکی سے بچاتا ہے۔

پپیتا کریم

ہماری ڈائٹ میں پپیتے کا بہت اہم رول ہے' پپیتے کے گودے کو اپنے چہرے پر لگائیں اور 20 منٹ کے بعد ہٹادیں' کیل مہاسوں کو ختم کرتا ہے۔

چکنی جلد

جس جلد پر چکناہٹ نظر آئے' چھونے سے ہاتھ میں چکنائی لگ جائے اور بلیک ہیڈز اور مہاسے نکلتے ہوں اسے چکنی جلد کہتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ چکنی جلد کو صاف رکھا جائے اور جلد سے نکلنے والی اضافی چکنائی کو کنٹرول کیا جائے' اس کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ دوسری اقسام کی جلد کے مقابلے میں چکنی جلد پر نسبتاً زیادہ طویل عرصے میں جھریاں پڑتی ہیں کیونکہ اس کا قدرتی تیل اسے باریک لکیروں اور جھریوں سے محفوظ رکھتا ہے آسان لیکن باقاعدگی کے ساتھ جلد کی دیکھ بھال کا پروگرام اور اس کے ساتھ متوازن صحت مند خوراک چکنی جلد کو کنٹرول میں رکھتی ہے اور مہاسوں کے نکلنے کے امکانات کم کردیتی ہے۔

چہرے پر دن میں دو مرتبہ کلینزنگ کریم لگانا ضروری ہے ایک مرتبہ دن میں اور دوسری مرتبہ رات کو سوتے وقت' ہمیشہ ہلکا کلینزر استعمال کریں اس سے جلد کے مسامات بند نہیں ہوتے۔

مہاسوں کے لیے نیم کی پتیاں اکسیر ہیں' نیم کی پتیاں دھو کر پیس لیں اور ان کا پیسٹ بنالیں' اسے متاثرہ حصہ پر لگائیں' ایک گھنٹہ لگا رہنے دیں اور پھر دھولیں نیم مہاسوں کو زیادہ جلد خشک کردیتا ہے۔

خشک جلد کے لیے

چائے کا ایک چمچہ شہد میں نصف چائے کا چمچہ عرق گلاب ملا کر چہرہ پر ملیں۔ 15 سے 20 منٹ لگا رہنے دیں اور پھر ٹھنڈے پانی سے دھولیں۔ شہد کا موئسچرائز جلد کو سکون بخشتا ہے اسے روزانہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ روغن بادام' روغن زیتون سے باقاعدگی سے مساج کرنے سے چہرے کی خشکی حیرت انگیز طور پر دور ہوجاتی ہے۔ سیب چھیل کر 15 منٹ مساج کریں اور ٹھنڈے پانی سے دھولیں۔

نارمل جلد

نارمل جلد عموماً مسائل سے پاک ہوتی ہے اور اسے صحت مند اور روشن رکھنے میں بہت کم محنت صرف کرنا پڑتی ہے۔ نارمل جلد بیشتر لوشن اور کریموں کو برداشت کرلیتی ہے' باقاعدگی سے دیکھ بھال کرنے' متوازن اور صحت بخش غذا کھانے سے نارمل جلد پرکشش اور ملائم رہتی ہے۔ نارمل جلد کی دیکھ بھال کے لیے ہمیشہ پوری طرح متوازن غذا کھایا کریں۔ غذا میں پھل اور ہرے پتوں والی سبزی روزانہ شامل ہو۔ اپنے ریفریجریٹر میں ہر وقت عرق گلاب کی ایک چھوٹی سی بوتل رکھا کریں۔ صاف روئی کی پھریری لے کر اسے ٹھنڈے عرق گلاب میں ڈبوئیں اور چہرے پر اچھی طرح ملیں' آپ کو فوراً تازگی کا احساس ہوگا' جس سے آپ لطف اندوز ہوں گی۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

WWW.PAKSOCIETY.COM

غزل

رُخ سے اُترا نقاب پتھر کا
میں نے دیکھا گلاب پتھر کا
جھیل سی آنکھ ہی قیامت تھی
اس پہ ٹپکا وہ آب پتھر کا
مجھ کو شعور بخشنے کے لیے
اس نے بھیجا نصاب پتھر کا
پھول سی روح پر میری لوگو
کیسا اترا عذاب پتھر کا
چوٹ کھا کے بھی بے آواز رہا
حوصلہ ہے جناب پتھر کا
میں نے خوشبو سا اک سوال کیا
اس نے بھیجا جواب پتھر کا
چاند الفت کا جس کو سمجھا تھا
تھا وہ اک ماہتاب پتھر کا
مجھ کو معلوم تھا میں روؤں گی
میں نے دیکھا تھا خواب پتھر کا
ظلم اب اور بڑھ نہ پائے گا
آ گیا انقلاب پتھر کا
میرا ہی حوصلہ تھا میں نے کیا
چھوڑ گل انتخاب پتھر کا
لوگ روئیں گے نازی کھو کے تجھے
اب کرو ختم باب پتھر کا

(نازیہ کنول نازی)

دھرتی کے فرشتے

سجے سرحدوں پر سجیلے جواں
نبھاتے ہیں جو فرض کے امتحاں
نہیں دھوپ میں چھاؤں کے طلب گار
یہ لگتے ہے جنت کے ہی شہ سوار
ہتھیلی پر رکھے ہوئے اپنی جاں
شہید وطن عظمتوں کے نشاں
ہے نعرۂ تکبیر سے سینہ شاد
ہے ماں سے بھی پہلے خدا ان کو یاد
ہوئی عرشے بریں پر فرشتوں کی عید
وہ آیا وہ آیا وہ آیا شہید

صدف آرزو۔ ننکانہ صاحب

غزل

عید آ رہی ہے خوش ہوئے جا رہے ہو
کسک جو دل میں ہے خوب چھپا رہے ہو
عید کی خوشی میں نمایاں نظر آ رہے ہو
مر چکا ہے دل، زندہ دکھا رہے ہو
وفا کو کہتے ہیں، تیر و نشتر چلا رہے ہو
چھلک نہ پڑیں آنسو بے وجہ مسکرا رہے ہو
عید آ رہی ہے خوش ہوئے جا رہے ہو
کسک جو دل میں ہے خوب چھپا رہے ہو
آؤ! کوئی نہ جان پائے گا تم کو افتخار
وفائیں لٹا رہے ہو یا چکر چلا رہے ہو

(افتخار احمد قریشی)

آنچل

پیارا آنچل ہمارا آنچل
سب کے دلوں کا سہارا آنچل
سب کے گھر کو سجائے آنچل
غم زدہ چہروں کو ہنسائے آنچل
زندگی کا ہر ڈھنگ سکھائے آنچل
اداس رتوں کو پُر بہار بنائے آنچل
خوشیوں کا سائبان ہے آنچل
خواہشوں کی زبان ہے آنچل
پیارا آنچل ہمارا آنچل
سب کے دلوں کا سہارا آنچل

سامعہ ملک پرویز..... احاطہ ٹیکسلا

غزل

دل کی بربادی کا قصہ مختصر کہنا اسے
ایک دیوانی پھر سے ہے دربدر کہنا اسے
اے صبا پہلے تو مل کر پوچھنا اس کا مزاج
پھر جو گزری ہے ہماری جان پر کہنا اسے
پوچھتی ہیں جب کبھی تنہائیاں اس کا پتا
سوچتے رہ جاتے ہیں دیوانہ ور کہنا اسے
یوں فری کچھ لوگ کہہ جاتے ہیں اپنے دل کی بات
اشک سے کرتی ہوں دامن تر بتر کہنا اسے

فریدہ فری یوسف زئی..... لاہور

کس کے انتظار میں ہے اے مسلماں تو؟
ملت پر آج کڑا وقت پڑا ہے
انسانیت ہے چھوٹی ہر شخص بڑا ہے
بھوک و افلاس اور قتل و غارت میں
اپنے ہی لوگوں کی خونی تجارت میں
حرص و ہوس کے مارے بے حس حکمراں
اپنے ہی گھر کو لوٹتے ہیں بے ایماں
مجھے آج شکایت ہے ہر ایک مسلماں سے
کفر و باطل کو جو چیرتے تھے اُن طوفاں سے
کہاں گیا وہ جذبہ ایمانی آج تمہارا
جو تھا ہر ملک و ملت کے مظلوم کا سہارا
قاسم، موسیٰ، طارق، صلاح الدین سلطان
تم ہی تو تھے، اسلام کی مضبوط چٹان
اٹھو کہ زندگی آج بھی منتظر ہے تمہاری
وطن سے دور کرو یہ مایوسی کی بیماری
صدف اتار پھینکو تم آج یہ طوق غلامی
وطن عزیز کا ہر شخص دے گا پھر تمہیں سلامی

(حنا نفیس صدف)

غزل

نا ہو جس میں کوئی دکھ درد دل وہ دل نہیں ہوتا
دل بے درد شہر عشق میں داخل نہیں ہوتا
رکھے زخموں پر لفظوں کے ہمیشہ نرمی سے پھائے
کوئی شاعر، کسی صورت، کبھی قاتل نہیں ہوتا
لگیں سو کفر کے فتوے مگر سچ سچ ہی رہتا ہے
تو پھر حق حق ہی رہتا ہے، کبھی باطل نہیں ہوتا
گنوا دیں عمر ساری جس کی حسرت لے کے سینے میں
مقدر چھین لیتا ہے کبھی حاصل نہیں ہوتا
کسی کے نیک جذبوں کا بھرم جو رکھ نہیں سکتا
یقین کر لیں، یقیں کے وہ کبھی قابل نہیں ہوتا
جسے سمجھے تھے ہم نزدیک تر ہے اور ہمارا ہے
ہمارے ہی دکھوں میں وہ کبھی شامل نہیں ہوتا
مجھے اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھتا ہے
یہ میرا باپ مجھ سے اک گھڑی غافل نہیں ہوتا
نہیں خانم کو کوئی غم، خدا سے لو لگائی ہے
کوئی بھی درد مجھ پر اس لیے نازل نہیں ہوتا

فریدہ خانم..... لاہور

غزل

ہاتھوں میں تلوار دو دھاری بھی
لہجے میں تھی انکساری بھی
رات ہے کہ ڈھلتی ہی نہیں
ہم نے زلف تیری سنواری بھی
آنکھ کشکول ہے دیدار بھیک
اب تو تھک گیا بھکاری بھی
کوئی قدر کرے تو اچھی ہے
ورنہ خاک ہے خاکساری بھی
کوئی سنتا نہیں تو قبر میں
بے سُود ہے آہ وزاری بھی
ہر شخص ہے ناراض مجھ سے
ایک عذاب ہے خود داری بھی
دل دکھانے کا یہ داغ ندیم
دھو نہ سکی شرمساری بھی

شفیق احمد ندیم..... کراچی

WWW.PAKSOCIETY.COM

آج کل

نہ فکر فردا نہ یادِ ماضی
نہ چین دل کو نہ بے قراری
نہ وصل کی لرزشیں نظر میں
نہ بے بسی ہجر کے سمے کی
نہ حد سے گزرا ہوا جنوں وہ
بس اک اداسی ہے دھیمی دھیمی
بس اک خوشی ہے بے کراں سی
بس اک بے نام سی جلن ہے
بس ایک دردی تھکن ہے
جو زندگی کے ادھورے پن کو
حدوں سے آگے بڑھا رہی ہے

طیبہ نذیر.....شادیوال گجرات

غزل

کوئی راز ہے میرے سینے میں
دن کم ہیں میرے جینے میں
مجھے دھیرے دھیرے کہنے دو
مجھے اپنے دل میں رہنے دو
میری بوجھل پلکیں کہتی ہیں
تیری آنکھوں کو تکتی رہتی ہیں
میں سب کچھ کھونا چاہتی ہوں
بس تیرا ہونا چاہتی ہوں
عجیب خواہش ہے میری
مجھ پر یہ احسان تو کر دے
اک دن میرے نام تو کر دے
پھر نہ لوٹ کے آؤں گی
نہ تجھے کبھی ستاؤں گی
اب کہہ دو جو بھی ارادہ ہے
کوئی راز ہے میرے سینے میں
دن کم ہیں میرے جینے میں

ثمرہ کرن.....شورکوٹ

نظم

جہاں یاد کے دیپ جلتے ہوں
اور شام کے سائے ڈھلتے ہوں
جب پیار کسی کا یاد آئے
اور ذکر کسی کے چلتے ہوں
آنکھوں میں آنسو بھر آئیں
اور اشک نہ تم سے رکتے ہوں
تب ان لوگوں کو یاد کرو
جو پیار تمہی سے کرتے ہوں
جو تم بن جی تو سکتے ہوں
پر دل سے تم پر مرتے ہوں.....

صدف سلیمان.....شورکوٹ شہر

بے تعبیر سپنے

میری ہم زاد سنو!
اپنی ان روشن آنکھوں میں
یہ بے مہر اور بے تعبیر سپنے مت سجانا
کیونکہ
جب ان سپنوں کی تعبیریں نہیں ملتیں تو
ان آنکھوں کے جلتے دیپ بجھ جاتے ہیں
سپنوں کی یہ کرچیاں ان آنکھوں کو
بہت تکلیف دیتی ہیں
اس لیے گر ہو سکے تو
خود کو بچا لو ان سپنوں سے
سنو
میری ہم زاد
ابھی سے لوٹ آؤ
ان سپنوں کے حصار سے نکل آؤ
نہیں تو پھر
اپنے دل کے لٹنے کا انتظار کرو

شگفتہ خان.....بھلوال

مجھے اس بات کا دکھ نہیں کہ.....
تُو نے رت بہار میں میری چاہتوں کا گلشن اجاڑا
مجھے اڑنا سکھا کر میرے پروں کو جلایا
مجھے درد دیا
میری ہنسی چھین کر خون کے آنسو رلایا
میری وفا کو بے وفائی کا نام دیا
میرے اعتبار، میرے مان میری ہستی کو توڑا
مجھے تنہا چھوڑا
مجھے ساحل پر لا کر ڈبویا
مجھے پل پل جینے مرنے کی اذیت دی
مجھے اس بات کا دکھ نہیں
تُو نے میرے پیار کا سودا کیا
دکھ تو اس بات کا ہے
کہ تُو نے میری وفائیں بیچ کر
کسی کی محبت نہیں، نفرت خریدی
عطا نہیں، سزا اپنائی
مجھے اس بات کا دکھ نہیں کہ
تُو نے مجھے احساس تنہائی دیا
دکھ تو صرف اس بات کا ہے
خود کیوں اداس سے ہو؟
ہنسی سے خفا سے ہو
کیوں تنہا سے ہو
بولو نا.....!
خود کیوں ادھورے سے ہو؟

زیڈ این پاکیزہ سحر.....تلہ گنگ

اسے کیا خبر

اسے کیا خبر
دل توڑنا، منہ موڑنا
کسی بے نوا کی آنکھ سے
خواب سارے نوچنا، نہ سوچنا
اسے کیا خبر
صف مژگاں پہ سجے ستاروں کے
پُر خلوص جذبوں کو
بے مول کرنا، نہ رب سے ڈرنا
اسے کیا خبر
بے منزل مسافر کا
درد کیا ہے، مدعا کیا ہے
بے تاب دل کی
دوا کیا ہے، شفا کیا ہے
اسے کیا خبر
محبتوں میں عروج کیا ہے
زوال کیا ہے
اسے کیا خبر
اس کے بنا میرا حال کیا ہے
محبتوں کے نصاب میں
جواب کیا ہے، سوال کیا ہے
اسے کیا خبر
وہ ہے بے خبر
کیونکہ
محبتوں کی کتاب اس نے پڑھی ہی کب ہے؟

سیدہ آرائن جیا.....تلہ گنگ

آس

سنو!
ابھی جذبوں میں محبت کی رمق باقی ہے
ابھی عمر رواں کا سورج ڈھلا نہیں
ابھی دل ہمارا محبت کے نام سے آشنا ہے
ابھی اتنا وقت نہیں گزرا کہ چہرے
یاد بن کر دھندلے ہو جائیں
محبت کے حسین منظر اس دھند میں کھو جائیں
سو آ جاؤ لوٹ کر
کہ تمہارے لوٹ آنے کی آس دل میں لیے
میں آج بھی محبت کے دیے دل میں جلاتی ہوں

نوشین اقبال نوشی.....گاؤں بدر مرجان

WWW.PAKSOCIETY.COM

بیاض دل

میمونہ تاج

(پہلا انعام) دعا ہاشمی..... فیصل آباد

اب وہ منظر نہ وہ چہرے ہی نظر آتے ہیں
مجھ کو معلوم نہ تھا خواب بھی مرجاتے ہیں
جانے کس حال میں ہم ہیں کہ ہمیں دیکھ کے سب
ایک پل کے لیے رکتے ہیں گزر جاتے ہیں

(دوسرا انعام) صدف آرزو..... ننکانہ صاحب

اس کے بدلے ہوئے کی کہانی سن کر
اب بھی اے دل اسے چاہو تو تمہاری مرضی

نازیہ کنول نازی..... ہارون آباد

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہوجائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

صائمہ قریشی..... آکسفورڈ

کیا کہا تُو نے ذرا پھر سے تو کہنا قاصد
ان کی آنکھوں میں میرے ذکر سے آنسو آئے

بشریٰ امین..... نہار چاہی

نہ خط کوئی ہوگا نہ پیغام ہوں گے
مگر دل کے سجدے تیرے نام ہوں گے

لبنیٰ ساجد..... صفدر آباد

جب جب اسے سوچا ہے دل تھام لیا میں نے
انسان کے ہاتھوں سے انسان پہ کیا گزری

سیدہ جبیر عباس کاظمی..... تلہ گنگ

تُو نے دیکھا ہے کبھی ایک نظر شام کے بعد
کتنے چپ چاپ سے لگتے ہیں شجر شام کے بعد
اتنے چپ چاپ کہ رستے بھی رہیں گے لاعلم
چھوڑ جائیں گے کسی روز مگر شام کے بعد

جنت نیازی..... شادن لنڈ

تیرے بارے میں دن رات سوچتی رہتی ہوں لیکن
تیرے بارے میں سب سے پوچھنا اچھا نہیں لگتا
میں اب چاہت کی اس منزل پر آپہنچی ہوں
تیری جانب کسی کا دیکھنا اچھا نہیں لگتا

عابدہ نسیم..... چیچہ وطنی

نہ چاہت کے جذبات الگ
نہ خوشیوں کے لمحات الگ
ہے ساری بات لکیروں کی
تیرے ہاتھ الگ میرے ہاتھ الگ

نسرین یاسین..... حیدرآباد سندھ

ہم وہ نہیں جو غم کو افسانہ بنادیتے ہیں
ہم برباد دلوں کو دل میں جگہ دیتے ہیں
اب تو عادت سی ہوگئی ہے غم سہنے کی
مقام رونے کا ہو تو پھر بھی مسکرا دیتے ہیں

ثمن رحمان..... کراچی

میری تنہائی میں یہ خوش بو حنا کس تھی
وہ تو میرے ہی وجود کا حصہ تھا پھر یہ صدا کس کی تھی
اپنے ہی آنسوؤں سے بھر گیا آج دامن میرا
ہاتھ تو میرے اٹھے تھے پھر یہ دعا کی تھی

صفیہ بشیر احمد..... عثمان والا

جب میں باتوں سے ٹوٹ جاتا ہوں
کوئی ہونٹوں سے جوڑتا ہے مجھے

صبا نواز بھٹی..... سانگھڑ

دل تو چاہا پر شکست دل نے مہلت ہی نہ دی
کچھ گلے شکوے بھی کرلیتے مناجاتوں کے بعد
ان سے جو کہے گئے تھے فیض جاں صدقہ کیے
ان کہی ہی رہ گئی وہ بات سب باتوں کے بعد

ریحانہ راجپوت..... خیرپور

وہ اک بات بہت تلخ کہی تھی اس نے
بات تو یاد نہیں یاد ہے لہجہ اس کا

فوزیہ سلطانی جوجی..... تونسہ شریف

کچھ دن کٹے ہیں غم میں کچھ دن خوشی کے ساتھ
ہوتا رہا مذاق میری زندگی کے ساتھ
چہرے بدل بدل کر مجھے مل رہے ہیں لوگ
اتنا برا سلوک میری سادگی کے ساتھ

جمیعہ غضنفر..... کوٹلہ ارب علی خان

کل رات ہوائیں بہت تھیں، بادل ٹوٹ کے برسا تھا
گلی کوچے جل تھل تھے اور سوچ کا صحرا پیاسا تھا
بند کمرے کے کواڑوں پر بوندوں نے جب دستک دی
گویا کہ تم آئے ہو انداز تمہارے جیسا تھا

بشریٰ شفیق..... کلورکوٹ

یہ حدیں نہ توڑ دینا میرے دائرے میں رہنا
تجھے اپنے دل میں رکھنا، میرے حافظے میں رہنا
میرے ہاتھ کی لکیر میں تیرا نام بن کے چمکے
میری خواہشوں کی خوشبو میرے زائچے میں رہنا

بشریٰ کنور..... کلورکوٹ

مجھے اکثر ستاروں سے یہی آواز آتی ہے
کسی کے ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
جگر ہوجائے گا چھلنی یہ آنکھیں خون روئیں گی
وہی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا

فریحہ شبیر..... شاہ نکڈر

تیری باتوں میں ذکر اس کا، میری باتوں میں ذکر تیرا
عجب عشق ہے ہمارا نہ تُو میرا نہ میں تیرا

سندر یاد..... ستیانہ

یہی ہوا کہ ہوا لے گئی اڑا کے مجھے
تجھے تو کچھ نہ ملا خاک میں ملا کے مجھے
میں اپنی موج میں ڈوبا ہوا جزیرہ ہوں
اتر گیا ہے سمندر بلند پا کے مجھے

شاہ زندگی..... پنڈی

آج اداس ہوا تو پتا چلا اسے بھی
زندگی کہتے کسے ہیں اور کیا ہے زندگی

نائلہ اشفاق..... KGM

دن خفا ہے اور رات بھی نہیں ہوتی
سلے ہیں ہونٹ کوئی بات بھی نہیں ہوتی
وہ میری ذات کا حصہ بھی بن نہیں سکتا
مگر جدا اس سے میری ذات بھی نہیں ہوتی

نائلہ عثمان..... ملتان

ذوق جنوں کو حد سے گزر جانے دو
وہ سمٹنے آئے گا ہمیں بکھر جانے دو
ابھی دسترس میں ہوں تو احساس نہیں ہے اس کو
رو رو کے پکارے گا ہمیں ذرا مر تو جانے دو

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:۔

مہک گل، کراچی۔ حنا کنول..... حویلی لکھا۔ طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات۔ مدیحہ نورین..... برنالی۔ سحرش گل، میانوالی۔ انیلہ کنول، مجاہد آباد۔ مسکان ملک، چونالہ۔ زین شمسم خان، میرپور خاص۔ صدف سلیمان، شورکوٹ شہر۔ شمع فیاض، تونسہ شریف۔ توشین عرفان، جہلم۔ لاما حب، گجرات۔ شمع مسکان، جام پور۔ دیا خان، میانوالی۔ نائلہ تحریم، کراچی۔ ساجد صدیق۔ عظمیٰ کنڈی، ٹانک۔ عائشہ پرویز صدیقی، کراچی۔ زائرہ نقوی، راولپنڈی۔ فیاض اسحاق، سلانوالی۔ نتاشا خان، میرپور آزاد کشمیر۔ حافظہ سمیرا نورین، شاہ نکڈر۔ ماہ رخ سیال، سلانوالی۔ توشین شاہد، رحیم یار خان۔ ساگر خوشاب۔ آرزو گل، میرپور آزاد کشمیر۔ نادیہ یٰسین، ساہیوال۔ صدف ناز انصاری، ملتان۔ شاہین خان، سکھر۔ سیدہ شاہ کاظمی، پنڈی۔ سمیعہ نازی، ساگری کلاں۔ بشریٰ باجوہ، اوکاڑہ۔ سلمیٰ فہیم گل، فیروز والا۔ صبا اشرف، شاہ نکڈر۔ جاوید شیخ جیدی..... پیر والا بہاولنگر۔ صائمہ طاہر سومرو..... حیدرآباد سندھ۔ حذیفہ اصغر..... جہلم۔ حنا نورین..... دلبندین۔ توشین اقبال نوشی..... گاؤں بدر مرجان۔ وجیہہ خان..... بہاولپور۔ حبا حسین..... چکوال۔ روما محمود، اسلام آباد۔ فائزہ فاروق، سحرلاہور۔ سباس گل، رحیم یار خان۔ جیا شاہ، دھڑیال۔ سمیرا ندیم، اسلام آباد۔ سدرہ رانی، جہلم۔ ساجدہ رحمت، نصیرہ کھاریاں۔ نادیہ مشتاق، چک نمبر 8۔ طیبہ سعدیہ عطاریہ، سیالکوٹ۔

کوپن بیاض دل ..... برائے ماہ اکتوبر ۲۰۱۲ء

بہنیں اپنا مکمل نام و پتا بھی لکھا کریں تاکہ انعام کی بروقت ترسال میں آسانی رہے۔ جو بہنیں کوپن کے ساتھ اپنا انتخاب ارسال کریں گی وہ شامل اشاعت کیا جائے گا اور بہترین انتخاب پر ایک ماہ کا رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بغیر کوپن کے کوئی بھی انتخاب قابل قبول نہیں ہوگا۔ تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

مکمل نام..... شہر کا نام.....

اشعار:۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

حمد

اے اللہ کس طرح کروں میں تیرا ذکر
تیری ذات کی نہیں ملتی کوئی مثل
تُو رحیم ہے تُو کریم ہے تُو عظیم ہے مولا
تیرے مثل تجھ جیسا نہ کوئی اور ہے مولا
ماں کی ممتا بھی تیرے مقابل ہے ذرّے کی مانند
تیری محبت ہم سے بے شمار ہے مولا
تا عمر اک میں کام کروں
تیرے احسانات مولا شمار کروں
وقت آجائے گا اجل کا مولا
پر تیرے احسانات نہ شمار کر سکوں گا
آنکھوں میں آجاتی ہے نمی سی مولا
جب تیری محبت دیکھ کر اپنے اعمال کا محاسبہ کروں
(اجالا بخاری)

نعت

محمدؐ سے ہم ہٹایا
تو اس لفظ میں حمد پایا
حمد کا مطلب ہے تعریف کے مقابل صرف آپ کو پایا
کیوں نہ ہوں آپ دنیا میں اعلیٰ
کہ آپ ہی نے جاہلوں کو معتبر بنایا
کہاں تھے عرب کے وحشی
اور کہاں روم و ایران کا بادشاہ بنایا
آپ کے آنے سے جہاں میں اجالا ہوا کیسا
کہ ہر ذرّہ کو آپ کے اجالے سے دمکتا پایا
حمد و ثناء کے لفظوں کی جہاں ہوتی ہے انتہا
ایسا بلند اخلاق ایسا معتبر صرف آپ کو پایا
(اجالا بخاری)

نبی کریم ﷺ کی خوش مزاجی

ہمارے پیارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہنس مکھ اور خوش مزاج تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی لوگوں سے ہنسی مذاق کر لیتے تھے لیکن ہنسی مذاق بھی بہت پاکیزہ اور پیارا ہوتا تھا۔

ایک بار ایک نابینا شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں جنت میں داخل ہو سکوں گا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں بھائی! کوئی اندھا جنت میں نہ جائے گا۔" وہ نابینا رونے لگا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا "بھائی کوئی اندھا اندھا ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہ ہوگا بلکہ سب کی آنکھیں روشن ہوں گی۔" یہ سن کر وہ خوش ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک بوڑھی صحابیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے جنت کی دعا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی بوڑھی عورت جنت میں نہ جائے گی۔" وہ رونے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: "بوڑھی عورتیں جنت میں نہ جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی۔" اس پر وہ خوش ہو گئیں۔

ایک بار آپ کی کھلائی ماں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اونٹ مانگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اونٹ کا بچہ دوں گا۔" انہوں نے عرض کیا "میں اونٹ کا بچہ لے کر کیا کروں گی؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تو آپ کو اونٹ کا بچہ ہی دوں گا" اس پر وہ غم زدہ ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خادم کو اشارہ کیا انہوں نے ایک جوان اونٹ لا کر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: "کیا یہ اونٹ کا بچہ نہیں۔ ہر اونٹ اونٹ کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔" یہ سن کر وہ مسکرا دیں۔

بیقہ صدف..... حیدر آباد

سورۃ رحمٰن

"وہ جس نے تجھے مٹی سے انسان بنایا' وہ جو تمہارے گناہوں کے باوجود تمہیں ہر روز رزق دیتا ہے' وہ جو تمہاری توبہ پر تمہارے گناہوں کو بھی نیکیوں میں بدل دیتا ہے' وہ جو تمہارے راز جانتے ہوئے بھی تمہاری سرکشی کے باوجود انہیں فاش نہیں کرتا۔ وہ جس نے تم کو فضیلت بخشی'

وہ جس نے تمہارے لیے قرآن اتارا تاکہ تم اس کے ذریعے جنت حاصل کرو تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے" ذرا سوچیے۔

مسکان..... قصور

ایک قدم

ایک اللہ والے فرمایا کرتے تھے کہ "جنت دو قدم پر ہے" کسی نے پوچھا "جناب وہ کیسے؟"

فرمایا: "ایک قدم تُو اپنے نفس پر رکھ لے دوسرا قدم تجھے جنت میں پہنچا دے گا۔"

انا احب..... گجرات

پاکستان تجھے سلام

مجھے کبھی اس چھوٹے' ترقی پزیر' گندے' ٹوٹی سڑکوں والے ملک کا شہری ہونے پر شرمندگی نہیں ہوئی۔ شاید اس وجہ سے کیوں کہ میں نے کبھی اس کے مسائل میں اضافہ نہیں کیا۔ میں نے ہمیشہ اسے اپنے پاس موجود سب سے بہترین شے دی۔ آپ میں سے کوئی بھی اس چیز کو نہیں سمجھ سکتا' آج آپ سے آپ کا گھر چھین لیا جائے اور پھر آپ لڑ جھگڑ کر میری طرح خون دے کر اس گھر کو واپس لیں تو پھر آپ کو وہ ٹوٹا پھوٹا' گیا گزرا گھر جنت سے کم نہیں لگے گا۔ تب آپ کسی کو اس کی دیوار پر ہاتھ تک نہیں رکھنے دیں گے کہاں یہ کہ کسی کو اندر آنے دیں۔

مہوش ملک..... گنگا پور

استاد کا احترام

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے استاد کو حقیر جانے' اللہ پاک اس کو 12 مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

- جو علم وہ حاصل کرے گا بھول جائے گا
- اس کی عمر کم ہوگی
- اس کا رزق جاتا رہے گا
- اس کے چہرے سے نیکی اور سعادت کی رونق ختم ہوتی جائے گی
- عبادت الٰہی کی اس کو توفیق نہ ہوگی
- شیطان کے مکر و فریب میں ہمیشہ مبتلا رہے گا
- معرفت الٰہی کے لیے اس کا دل حاضر نہیں ہوگا
- مرتے وقت اس کی زبان کلمۂ شہادت کے لیے گونگی ہو جائے گی
- دنیا سے بغیر ایمان اٹھے گا
- اس کی قبر اتنی تنگ ہو جائے گی کہ اس کی ہڈیاں اور پسلیاں چور چور ہو جائیں گی
- فاسقوں اور بدکاروں کے زمرے میں اس کا حشر ہوگا
- ہمیشہ دوزخ میں رہے گا

شہزادی سعادت..... ڈی آئی خان

آنچل کی شمع

سمندر کے ساحل کے قریب تاریکی میں ایک سنو وائٹ پری نمودار ہوئی۔ اس کے سر پر ایک خوب صورت آنچل تھا۔ ہم ساحل کے قریب حیرت زدہ کھڑے تھے کہ اچانک اس سنو وائٹ پری نے ایک شمع جلائی۔ دیکھتے دیکھتے اس شمع سے بہت سی شمعیں جلنا شروع ہو گئیں اور تاریک سماں روشن ہو گیا۔ ہم آہستہ آہستہ قریب گئے تو اس سنو وائٹ پری نے ہمیں بھی اپنی خوب صورت مسکراہٹ سے خوش آمدید کہا اور ہمارا ہاتھ تھام کر ان جلنے والی شمعوں کے قریب لے گئی پھر ہمارے آنچل کو درست کرتے ہوئے بادلوں کے اس پار چلی گئی۔ ہم خواب کی سی حالت میں تھے آپ کو پتا ہے وہ سنو وائٹ پری ہماری اور آپ سب کی فرحت آپا تھیں۔ پہلی شمع جو انہوں نے جلائی وہ قیصر آپا کی تھی باقی کی شمعیں نازیہ کنول نازی' عشنا کوثر سردار' اقراء صغیر احمد اور دیگر رائٹرز کی تھیں اور بہت سی نئی شمعیں ایسی بھی تھیں جن کی روشنی اگرچہ مدہم تھی مگر وہ بھی پوری آب و تاب سے جلنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ مدہم سی روشنی نئی رائٹرز کی تھی جو اپنے قلم کی روشنی پھیلا رہی تھیں پھر ہم بھی آنچل کے لیے ایک نئی شمع جلانے کی کوشش کرنے لگے۔

سمیرا انور..... جھنگ

گناہ میں لذت ضرور ہے مگر سکون نہیں

جب بیماری کے ڈر سے کھانا چھوڑ دیا جاتا ہے تو اللہ کے ڈر سے گناہ کیوں نہیں چھوڑے جاتے' آپ کی مسکراہٹ صدقہ جاریہ ہے اس میں بخل نہ کریں۔

سب سے عظیم دعوت..... اذان
سب سے بڑا رتبہ..... شہادت
سب سے بڑا اجتماع..... حج

www.paksociety.com

سب سے بہترین مشروب..... دودھ اور شہد
سب سے پیاری پناہ..... غارِ ثور
سب سے بابرکت پانی..... آبِ زم زم
سب سے خوش نصیب پھل..... کھجور

❖ جس گناہ سے عمر کم ہوتی ہے وہ بغض اور حسد ہے
❖ جس گناہ سے انسان پر لعنت ہوتی ہے وہ جھوٹ ہے
❖ جس گناہ سے پکڑ ہوتی ہے وہ ظلم ہے
❖ جس گناہ سے پوری انسانیت تباہ ہوتی ہے وہ قتل ہے
❖ جس گناہ سے نعمتوں کا زوال آتا ہے وہ تکبر ہے
❖ وہ لوگ کتنے کم ظرف ہیں جو دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں
❖ وہ لوگ کتنے عظیم ہوتے ہیں جو دوسروں کی غلطیاں معاف کردیتے ہیں
❖ جس کی شرافت اور انسانیت کا اندازہ کرنا ہو تو اسے قرض دے کر دیکھو اس کا ہم سایہ بن کر دیکھو اس کے ساتھ سفر کرکے دیکھو
❖ اگر روزی عقل سے ہوتی تو دنیا کے تمام بے وقوف بھوکے مرجاتے

فلک بنت ندیم..... حیدرآباد

آزمائش میں بھلائی

ہر حال میں ربّ کا شکر ادا کرتے رہو بے شک خالقِ کائنات وہ جانتا ہے جو ہم نہیں جانتے' ہماری ہر آزمائش کے پیچھے ہماری بھلائی پوشیدہ ہے کہ ہر آزمائش انسان کو کندن بناتی ہے اور زیادہ نکھار پیدا کرتی ہے' ہماری اپنے خیالات میں ہر وقت کوشش ہونی چاہیے کہ ہمارا ربّ ہم سے راضی رہے۔
بے شک وہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

حنا نورین..... دلبندین

محبت کی حقیقت

ایک لڑکی نے ایک بزرگ سے پوچھا محبت کی حقیقت کیا ہے؟ بزرگ نے کہا جاؤ باغ میں اور جو سب سے زیادہ خوب صورت پھول ہو اسے توڑ لاؤ۔ وہ لڑکی ایک دن بعد واپس آئی اور بولی میں پھول دیکھتی رہی ایک پھول سب سے خوب صورت تھا مگر اس سے بہتر کی تلاش میں چل پڑی مگر کوئی پیارا نہ لگا جب لوٹ کر آئی تو اسے کوئی توڑ کر جاچکا تھا۔
بزرگ نے کہا۔ یہ ہی محبت کی حقیقت ہے جو سامنے ہو اس کی قدر نہیں کی جاتی' جب واپس لوٹو تو وہ کسی اور کا ہوچکا ہوتا ہے۔

مدیحہ نورین..... برنالی

قسمت

❖ قسمت وہ مارکیٹ ہے جہاں جدوجہد چیزوں کی قیمت بڑھاتی ہے اور کاہلی انہیں گھٹاتی ہے۔
❖ قسمت انسان اور جدوجہد کے درمیان ایک متحرک لنگر ہے۔
❖ ہماری قسمت کا فیصلہ ہماری زبان کی نوک پر ہوتا ہے۔
❖ قسمت ہمارے معاملات کو ہماری تمناؤں سے بہتر طور پر چلاتی ہے۔
❖ قسمت ملکیت کے طور پر نہیں آزمائش کے طور پر آدمی کے پاس آتی ہے۔

صفیہ سعدیہ..... عثمان والہ' قصور

غزل

گونگی ہوگئی آج کچھ زبان کہتے کہتے
ہچکچا گیا میں خود کو مسلمان کہتے کہتے
یہ بات نہیں کہ مجھ کو اس پر یقین نہیں
بس ڈر گیا خود کو صاحبِ ایمان کہتے کہتے
توفیق نہ ہوئی مجھے اک وقت کی نماز کی
اور چپ نہ ہوا مؤذن اذان کہتے کہتے
کسی کافر نے جو پوچھا یہ کیا ہے مہینہ
شرم سے پانی ہاتھ سے گر گیا رمضان کہتے کہتے
میری الماری میں پڑی گرد والی کتاب کا جو پوچھا
میں گڑھ گیا زمین میں قرآن کہتے کہتے
یہ سن کے چپ سادھ لی اقبال نے
یوں لگا جیسے رک گیا وہ مجھے حیوان کہتے کہتے

شاعر: علامہ اقبال: انتخاب: کائنات عابد..... فیصل آباد

خواہش

میرے دل میں ایک خواہش شدت سے مچلتی ہے کہ کاش اس دنیا کا ہر شخص میجر عزیز بھٹی کی طرح ہو۔ اس کے سینے میں دھڑکنے والا دل اپنے وطن کی مٹی کی خوشبو محسوس کرے۔ اسے احساس ہو کہ وہ اس وطن کا رکھوالا ہے' ان ماؤں بہنوں کا رکھوالا ہے کہ جن کو سر بازار لوٹ لیا جاتا ہے یا غیرت کے نام پر قتل کردیا جاتا ہے یا ان کے سر سے شفقت کا سایہ اتار دیا جاتا ہے۔ کاش اس وطن کا ہر شخص کیپٹن یاسر جیسا ہو جس نے شہادت کا رتبہ حاصل کرکے اپنے ملک کے رازوں کو بچالیا۔ کاش کچھ ایسا ہوجائے وہ پیار محبت' خلوص و امن دوبارہ ہوجائے' لوگ بھائی بھائی بن جائیں۔ کاش! یہ ملک امن کا گہوارہ بن جائے۔

دعا خان..... چیچہ وطنی

عذابِ قبر

ایک شخص کا انتقال ہوگیا لوگ دفن کے لیے لے گئے' جیسے ہی انہوں نے قبر کھودی تو ایک خوف ناک سانپ نکل آیا لوگوں نے گھبرا کر قبر بند کردی۔ دوسری قبر کھودی تو پھر سانپ نکل آیا' یہاں تک کہ تیسری قبر کھودی تو وہاں پر بھی سانپ تھا آخر سانپ نے خود زبان کھولی اور کہا کہ تم جو بھی قبر کھودو گے میں اس میں موجود ہوں گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آخر یہ عذاب کس لیے تو سانپ نے کہا اس لیے کہ جب اس کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو یہ شخص آپ پر درود پاک نہیں پڑھتا تھا' اس لیے دوستوں اگر آپ میں یہ عادت ہے تو ابھی توبہ کیجیے اور جہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنو تو درود بھیجو۔

ماہ رخ سیال..... سلانوالی

ادب

اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے نوکر محمد خان کو صرف خان کہہ کر بلایا۔ نوکر وضو کا پانی لے کر آیا' کسی نے پوچھا تمہیں کیسے پتا چلا کہ بادشاہ کو وضو کی حاجت ہے۔" نوکر نے جواب دیا" بادشاہ کی عادت ہے وہ بغیر وضو کے محمد نام نہیں لیتا' جب بادشاہ نے مجھ کو صرف خان کہہ کر پکارا تو میں سمجھ گیا کہ بادشاہ کا وضو نہیں ہے اور میں وضو کا پانی لے کر آیا (سبحان اللہ)
کاش کہ ہم کو بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ادب حاصل ہوجائے۔

بشریٰ باجوہ عطاریہ..... اوکاڑہ

آنچل کے نام

آنکھیں ترستی ہیں اس کے دیدار کو
نہ جانے وہ کیوں اتنا تڑپاتا ہے
چاہتے ہیں سب اس کو بہت زیادہ
لیکن وہ ایک مہینے بعد ہی آتا ہے

مہرین آصف بٹ..... سہنسہ AK

استاد

ایک بار خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے اپنے استاد کو وضو کرا رہے تھے اور ان کے پاؤں پر پانی ڈال رہے تھے' اچانک خلیفہ ہارون الرشید وہاں آگئے جب یہ سب کچھ دیکھا تو بہت برہم ہوئے اور شہزادے کو ڈانٹا۔
استاد نے کہا: "نماز کا وقت ہو رہا تھا' اس لیے شہزادے کو زحمت دی۔"
خلیفہ نے کہا: "میں نے شہزادے کو اس لیے ڈانٹا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ خالی تھا' اس خالی ہاتھ سے شہزادے نے آپ کے پاؤں کیوں نہیں دھوئے۔"

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

ماں

ماں کا آنچل..... دھوپ میں بادل
ماں کی باتیں..... نیند کی راتیں
ماں کا دامن..... ہنستا ساون
ماں کا غصہ..... پیار کا حصہ
ماں ہے کیا.....؟
بس اک دعا.....!

صدیقہ خان..... باغ آزاد کشمیر

یادگار لمحے

قارئین بہنوں اپنا مکمل نام و پتا بھی تحریر کیا کریں تاکہ انعام کی ترسیل بروقت ہوسکے۔ کسی بھی دو بہترین انتخاب پر ایک ماہ کے لیے اعزازی رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنا مکمل پتا بھی لکھا کریں۔ انتخاب منتخب کرنے کے تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

WWW.PAKSOCIETY.COM

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہ ابتدا ہے اس رب جلیل کے پاک و بابرکت نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے' ہم تمام بہنوں کے نہایت مشکور و ممنون ہیں جنہوں نے اپنی دعاؤں اور عید کی خوشیاں میں یاد رکھا۔

صبیحہ نورین ...... ہرنائی۔ السلام علیکم! آنچل کی تمام رائٹرز اپنی تمام تر کوششوں اور محبتوں سے جس طرح لکھ رہی ہیں اس سے تو آنچل پر گویا چاند تارے جھلملاتے نظر آتے ہیں اور آج میرا دل ان لکھنے والوں کو سراہنے پر مجبور ہے' جن کی شاعری دل میں اترتی ہی نہیں بلکہ جذب ہو جاتی ہے' جن میں نوشی' سباس گل' کامران خان' راشد ترین' انا احب' فرید فری شامل ہیں۔ اسی طرح شاعر بھیجتے رہا کریں اور بیسٹ آف ملک نازی جی! آپ کے لیے تو الفاظ تراشنے بہت مشکل ہیں۔ خدا آپ کو تمام تر کامیابیوں کے ساتھ خوشیوں سے ہمکنار کریں آمین پلیز اس بندہ ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیے گا' رب راکھا۔

☆ جزاک اللہ۔

سامعہ ملک پرویز ...... ٹیکسلا کینٹ۔ ڈیئر کیوٹسٹ' سویٹسٹ اینڈ مائی ڈیئر آپی! السلام علیکم! پروردگار حق تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیوں کا سایہ تادم زیست آپ پر سایہ فگن رکھے اور صحت وتندرستی جیسی عظیم نعمت سے آپ کو مالا مال رکھے۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گی اب آتے ہیں آنچل کے شمارے اور اس میں موجود دلچسپ وسبق آموز سلسلوں کی جانب تو ہر سلسلہ اپنے اندر معلومات وحقائق کا وسیع ترین خزانہ لیے ہوئے ہوتا ہے۔ زندگی کے تمام مسائل و پریشانیاں ہم سے کوسوں دور بھاگتی نظر آتی ہیں۔ جب رائٹرز کے برزور قلم سے گوہر نایاب کی صورت الفاظ کا ذخیرہ آنچل کے صفحات پر پڑھنے کو ملتا ہے' بھی سلسلے بہتر سے بہترین راستے کی جانب گامزن ہیں۔ کہیں بھی کوئی کمی بیشی نظر نہیں آتی بلکہ تعریف کے لیے جتنے الفاظ کا استعمال کیا جائے کم پڑتا محسوس ہوتا ہے آخر میں آنچل وآنچل اسٹاف کے لیے ڈھیروں سلامتی وخوشیوں کے لیے دعائیں وجذبات خیر خواہی۔ والسلام و حتمی دعا۔

منزہ حیدر ...... کوٹ قیصرانی۔ سویٹ کی شہلا آپی اور کیوٹ کیوٹ سی رائٹرز تمام جگمگاتے آنچل اسٹاف کو میری طرف سے چاہتوں سے لبریز السلام علیکم! آنچل اس دفعہ کافی انتظار کے بعد ملا اور آنچل بے تابی سے کھولا نازیہ کنول نازی کی تحریر "جھیل کنارہ کنکر" پر نظر پڑی تو آنکھیں چمک اٹھیں اور سب سے پہلے "جھیل کنارہ کنکر" پڑھی۔ واؤ نازیہ جی زبردست آپ نے تو تعارف بھی کمال کر کے دکھایا' آپ بہت اچھی ہیں نازیہ جی وری گڈ۔ نازیہ جی میں آپ کے جواب کی منتظر ہوں' پلیز کوئی تو جواب دیں کہ آپ مجھ سے دوستی کر رہی ہیں یا نہیں؟ ارے یہ کیا اس بار "اور کچھ خواب" غائب پلیز اس کو ہر ماہ شائع کیا کریں "کیکٹس کا پھول" واؤ عشنا جی بہت خوب مگر ایک بات مجھے آپ کی ہر تحریر میں ہیرو کا کردار معارج جیسا کیوں لگتا ہے۔ استحقاق جماتا ہوا' اپنی منوانے والا' نہ جھکنے والا' پلیز ضرور بتائیے گا۔ "چراغ جاں' بانٹتے چلو پیار" بہت اچھے ناول تھے۔ "کاروانِ محبت" اور راحت وفا کا انکار بھی اقرار بھی" زبردست تھے۔ سباس گل کو یہ کہنا ہے کہ پلیز آپ ہر ماہ آنچل میں ناول یا ناولٹ ضرور بھیجا کریں' آپ کی تحریر پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے۔ اس ماہ "یادگار لمحے" تو واقعی یادگار بن گئے اور کیا تعریف کروں سارا آنچل ہمیشہ کی طرح زبردست ہے۔ یار شمع مسکان' عائشہ مغل (کراچی) آپ کے جواب کا بھی شدت سے انتظار ہے۔ باقی سب آنچل پڑھنے والوں کو سلام اور دعا' سدا خوش رہو۔ اچھا آپی زندگی نے وفا کی تو اگلے ماہ پھر آپ کی محفل میں حاضر ہو جاؤں گی' خوش رہو آپی۔

☆ اللہ کریم آپ کو بھی خوش رکھے آمین۔

عائشہ پرویز ...... کراچی۔ السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا پُر خلوص سلام۔ میں آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں' آپی میں آپ سے ناراض تھی سوچا تھا کہ اس بار میں آنچل میں کچھ نہیں لکھوں گی مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آپ کو لکھ رہی ہوں۔ آپی میں ناراض اس لیے تھی کہ میرا تعارف ابھی تک شائع نہیں ہوا نہ جانے کیوں؟ ویسے تو سب کچھ شائع ہوتا ہے اس کا بہت شکریہ۔ آنچل کے تمام سلسلے زبردست ہیں' اگلے ماہ پھر جامع تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے' اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ

☆ پیاری عائشہ! تعارف باری آنے پر شائع ہو جائے گا اب تو ناراضگی دور۔

جمیعہ غضنفر ...... گجرات۔ السلام علیکم شہلا آپی! ہر بار سوچتی ہوں کہ لیٹر لکھوں پھر اگلے مہینے پر ٹال دیتی ہوں' اس بار سوچا کہ لکھ ہی لوں پچھلے مہینے میں نے ای میل بھیجی تھی مگر آپ نے شامل نہیں کی۔ اس مہینے کا آنچل 24 اگست کو ملا۔ اتنی خوشی ہوئی پڑھ کر کیوں کہ یہ آنچل تو واقعی عیدی ثابت ہوا میرے لیے۔ تمام کہانیاں بہت ہی اچھی تھیں "بھیگی پلکوں پر" بہت اچھا جا رہا ہے۔ نازیہ جی کا ناول "جھیل کنارہ کنکر" بہت ہی اچھا لگا۔ اگلی قسط کا بے صبری سے انتظار رہے گا۔ "کیکٹس کا پھول" بہت ہی زبردست رہا۔ اس کے علاوہ "چراغ جاں' کاروانِ محبت' بانٹتے چلو پیار" ام مریم کا افسانہ "سنہری دھوپ" سب اچھے تھے۔ تعارف سب کے اچھے تھے "ایش اکرم" کا بہت دلچسپ تھا۔ اگلے مہینے تک اللہ حافظ آنچل کا بے صبری سے انتظار رہے گا' ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر جمیعہ! آپ کی ای میل نہیں ملی تھی اگر مل جاتی تو ضرور شائع کرتے۔

عروسہ شہوار ...... کالا گوجراں۔ ماہ ستمبر کا آنچل عید مبارک کے ساتھ ملا' سرورق اچھا لگا۔ خیر جناب حسب عادت فرسٹ آف آل قیصر آرا' آپا کی خلوص وچاہت بھری دعائیں' دامن بھر بھر کمیٹیں اور پیار بھری عید مبارک کی عیدی وصول پائی' آپا جانی بے حد شکریہ۔ اللہ آپ کو اسی طرح ہنستا مسکراتا رکھے آمین۔ "حمد ونعت" اور "دانش کدہ" سے مستفید ہونے کے بعد فوراً سے پہلے اپنے پسندیدہ سلسلہ وار ناول "بھیگی پلکوں پر" مکمل ناول نازیہ جی کا "جھیل کنارہ کنکر" پڑھا' اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے اور بعد از عشنا کوثر سردار جی کا "کیکٹس کا پھول" پڑھا' واقعی میں ہماری عید دوبالا سے بالا ہوگئی;

بھئی واہ۔ ناول "چراغ جاں" "سفینہ یاسمین ہیپی اینڈ کر کے خوش کیتا ہے ناں آئندہ بھی اسی طرح ہمیں خوش کرتی رہا کریں۔ طلعت آغاز کا یا طلعت نظامی کا ناول "بانٹتے چلو پیار" عید کا بہترین تحفہ تھا' کاش تمام خاندان میں عنبر چچی جیسی عورتیں خضر راہ ثابت ہوں' واقعی نیک سیرتی غریب کے آنگن کو بھی نور عطا کر دیتی ہے۔ اب بات کرتے ہیں راحت وفا جی کا "انکار بھی اقرار بھی" بہت اچھے بھئی بہت اچھے۔ راحمین نے ہچکچاہٹ میں فیصلہ کیا مگر خوب صورت فیصلہ کیا۔ "کاروانِ محبت" نادیہ فاطمہ رضوی کا ناولٹ پڑھا' ایشب کی غلط فہمی دور ہوئی تو اس کے ساتھ ساتھ ہماری خوشیوں میں بھی اضافہ ہوا۔ ام مریم' نزہت جبیں ضیاء' مسز حرا مجید کے افسانے بھی اچھے رہے۔ انعام یافتگان کو بہت بہت مبارکاں۔ "دوست کا پیغام آئے" میں دوستوں کے پیغامات نے خوب رونق بخش رکھی ہے۔ عید دسترخواں بھی خوب سج دھج لیے ہوئے تھا۔ باقی مستقل سلسلے بھی جگمگا رہے ہیں اور بھئی سچ پوچھیے میں تو آئینہ دیکھ کر ہم کچھ شرماتے کچھ مسکراتے ہیں۔ سب کے لیے دعائیں ہمیشہ ہنستے رہیں' خوش رہیں' کامیاب رہیں اور مل جل کر ہر ایک کا احساس دل میں بسا کر رہیں۔

☆ عروسہ ڈیئر! وہ طلعت نظامی ہی کا ہے ادارے کی غلطی سے طلعت آغاز ہو گیا۔

لبنیٰ ساجد ...... صفدر آباد۔ السلام علیکم محترم پیاری آپی! خدائے پاک آپ کو بے شمار آسانیاں عطا کرے اور آسانیاں تقسیم کرنے کی توفیق عطا کرے آمین۔ امید ہے عید بہت بھرپور طریقے سے منائی ہوگی۔ خدا آپ کو اور پیارے آنچل کو ایسی ہزاروں عیدیں دیکھنا نصیب کرے' پیارا آنچل ماہ بہ ماہ خوب صورت ہوتا جا رہا ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے آپی اپنا نام آنچل میں دیکھ کر جو خوشی ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ خدا آپ کو اور آنچل کو عمر خضر عطا کرے' بس آپی بہت دلی تمنا ہے خدا میرے پیارے ملک پاکستان کو اپنے حفظ وایمان میں رکھے آمین۔ بہت دل دکھتا ہے یہ سب حالات دیکھ کر۔ اجازت چاہتی ہوں آنچل کی ایک حقیری پرستار۔

☆ لبنیٰ پیاری! جزاک اللہ۔

نادیہ یٰسین ...... ساہیوال۔ السلام علیکم آپی! دوسری بار آئینہ میں شرکت کر رہی ہوں' پہلی بار ای میل کی تھی جو کہ شائع ہوئی تھی لیکن آپ نے مجھے ویلکم نہیں کیا۔ چلیے تبصرے کی طرف۔ آنٹی قیصر آرا سے سرگوشیاں کرنے کے بعد "حمد ونعت" سے مستفید ہوئے۔ نعت بہت پسند آئی' جب آنچل ہاتھ میں آیا تو اس سے پہلے میں بہت ٹینشن میں تھی لیکن جیسے ہی نادیہ فاطمہ رضوی کا ناولٹ "کاروانِ محبت" پڑھا ساری ٹینشن دور ہو گئی۔ بے ساختہ کئی مرتبہ ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر جاتی۔ عشنا جی نے بہت اچھا لکھا بلکہ تمام ناول ناولٹ اور افسانے زبردست تھے۔ ہمارا آنچل میں چاروں فرینڈز سے مل کر بہت اچھا لگا' اللہ آپ چاروں کو زندگی کے ہر امتحان میں کامیابی عطا فرمائے اور جائز خواہشات پوری فرمائے۔ اپیا اجازت دیں' اللہ حافظ۔

☆ اچھی نادیہ! ہم آپ کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید کہتے ہیں اب تو خوش ہونا۔

صدف ناز انصاری ...... ملتان۔ ڈیئر شہلا عامر! سویٹ آنچل ریڈرز اور آل اسٹاف کراؤڈ السلام علیکم! آنچل میں ٹھیک دو سال بعد قدم رنجہ فرما رہی ہوں۔ کیا حال چال ہیں آپ سب کے؟ امید ہے مابدولت کی ڈھیروں دعاؤں کے طفیل بہت ہی اچھے ہوں گے۔ شہلا تمہیں یاد ہوگا 2010ء میں اکتوبر کے شمارے میں میرا پہلا خط آئینہ کے پہلے صفحہ پر چھپا تھا' کچھ یاد آیا؟ شاید لکھائی سے یاد آ جائے' بس اس کے بعد کچھ عجب جھمیلوں میں پڑے کہ خود اپنا ہوش نہ رہا' میں عرصہ چار سال سے' بچوں کے ادب سے منسلک ہوں' میں سے زائد مضامین' تحاریر اور کہانیاں لکھ چکی ہوں' کبھی موقع ملا اور زندگی نے وفا کی تو پیارے آنچل کے لیے بھی جلد ہی ناول لکھوں گی۔ میری ہینڈ رائیٹنگ کیسی لگی آپ کو ضرور بتائیے گا' اچھا اب اجازت دیں' آئندہ تفصیلی اور جامع تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی۔

☆ پیاری صدف! ایک بار پھر خوش آمدید' ہم کو آپ کی تحریر کا انتظار رہے گا۔

فرزانہ ...... قصور۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ اس ماہ کا آنچل انعم کی مہربانی سے جلدی مل گیا شکریہ انعم! شہلا آپی آئینہ میں میرا پہلا خط ہے۔ آپی جی یہ کیا بات ہوئی پہلے آنچل میں قسط وار ناول چار چار تھے اور اب ایک دم سے ایک دو ہوئے ہیں یہ تو اچھی بات نہیں۔ اقراء آپی کے آپ کے ناول "بھیگی پلکوں پر" کی تو کیا بات ہے' بہت ہی اچھا جا رہا ہے' پلیز پری کے آنسو تھوڑے خشک کریں کوئی تو خوشی اسے بھی ملنی چاہیے۔ اس کے علاوہ سارا آنچل ہی اچھا تھا۔ "ہمارا آنچل" میں نجمی کا تعارف اچھا تھا لیکن فاخرہ ایوب اور عائشہ جی سے مل کر بہت اچھا لگا۔ دیا آفریں آپ تھوڑی خوابوں میں رہنے والی لڑکی نہیں؟ آئینہ میں نجمی کے خط اچھے تھے اور آخر میں مسکان ملک آپ کے بھائی کے لیے' بہت سی دعا' خدا ان کی مشکلوں کو حل کرے۔ اوکے اجازت دیں' اللہ تعالیٰ پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھے آمین' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر فرزانہ! خوش آمدید آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔

سمعیہ ناز سمی ...... ساگری کلاں۔ السلام علیکم! آپ کی اور تمام اسٹاف کی خیریت مطلوب ہے اور مائی سویٹ آپی! آپ کو نہیں پتا میں کتنی خوش ہوں آنچل میں اپنا نام دیکھ کر' میں بیان نہیں کر سکتی بہت بہت شکریہ۔ جہاں تک بات ہے رائٹرز کی تو ماشاء اللہ سب بہت اچھا لکھ رہی ہوں' اللہ کرے زور قلم اور زیادہ' آمین۔ ایک بات کہنا چاہوں گی ان والدین کو جو اپنی بیٹیوں پر پابندی لگاتے ہیں کہ ڈائجسٹ مت پڑھیں' تو پلیز آپ لوگ ایک دفعہ ڈائجسٹ پڑھیں اور تفصیل سے پڑھ کر بتائیں کہ ایسی کیا بات ہے اس میں کہ آپ کی بیٹیاں ان کی پہنچ سے دور ہیں' آپ کے جواب کی منتظر۔ شدید دعاؤں کی طلب گار۔

☆ اچھی سمعیہ! سدا خوش رہو آمین۔

فضہ ہاشمی ...... عارف والا۔ السلام علیکم! میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بحق محمدؐ وآل محمدؐ ہمارا آنچل اسی طرح دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرے اور آنچل کے یہ فیملی ممبران جو اس کو بنانے' سنوارنے اور سجانے کا کام کرتے ہیں ہمیشہ خوش وخرم رہیں۔ اس دفعہ جس چیز نے یعنی کہانی نے مجھے خط لکھنے پر مجبور کیا ہے وہ عشنا کوثر سردار کا ناول ہے جو حقیقتاً ایک انتہائی پیاری تحریر ہے اس میں سادگی کمال کی تھی۔ ان کو اس سادہ رنگ میں دیکھ کر بہت اچھا لگا کیونکہ وہ ہمیشہ بھاری بھرکم شہزادیوں جیسے لہجے میں بات کرنے کی عادی ہیں۔ جو کم سے کم مجھے ہضم نہیں ہوتا' میری طرف سے انہیں اس انداز تحریر پر بہت مبارک

باد۔ دوسرے نمبر پر حرا امجد صاحبہ کا افسانہ "قصہ نصف بہتر کا" بہت پسندیدہ لگا۔ محترمہ نے تمام شوہر حضرات کی معصومیت کا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا۔ "کاروانِ محبت" نادیہ فاطمہ رضوی صاحبہ کا شوخ شوخ ناول بہت پسند آیا' کبھی یہ شوخی آنچل کے مزاج کا حصہ تھی لیکن آج کل تو مجھے لگتا ہے آنچل حالات حاضرہ بیان کررہا ہے' جس میں موجودہ زندگی کی حقیقتوں نے زہر بھر کر رکھ دیا ہے۔ "انکار بھی اقرار بھی" راحت وفا کا ناول بھی کہانی گھر گھر کی کے مصداق تھا البتہ "سنہری دھوپ" ام مریم صاحبہ نے لکھا تو پرانا موضوع ہے لیکن وہ اگر اسے ذرا پھیلا کے لکھتیں تو یقیناً باقی کردار بھی واضح ہوجاتے لیکن چونکہ انداز تحریر ہٹ کر تھا' بہت پسند آیا' لیکن کردار صرف کردار کی حد تک رہا واضح ہو کر سامنے نہیں آیا بہرحال اچھا رہا۔ "بانٹتے چلو پیار" بھی گھریلو حالات پہ مبنی تھا۔ بہرحال تمام اسٹاف کو میری طرف سے گزری عید مبارک۔

☆ پیاری فضہ! آپ کی کہانی باری آنے پر شائع ہوجائے گی' صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے ناں۔

وجیہہ خان۔۔۔۔ بہاولپور۔ السلام علیکم! پیارے قارئین اور آنچل اسٹاف کو گزشتہ عید مبارک۔ اس ماہ عید نمبر کی کیا تعریف کریں' بہت زبردست اور مکمل تھا اور عشنا آپی اور نازی آپی کے ناولز نے تو سولہ سولہ چاند لگا دیے۔ آنٹی کی سرگوشیوں نے رمضان کی اہمیت واضح کردی۔ "حمد ونعت" سے دل کو تسکین حاصل ہوئی۔ اقراء آنٹی کی ہر قسط پڑھ کر شکایت دور ہوگئی۔ مجھے تو لگ رہا تھا پری اور طغرل کی شادی ہو ہی جائے گی لیکن شاید میں کچھ تیز بھاگ رہی ہوں۔ خیر ملنا تو ہے ہی دونوں نے' دیکھتے ہیں عادلہ اور عائزہ کیا گل کھلاتی ہیں۔ عشنا آپی' "کیکٹس کا پھول" بہت خوب صورت ناول تھا' بے حد پسند آیا۔ نازیہ آپی کا ناول بھی اچھا تھا آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے؟ نادیہ جی آپ کے "کاروانِ محبت" نے دل خوش کردیا۔ اتنا فنی اور خوب صورت ناولٹ' بہت مزا آیا پڑھ کر' خاص طور پر بشپ کی اسائنمنٹ راحت آنٹی آپ کا ناولٹ کام نہ کرنے والی لڑکیوں کے لیے ایک زبردست کہانی (ویسے میں بھی کام چور ہوں) ام مریم آپ کا ناولٹ الگ قسم کا خوب صورت ناول تھا۔ سفینہ جی بہت اچھے۔ ریان کا کریکٹر اچھا تھا۔ طلعت جی بہت اچھے ایک الگ گھریلو مسئلے کو ڈسکس کیا۔ بہت مزا آیا اور ساسوں کے لیے خاص میسج۔ نزہت جی بہت اچھا افسانہ تھا۔ مسز حرا آپ کا افسانہ بہت دلچسپ تھا۔ "بیاض دل" میں یاسمین عندلیب' نورین شاہد' حنا کنول' انیس انجم' نامعلوم کے شعر بہت پسند آئے۔ جیتنے والوں کو دلی مبارک باد۔ "یادگار لمحے" نے اپنا اسیر بنالیا۔ بہت خوب صورت واقعات اور معلومات تھیں' شمائلہ آنٹی کے پیارے جوابات دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ راحت آنٹی سے مل کر بہت اچھا لگا۔ "ہمارا آنچل" میں تمام سے مل کر اچھا لگا۔ مہندی کے ڈیزائنز بھی خوب صورت تھے۔ سب کو سلام۔ ان شاءاللہ پھر حاضر ہوں گے تبصرے کے ساتھ اللہ حافظ۔

☆ اچھی وجیہہ! ہر ماہ تبصرہ شامل نہیں کرسکتے۔ اس لیے کہ جو لوگ رہ جاتے ہیں وہ اگلے ماہ شرکت کرسکتے ہیں۔

بشریٰ نوید باجوہ۔۔۔۔ اوکاڑہ۔ السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ کچھ ماہ کی غیر حاضری کے بعد آئینہ میں حاضر ہوں۔ آنچل 24 کو ملا۔ ماڈل گرل میرے موسٹ فیورٹ کلر میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ام ثمامہ کے بھائی اور سیدہ جیا کے شوہر کے انتقال کا پڑھ کر بے حد افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے خاندان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ "یادگار لمحے" اور "بیاض دل" انعام یافتہ ہونے پر مزید معیاری ہوگئے ہیں۔ شہزادی سعادت کی "حمد" یادگار لمحے میں خوب رہی اس کے علاوہ ساجد زید' صدیقہ خان' شگفتہ خان' کا انتخاب اچھا لگا۔ اشعار میں نور نے میری غزل کا شعر بھیجا' بہت اچھا لگا' اس کے علاوہ نزہت ضیا' یاسمین عندلیب کے اشعار پسند آئے۔ شاعری میں سباس گل' شہناز سیال' عروسہ شہوار اور فری آپی کی شاعری دل کو بھاتی۔ آئینہ میں سارہ چوہدری' جاناں' حبا حسین کے تبصرے نائس تھے۔ حبا حسین اور مسکان (قصور) سے ہم سب تمہارے دوست ہیں۔ ستمبر میں شگفتہ خان اور کرن وفا کی سالگرہ تھی بہت بہت مبارک ہو فرینڈز آپ کو برتھ ڈے۔ عید کا جوڑا افسانہ پھیکا پھیکا رہا۔ ام مریم کا افسانہ یا شاید ناولٹ شان دار لگا۔ عشنا نے ناول لکھ کر عید کا تحفہ دے ڈالا۔ "کیکٹس کا پھول" نام کی طرح ناول بھی شان دار لگا۔ راحت وفا سے مل کر خوشی ہوئی۔ فاخرہ ایوب' ایش اکرم' فرحت کاظمی' دیا سے ملاقات بہت اچھی لگی۔ مستقل سلسلے شان دار ہیں۔ میری سب آنچل فرینڈز قارئین خصوصاً فضہ اسلم' جاناں' ام کلثوم' شہزادی' نوشین اقبال' نرجس کو میرا اسلام دعائیں۔ باقی رسالہ زیر مطالعہ ہے' اللہ حافظ۔

مہوش کرن۔۔۔۔ ننکانہ صاحب۔ پہلی بار شرکت کررہی ہوں۔ آنچل 26 تاریخ کو ملا' ٹائٹل بہت خوب صورت تھا۔ "حمد ونعت" کے بعد سلسلے وار ناول "بھیگی پلکوں پر" پڑھا۔ اقراء جی پلیز رفتار تیز کریں ایک ہی جگہ پر بریک لگا دیا ہے۔ "کیکٹس کا پھول" عشنا کوثر سردار کا ناول بہت اچھا لگا۔ سفینہ یاسمین اور طلعت نظامی کے ناول بہت اچھے لگے۔ ناولٹ اور افسانے بھی اچھے تھے' باقی سب بھی اچھا تھا۔ مجھے رائٹرز میں سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی اور راحت وفا بہت پسند ہیں آنچل کے تمام سلسلے بہت اچھے ہوتے ہیں خاص کر "ڈش مقابلہ" مجھے بہت پسند ہیں۔ میری دعا ہے کہ آنچل ہمیشہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ اسی کے ساتھ اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر مہوش کرن! خوش آمدید۔

طیبہ حنیف بٹ۔۔۔۔ سمندری۔ السلام علیکم! سب سے پہلے تمام آنچل پڑھنے والوں کو میری طرف سے محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ آنچل بہت پیارا رسالہ ہے جسے میں نے 9th کلاس سے پڑھنا شروع کیا تھا اس کے بعد تو جیسے اس کا نشہ لگ گیا ہو۔ آنچل منگوانے کے لیے بھائی کی بڑی منتیں کرنا پڑتی تھیں وہ بھی شرط سامنے رکھتا اگر میرے کپڑے پریس کرو گی تب لا کے دوں گا۔ آنچل کی تمام رائٹرز بہترین ہیں۔ ہر ایک کے لکھنے کا انداز مختلف ہے' خاص کر میں اپنی فیورٹ رائٹر سباس گل' سلمیٰ گل اور سمیرا شریف طور کے بارے میں کہنا چاہوں گی میں ان کی بہت بڑی فین ہوں اور ان کی ہر تحریر کو بہت شوق سے پڑھتی ہوں جو مدتوں ذہن نشین رہتی ہیں۔ مجھے آنچل کے ہر شعبے میں شامل ہونے کی خواہش ہے اور آئینہ میں یہ میری پہلی شرکت ہے۔ آنچل کے لیے دعا ہے اللہ کرے آنچل اسی طرح دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتا رہے اور ہمارے دلوں میں سدا شاد و آباد رہے آمین۔ اللہ حافظ۔

☆ اچھی طیبہ! خوش آمدید تو شامل ہوجاؤ' روکا کس نے ہے تم کو۔

یاسمین کنول۔۔۔۔ پسرور۔ السلام علیکم! دیگر احوال یہ ہے کہ آنچل کا عید نمبر بڑا پیارا لگا۔ خصوصاً سرورق بڑا دلکش تھا۔ ماڈل بے حد اچھی لگی۔ "بیاض دل" میں یاسمین کنول پسرور کی جگہ پسرور آنا تھا کیونکہ میرے شہر کا نام پسرور ہے۔ "یادگار لمحے" میں حمد باری تعالیٰ شہزادی ڈی آئی خان نے اپنے

نام سے چھپوائی ہے جب کہ یہ حمد میری ہے اور اس کی سند کے لیے میری کتاب "خامشی جب کلام کرتی ہے" کافی ہے۔ کسی کی غزل حمد وغیرہ اپنے نام سے نہیں چھپواتے اگر پسند آئے تو مرسلہ ساتھ لکھتے ہیں لیکن شہزادی صاحبہ نے تو تخلص بھی تبدیل کیا' کنول کی جگہ شہزادی لکھ کر۔ خیر خوش رہیں آباد رہیں۔ ہم سے پوچھیے کے سوالات زبردست رہے۔ مہندی کے ڈیزائن بڑے اچھے تھے۔ سفینہ ریاض کا ناول "چراغ جاں" پسند آیا۔ "جھیل کنارہ کنکر" نازیہ کنول نازی کی بہترین کاوش ہے' تعریف نہ کرنا زیادتی ہے' اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر یاسمین! آپ کی حمد کے بارے میں پڑھ کر افسوس ہوا' شہزادی سعادت کو اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔

ماہ رخ سیال۔۔۔۔ سلانوالی۔ السلام علیکم! شہلا آپی اور آنچل کی سویٹ قارئین کو میرا پھولوں بھرا خوشبوؤں بھرا اور دعاؤں بھرا اسلام قبول ہو۔ میں پہلی دفعہ آنچل کے آئینہ میں شرکت کررہی ہوں۔ آنچل 25 کو ہی مل گیا تھا' سب سے پہلی دوستوں کے نام پیغام پڑھا کہ شاید ہمارا نام کوئی پیغام ہو مگر۔۔۔۔ اس کے بعد دوڑ لگائی تو "بھیگی پلکوں پر" جاکر سانس لیا' یہ میری فیورٹ کہانی ہے۔ ارے یہ کیا' یہ عادلہ اور عائزہ تو طغرل کے قتل کے در پے ہوگئی ہیں لیکن مجھے معلوم ہے ایسا کچھ نہیں ہوگا' اس کے بعد نازی آپی کی کہانی پڑھی' باقی ابھی زیر مطالعہ ہیں' خوش رہے اور خوش رکھیے۔

صبا۔۔۔۔ ٹنڈو غلام۔ السلام علیکم! سویٹ کیوٹ سی شہلا آنٹی! آپ کے لیے ڈھیروں دعائیں' ہر دعا عرش پر پہنچے اور رب کی بارگاہ میں قبول منظور ہو' آمین۔ پیاری شہلا آنٹی! اللہ پاک آپ کو اتنی خوشیاں عطا کرے کہ آپ کا دامن کم پڑے۔ شہلا آنٹی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں' میں کیسے بتاؤں آپ کو؟ آپ کا نام لے کر آپ کے لیے دعا کرتی ہوں' بس یہ سمجھ لیں کہ آپ سے محبت کرتی ہوں آپ جواب اتنے پیارے دیتی ہیں کہ آپ کا ہاتھ چومنے کو دل چاہتا ہے (حسرت) شہلا آنٹی! میری امی کے لیے دعا کرنا' بہت زیادہ بیمار ہیں اور تمام اسٹاف' قارئین اور آنچل کی فرینڈز کو محبت بھرا اسلام اور دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔ آپ سب سے گزارش ہے کہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھیں تو میری امی کے لیے ضرور دعا کرنا اور ہاں نازیہ جی! آپ بھی ضرور اور آنچل ہر لحاظ سے دل کو جیتنے والا بہت خوب صورت رسالہ ہے۔

☆ پیاری صبا! دعاؤں کے لیے جزاک اللہ! ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کی والدہ کو صحت و تندرستی کی نعمت سے مالا مال کرے اور ان کا سایہ آپ کے سر پر قائم رکھے آمین۔

صدیقہ خان۔۔۔۔ آزاد کشمیر۔ ڈیئر شہلا آپی اینڈ پیاری پیاری آنچل رائٹرز اور قارئین کو میرا پیار بھرا اسلام۔ امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ اس دفعہ ستمبر کا آنچل 27 تاریخ کو ملا۔ سب سے پہلے مدیرہ کی سرگوشیاں سنیں' اس کے بعد "حمد ونعت" سے مستفید ہوئے۔ "در جواب آں" میں اپنا نام دیکھ کر خوشی محسوس ہوئی۔ "ہمارا آنچل" میں فاخرہ ایوب تو ہمارے شہر کی نکلی' ایش اکرم اور دیا کا تعارف سادگی اور معصومیت بھرا تھا۔ مائی فیورٹ اسٹوری "بھیگی پلکوں پر" کافی خوب صورت موڑ پر جاری ہے۔ "اور کچھ خواب" کو نہ پاکر تھوڑے اداس ہوئے۔ ام مریم کا افسانہ "سنہری دھوپ" اس دفعہ آنچل میں ٹاپ پر رہا۔ "کاروانِ محبت" نادیہ فاطمہ کی اچھی تحریر تھی۔ باقی ناولز اور افسانے بھی اے ون تھے۔ "ڈش مقابلہ" میں شاہی ٹکڑے اور پستہ آئس کریم اچھی تھی۔ "بیاض دل" میں ماریہ گھمانوی کا انتخاب پسند آیا۔ "یادگار لمحے" میں کرن وفا اور چندا اشال کی تحریر کافی جاندار تھی۔ "آئینہ" میں بھی بہنوں کے تبصرے اچھے تھے۔ اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ' دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

☆ صدیقہ! اللہ کریم آپ کو سدا خوش رکھے آمین۔

عشرت سید محمد رمضان۔۔۔۔ حیدرآباد' سندھ۔ شہلا آپی اور تمام قارئین کرام اسٹاف آنچل کو بہت بہت عید مبارک۔ تو سب سے پہلے جنگ راحت وفا آپی! بہت مشکور ہیں ہم کہ آپ نے ہمارے خط کا جواب اتنے پیار اور خلوص سے دیا اور اپنے فیس بک کا نمبر بھی ہمیں بتادیں تاکہ آپ سے رابطہ کرسکے اور آپ کی کہانی "انکار بھی اقرار بھی" پڑھی' بہت پسند آئی' آپ کی تحریروں میں واقعی ایسا اثر ہے' جس کا تاثر بہت دیر رہا ہے۔ عشنا جی! آپ کی محبت کو نہ بھلا سکیں گے کبھی' کافی اچھا آئیڈیا تھا "کیکٹس کا پھول" اور "کچھ خواب" کا بے چینی سے انتظار ہے۔ نازیہ جی کسی تو گریٹ ہو۔ باجی جی! "جھیل کنارہ کنکر" لفظ کم پڑ جاتے ہیں۔ آپ جیسے اتنے اچھے رائٹر کے سامنے تو ہمارا قلم بے بس۔ انتظار رہے گا اگلی قسط کا اچھا اینڈ کیجیے گا' نئے سب لکھاریوں نے بہت' بہت دل شاد و مسرور کیا' جیو میرے آنچل' دوست ہمیشہ ترقی کرتے رہو آمین۔

نورین شاہد۔۔۔۔ رحیم یار خان۔ السلام علیکم! آپی کیا حال ہے؟ اس دفعہ انٹری ٹیسٹ کی تیاری کی وجہ سے آنچل 27 تاریخ کو ملا' سرورق بہت پیارا تھا۔ "حمد ونعت" اور آپی کی "سرگوشیاں" کے بعد آئے پری کو ملنے مگر یہ صباحت بیگم ہر وقت پری کے پیچھے نہا دھو کر پڑی رہتی ہیں۔ اقراء آپی ان کو عقل جلدی دے دینا اور عشنا آپی کی کہانی سرے سے ہی غائب ایسا کیوں؟ نازیہ آپی! آپ کا ناول کمال کا تھا' اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ سمیرا شریف آپ کب آنچل میں جلوہ گر ہوں گی۔ "آئینہ" اور "دوست کا پیغام آئے" میں تمام زبردست تھا مگر اپنے نام بھی پیغام دیکھ کر بہت خوشی' دوستی قبول کرنے کا شکریہ' اگلے ماہ تک اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر نورین! خوش آمدید۔

فضہ یونس۔۔۔۔ فیصل آباد۔ آنچل کے تمام قارئین اور رائٹرز کو میرا چاہتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ اس بار آنچل 26 کو ملا۔ آنچل کھولتے ہی "حمد ونعت" سے مستفید ہوئے پھر "سرگوشیاں" پڑھیں جو کہ من کو بھا گئیں۔ "اور کچھ خواب" عشنا جی یہ تو خواب ہی ہوگیا۔ "بھیگی پلکوں پر" اقراء جی یہ پارس کو کب عقل آئے گی' باقی تحریر بہت زبردست تھی۔ نازیہ کنول نازی کا "جھیل کنارہ کنکر" بہت اچھا لگا۔ آئندہ قسطوں کا انتظار شدت سے ہے۔ اللہ آپ سب اور اچھا لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ "کاروانِ محبت" نادیہ فاطمہ رضوی نے بہت اچھا تحریر کیا۔ عشنا جی "کیکٹس کا پھول" ویل ڈن۔ باقی سب ناول اور افسانے بہت لاجواب تھے۔ "بیاض دل" میں چندا اشال' نوشین اقبال نوشی اور یاسمین عندلیب کے شعر پسند آئے۔ "یادگار لمحے" سارے ہی یاد رہیں گے۔ "آئینہ" پڑھتے پڑھتے اچانک ہی ام ثمامہ کے تبصرے پر نظر پڑی تو بہت دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ آپ کے بھائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجے اور بلند سے بلند مقام عطا فرمائے۔ آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ موت تو برحق

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے یہ تو ہر ایک کو آتی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی پریشانیاں اور مشکلات دور فرمائے آمین۔

سدرہ رضی..... جہلم۔ السلام علیکم پیارے آنچل جی! مجھے آنچل بہت بلکہ بہت ہی زیادہ پسند ہے۔ میں نے اس ماہ ستمبر کا جب شمارہ لیا تو ہی مجھے پتا چلا کہ 26,27 تاریخ ہی کو مل جاتا ہے ورنہ میں تو انتظار کر کر کے ایک ایک دن گزارتی ہوں۔ میں اخبار جہاں اور دوسرے میگزین بھی پڑھتی ہوں لیکن آنچل کی بات ہی سب سے الگ ہے۔ آنچل میں عشنا کوثر سردار اور نازیہ کنول نازی افراء صغیر احمد بہت پسند ہیں۔ کافی حد تک بہتر لکھتی ہیں اور انسان جب دل سے لکھتا ہے تو ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے اور آپ سے ایک شکایت بھی ہے کہ ماہ ستمبر میں عشنا جی کی "اور کچھ خواب" کا اگلا حصہ کہاں گیا ان کی کہانی کا کیا بنا؟ اس کا تو میں بڑی بے صبری سے انتظار کر رہی تھی کیا انہوں نے اس ماہ میں کچھ نہیں لکھا؟ پلیز بتائیے گا ضرور کہ وہ اس کا اگلا شمارہ کب شائع کر رہی ہیں میں اس کی منتظر ہوں گی۔ اس دفعہ آنچل میں شائع ہونے والی سب کہانیاں ہی مزے کی تھیں۔ اللہ پاک آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین ثم آمین۔ میں نے پہلی دفعہ آنچل کا شمارہ 2011ء میں پڑھا تھا تب سے وہ میرے دل کو بھا گیا ہے میں نے بہت دفعہ کوشش کی کہ اس میں میرا بھی حصہ ڈل جائے لیکن کافی دفعہ یہ ممکن نہیں ہو سکا لیکن اس دفعہ میں نے اپنی طرف سے آپ کے لیے کچھ غزلیں اور اشعار بھیجیں ہے اگر آپ کو پسند آئے تو ضرور شائع کیجیے گا اور اگر نہیں کیا تو بھی مجھے آگاہ کر دیجیے گا شکریہ۔

☆ پیاری سدرہ! خوش آمدید آپ کی تمام ارسال کردہ چیزیں ضائع ہو گئی ہیں کیونکہ آپ نے سب کچھ ایک ہی ساتھ لکھ کر بھیج دیا تھا یہ سلسلے میں شرکت کے لیے الگ صفحہ استعمال کرنا چاہیے۔

ساجدہ رحمت..... نصیرہ کھاریاں۔ السلام علیکم شہلا آپی! کیا حال ہے؟ میں پہلی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہی ہوں۔ آنچل ایک مکمل رسالہ ہے جس میں ہر چیز شامل ہے خوب صورت کہانیاں پیار پیاری بہنوں کے تعارف صحت کی باتیں دین کی باتیں گھریلو ٹوٹکے سب سے بہتر ہوتے ہیں آپی میں آپ سے اور لکھاری بہنوں سے یہ گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ وہ زیادہ ایسی کہانیاں لکھیں جن میں اسلام کے بارے میں زندگی گزارنے کے اصول ہوں کیونکہ آج کل بہنیں اسلام سے دور ہوتی جا رہی ہیں۔ اگر آپ نے جگہ دی تو پھر بہت سی باتوں کے حاضر دوں گی میری طرف سے سب کو سلام و دعائیں۔

☆ ڈیئر ساجدہ! خوش آمدید۔ ہم کوشش تو کرتے ہیں کہ ہم کہانی میں کوئی نا کوئی پیغام پڑھنے والوں کو ملے۔ نئی نسل کو اپنے دین سے دور کرنے میں ہمارے بھی بڑا ہاتھ ہے۔

نادیہ مشتاق..... چک نمبر 8۔ السلام علیکم! میں آنچل کی خاموش کاری ہوں پلا خط ہے اگر نظر کرم کریں تو سب سے پہلے "حمد و نعت" پڑھی دل باغ باغ ہو گیا پھر "بھیگی پلکوں پر" مگر یہ کیا اس دفعہ بھی پری اور طغرل کی منگنی نہیں ہوئی پلیز ان دونوں کی منگنی کروا دیں۔ "کیلنڈس کا پھول" عشنا کوثر سردار کا اس ناول میں انائیا اور تغلق کی جھلک نظر آئی اس دفعہ "اور کچھ خواب" نہ دیکھ کر مایوسی ہوئی پلیز عشنا جی تغلق اور انائیا کو جدا مت کریں۔ نادیہ فاطمہ رضوی دیر آید درست آید۔ ناولٹ پڑھ کر مزہ آیا۔ راحت وفا کا "انکار بھی اقرار بھی" راحین کا پڑھ کے آئی کہ گھر داری کی وجہ سے شادی نہیں کرنی اینڈ اچھا تھا۔ باقی بھی سب نے اچھا لکھا اب اجازت دیں۔

☆ پیاری نادیہ! خوش آمدید۔

مہرین آصف بٹ..... سبنسہ AK۔ السلام علیکم! میری طرف سے آنچل اسٹاف کو خلوص بھرا سلام۔ امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ سب سے پہلے آپ کا شکریہ کہ مجھے اتنا پیارا انعام آنچل دیا۔ جب مجھے آنچل ملا اتنی خوشی ہوئی اور باقی نازیہ جی نے نیا ناول لکھا بہت اچھا ہے۔ امید ہے کہ یہ بھی پہلے ناول کی طرح ہر کسی کے دل پر چھا جائے گا۔ عشنا جی کا ناول بھی زبردست تھا ان کا ناول پڑھ کر مجھے میری خالہ یاد آ گئیں وہ بھی لندن پڑھنے کے لیے گئی تھیں وہی پریشانی ہیں۔ روزینہ نام ہے ان کا۔ ان کی کہانی تھوڑی ایلیاء میر سے ملتی ہے میری خالہ وہاں کام نہیں کرتیں صرف یہ فرق ہے۔ انہوں نے بھی کئی خواب دیکھے مگر وہیں رہ رہی ہیں ابھی تک تنہا ہیں ان کے لیے دعا کریں کہ جلدی سے ان کی شادی ہو جائے اور میری کزن سدرہ فاروق بٹ نے اچھے نمبروں سے گریجویشن کی ہے اسے میری طرف سے بلکہ پوری فیملی کی طرف سے مبارک باد۔ ویسے آنچل کے سارے سلسلے اچھے ہیں۔ میں کچھ نگارشات ارسال کر رہی ہوں اگر بہتر لگے تو شامل کرنا اگر میری کسی بتا سے آپ کو دکھ پہنچا تو معافی چاہتی ہوں خدا حافظ۔

☆ مہرین! آپ کی نگارشات شعبہ کو ارسال کر دی گئی ہیں۔

صدف سلیمان..... شورکوٹ شہر۔ آنچل اسٹاف اور قارئین کو سلام۔ اس بار آنچل 25 کو مل گیا۔ اب چلتے ہیں کہانیوں کی طرف تو جی "اور کچھ خواب" کی کمی بہت محسوس ہوئی وہیں "جھیل کنارہ کنکر" نے آنچل کو چار چاند لگا دیے۔ میکال کی شخصیت متاثر کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہیں ہانیہ کی باتیں اور ڈرائنگ جگہ درست لگتا کیونکہ کوئی بھی لڑکی سب کچھ برداشت کر سکتی ہے سوائے شوہر کی محبت کا بٹوارہ۔ نازی جی آپ تو کمال ہو باقی کا تبصرہ آئندہ ماہ۔ "کیلنڈس کا پھول" عشنا جی آپ نے تو آنچل عید نمبر کو واقعی میں اسپیشل بنا دیا۔ عشنا جی "اور کچھ خواب" کا اینڈ جلد از جلد کر دیجیے۔ ناولٹ دونوں ہی اچھے تھے۔ "غزلیں نظمیں" ساری اچھی تھیں۔ "بیاض دل" میں چند امثال واقعی میں انعام کی حق دار تھی۔ نورین شاہد اور حنا کنول کے اشعار اچھے لگے۔ "یادگار لمحے" میں نوشین اقبال نوشی خلیل جبران کی بات بہت بہت اچھی لگی۔ "آئینہ" میں تبصرہ سب کے اچھے تھے۔ اس لیے اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ہم سب کو اپنے پیارے ملک سے محبت کرنے کی توفیق دے اور پاکستان رہتی دنیا تک سلامت رہے آمین۔

☆ صدف بہن! آپ کی تجاویز نوٹ کر لی ہے ان شاء اللہ جلد ہی ان پر عملدرآمد کریں گے۔

سیدہ امبر اختر..... چندی پور۔ السلام علیکم شہلا آپی و قارئین ریڈرز اور آنچل اسٹاف کیسے ہیں آپ سب؟ یقیناً ٹھیک ٹھاک ہوں گے۔ چلیں اچھی بات ہے میں بھی ٹھیک ہوں۔ آپ نے تو پوچھنا نہیں ہے سوچا خود ہی بتا دوں۔ شہلا آپی آپ تو نہیں پہچانیں گی آخر کافی عرصہ کے بعد حاضری دی ہے۔ جولائی اگست کا شمارہ نہیں مل سکا جس کا بہت افسوس ہے۔ سو میں "پتھروں کی پلکوں پر" کا اینڈ بھی نہ پڑھ سکی۔ ستمبر کا شمارہ زبردست تھا۔ وائٹ کلر مجھے

بہت پسند ہے اس لیے سرورق پر نینا چوہدری اچھی لگ رہی تھی۔ ایش اکرم "دیا" آفریں سے مل کر بہت اچھا لگا۔ ام ثمامہ کے بھائی کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں بہت حساس ہوں کئی دن تک غمگین بھی رہی۔ ام ثمامہ کے لیے صبر کی اور ان کے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا اللہ نگہبان۔

شمع فیاض..... تونسہ شریف۔ السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ میں ٹھیک ہوں پیاری آپی کیسی ہو؟ اللہ پاک آپ کو ہمیشہ سکھی رکھے اور ہر قدم پر کامیاب کرے آمین۔ آپی اس بار آنچل 27 کو ملا اور انتظار ختم ہوا پہلے "حمد و نعت" پڑھیں آنچل کے بغیر تو آپی جیسے زندگی ادھوری ہو اور جب آپ حوصلہ افزائی کرتی ہیں تو دل کرتا ہے آپ سے بات کرتے رہیں۔ آپی کہانیاں افسانے سب زبردست تھے کسی ایک کی تعریف دوسروں کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ بس اتنا کہوں گی کہ آنچل پورے کا پورا زبردست اور سب کی جان ہے۔ آپی پچھلی بار لیٹر لکھا تھا آئینہ میں پرنٹ ملا اس لیے شائع نہیں ہوا۔ آپی آنچل میں قسط وار کہانی کے ورق ذرا بڑھا دیں اور پری اور طغرل کو ملا دیں۔ انہیں جدا مت کرنا اور آخر میں یہ دعا ہے کہ آنچل کو خدا پاک زیادہ سے زیادہ ترقی عطا کرے کیونکہ یہ رسالہ ہر ایک کی جان ہے اور کسی کو مایوس نہیں کرتا سب کی حوصلہ افزائی کرتا ہے ہر رسالے سے بیسٹ رسالہ ہے۔ آپی آپ نے حوصلہ افزائی کی ہے ان شاء اللہ میں ڈرتے ختم کر کے ضرور لکھوں گی پہلے افسانہ بھیجوں گی آپ پھر بتانا کہ کیسا لگا آپ کو۔ پھر میں آگے بڑھنا چاہوں گی شکریہ۔ اب اجازت۔

☆ پیاری شمع! خوش رہو آنچل منتظر ہے آپ کی تحریروں کا۔

رابعہ رحمان۔ السلام علیکم شہلا آپی! ایسی ہیں؟ کسی بھی رسالہ میں میرا یہ پہلا خط ہے۔ جس وجہ سے میں نے آنچل پڑھنا شروع کیا وہ ہے نازیہ آپی۔ نازیہ آپی! آپ بہت اچھا لکھتی ہیں اور شاہ زندگی جی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو کر سکتے ہیں۔ ام ثمامہ جی ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا لو جی اللہ حافظ۔

☆ رابعہ جی! خوش آمدید۔ آپ اپنے شہر کا نام تو لکھنا بھول ہی گئیں آئندہ خیال رکھیے گا۔

ندا امجد..... سیالکوٹ۔ السلام علیکم! میں کسی بھی ڈائجسٹ میں پہلی مرتبہ لکھ رہی ہوں۔ میں آنچل کو بہت شوق سے پڑھتی ہوں اور اپنی تمام دوستوں کو بھی آنچل پڑھنے کا مشورہ دیتی ہوں۔ تمام رائٹرز بہت بہت اچھا لکھتی ہیں۔ نازیہ کنول نازی جی! آپ جس طرح سے نئی نسل کی رہنمائی کر رہی ہیں وہ قابل تعریف ہے۔ عشنا کوثر سردار آپ کے ناولز مجھے محبت کے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ آپ کی نسبت نازی آپی کے ناولز حقیقت سے بہت زیادہ قریب تر محسوس ہوتے ہیں۔ سباس گل! آپ کا ایک ناول "میں محبت اور تم" مجھے بے حد پسند ہے۔ یہ ناول آپ کا بہت پرانا ہے اس ناول کو میں نجانے کتنی دفعہ پڑھ چکی ہوں۔ انا احب غل ہما نادیہ فاطمہ رضوی میں آپ سب کی بہت بڑی فین ہوں۔ حیات باقی ملاقات باقی اللہ حافظ۔

☆ پیاری ندا! خوش آمدید۔

ماریہ قریشی' منزہ' شمائلہ' یاسمین۔ السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور آنچل سے وابستہ تمام لوگوں کو میرا سلام۔ آنچل اس دفعہ 27 کو مل گیا۔ ماؤں کی آنکھیں بڑی پیاری لگیں۔ "حمد و نعت" سے دل کو منور کیا۔ پھر جلدی جلدی "بھیگی پلکوں پر" اسٹاپ کیا پلیز اقراء آپی! پری اور طغرل کو ملا دیں بڑا مزا آئے گا۔ اقراء آپی! اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور تندرستی دے اور آپ ہمیشہ خوش رہیں آمین۔ نازیہ آپی "پتھروں کی پلکوں پر" اتنا اتنا زبردست اینڈ کرنے پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ آپ ہمیشہ ہمارے لیے ایسی ہی زبردست تحریر لاتی رہیے اور نازیہ آپی! میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ بالکل پریشان نا ہو آپ کی امی ان شاء اللہ جلد صحت یاب ہو جائیں گی کیوں کہ میری اور ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ "جھیل کنارہ کنکر" آپ کی ایک اچھی تحریر ہے دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے۔ عشنا آپی "کیلنڈس کا پھول" آپ کی زبردست تحریر تھی اس کہانی کے ذریعے باہر رہنے والے لوگوں کے حالات کا اندازہ ہوا۔ ناول "چراغ جاں بانٹتے چلو پیار" دونوں اچھے تھے۔ "کاروان محبت" نادیہ فاطمہ آپی کا بہترین ناولٹ تھا۔ اس میں یشب کا کردار بڑا زبردست رہا۔ آپی ہمیشہ ایسے ہی لکھتی رہیے آمین۔ "انکار بھی اقراء بھی" آپی آپ نے بڑا اچھا ناولٹ تحریر کیا۔ خوش رہیے آپ کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔ افسانہ ام مریم آپی کا بہترین تھا ہمیشہ خوش رہیے۔ یہ کہنا بے جا نا ہوگا کہ عید نمبر بہترین تھا اور ناشہزادی کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ ام ثمامہ آپ کے بھائی کے انتقال پر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو صبر جمیل دے آمین۔ جیا یا اور عباس آپی آپ کے بارے میں پڑھ کے یک دم دل خون کے آنسو رو دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے شوہر کی مغفرت فرمائے اور آپ کو صبر جمیل دے آمین۔ آخر میں پاکستان زندہ باد پاک فوج پائندہ باد۔

☆ اب اجازت چاہتے ہیں اس دعا کے ساتھ کہ اللہ کریم اپنے محبوب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اپنی اس برساتی رحمت سے وطن عزیز کو مالا مال کرتے ہوئے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور جان و مال کی حفاظت کرے آمین۔

ناخیر سے موصول ہونے والے خطوط:

پروین افضل شاہین بہاولنگر۔ صبا نواز بھٹی سانگھڑ سندھ۔ شہناز راجپوت گوجرانوالہ۔ مہ جبین چوہدری ڈوگہ گجرات۔ فوزیہ سلطانہ تونسہ شریف۔ عاصمہ اقبال عارف والا۔ کائنات عابد فیصل آباد۔ شمع مسکان جام پور۔ سیدہ شاہ کاظمی پنڈی۔ کومل رباب لاہور۔ دلکش مریم چنیوٹ۔ مہر گل ملائکہ دعا اورنگی کراچی۔ جاناں چکوال۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل قارئین رائٹرز، میری فیملی اور آنچل کی ٹیم کے نام

شاہ زندگی کے نام پہلا پیغام تم سے دوستی کی خواہش مند ہوں اگر میری دوستی قبول ہے تمہیں تو اگلے ماہ میرے نام پیغام ضرور ہوگا تمہارا نام بہت خوب صورت ہے اور نورین شاہد میں آپ سے بھی دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ اب میری کزن اور دوستوں (چڑیوں کے نام) تو جناب شانی جی نوشی ارم سدرہ آمنہ عاطفہ صائقہ سعیدہ آپی طاہرہ آپی میری پیاری بھابی عائشہ کنول گڑیا آپ سب کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک اور باقی جو رہ گئے ہیں جو ہم سے بچھڑ گئے جو رہ گئے ہیں سب کو میری طرف سے عید مبارک اجازت۔

صبا نواز بھٹی..... سانگھڑ

سوئٹ دوستوں کے نام

السلام علیکم! سوئٹ دوستوں کلثوم شعوانہ حذیفہ آپی تبسم ماہی کیسی ہو آپ سب؟ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ ڈیئر نازیہ کنول نازی آپی اور میرا شریف طور آپ دونوں میری فیورٹ رائٹرز ہیں آپ کے ناول بہت شوق سے پڑھتی ہوں اللہ آپ دونوں کو خوش رکھے آمین۔ عطروبہ آپی آپ میرے ساتھ دوستی کریں گی؟ میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی آپ کے جواب کی منتظر۔

عظمیٰ کنڈی..... ٹانک

تمام آنچل فیملی کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل فرینڈز کو خلوص بھری دعائیں سب سے پہلے مہر گل اور سباس گل بے حد شکریہ دوستی کا ہاتھ پکڑنے پر۔ اب نبھاتے بھی رہنا۔ نبیلہ نازش راؤ اوکاڑہ ہم آپ کی دوستی کو قبول کرتے ہیں۔ سدا نبھانے کے لیے۔ سیدہ فرحت کاظمی آپ کا تعارف پڑھ کے اچھا لگا۔ میں آپ کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں۔ تمام آنچل کی قاری بہنیں مجھے میرے غم سے نکلنے میں مدد دیں کیونکہ تنہائی بذات خود انسان کو مزید غم زدہ کردیتی ہے۔ ہمارے بہت پیارے کیوٹ کزن کی سالگرہ ہے ساقی تم کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ ہزاروں سال جیو شمع گڑیا کے سنگ محتاج دعا۔

سیدہ وجیہا عباس کاظمی..... ننکانہ

آنچل کے نام

اپنے دوست کی محفل میں کثیر غیر حاضری کی خطا سرزد ہوگئی ہے ہم سے اور ہماری اس غیر حاضری کو آنچل نے یقیناً دل و جان سے محسوس کیا ہوگا اور اس کی ہر ناراضگی بھی ہمیں حق بجانب نظر آتی ہے سوائے عزیز از جان دوست آنچل کو منانے کے لیے کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔

شہناز راجپوت..... گوجرانوالہ

دوستوں کے نام

السلام علیکم! نازی آپی بشریٰ باجوہ ماہ آپی شہلا آپی انابیہ انجم جی! آپ کیسی ہیں اور آپ کے گھر میں سب کیسے ہیں؟ ام! آپی سب کو بہت یاد کرتی ہے بشریٰ باجوہ آپ آج کل بہت مصروف ہیں۔ ماہ آپی اور نازی آپی خدا آپ کو صحت کاملہ عطا کرے آمین۔ میری دعا پورے ام گروپ کے لیے ہے۔ فیناں شاہ جاناں بشریٰ ملک عائشہ ملک کرن شاہ سعادت فری کسکی ملک آپ سب سے باتیں کرکے دل بہت خوش ہوتا ہے۔ خود بخود چہرے پر مسکراہٹ آجاتی ہے!!!!! فیری انابیہ امید چوہدری کو پیپر کے لیے آل دا بیسٹ۔ شگفتہ خان خدا آپ کے والد کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ نوشین فاطمہ نوشین اقبال نما چوہدری فروا صنم ناز شاہ علی زنیرہ کرن وفا فرح طاہر کو بہت بہت سلام اور پیار خوش رہا کرو تم سب لوگ ورنہ ام اداس ہو جائے گی۔ عطروبہ جی آپ کہاں گم ہو؟ پلیز لوٹ آؤ اب ام کسی بھی دوست کو یاد نہیں کرے گی کیونکہ یاد تو ان کو کیا جاتا ہے جو یاد نہ ہوں۔ آپ سب تو ام کے دل میں ہو پھر یاد کیسا؟ ایمن شاہ میں برا نہیں مانتی کیونکہ میں مجبوری سمجھتی ہوں بس تمہاری خوشی میں ام کی خوشی ہے او کے اب اپنی سسٹر کو اجازت دو دعاؤں میں یاد رکھنا۔

ام کلثوم..... کراچی

عطروبہ سکندر اور جویریہ چوہدری کے نام

ڈیئر عطروبہ سکندر اور جویریہ چوہدری کیسی ہیں آپ؟ میں نے آپ سے دوستی کا کہا تھا مگر آپ نے جواب نہیں دیا اب ضرور بتانا او کے اللہ حافظ۔

کائنات عابد..... فیصل آباد

سوئٹ اور پیاری سسٹر ماریہ چوہدری کے نام

السلام علیکم ڈیئر سسٹر کیسی ہو؟ امید کرتے ہیں کہ تم خیریت سے ہوگی۔ حیران ہو رہی ہو کہ مجھے آنچل میں کون یاد کررہا ہے تو ڈیئر سسٹر ستمبر میں تمہاری سالگرہ تھی میں نے سوچا کہ کیوں نہ تمہیں آنچل کے ذریعے وش کیا جائے۔ میری طرف سے اور سب فیملی والوں کی طرف سے تمہیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ خدا تمہیں ایسے ہزاروں دن دیکھنے نصیب فرمائے اور تمہیں اچھے نمبروں سے امتحان میں کامیابی دلائے اور تم اسی طرح ہنستی مسکراتی رہو اور تمہیں کبھی غم چھو کر بھی نہ گزریں آمین اور آخر میں سب کزنوں اور دوستوں خصوصاً رخسانہ رانا اور صائمہ شریف کو سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام۔

عابدہ نسیم..... چیچہ وطنی

سب کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ سب؟ فرسٹ ٹائم آنچل میں آرہی ہوں اور یہ..... یہ شاید آپ کی نظر میں فضول ہی ہو لیکن میرے لیے بہت الجھن کا باعث ہے۔ میں بہت تنگ ہوں سچ میں! مجھے آپ میں سے کوئی اس کا حل بتادے پلیز میں وہ ہوں جسے خود بھی اپنی سمجھ نہیں آتی۔ آپ حیران ہو رہی ہوں گی لیکن یہی سچ ہے۔ محبت پیار یہ سب کیا ہوتا ہے مجھے کچھ بھی خبر نہیں۔ یہ ہے کیا بھئی آخر؟ مجھے یہ سب کیوں جھوٹا لگتا ہے میرے ساتھ کیا مسئلہ ہے میں اتنا الجھی ہوئی کیوں ہوں؟ میں جو کرنا نہیں چاہتی وہ کیوں ہو جاتا ہے، مجھ سے مجھے ایک پل اگر کوئی اچھا لگتا تو دوسرے لمحے مجھے اس سے اذیت کیوں ہونے لگتی ہے۔ میرا دل ایک ہی بات پر کیوں نہیں ٹھہرتا مجھے ایسا کیوں لگتا ہے اگر کوئی مجھ سے پیار جتاتا ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میرے اندر بہت بے چینی ہے مجھے خود ہی اپنے جذبات کا نہیں پتا چلتا۔ میں اتنی شدت پسند کیوں ہوں! میں یہ کیوں چاہتی ہوں کہ جو مجھ سے پیار کرے وہ صرف مجھے ہی اہمیت دے مجھے اور کوئی میرے برابر نہ آئے۔ آخر میں یہ سب کیوں چاہتی ہوں؟ مجھے لیکن کیوں نہیں؟ میرا ذہن الگ سے کیوں سوچتا ہے اور میں کسی کو کچھ بتا بھی نہیں پاتی۔ سچ میں جنت بہت عجیب ہے یارا جنت کو کوئی سمجھائے میرا کوئی حل بتائے۔ میرا غصہ میری شدت پسندی میری بے چینی یہ سب ختم ہو جائے۔ کوئی دے سکتا ہے مجھے اس کا جواب تو دے پلیز مجھے انتظار رہے گا۔

جنت نیازی..... ڈی جی خان

ام ثمامہ، مسکان قصور، چندا اشال، نبیلہ نازش، نورین شاہد کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے سب ٹھیک ہوں گی۔ سب سے پہلے ام ثمامہ جی آپ کے بھائی کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آپ اور آپ کے گھر والوں کو صبر اور حوصلہ دے آمین۔ مسکان میں نے اگست کے شمارے میں آپ سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا جو شاید آپ کی نظروں سے نہیں گزرا آپ اتنی مایوس اور اداس مت ہوا کریں اللہ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ ارے بھئی چندا اشال ہم بھی ہیں ملیں گے آنچل میں۔ لیں بھئی نورین شاہد ہم بھی حاضر ہیں دوستی کے لیے اب خوش ہو؟ شاہ زندگی اور نورین شاہد آپ کو آئینے میں پیغام دیا تو ہے لیں دوبارہ ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ لیجیے نبیلہ نازش جی! آپ کے کہنے پر قلم اٹھایا آنچل میں پیغام سجایا اور دوستی کے لیے ہاتھ بڑھایا آخر میں تمام پریوں کو سلام اللہ آپ کو سدا خوش اور سلامت رکھے آمین۔ آپ کی اپنی۔

کومل رباب شاہد..... لاہور

آنچل فرینڈز اور پیارے بھائیوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو بھائی مدثر اور عبداللہ میں آپ کو برتھ ڈے وش کررہی ہوں پہلے ہی لیٹ کررہی ہوں۔ بہت بہت سالگرہ مبارک بھائی مدثر اور عبداللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائے اور دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی اور کامیابی عطا کرے آمین۔ عمارہ جانو 18 اکتوبر کو آپ کی سالگرہ ہے ایڈوانس مبارک باد خوش رہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر امتحان میں کامیابی عطا کرے اب آتی ہوں آنچل فرینڈز کی طرف جن میں کرن وفا ایمن وفا تانیہ چوہدری جاناں مسکان اریبہ شاہ مہوش ملک کرن شاہ طیبہ نذیر چندا اشال ساریہ چوہدری انا احب مکمل ہما ام ثمامہ دعا ہاشمی مقدس رباب صنم ناز رومان ملک فیناں شاہ یارا آپ سب گریٹ ہو میں ایک ہی سسٹر ہوں لیکن جب میرا دل اداس ہوتا ہے اور بہت سارے اپنوں سے ملنے کو کرتا ہے تو میں دوست کا پیغام آئے کالم میں پہنچ جاتی ہوں جہاں آپ سب ایک دوسرے کے لیے بہت پیار سے پیغامات دے رہی ہوتی ہیں کوئی پیار بھرے گلے شکوے کررہی ہوتی ہیں اور کوئی کسی روٹھے کو بہت پیار سے منا رہی ہوتی ہیں میرا سارا اکیلا پن دور ہو جاتا ہے۔ میں آپ سب کے لیے نئی ہوں پر آپ لوگوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں کوئی کرے گی آپ میں سے مجھ سے دوستی۔ انتظار کروں گی میں

آپ کے جوابات کا۔ جہاں رہیں خوش رہیں ہنستی مسکراتی رہیں اللہ حافظ۔

نادیہ نفیس..... ساہیوال

پیاری آپی سعیدہ کے نام

آپی کیا حال ہیں؟ آپ کو آپ کے بیٹے احمد طلال کی آمد کی بہت بہت مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ احمد طلال کو صحت کے ساتھ زندگی دے آمین اور آپ کو اور بھائی شفیق کو احمد طلال کی خوشیاں دیکھنا نصیب کرے آمین۔ بھابی مریم آپ کو بھی محمد معیز کی مبارک ہو سدا خوش رہیں آمین۔

علیہ افضل..... کالا گوجراں

فرینڈز کے نام

سب سے پہلے سلام اور دعا۔ شکریہ جن دوستوں نے دوستی کی آفر قبول کی بہت اچھا لگا۔ انیس انجم بہت شکریہ نورین شاہد آپ کا فاخرہ ایمان کومل رباب افضل مجھے آپ کی پکی دوستی دل سے قبول ہے اب بھول نہ جانا۔ نبیلہ نازش آپ سے دوستی کرلی۔ انیس انجم آپ نے جو اوپر اپنے پیغام میں عالیہ لکھا ہے وہ کون سی عالیہ ہے عالیہ شاہ عالیہ کاظمی یا عالیہ حرا ضرور آگاہ کیجیے گا اور دوستی پکی سب اپنا خیال رکھنا۔

سیدہ شاہ کاظمی..... چنڈی صدر روڈ

تمام آنچل فرینڈ اور مسکان قصور کے نام

السلام علیکم! مسکان کیسی ہیں آپ؟ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں بالکل پکی والی دوستی او کے۔ تمام آنچل ریڈرز کو میں دوستی کی آفر کرتی ہوں دیکھتے ہیں کون بڑے دل والے ہیں۔ کوئی مجھے بھی دوستی کے قابل سمجھتے ہیں یا پھر نہیں او کے دوستو اللہ حافظ۔

فرزانہ..... قصور

نازیہ کنول نازی کے نام

23 اکتوبر کو آپ کی سالگرہ ہے دیکھو ہم کو یہ تاریخ یاد ہے نا۔ ہماری دعا ہے کہ ہماری زندگی کی ساری دعائیں رہیں ہمیشہ آپ پر سایہ فگن۔ کوئی دکھ کا کا نشانہ چھینے پائے کبھی غموں سے آشنائی نہ ہو۔ آپ بے مایہ ہستی کا تحفہ یہی دعائیں بولتے حرف نوک قلم پر مچلتے ہیں فقط آپ کے۔

نہیں چاہا کسی کو تیرے سوا
تم نے ہم کو بھی پارسا رکھا

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

عشنا آپی اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! عشنا آپی اینڈ سوئیٹ آنچل فرینڈز کیسے ہیں آپ؟ عشنا آپی آپ کا ناول "کیکٹس کے پھول" عید نمبر کی جان تھا۔ کافی عرصے بعد اتنا طویل ناول پڑھنے کو ملا۔ ویل ڈن اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ سیدہ جیا اور عباس کاظمی کا پیغام پڑھ کر آنکھوں میں نمی اتر آئی دل دکھ سے بھر گیا اور ام ثمامہ کے بھائی کی ناگہانی وفات کا پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ جیا جی اور ثمامہ اللہ آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو صبر کی توفیق دے اور اللہ مرحوم کی مغفرت کرکے جنت میں ان کے درجات بلند فرمائے آمین۔ اے سوئیٹ فرینڈ منزہ وحید، موسٹ ویلکم فرینڈ جتنے خلوص سے ہاتھ بڑھایا ہے اتنے ہی خلوص سے نبھانا۔ اس رشتے سے پہلے ہی بہت زک اٹھائی ہے۔ مسکان، نورین شاہد، عائشہ مغل، کرن وفا، شاہ زندگی فرینڈز میں آپ کے ہم قدم دوستی کے میدان میں اتر رہی ہوں مجھے امید ہے حوصلہ افزائی ہوگی۔

شمع مسکان..... جام پور

سیدہ جیا، ام ثمامہ اور صائمہ طاہر کے نام

السلام علیکم! سیدہ جیا اور ام ثمامہ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں اپنی کیفیت کس طرح بیان کروں بس اتنا کہوں گی میں آپ کے ساتھ ہوں اور دعا ہے پاک رب سے کہ آپ دونوں کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔ بے شک نقصان بہت بڑا ہے جس کا مداوا کوئی نہیں کرسکتا مگر اب آپ کو ہمت و حوصلے سے کام لینا ہوگا۔ میری اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ یاور بھائی اور آفتاب بھائی کی مغفرت فرما کر ان کو اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے آمین۔ آپ دونوں نے بہت اچھا کیا جو ہم قارئین سے اپنا دکھ شیئر کیا کہ اس سے دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور صائمہ طاہر آپ پیا دیس سدھار گئی ہیں آپ کو میری طرف سے اپنی شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہر قدم پر ڈھیروں خوشیاں اور کامیابیاں عطا فرمائے اور آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ والسلام۔

فریحہ شبیر..... شاہ نکدر

ام ثمامہ اور فرینڈز کے نام

السلام علیکم! ثمامہ آپ کے بھائی کے ساتھ جو حادثہ ہوا جان کر دلی دکھ ہوا بے شک باپ کے بعد بھائی ہی باپ کی [illegible] بہنیں بھاتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے [illegible] آپ کے والد محترم اور بھائی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ثمامہ بیا ایسے سائے ہوتے ہیں جو ہر موڑ پر یاد رہتے ہیں دعا ہے کہ اللہ آپ کو اور آپ کی فیملی کو صبر عطا فرمائے اور پیارے بھتیجوں کو ڈھیروں ڈھیر خوشیاں آپ اپنا خیال رکھنا پیاری بہن۔ جان سے عزیز آپی بھائی ایک ہو یا زیادہ ہوں بھائی تو بھائی ہوتے ہیں اور آپ چار بہنوں کا اکلوتا بھائی (انکل خلیل) آپ کو چھوڑ گئے یہ دکھ ہم سب کا ہے والدین کی وفات کے بعد آپ کا میکہ وہ ہی تو تھے جو نہیں رہے بس آپ اپنی بھابی کے لیے دعا گو رہیے کہ وہ ہمت نہ ہاریں یہ ہی تو زندگی کے اتار چڑھاؤ ہیں خدا ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے دونوں ننھے منے بیٹوں کو ماں کا سہارا بننے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ انا احب اینڈ طیبہ نذیر آپ تو ہو ہی اپنے ضلع گجرات کی آپ کیگر یاد نہ رہو گی خوش رہو آباد رہو۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ سب کی دوست۔ نازی آپی آپ سے بات کرکے بہت اچھا لگا جیسے بڑی بہن ہوں شکریہ آپی جی۔

مدیحہ نورین..... برنالی

آنچل کی پریوں کے نام

انا احب، مسکان قدیر، اسماء کرن کے نام

السلام علیکم! آنچل کی تمام پریوں کو میرا سلام قبول ہو۔ کرن وفا اور شگفتہ خان کی ستمبر میں سالگرہ تھی ان کو میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو۔ شگفتہ میری دعا ہے اللہ پاک آپ کی مشکلات کو آسانیوں میں بدل دے آمین۔ ام ثمامہ آپ کے بھائی کی وفات کی خبر سن کر از حد افسوس ہوا۔ اللہ پاک ان کو جنت میں جگہ دے آمین۔ میری پیاری سوئیٹ فرینڈ فضا اسلم جاناں کیسی ہو آپ دونوں؟ نرجس رانی میری پیاری بہنا کدھر گم ہو پلیز واپس آجاؤ۔ بہت پیاری شمع اور سعادت تمہارے فراک کا انتظار ہے مجھے ام کلثوم ڈیئر ناراض نہ ہوا کرو ہم سب تمہیں بہت پیار کرتے ہیں۔ مسکان قدیر ہم سب تمہاری فرینڈز ہیں اگر چندا سے رابطہ ہو تو میرا نمبر لے لینا۔ پلیز انا احب اور اسماء کرن آپ بھی مجھے ملو سیدہ جیا آپ کے میاں کی وفات کا پڑھ کر دل افسردہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر اور حوصلہ دے اور آپ کے شوہر کو جنت میں جگہ دے آمین۔ سباس گل لگتا ہے آپ مجھے بھول گئی ہو؟ فری آپی اور غزالہ راؤ کو کتابوں کی اشاعت پر مبارک باد۔ باقی فرینڈز ثوبیہ مرزا ام فروا حیا شاہ علی اریبہ شاہ امید چوہدری صنم ناز فرح طاہر نوشین اقبال ثمیرا ام کلثوم مہر گل سدرہ شاہین صدف مدثر بشریٰ مالک فرزانہ ملک آبرو شازیہ (گوگیرہ) نجمہ انور کو میرا بہت بہت سلام اور دعائیں۔ آپ کی دعاؤں کی منتظر۔

بشریٰ باجوہ..... اوکاڑہ

آنچل کے فرینڈز کے نام

آداب! سب سے پہلے تمام قارئین آنچل کو السلام علیکم کہتے ہیں۔ چندا اشال اور نوشین اقبال نوشی آپ سے ایک محبت بھرا شکوہ کہ آپ کو میں نے آنچل کی سالگرہ پارٹی میں مدعو کیا تھا آپ نے میرا شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ چلیں کوئی بات نہیں آپ دونوں خوش رہیں اور بہت پیاری سیدہ وجیہا اور عباس کاظمی آپ کا خط پڑھ کر مجھے اور آنچل کے قارئین کو بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر عظیم سے نوازے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ آنچل اور ہمیں اپنا دوست سمجھیں۔ رب کریم آپ کو اپنی رحمت سے نوازے آپ سب اپنا خیال رکھیے گا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

سمیرا انور..... جھنگ

آنچل کے نام

آداب! سدا خوش رہیں اور پھولوں کی طرح مسکراتے رہیں۔ آنچل میں یہ میری پہلی ملاقات ہے میں آنچل کی بہنوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں مجھے نازیہ کنول نازی اقرا صغیر سعدیہ اکاشف بہت پسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے میری حوصلہ افزائی کیجیے گا تاکہ دوبارہ آسکوں۔

دعا خان..... چیچہ وطنی

آنچل کی پریوں کے نام

السلام علیکم! آنچل کی پریوں کیا حال ہے لائف کیسی گزر رہی ہے میری تو دعا ہے سدا خوش رہو پھولوں کی طرح مسکراتی رہو۔ سب سے پہلے نازی آپی! میں یہ تو نہیں کہوں گی کہ آپ مجھ سے دوستی کریں ہاں مگر اتنا ضرور چاہوں گی کہ آپ مجھے اپنے بارے میں بتائیں آپ کے ایسے کون سے دکھ ہیں جو شاعری کے ذریعے آنچل کے صفحات کی زینت بنتے ہیں ایک چھوٹی بہن کی بس اک چھوٹی سی گزارش ہے۔ آپی اللہ تعالیٰ آپ کے تمام غم دور کریں۔ شاہ زندگی ایمن وفا اور نبیلہ نازش راؤ اور شمع مسکان جام پور میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور آپ کی ہاں یا نہ کی منتظر مس ایمن وفا۔ مجھے آپ سے یہ بھی معلوم کرنا ہے کہ آپ کے ابو کہاں ہوتے ہیں اور آپ ماموں کے گھر کیوں رہتی ہیں؟ آپ کے اور بہن بھائی کتنے ہیں [illegible] شاہ اور کرن شاہ کیسی ہیں آپ؟ کیا ہو رہا ہے آج کل آنچل شاہ اور

نیناں شاہ آپ لوگ کہاں غائب ہو؟ آنچل میں انٹری دو۔ ریتا کبھی ہم غریبوں کو بھی یاد کر لیا کرو۔ شاہ کلثوم تم کہاں غائب ہو؟ دوست ایسے بھی ہوتے ہیں یہ مجھے اب پتا چلا ہے۔ کبھی پچھلے ایک سال سے کہاں غائب ہو؟ نا فون نا میسج۔ نیلم کیسی ہو رزلٹ کا کیا بنا۔ اقراء تم بھی آنچل میں لکھو کبھی نہ کبھی تو شائع ہو ہی جائے گا۔ توبیہ شاہ کلثوم تم نے آنچل میں انٹری نہیں دی کیا بات ہے؟ MBA ڈیس سسٹر تھرڈ پرائیویٹ یونیورسٹی سرگودھا سے پڑھنے والی کوئی بھی لڑکی آنچل کے ذریعے رابطہ کرے۔

ماہ رخ سیال...... سلانوالی

پیاری امی جان، بہنوں، بھتیجوں کے نام

پر خلوص سلام اور پیار ڈھیروں ڈھیر دعائیں۔ 13 اگست کو میری باجی کلثوم کی سالگرہ آ کر چلی بھی گئی لیکن میں چاہتی ہوں میرے ساتھ آنچل اسٹاف قارئین سب مل کر وش کریں پلیز بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ 20 اکتوبر کو حسب نور گڑیا کی سالگرہ تھی۔ 13 دسمبر سرور دن شازیہ بشریٰ کی سالگرہ 12 دسمبر کو چاچو عثمان 22 نومبر میری ایپی 23 نومبر چاچو ناصر سب کو وش کریں شاباش۔ اقراء میٹرک کی شان دار کامیابی پر تمہیں ڈھیروں ڈھیر مبارک باد۔ اقراء داؤد عائشہ مریم حنا ارم خالہ امیر بیگم خالہ عقار سائرہ راحیلہ شائستہ شازیہ کلثوم شکیل عطیہ وجی نازیہ کنول نازی آپی سلمیٰ باجی کو ڈھیروں ڈھیر سلام اور دعائیں۔

حافظہ رابعہ یاسمین...... چکوال

فاخرہ ایمان کنول رباب ایمن وفا انیس انجم نبیلہ نازش کے نام

اسلام علیکم! آپ سب کیسی ہیں؟ امید کرتی ہوں ٹھیک ہوں گی میں بھی ٹھیک ہوں۔ آپ سب نے میری دوستی کو قبول کیا بہت بہت شکریہ۔ مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میری بھی کوئی آنچل فرینڈز بن گئی ہیں۔ شکریہ نبیلہ نازش مجھے آپ کی دوستی بھی قبول ہے اور پورے خلوص سے اس دوستی کو نبھانے کی کوشش کروں گی آپ سب کی خوشیوں کے لیے دعا گو۔

نورین شاہد...... رحیم یار خان

ادارہ آنچل اور ساجدہ وحید وڑائچ کے نام

اسلام علیکم! مجھے پہلی بار اس بات کا تجربہ ہوا کہ انسان کے نام اور شخصیت کے ساتھ ساتھ اس کی سوچ بھی پسماندگی کی انتہا تک جا رہی ہے خیر ساجدہ آپا آپ کے گزشتہ اور حالیہ سب ارشادات کی روشنی میں میرا بھی دل چاہا کہ اپنے ذخیرہ الفاظ میں سے چند لفظ آپ کی نظروں کے سامنے کروں۔ رشتہ بنانا اور اسے اہمیت دینا تو دو الگ چیزیں ہیں لیکن کسی سے رشتہ جوڑ کے اس کے ساتھ چپک جانا اور اس رشتے کے ذریعے اپنی بہت ہی چھوٹے سے پیمانے پر بار بار پبلسٹی کرنے کی کوشش یہ آپ کی سوچ اور عمل کے ساتھ ساتھ اپنے اس So Called رشتے سے مخلص نہ ہونے کی واضح دلیل ہیں۔ میں نے یہ سنا تھا کہ استاد معمار اور کردار جیسے الفاظ کا علمبردار ہوتا ہے لیکن ساجدہ آپا مجھے بہت افسوس ہوا یہ جان کر کہ آج کے دور کا استاد نہ تو معمار ہے نہ کردار کا علمبردار ہے اس تخریب کار کہہ سکتے ہیں۔ مذہب کو اس طرح کے غیر مذہب اور بے بنیاد رشتوں میں لانا کچھ مناسب نہیں آپ مجھے بھی اپنی تنقید کا نشانہ بنا سکتی ہیں لیکن میرا ایک خاموش قاری ہونے کی وجہ سے پہلا اور آخری پیغام ہے آگے آپ کی مرضی دعا گو۔

زونیا...... راولپنڈی

پیاری حافظہ شاہ وقار رمیہ عطاریہ کے نام

حیران مت ہو جی ہاں شاہ حافظ وقار رمیہ عطاریہ بجیگی بس آپ میری بہت پیاری اور بیسٹ فرینڈز ہیں جولائی کے شمارے میں آپ سے دل و جان سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا مگر ہم انتظار ہی کرتے رہ گئے یار اب اتنے بھی برے نہیں ہیں ہم کہ آپ نے ہمارا نازک سا دل توڑ کر رکھ دیا مگر ہم بھی بہت ڈھیٹ ہیں آپ کو دوست بنا کر ہی دم لیں گے (جی ہاں جناب) کیا لکھوں ہاں یا...... ؟ اور شاہ جی کے لیے پیار۔

صبا...... ٹنڈو الہیار

سیدہ وجیہا یاور عباس کاظمی اور ام ثمامہ کے نام

ڈیئر سسٹرز آداب اس دفعہ آنچل میں وہ ایسے پیغام تھے جنہوں نے مجھے آنسوؤں کے ساتھ رلا یا دماغ میں یہی سوچ الجھتی ہے کیا موت اتنی ظالم ہوتی ہے۔ سیدہ وجیہا یاور سسٹر اللہ تعالیٰ یاور بھائی کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پیاری سسٹر ام ثمامہ اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے بچوں کو زندگی کے ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔ سسٹرز آپ دونوں کا دکھ بہت بڑا ہے مجھے تو الفاظ ہی نہیں مل رہے کہ میں کیا لکھوں۔ بس ہم انسان بے بس ہیں کچھ نہیں کر سکتے صرف مغفرت کی دعا ہی کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور آپ دونوں کے گھر والوں کو صبر عطا فرمائے آمین۔

حنا کنول...... حویلی لکھا

سیدہ وجیہا یاور عباس کاظمی کے نام

اسلام علیکم! ڈیئر وجیہا سلام یاور بھائی کی عظمت کو اور خراج تحسین آپ کی ہمت کو۔ جیا زندگی نے آپ کو یاور بھائی جیسا ساتھی اگر چند دن کے لیے دیا تھا وہاں خدا نے آپ کے لیے آخرت میں بہت بڑا انعام رکھا ہے اس جہان میں آپ کا اور یاور بھائی کا ساتھ امر ہو جائے گا آپ کو فخر ہونا چاہیے آپ کا جیون ساتھی ایسا انسان تھا جو خدا کو پسند تھا ایسے لوگ مرا نہیں کرتے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ میرا آنچل سے سات سال کا رشتہ ہے میں نے فرسٹ ٹائم کسی سے دوستی کی آفر کی ہے وہ آپ ہیں اگر آپ مجھ سے دوستی کریں گی تو مجھے بہت خوشی ہوگی کیونکہ آپ شہید کی بیوی ہیں اور میں سلام کرتی ہوں تمام شہیدوں کو دنیا آپ پر فخر کرتی ہے اس وقت میری بھیگی آنکھیں اور قلم سے دعا یہ دل یہ کہہ رہا ہے کہ شہید زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے آپ کی اپنی۔

کرن شاہ...... بہاولپور

اپنے آنگن کے چمکتے ستاروں کے نام

میری پیاری بہنا لائبہ اور بھائی عتیق آپ دونوں کو میری طرف سے بہت بہت مبارک باد۔ میری دعا ہے کہ خدا آپ دونوں کو دین و دنیا میں قدم قدم پر کامیابی و کامرانی عطا کرے آمین اور ہماری پیاری اور موٹی آپی فرخندہ آپ کو ہم سب کی طرف سے شادی کی سالگرہ مبارک ہو۔ میں نے سوچا عتیق اور لائبہ کے ساتھ آپ کو بھی وش کروں کیونکہ یہ سارے نمونے ستمبر میں ہی ہوئے تھے۔ میری دعا ہے کہ خدا آپ کو ہمیشہ نئی اور پائیدار خوشیاں عطا فرمائے آمین۔ حبہ کو بہت سارا پیار کرنا کیونکہ وہ ہم سب کی پیاری سی جان ہے۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ آپ سب کی اچھی سی بہن۔

(صبا اشرف)

شاہ وقار اور فرینڈز کے نام

اسلام علیکم! آنچل اسٹاف کو سلام قبول ہو میں پچھلے پانچ سال سے آنچل پڑھتی ہوں آج پہلی بار خط لکھ رہی ہوں یہ سوچ کر کہ آنچل میں ضرور شائع ہوگا جون میں میں نے شاہ وقار کا انٹرویو پڑھا تھا میں شاہ وقار سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ شاہ ضرور میری دوستی قبول کرنا اپنا نمبر مجھے ضرور دینا میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی اپنا خیال رکھنا سدا خوش رہو خدا آپ کو خوشیاں نصیب کرے آمین۔

شاہ کنول خان...... لودھراں

ڈیئر کزن طاہرہ اینڈ باجی ریحانہ کے نام

ارے ارے حیران نہ ہوں یہ میں ہوں ہمیشہ آپ کے لیے دعا گو۔ ذرتیہ میرے پاس اس سے بہتر تحفہ آپ کے لیے نہیں آپ کی نئی زندگی کی پہلی عید پر جو آپ کو نذرانے کے طور پر پیش کروں۔ طاہری تم کو اپنی محبت کے سنگ یہ پہلی عید مبارک ہو اور ایسی کئی ہزاروں عید بھائی کے سنگ منانے کے لیے اللہ آپ دونوں کو لمبی زندگی عطا فرمائے آمین۔ پہچان لیا نا میں کون؟ باجی ہم سب آپ کو بہت یاد کرتے ہیں ہر موقع پر آپ کو یاد کرتے ہیں اداس ہوتے ہیں لیکن یہ سوچ کر مطمئن ہیں کہ آپ اپنے جیون ساتھی کے ساتھ اپنے پیا گھر ہمیشہ خوش و خرم اور آباد رہیں۔ آپ دونوں کی شادی کے بعد یہ پہلی عید بہت بہت دل سے مبارک ہو والسلام۔

زرینہ شفیع...... کسووال

کسی اپنے کے نام

اسلام علیکم! کیسے ہیں آپ؟ میرے خیال میں تو بالکل ٹھیک ٹھاک فٹ فاٹ ہوں گے کیونکہ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ دل چاہ رہا تھا کہ کسی اور طریقے سے آپ کو بتاؤں کہ میں آپ کو یاد کر رہی ہوں سو میں نے پھر یہ طریقہ اپنایا برا تو نہیں لگا۔ خیر اگر لگا بھی تو کوئی بات نہیں کیونکہ آپ نے کون سا مجھ سے ناراض ہونا ہے آپ کی رانی!

ہما احمد...... فیصل آباد

سدرہ رحمٰن اور مسکان (قصور) کے نام

اسلام علیکم! ڈیئر قارئین و آنچل اسٹاف کیا حال چال ہیں جناب؟ کافی عرصے بعد حاضر ہوئی ہوں۔ سدرہ رحمٰن اور مسکان (قصور) جی کا پیغام اپنے نام پڑھا اچھا لگا۔ سدرہ جی آپ کو لگا کہ مجھ میں اور آپ میں کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے تو جناب کسی دانا کا قول ہے "وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جنہیں دیکھ کر لگے کہ یہ اجنبی نہیں ہیں" تو جناب ہم بھی خوش نصیبوں کی لسٹ میں شامل ہو گئے کیا؟ مسکان جی ہم اس دنیا میں اکیلے آئے ہیں اور اکیلے ہی جائیں گے تو پھر اکیلے رہنے سے کیوں گھبراتے ہیں بھلا؟ مایوسی کفر ہے اور اپنے دکھوں پریشانیوں کا اشتہار بہت بڑی بے وقوفی ہے اگر بات میری کی جائے تو میں اپنی پریشانیاں اپنے دکھ کسی سے شیئر کرنے کی قائل نہیں کہ جب کوئی انہیں سلجھا نہیں سکتا انہیں حل کرنے میں ہماری مدد نہیں کر سکتا تو خواہ مخواہ تشہیر کیوں؟ آپ نے دوستی کی پیش کش کی بہت شکریہ۔ ہم تو سب کے دوست ہیں یار مگر ایک بات کہوں گی کہ ہو سکتا ہے میں آپ کے اعتماد

پر پوری نہ اتر سکوں۔ بھروسا کرنا اچھی بات ہے مگر یوں ہر کسی پر...... آخر میری تمام پر خلوص دعائیں آپ کے نام۔ دعاؤں میں دعا کو یاد رکھیں۔ اللہ حافظ

دعا ہاشمی...... فیصل آباد

ملائکہ چوہدری فریدہ جاوید چوہدری پروین افضل سباس گل ہما احمد کے نام

اسلام علیکم! ملائکہ جی ڈھیروں دعاؤں میں یاد رکھنے کا شکریہ مجھے تو لگا کہ آپ سب مجھے بھول ہی گئے ہیں سال بھر سے میرا نہ کوئی ذکر نہ کوئی پیغام یعنی سب نے مجھے سائیڈ پر کر دیا۔ فریدہ جاوید فری شعری مجموعے کی مبارک باد۔ پروین افضل اور سباس گل ڈھیروں دعائیں۔ اب اجازت چاہوں گی۔

انا احب...... گجرات

مسکان قصور کے نام

اسلام علیکم! ڈیئر مسکان کیسی ہو۔ یقیناً آپ نے مجھے نہیں پہچانا ہوگا کیونکہ میں پہلی بار آنچل میں شرکت کر رہی ہوں۔ جولائی کے آنچل میں میں نے آپ کا خط پڑھا تھا اس لیے میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ میرا نام قرۃ العین ہے اور مجھے سب پیار سے عینی اور مینو بلاتے ہیں سوائے دعا، دیا اور سارہ کے (یہ تینوں میری دوست ہیں اور نیناں کہتی ہیں)۔ آپ بھی مجھے نینا بول سکتی ہیں۔ میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گی اور آخر میں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ آپ کے نام کی طرح ہمیشہ آپ کے چہرے پر بھی مسکان رہے۔

قرۃ العین...... شاہ تکذر

"جان" کے نام

اسلام علیکم جان کیسے ہیں امید ہے کہ خیریت سے ہوں گے۔ ارے سوچو اتنا حیران کیوں ہو رہے ہیں۔ بس تھوڑا حیران ہوں ویسے کوئی بات نہیں ہے آپ میری ہر بات پر یونہی حیران ہوتے ہیں۔ جان رنگیلی مس یو گھر میں سب بہت زیادہ یاد کرتے ہیں آپ کو۔ رنگیلی جان ہم سب ایک دوسرے کے بنا بہت ادھورے ہیں چلیں خیر۔ اپنا ڈھیر سارا خیال رکھیے گا۔ پریشان مت ہوا کریں۔ میں ہمیشہ آپ سے کہا کرتی تھی نا کہ میں آنچل کے ذریعے آپ سے بات کروں گی دیکھیں آج اپنا کہا سچ کر دکھایا نا گھر میں بھی سب خیریت ہے ماما پاپا، پرنس، مانی، رنگیلی سب بہت مس کرتے ہیں آپ کو۔ ہماری دعا ہے کہ سدا خوش رہیں آپ۔ جہاں بھی جائیں کامیابیاں آپ کے قدم چومیں آمین۔ جان میں جب بھی کوئی نئی نظم یا نئی چیز لکھتی آپ کو ضرور دکھاتی تھی نا۔ یہ چند ٹوٹے پھوٹے لفظ آپ کے جانے کے بعد صرف آپ کے لیے لکھے تھے امید ہے کہ آپ کو ضرور پسند آئیں گے۔ اپنی گڑیا کی چھوٹی سی یہ نظم!

دوستو! کوئی بھی بات نہ کرو مجھ سے آج
طبیعت بہت میری اداس ہے آج
ہر شام جلاتا ہے سینے پر دیا کوئی
بہت ضبط کے بعد رو پڑا آسمان بھی آج
طلب تو بہت ہے مجھ کو نیند کی مگر
پلکیں میری پلکوں سے جڑتی نہیں آج
نہ مجبور کرو دوستو مجھ کو مسکرانے پر
بس آنسوؤں کے سمندر میں ڈوب جانے دو آج
آپ کی گڑیا!

سون عابد...... ہری پور ہزارہ

سویٹ اینڈ کیوٹ بھانجی میرب کے نام

اسلام علیکم! سویٹ میرب ستمبر میں آپ کی برتھ ڈے تھی سو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ خوش ہو جاؤ آپ کی خالہ جانی نے آنچل کے ذریعے آپ کو وش کیا ہے۔ اللہ آپ کو لمبی زندگی دے آمین۔

دل کش مریم...... چنیوٹ

آنچل دوستوں کے نام

اسلام علیکم! کیسی ہیں آپ سب آنچل دوست امید ہے سب فٹ فاٹ ہوں گی۔ جنہوں نے دوستی کے لیے کہا مجھے ان کی دوستی قبول ہے اور باقی تم عائشہ کرن، لوشی، وفا، غلی معطرہ، چندا، سحر (چھوڑ کے چلی گئی نا) سائرہ، ذرینہ، شاہ نازی کیسی ہیں آپ سب؟ کیا کرتی ہو آج کل اور جن کے نام رہ گئے ان سے معذرت۔ الفت زہرہ کیسی ہو تم؟ تعارف پڑھا آپ کی امی کا سن کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے آمین اور جن کے نام رہ گئے ان سے معذرت۔

رابعہ اکرم...... فیصل آباد

ام کلثوم کیانی کراچی کے نام

ہائے ہیلو اینڈ اسلام علیکم کیسی ہیں سس ام کلثوم آپ کا پیغام پڑھا تو دل چاہا کہ تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں مجھے دوست بنانا بہت اچھا لگتا ہے میں نے نینا شاہ سے بھی دوستی کی درخواست کی تھی۔ میرے خط کا جواب ضرور دینا چاہیے دوستی قبول ہو یا نہ ہو اور کوئی بھی مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے تو موسٹ ویلکم میں نے بہت لوگوں کو خط لکھے ہیں زوبی، رانا، اقصیٰ، کنزہ، کرن، وفا، مدیحہ، طفیل، پری، وش گوندل کو لیکن اب تک صرف پری نے جواب دیا ہے آپ سب اپنا بہت سا خیال رکھیے گا۔

مدیحہ بتول گوندل...... مانگٹ شیخوپورہ

تانی چوہدری کے نام

اسلام علیکم! کیسی ہو تانی؟ امید کرتی ہوں خیریت سے ہوگی۔ تانی مارچ 2012ء کے ڈائجسٹ میں تم نے ہم سے دوستی ختم کر لی کیوں؟ تانی جس کا جتنا ظرف تھا اس نے کیا تانی شاید تم کو دوستی سے دکھ ملا ہو اگر تم مجھے دیکھو تو تمہیں دوستی نام سے ہی نفرت ہو جائے لیکن پھر بھی دوستی آپ سب سے کرنا چاہتی ہوں۔ میرے خیال میں تمہیں خود ہی جان چھڑانی تھی آخر آکسفورڈ یونیورسٹی کی جو ہو ہم غریبوں سے تم کہاں دوستی رکھنا چاہتی ہو گی لیکن ہم پھر بھی تم سے دوستی کرنا چاہتے ہیں آخر میں اگر کوئی میری بات بری لگی ہو تو معاف کر دینا۔

شاہ زندگی...... پنڈی

نازیہ جی اور دوسرے فرینڈز کے نام

اسلام علیکم نازیہ جی کیسی ہیں آپ؟ آپ کی والدہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے سب سے پہلے آپ کو بہت مبارک آپ نے اتنی پیاری کہانی لکھی آپ نے بہت ہی شاندار کہانی کا اینڈ کیا بہت ہی خوب صورتی سے ہر کردار کو ملا دیا۔ سچی یہ کہانی ابھی ہوئی تھی بڑے ہی پیار سے آپ نے سمجھا دیا۔ میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں آپ کی کہانیاں اور شاعری سیدھا میرے دل پر اترتی ہیں اور باقی آنچل میں لکھنے والی سب ہی پریوں کو نائلہ کا دل کی گہرائیوں سے سلام اور ان سب کو عید کی دلی مبارک باد۔ آپ سب مجھے بہت اچھی لگتی ہو اور نورین، فریحہ، شبیر، سارہ، بشریٰ اور سائرہ کو بہت بہت مبارک ہو۔ سب اپنا خیال رکھنا دعاؤں میں یاد رکھنا۔

نائلہ اشفاق...... کے جی ایم

پیارے بھائی انعام نعیم کے نام

وقت دعا میں اک دعا کروں میں رب سے اک التجا کروں تو خوش رہے تو شاد رہے۔ تیرے دل کا آنگن آباد رہے تو ہر پل یونہی ہنسا کرے۔ تو پھولوں کی مانند کھلا کرے تیری زندگی دراز ہو تیری زندگی میں کوئی غم نہ ہو۔ تیری آنکھ کبھی نم نہ ہو۔ تجھے کسی سے کوئی گلہ نہ ہو۔ کوئی دکھ تجھے ملا نہ ہو۔ تیری روح بھی دعا نہ ہو۔ تجھے جن مانگے وہ عطا کرے تیری ہر اک معاف خطا کرے آمین آپ کی سسٹرز۔

سحرش مہوش...... وال بھچراں

روٹھے ہوئے ساتھی کے نام

"روٹھے ہو تم، تم کو کیسے مناؤں پیا بولو نا۔" میں آپ سے اس دن کی غلطی کی معافی مانگتی ہوں پلیز مجھے معاف کر دو۔ اس دن کی غلطی کے لیے۔ آج میں اپنے رسالے کے ذریعے آپ سے کچھ کہوں گی۔

میری ہر سانس میں دھل چکی ہے تیرے پیار کی خوشبو
مئے جب بھی کھلتا ہے زبان سے نکلتا ہے I Love U

ارے میری جان اب غصہ ختم کرو دوبارہ ایسی غلطی بالکل نہیں ہوگی۔ پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر دو نا جانم اپنی زندگی۔

اقراء رانی...... سہو یال

عزیز از جان ہستیوں کے نام

اسلام علیکم! ڈیئر شریک زندگی عثمان کیسے ہیں آپ؟ امید ہے خیریت سے ہوں گے عثمان ستمبر میں آپ کی سالگرہ ہے اور میں آپ کو آنچل کے ذریعے وش کرنا چاہتی ہوں۔ آپ کو جنم دن بہت بہت مبارک ہو اور ساتھ ہی 28 ستمبر کو ہماری پیاری بیٹی ہانیہ کی پہلی سالگرہ ہے۔ ہانیہ جانو آپ کو بھی مما کی طرف سے بہت بہت سارا پیار آپ دونوں ہی میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہو۔ بس بس حیران ہونا چھوڑو اور ماہ وصلت کے لیے اچھی سی ٹریٹ کا بندوبست کرو۔ اب منہ بند بھی کر لو نہیں تو مکھی چلی جائے گی۔ ہانیہ آپ میرے لیے اللہ کا دیا ہوا انمول تحفہ ہو۔ آپ میری زندگی ہو اور آپ میں میری روح بستی ہے۔ جلدی جلدی بولنا اور چلنا شروع کر دو۔ اللہ آپ کو خوشیوں بھری اور صحت سے بھرپور زندگی دے آمین۔ ڈیئر سسٹر میٹرک کے شاندار رزلٹ پر آپ کو بہت بہت مبارک باد۔ کیسا لگا آنچل میں اپنا نام دیکھ کر؟ یہی تمہارا گفٹ ہے انشاءاللہ تمہیں ہمیشہ ایسی ہی شاندار کامیابیوں سے نوازے۔ آپ سب کے لیے دعاؤں کا گلدستہ آپ کی اپنی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM

(نائلہ عثمان)

تانی چوہدری آکسفورڈ یو کے کے نام

السلام علیکم! تانی چوہدری میں نے تو جب بھی آنچل کھولا مجھے ہنستی مسکراتی تانی چوہدری ملی لیکن دو ماہ ہو گئے ہیں آپ کے آنچل میں بہت تلخ لیٹرز آتے ہیں۔ میں نے اور میری فرینڈز نے گھنٹوں آپ کو ڈسکس کیا کہ اتنی ہنستی مسکراتی لڑکی کو آخر کیا ہو گیا؟ یار آنچل کے قارئین آپس میں ایک فیملی کی طرح ہیں۔ جب ایک فرد کو بھی دکھ ہوتا ہے تو سب کو تکلیف ہوتی ہے آپ کا لیٹر پڑھ کر دل مرجھا گیا۔ یار دنیا میں "آل از ویل" کبھی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے دوسروں کی فضول باتوں پر کڑھنے کے بجائے دوسروں کو جلانے کا فن سیکھو اور جلنس رہو۔ تا آپ کی زندگی فضول ہے کہ آپ فضول لوگوں کی خاطر اپنی پیاری زندگی اپنے پیارے رشتوں کو دکھ دو۔ آپ سوچو گی کہ یہ کون ہے جو میری ذات کو ڈسکس کرتی ہے اور جو آپ کی زندگی میں انٹرفیئر کرتی ہے لیکن یار میں اپنے اوپر کنٹرول نہیں رکھ سکی سو آپ کو کہہ دیا۔ آپ سے کوئی رشتہ نہ ہو انسانیت کا رشتہ تو ہے نا جو سب سے بہتر ہے۔ گڈ لک ہمیشہ خوش رہو۔ اللہ آپ کی پریشانیاں دور کرے اور ہمیں ہنستی مسکراتی تانی چوہدری چاہیے۔

نبیلہ خان اعوان ..... عبدالحکیم

اپنوں کے نام

السلام علیکم! ایمن وفا سویٹ ہارٹ اینڈ نوزیہ سلطانہ جوئی۔ میں نے آپ کے فرینڈشپ کے لیٹر کا جواب دیا تھا مگر وہ شاید پہنچا ہی نہیں۔ مجھے آپ کی فرینڈشپ کی آفر قبول ہے۔ ہیلو جنتری! کیسی ہو؟ پوری لوکی ہو سٹر۔ مگلا ہو یقیناً تم تو بالکل خوش باش ہو گی۔ بھئی میں جو تمہارے ساتھ ہوں اور ام کلثوم ہادیہ، افکر جی تسی تے گریٹ ہو جناب۔ زنیرہ ڈارلنگ بہت کوشش کرنے کے بعد بھی ID نہ بنا سکی سوری۔ اریبہ شاہ حیا جاناں جزوا ایندہ زنیرہ وطاہر اسیر! ایمن شاہ کول اصغر جی فیملی ماہ رخ آپی نوشین ندا چوہدری شگفتہ خان شا علی سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے ہے نا۔ فیملی میں تمہیں بہت یاد کرتی ہوں۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ آپ کی تمام مشکلات جلدی سے حل ہو جائیں۔ او کے مائی سویٹ سویٹ آئس کریمی اینڈ لولی فرولی فرینڈز اپنا خیال رکھنا سب کو سلام۔

نیناں شاہ ..... میانوالی

بڑی بہن چاندنی کے نام

کہتے ہیں نام کا اثر کام پر ہوتا ہے اس کی واضح مثال چاندنی باجی آپ ہو۔ مجھے زندگی کی کوئی ایسی مشکل یاد نہیں جب آپ نے میرا ساتھ نہ دیا ہر مشکل گھڑی میں آپ سائے کی طرح میرے ساتھ رہی۔ اب جبکہ آپ کی شادی ہاشم بھائی سے ہو چکی ہے اور آپ کی اپنی لائف شروع ہو چکی ہے جب بھی آپ نے میرے لیے اپنی توجہ میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ آپ ہم سب بہنوں کے لیے ایک فرشتہ ہیں۔ مدد کرنے والا اللہ کا بھیجا گیا فرشتہ۔

صبا سنبل عروج عاشی ..... پنڈدادن خان

عائشہ پرویز طیبہ سعدیہ عطاریہ اور پری وش گوندل کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے تو آنچل ادارے کا شکریہ ادا کروں گی کہ جنہوں نے میرے خط کو قابل اشاعت سمجھا اور آپ سب کا بھی شکریہ جنہوں نے پذیرائی کی۔ عائشہ پرویز! محبت کبھی بھی گناہ، جرم اور غلطی نہیں ہوتی۔ کسی کو آپ چاہتے ہو تو یہ ایک قدرتی امر ہے۔ میں آپ کو معرفت کا اصول بتاتی ہوں آپ جسے پسند کرتے ہو وہ بھی آپ کو ضرور پسند کرے گا۔ آج نہیں تو کل۔ محبت خدائی فعل ہے نہ پیدا کی جا سکتی ہے نہ ختم۔ امید واحد حل ہے چیزوں کو چلنے دیجیے دعا کریں جو آپ کے حق میں بہتر ہے وہ آپ کو مل جائے۔ اگر نہیں بھی ملے تو پہلا پیار بھی نہیں مرتا۔ وہ جس کا نام پہلی بار ایک لڑکی کے دل کی صاف سلیٹ پر لکھا جاتا ہے وہ مٹنا بہت مشکل ہے۔ اگر آپ کی فیملی خوش نہیں ہے تو آپ ایک اچھی بیٹی بنیے۔ اپنے ماں باپ کو مایوس مت کریں لیکن اپنے دل کا وہ دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیں۔ اس کی محبت پر کبھی کسی اور کا نام مت لکھیے گا کیونکہ ایسا کرنا محبت کی توہین ہے جو آپ کی زندگی میں آئے۔ اپنا سب کچھ سوائے اس محبت کے اس کو دان کر دیجیے۔ لیکن پہلی محبت کا سایہ بھی مت پڑنے دیں۔ اس معاملے میں مرد ذات پر بھی اعتبار مت کیجیے گا۔ دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہر میدان میں سرخرو کرے۔ ہمیشہ خوش رہیں آمین۔ میرے لیے بھی دعا کیجیے گا مجھے بہت ضرورت ہے دعاؤں کی۔

عقیلہ احمد ..... منڈی بہاؤالدین

سویٹ کزن فائزہ کے نام

سب سے پہلے میرا سلام۔ دے دیا نا جھٹکا اب منہ بند کر لو اور حیران ہونا چھوڑ دو۔ میں ہوں آپ کی جانی پہچانی عاصمہ بٹ۔ میں نے سوچا آپ کو آنچل کے ذریعے آپ کی منگنی کی مبارک باد دوں۔ میری طرف سے آپ کو اور میرے سفیان بھائی کو منگنی بہت بہت مبارک ہو۔ میرے بھائی سفیان سے مراد ہے کہ تم میری بھابی ہی تو ہو گی اور آنچل کے ساتھ آپ کی منگنی ہمیشہ یادگار رہے گی۔ یقیناً آپ کو میرا سرپرائز اچھا لگے گا جو میرے لیے خوشی کا باعث ہو گا۔ میری خدا سے دعا ہے جو آپ چاہتے ہو سوچتے ہو وہ سب آپ کی قسمت میں لکھ دے آمین ثم آمین۔ آنچل اسٹاف کو سلام اور دعا باقی سب کو بھی سلام۔

عاصمہ بٹ ..... مان گوجرانوالہ

ماہ وش گل واہ کینٹ کے نام

السلام علیکم! ڈیئر مشی کیسی ہو؟ ہو گئی نا حیران ارے یہ میں ہی ہوں۔ تمہاری ماریہ عرف مارو۔ میں نے سوچا میں بھی آنچل کے ذریعے تم تک پیغام پہنچاتی ہوں۔ مشی میری دوست! میری دعا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو اور اللہ پاک تم کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی نصیب فرمائے آمین۔ خدا کرے ہماری دوستی یوں ہی سلامت رہے او کے فرینڈ اب اجازت دو اپنا بہت سا خیال رکھنا سب فیملی کو بہت سلام اور دعا اور رباب کے لیے بھی ڈھیر ساری دعائیں اور سلام۔

ماریہ مغل ..... پنڈی گھیب

اپنوں کے نام

السلام علیکم! امید ہے سب خیریت سے ہوں گے۔ بھائی خالد اور بھائی ذیشان آپ دونوں کو بہت بہت مبارک ہو۔ می پاپا جو بن گئے ہیں۔ کیوٹ سے حمزہ تم مجھے پھوپھو کہا کرنا۔ بھائی اقبال کب آ رہے ہیں آپ؟ بھائی سلیم اور امبرین مشکل میں گھبراتے نہیں بلکہ حالات کا مقابلہ کرتے ہیں میری دعائیں آپ دونوں کے ساتھ ہیں۔ خالدہ (بوبو) آپ کیسی ہیں؟ سنی، تاتی، شانی، عاشی، صوفیہ، ہام، عاقی چنٹی تم سب کو میری طرف سے بہت سا پیار۔ خالہ کوثر، خالہ زرینہ، عارفہ، نرگس، ہابرہ، اقرا، سویرا، اقصیٰ، روبی، صائمہ، شگفتہ، شمائلہ، شانزے، بینی، لیتہ، نایاب، ماہ نور، کشور، ریحانہ، فرزانہ تم سب لوگوں کو میرا بہت سا سلام۔ عارف بھائی امتحان کیسے ہوئے آپ کے۔ شاہ نوشی کیسی ہو بھئی؟ شاہ ایم رنگی ویری سوری پلیز۔ اے او اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کا سایہ ہمارے سروں پر سدا قائم رکھے آمین۔ تمام پاکستانیوں کو میرا سلام اگر جگہ ملی تو پھر حاضر ہوں گے۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ آپ لوگوں کی اپنی۔

انیلا اکرام ..... لودھراں

سمیرا شریف طور کے نام

سمیرا جی جب مجھے خبر ملی کہ آپ کی نئی سلسلے وار کہانی شروع ہو رہی ہے تو بہت خوشی ہوئی۔ میری بہنوں نے مجھے مبارک باد بھی دی کہ تمہاری سمیرا جی کی ایک اور کہانی آ رہی ہے۔ کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ میرا اتنی شدت سے آپ کو دیکھنے آپ سے ملنے کو دل چاہتا ہے مگر میں جانتی ہوں یہ اتنی جلدی ممکن نہیں ہے۔ اسی لیے آنچل کے ذریعے آپ کو مخاطب کر لیتی ہوں۔ مجھے اس دن کا شدت سے انتظار ہے جس دن آپ کا انٹرویو آنچل میں چھپے گا۔ آپ کی نئی تحریر بھی یقیناً "یہ چاہتیں یہ شدتیں" کی طرح یادگار ثابت ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر دے اور آپ کی ہر جائز خواہش پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیاں عطا کرے کہ آپ اپنے سارے غم دکھ کہیں رکھ کر بھول جائیں آمین۔

فائزہ بھٹی ..... پتوکی

سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ امید کرتی ہوں ٹھیک ہوں گی۔ بہت مبارک ہو نیا ناول اسٹارٹ کرنے پر۔ سمیرا میں نے ایک ریکویسٹ کرنی تھی آپ ایک ایسی لڑکی پر کہانی لکھیں جس میں سب کچھ کرنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے مگر گھر والے بہت سخت ہوتے ہیں آخر وہ گھر چھوڑ دیتی ہے اور منزلیں اس کے قدم چومتی ہیں۔ اسے کوئی پچھتاوا نہیں ہوتا کہ وہ گھر سے بھاگ کر آئی ہے اس کا کہنا ہوتا ہے زندگی ایک بار ملتی ہے بار بار نہیں اگر آپ نے کہانی لکھی تو اس میں میرا نام یعنی عالیہ رکھنا پلیز سمیرا آپ سے اپنا بن کر درخواست کی ہے امید کرتی ہوں منظور ہوگی اور ایک بات اور آنچل میں یہ کہانی لکھنا کیونکہ میں آنچل زیادہ پڑھتی ہوں۔ اپنا خیال رکھنا اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا ضرور جواب دیجیے گا آنچل کے ذریعے۔ خدا حافظ

عالیہ کامی ..... کہوٹہ

مسکان (قصور) کے نام

ارے پیاری مسکان! اتنی دل برداشتہ ہو کر کیوں لکھ رہی ہو۔ مایوسی کفر ہے۔ سچ پہلے تمہارا خط میری نظروں سے نہیں گزرا۔ ورنہ میں ضرور جواب دیتی۔ چلو اب مان جاؤ۔ کسی نے تم سے دوستی نہیں کی تو چلو میں تمہاری پکی دوست بن جاتی ہوں۔ مجھے تمہارا ایڈریس نہیں معلوم ورنہ تمہیں پرائیویٹ لیٹر لکھتی۔ اب نٹ سے مجھے لکھو اور نئے افق بھجوا دو۔ وہاں سے وہ مجھے ارسال کر دیں گے۔ مزہ آئے گا دوستی کا۔ عقیلہ احمد! گزشتہ ماہ تمہارا خط نظر سے گزرا۔ تمہارا سوال تھا کہ رائٹرز خوب صورت لڑکیوں کو ہی ہیروئن کیوں چنتی ہیں۔ تو جانی رائٹر بننے سے قبل میرا بھی لوگوں سے یہی سوال ہوتا تھا۔ ہمارے معاشرے کا

وہ طبقہ جو ادب کی طرف لگاؤ رکھتا ہے ان میں سے 95% قارئین کہانی کو اپنی پسند کا اور خوب صورت ہی دیکھنا چاہتے ہیں اور نیچر کی بات ہے کہ عورت کو خوب صورتی کا سمبل سمجھا جاتا ہے۔ بہر حال آپ کی، طیبہ سعدیہ عطاریہ اور عائشہ پرویز کی خواہش پر میں ضرور اس لڑکی پر کہانی لکھوں گی۔ میری نظر میں حقیقتاً وہ لڑکی ہے اور پھر نقش و نگار اور رنگ مدہم ہونے پر خود پر کیا روش۔ یہ تو قدرت کی صناعی ہے مجھے لوگوں کی سائیکی سمجھ نہیں آتی۔ کالے رنگ کے کپڑے یا چیزوں کو دنیا میں 50% سے زیادہ استعمال کیا جاتا ہے جبکہ اگر یہ رنگ کسی عورت ذات میں ہو تو نہ صرف معاشرہ بلکہ گھر والوں کی نظر میں بھی وہ معتوب ٹھہرتا ہے۔ احساس کمتری کا شکار ہونا چھوڑ دیں۔ اس بات پر خدا کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی پیدا کیا۔ کیا یہ بات فخر کرنے کے لیے کم ہے۔ ریحا! اب تم بھی ناراض ہو۔ پتا ہے گل عادل کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ میں تیسری بار پھوپھو بن گئی۔ ناراضی بھول جاؤ اور مجھے مبارک باد کا فون کرو۔

ناز سواش ذیشے ..... میر پور آزاد کشمیر

ضیاء جیمو اینڈ عاصمہ آپی کے نام

ہائے! کیسے ہو کیا حال ہیں؟ ارے یار! ایک دوسرے کو ایسے آزمانے میں خیر بتاؤ یہ تم روٹھنے منانے میں خیر جہاں پیار زیادہ وہاں جھگڑا بھی تو زیادہ ہوتا ہے۔ ویسے ضیاء بھائی تم سے ایک ریکویسٹ ہے کہ جب عاصمہ آپی یمونہ زینب لائبریری میں سے کسی کو بھی مارے تو آپی کو اچھی طرح برین واش کیا کرو۔ یہ بہت بچوں کو مارتی ہے دوسروں کا غصہ بھی ان معصوموں پر اتارتی ہے اور ہاں ہمارا سرپرائز کیسا لگا آپ کو ضرور بتانا وہ بھی آنچل کے ذریعے تاکہ ہمیں خوشی ہو اور اللہ پاک آپ سے خوش ہو اللہ آپ کی جوڑی سلامت رکھے اور ایک ساتھ تمہیں اپنے پاس بلائے۔ آمین

سونی عطر ..... ریشم گل، مورو

کچھ خاص لوگوں کے نام

السلام علیکم! آنچل کے توسط سے آپ لوگوں کو دوستی کا پیغام دینا چاہتی ہوں۔ طیبہ طاہر گجرات، شگفتہ خان، بھلوال، مسکان قصور، طیبہ نذیر شادیوال، عفت عقل خان ڈھیرہ موسیٰ حافظہ شاہ، قادریہ عطاریہ، سمندری، عروسہ شہوار، مہر گل (کوثر مہرین گل) آپ سب سے دوستی قائم کرنا چاہتی ہوں اگر اچھا لگے تو آنچل کے ذریعے جواب دیجیے مگر ایک شرط ہے دوستی ایسی نہیں کہ آج کی اور کل چھوڑ دی۔ وفا اور خلوص لازمی ہے۔ مجھے محب وطن لوگ بے حد پسند ہیں۔ وطن سے پیار کرنے والوں پر میں جان دیتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کسی حد تک ہر پاکستانی محب وطن ہے۔ مگر جو آنچل ریڈرز یہ جذبہ اپنے دل میں غالب پاتی ہیں ان سے میں ضرور دوستی کرنا چاہوں گی۔ جواب کی منتظر رہوں گی اللہ پاک وطن عزیز کو سدا سلامت رکھے آمین۔

عظمیٰ شاہین رفیق ..... جڑانوالہ

قابل احترام ٹیچر کے نام

بے حد محترم ہستی کے لیے نہایت ادب و احترام کے ساتھ دعاؤں پھولوں اور محبتوں کے ساتھ السلام علیکم! ان کی خدمت میں عرض کرتی ہوں امید دعا تمنا خواہش سب یہی ہے کہ آپ کلیوں کی طرح مسکراتی ہوئی ہر غم فکر سے آزاد ہوں گی۔

نادیہ یوسف ..... جھنگ

دوست کے نام

جب سے اپنے اجنبی ہوئے ہیں تب سے ہر اجنبی اپنا لگنے لگا ہے۔ پریشانیوں پر میرا اختیار نہیں کیا کروں بس دل کو بڑا کر لیا ہے بہت وسیع کر لیا ہے سمندر سے بھی زیادہ وسیع اور گہرا۔ کئی بستیاں تباہ ہو گئی ہیں کئی لوگ زندہ در گور ہیں اس میں پرسکون ہے بس بھی کوئی لہر اٹھتی ہے تو آس پاس والے لوگ متاثر ہوتے ہیں۔ بچھڑنے والوں کا کیا پوچھتی ہو کافی لوگوں کو چھوڑا ہے بھول گئی ہوں سب کچھ بھلانا پڑتا ہے۔ کبھی کبھی جان جب سے ڈائری لکھنا چھوڑی ہے لفظ ہی کھو گئے ہیں۔ کچھ کہنے کو الفاظ نہیں ملتے اور اپنے احساسات کو میں بتا نہیں سکتی۔ تم سمجھ جاؤ کی تھوڑی بڑی ہو جاؤ پھر ..... بہت معذرت کے ساتھ کہتی ہوں کہ میں نہیں سکتی سب کی طرح تمہیں بدل سکتی۔ اجازت اور آنچل میں ملتے رہیں گے تمہیں ادھر ہی تلاش کرنا۔

سندریاو ..... ستیانہ

دوستوں کے نام

کیا حال ہیں میری پریوں؟ دیکھا حیران ہو گئے نا آپ لوگ۔ نہ بچہ تم اپنا منہ بند کر لو سونیا، ثمرہ، اقرا، نازی، اقصیٰ میں بگی میں آپ لوگوں سے بہت پیار کرتی ہوں اور سر جاوداشاہ سے سوری کہ ہم نے انہیں تنگ کیا آپ سب کی اپنی۔

سائرہ شاہین ..... کوٹلی

تمام آنچل رائٹرز اور ریڈرز کو سلام۔ سب سے پہلے تو ڈیئر کزنز پنکی شازی سمیرا عصمت عذرا اور ثمین۔ مجھے پتا ہے تم لوگوں ٹھیک ہی ہو گی۔ حیران ہو گئیں نا؟ یار میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتی کیونکہ تم لوگوں کا کام ہی حیران ہونا ہے حالانکہ پاکستانی قوم نے تو کب کا حیران ہونا چھوڑ دیا ہے خیر شہر بانو فرام سرگودھا آپ کا نام میں نے آنچل کے سلسلے در جواب آں میں پڑھا تھا آپ نے کوئی افسانہ بھیجا تھا آپ وہی شہر بانو ہیں جسے میں جانتی ہوں آپ کو دیکھا تو نہیں لیکن اپنی کسی سابقہ فرینڈ سے آپ کے بارے میں اتنا سنا کہ آپ کو جاننے لگ گئی۔ ہو سکتا ہے آپ کوئی اور شہر بانو ہوں لیکن میں جاننا چاہتی ہوں کہ آپ وہی شہر بانو تو نہیں جو کراچی سے شفٹ ہو کر سرگودھا فاروق کالونی میں آئیں پھر وہاں سے شفٹ ہو کر کسی اور بلاک میں چلی گئیں اور آپ کا نام آپ کی دادی کے نام پر رکھا گیا؟ مجھے آنچل کے ذریعے ضرور بتایئے گا اگر آپ وہی ہیں تو ضرور ساجدہ کو جانتی ہوں گی ذہن پر زور دیں یاد آ جائے گا۔

ساجدہ راجا ..... سرگودھا

میری پیاری فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید ہے ٹھیک ہی ہوں گی۔ شاہدہ زاہدہ اور میری پیاری سی آپی صائمہ! آپ سب کو بہت زیادہ یاد کرتی ہوں۔ زاہدہ شہزادی تمہارے کہنے پر لکھنے کی کوشش کی ہے دعا کرنا کامیاب ہو جاؤں۔ اگر آنچل منگواتی ہو تو پڑھ کر اپنے پاس رکھنا شاید میں جلد آؤں۔ دعاؤں میں یاد رکھنا پتا نہیں آپ بھی مجھے یاد کرتی ہو یا نہیں لیکن میں بہت یاد کرتی ہوں۔ باجی ثمر عبدالحکیم سے مجھے وہ نمبر ملا ہے جس پر رابطہ ہی نہیں ہوتا۔ شائمہ آپ بھی مجھے یاد ہو بھولی نہیں ہوں۔ سب پڑھنے والیاں اپنا خیال رکھا کریں خدا حافظ۔

(شبنم ایوب)

ابوبکر بھائی اور فری بھائی کے نام

کیا حال ہے؟ اتنے حیران کیوں ہو رہے ہیں یہ میں ہی ہوں آپ کی بہن! اب یقین کر بھی لیں کہ میں آپ دونوں کو اپنے آنچل کے توسط سے شادی مبارک کہہ رہی ہوں (لگا نہ جھٹکا) بڑے خوش ہو رہے ہیں میں بھلا آپ کو بھول سکتی ہوں۔ آپ کو شادی کی بہت بہت مبارک باد قبول ہو اور آپ دونوں ہمیشہ خوش رہیں اور آپ کی زندگی بہت خوب صورت گزرے اور اللہ تعالیٰ آپ میں ایسے ہی سلوک برقرار رکھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ بہت سی کامیابیوں سے نوازے۔ آپ دونوں سدا خوش رہیں اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ نویلہ آپی شکیلہ آپی مصباح آپی زکیہ ندیا نور ہادیہ نور آپ سب کے لیے بہت سی دعائیں اور پیار آپی بہن!

طیبہ نذیر ..... شادیوال گجرات

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور مائی فرینڈز سب سے پہلے شاہ علی بہت بہت شکریہ میری جان مجھے سب سے پہلے سالگرہ کی مبارک باد دینے کا اور اتنے اچھے انداز میں وش کرنے کا تمہارا برتھ ڈے کنٹ بھی بہت اچھا لگا خوش رہو ہمیشہ جانی۔ لاڈو ملک میری سویٹ سی لاڈو کیا لکھوں تیرے لیے؟ مجھے اپنے الفاظ بہت چھوٹے اور تیری محبت بہت زیادہ لگ رہی ہے۔ بہت شکریہ یار مجھے برتھ ڈے وش کرنے کا۔ تیرا وش کرنے کا انداز مجھے سب سے اچھا لگا۔ خدا کرے تیری ہنسی کو کبھی کسی کی نظر نہ لگے آمین۔ عائشہ بلوچ میری سب سے نائس فرینڈ کیسی ہو جان؟ عاشی اتنی محبت سے وش کرنے کا شکریہ۔ رات دس بجے تک نیند کی وادیوں میں اتر جانے والی میری عائشہ بلوچ مجھے وش کرنے کے لیے رات بارہ بجے تک جاگی مجھے بے حد خوشی ہوئی عاشی آئی لو یو۔ سدا خوش رہو آمین۔ ایمان بٹ سویٹو تمہارا بھی بہت بہت شکریہ وش کرنے کا۔ اللہ تمہیں صحت اور لمبی زندگی دے آمین۔ جاناں میری سویٹ سی جاناں تمہیں تو میں تھینکس بھی نہیں بول سکتی لیکن مجھے بہت اچھا لگا تم نے مجھے وش کیا آنچل میں اپنے لیے تمہاری محبت دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی خوش رہو آمین۔ اب ان فرینڈز کے نام لکھنا چاہوں گی جنہوں نے 22 اگست کو مجھے وش کر کے میرا جنم دن یادگار بنا دیا۔ ام مریم، گل دعا، اتابیہ علی، انعم صبا، انزہ ایمان، مہوش ملک، کرن شاہ، بشریٰ ملک، فرزانہ ملک، نیناں شاہ، امید چوہدری، ماہ رخ، صوفیہ ملک، عائقہ چوہدری، بشریٰ باجوہ، عفت قریشی آپ سب کا شکریہ۔

اریبہ شاہ ..... بہاولپور

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

پروین افضل شاہین..... بہاول نگر

س: ہمیشہ جون جولائی میں ہی میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کا دماغ کیوں الٹنے لگتا ہے؟

ج: یہ تو اچھی بات ہے جلدی سے کھالو۔

س: گھوڑے بیچ کر سونے والے گدھوں کی فکر کیوں نہیں کرتے؟

ج: اس لیے کہ گھوڑے قیمتی ہوتے ہیں۔

س: مجھے دل میں بٹھانے کا کتنا کرایہ لیں گی؟

ج: جو دل کرے دے دو۔

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین مجھے گاڑی چلانا کیوں نہیں سکھاتے؟

ج: خطرہ ہوگا کہ گاڑی برباد نہ ہوجائے۔

بشریٰ ملک' مائرہ ملک..... دھاندرہ فیصل آباد

س: آج دل دکھا ہے تم یاد آئے بھلا کون؟

ج: وہ تو نہیں جو گھر سے باہر بندھا ہوا ہے۔

س: اس کی ہر ادا محبت کیوں لگتی ہے؟

ج: وہ ہوگا اس طرح کا۔

س: کہتے ہے کہ مرد کو پرکھنے کے لیے اس کا غصہ اور عورت کو پرکھنے کے لیے کیا چیز دیکھنی چاہیے؟

ج: اس کا ظرف۔

رانی اسلام..... گوجرانوالہ

س: شمائلہ جی آج کل گرمی کتنی زیادہ ہے اور لوڈشیڈنگ خدا کی امان آپ ہی کچھ کہیے؟

ج: اس حال میں جب تم کچھ کہنے کے قابل نہیں تو ہم سے سوال کیسا؟

س: شمائلہ جی' بچھڑ کر ملنا اور پھر مل کر بچھڑ جانا کس قدر تلخ تجربہ ہے؟

ج: ہمیں اس سلسلے میں فی الحال کوئی تجربہ نہیں۔

عائشہ کرن صدیقی..... کوٹ چھٹہ

س: السلام علیکم! آپی آپ کی محفل میں آئی تھی لیکن آپ نے دھکے دے کر باہر کیا کیوں آپی؟

ج: وعلیکم السلام پیارے بی بی کچھ خوف خدا کرو۔

س: آپ کو گرمی لگتی ہے؟

ج: بی بی گرمی انسانوں کو ہی لگتی ہے۔

س: آپی جی میری عمر 17 سال ہے آپ کی کتنی ہے بتائیں کان قریب کرلیا ہے میں نے؟

ج: ہماری عمر نہ پوچھو۔

س: آپی جون میں گرمی اپنا جنون لے کر کیوں آتی ہے؟

ج: دنیاوی گرمی سے مت گھبراؤ۔

مدیحہ نورین..... برنالی

س: کھوئے ہوتم کہاں اور میں ہوں یہاں؟

ج: کیا آنکھوں میں خرابی ہے۔

س: آج کے دور میں کیا ضروری ہے۔ پیسا' رشتے؟

ج: خلوص' اخلاص اور اچھی نیت۔

س: عورت کو کمتر کیوں سمجھا جاتا ہے؟

ج: کون احمق سمجھتا ہے۔

س: انسان کے پاس سب سے قیمتی شے کون سی ہے؟

ج: عزت۔

س: اخلاقی قدروں کو پامال کیوں کیا جارہا ہے؟

ج: اس لیے کہ ہم مفلس ہوتے جارہے ہیں۔

ام کلثوم رانے..... اختر آباد اوکاڑہ

س: اگر کسی بہت اپنے کا آپ پر سے یقین اٹھ جائے تو؟

ج: آئندہ اس پر یقین نہ کرنا ٹھیک ہے۔

س: مجھے غصہ بہت آتا ہے کیا کروں؟

ج: غصہ تو شیطان کو بھی آتا ہے۔ استغفار کی کثرت کیا کرو۔

س: بہت سے لوگوں کی طرح آپ نے بھی کہا اچھا لکھتی ہو کچھ اور کہیں نا۔

ج: اچھا یہ سانحہ کب ہوا کہ میں نے کہا آپ اچھا لکھتی ہو؟

س: اگر میں آپ کو لو لیٹر لکھوں تو آپ کے ''وہ'' کیا کریں گے؟

ج: ان کے پاؤں کا سائز 9 نمبر ہے۔

س: دعا کریں میرے لیے اور یہ بھی کہ میری چپ اب کبھی نہ ٹوٹے۔

ج: اللہ تعالیٰ آپ کو ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کرنے کی توفیق دے۔

آسیہ' فضہ..... گنگا پور، فیصل آباد

س: آپی مرجھائے ہوئے پھول اور ٹھکرائے ہوئے انسان میں کیا فرق ہے؟

ج: کبھی کسی ٹھکرائے انسان سے واسطہ نہیں ہوا۔

س: آپ کے نزدیک خوف کا تعلق دل سے ہے یا دماغ سے؟

ج: دل سے مگر یہ خوف اللہ کے لیے ہو تو بہت اچھا۔

س: عمل اور علم میں کیا فرق ہے؟

ج: کوئی خاص نہیں علم سیکھ کر انسان عمل کرتا ہے۔

س: صبر کا پھل کہاں سے ملتا ہے؟

ج: جنت الفردوس میں۔

صائمہ احمد سحر..... بھابڑہ' سرگودھا

س: آپ کل میں نئے آنے والوں کے ساتھ آپ کیسا سلوک

کرتی ہیں؟

ج: یہ تو آپ اپنے ہم عصروں سے پوچھیں۔

س: آپی آپ کتنے گھنٹے سوتی ہیں؟

ج: اتنا جتنا ایک نارمل انسان سوتا ہے۔

س: آپی گھر کے کاموں میں دل نہیں لگتا کیا کروں؟

ج: ایک دل ہے ایک ہی جگہ لگے گا نا۔

س: میری دوست کی سالگرہ ہے اسے کون سا تحفہ دوں؟

ج: ڈھیر سارا پیار' خلوص و محبت کے ساتھ ایک پھول گلاب کا۔

اقرأ مبرین وشال..... عبدالحکیم کینٹ

س: شمائلہ جی ہم نے آپ کو ریڈیو میں دیکھا تھا۔ بہت پیاری لگ رہی تھی آپ' کیا واقعی ہی آپ اتنی ہی پیاری ہیں؟

ج: اچھا تو وہ تم تھیں' میں نے بھی دیکھا تھا تمہیں۔

س: آپی جی ہم نے آپ کو ہاتھی گفٹ کرنا ہے مگر ہاتھی کو پیک کرنے کے لیے گفٹ ریپر ہی نہیں مل رہا کیا کریں؟

ج: ایسے ہی بھیج دو۔

س: آپی بہت کٹھن رستا ہے منزل کا کہیں پتا نہیں کیا کیا جائے؟

ج: منزل کا معلوم کرو راستا خود بخود آسان ہوجائے گا۔

سیدہ کنزہ زین..... منڈی بہاؤالدین

س: شمی آپی بعض اوقات انسان کے لیے محبت سے زیادہ دولت کیوں اہمیت اختیار کرجاتی ہے؟

ج: اس لیے کہ انسان کی حیثیت کم ہوگئی ہے۔

س: شمی آپی لوگ ہر بار چہرہ بدل کر کیوں سامنے آجاتے ہیں؟

ج: کیوں کہ وہ میک اپ کے ماہر ہوں گے۔

س: آپی جی کبھی کبھی اندھیرا روشنی سے زیادہ اچھا کیوں لگنے لگتا ہے؟

ج: اچھے تو دونوں ہی ہوتے ہیں ساری بات مزاج کی ہے۔

مصباح نورین..... سوئٹ ایم K-G

س: آپی ہم نے چٹنی بنائی تو تھک گئے خیال آیا حکومت عوام کی چٹنی بناتے کیوں نہیں تھکتی؟

ج: آپ نے جو بنائی اس کی مقدار کم ہوگی۔ جبکہ عوام 18 کروڑ ہیں بی بی' وقت تو لگے گا نا۔

س: ماں کی دعا جنت کی ہوا تو پھر ساس کی دعا؟

ج: ساس بھی تو کسی کی ماں ہوگی اس کی دعا بھی جنت کی ہوا ہوگی۔

س: بوجھو تو جانیں راتوں کو آئے نیند چرائے' نیند چرا کے بھاگ جائے؟

ج: گلی میں بھونکنے والا پاگل کتا۔

عائشہ کرن صدیقی..... کوٹ چھٹہ

س: السلام علیکم! آپی جان کیا حال ہیں اس گرمی میں آپ کا؟

ج: جب یہ جواب لکھا جارہا ہے اس وقت کراچی میں بارش ہو رہی ہے۔

س: غصہ آتا ہے آپ کو اور کیسے آتا ہے مجھے بتائیں آپ کو غصہ دلوانا ہے جلدی سے بتائیں؟

ج: دلوانے کی ضرورت نہیں' یہ سوال پڑھ کر خود ہی آگیا۔

س: شمی آپی لڑکے لڑکیوں کو دیکھ کر سبحان اللہ' ماشاء اللہ کیوں کہتے ہیں؟

ج: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے شاہکار کو یہی کہا جاتا ہے۔

س: اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں اللہ حافظ۔

ج: اللہ ہم سب کو والدین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نورین شفیع..... ملتان

س: پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں جگہ ملے گی؟

ج: جگہ..... اچھا ٹھیک ہے لے لو بابا۔

س: میں سوچتی ہوں کہ بے حیائی کب ختم ہوگی آپ بتائیں؟

ج: ہر کام کی ابتدا ہمیں خود سے کرنی چاہیے پہلے اپنا احتساب کریں تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔

س: میری اللہ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو نیک ہدایت دے اور اللہ حافظ۔

ج: آمین۔

مبک سعید..... شاہ نکندر

س: آپی دوستی اور پیار کے رشتے میں سے کسی ایک رشتے کو چننا ہو تو کسے چنیں گی؟

ج: دوستی' پیار تو پھر مل جائے گا مگر اچھی دوستی نہیں۔

س: آپی باہر بارش ہورہی ہو کمرے میں میوزک آن ہو اور اچھی سی مووی کے ساتھ کولڈرنک کا مزا بھی کیا جارہا ہو پھر بھی کسی چیز کی کمی محسوس ہورہی ہو بھلا کون سی چیز کی؟

ج: بارش کا ہونا اچھی بات' میوزک آن کرنا بری بات اور مووی دیکھنا تو اس سے بھی بری بات۔ ایسے وقت میں صرف اللہ کی رحمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

س: آپی آپ کی ڈیٹ آف برتھ کیا ہے؟ اور آپ میرڈ ہیں یا ان میرڈ؟

ج: یہ بھی ایک بہت اہم سوال ہے۔

س: آپ کو اللہ ہمیشہ خوش رکھے آمین' پیاری سی دعا کے ساتھ رخصت کریں۔

ج: اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقوق العباد ادا کرنے والا بنائے۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ..... سیالکوٹ

س: آپ کی چٹ پٹی کیری کی طرح کھٹی میٹھی محفل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں بیٹھنے کو نہیں کہیں گی یا خود ہی بیٹھ جاؤں؟

ج: خود ہی بیٹھ جاؤ۔

س: آپی آپ کو پتا ہے کہ وہ کتنا خوب صورت ہے ہر طرح کے رنگوں سے مزین جب وہ اپنے آنے کی اطلاع دیتا ہے تو میں خوب

WWW.PAKSOCIETY.COM

بے چینی سے انتظار کرتی ہوں بھلا کس کا؟
ج: اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بات ہی کر رہی ہو نا۔
س: اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کیجیے (پیادیس نہیں) آنچل کی محفل سے اگلے ماہ پھر شرکت کے لیے۔
ج: اللہ آپ کو صحت و تندرستی کی دولت عطا فرمائے۔

نادیہ کامران..... کوٹہ سنگوت سیداں

س: شوہر سے خواہشیں منوانے کا آسان نسخہ بتائیں؟
ج: کچن میں داخل ہو جاؤ اچھے مزے دار کھانے پکاؤ۔
س: سوالوں کے جواب بادام کھا کر دیتی ہیں؟
ج: آپ کیا کیا خیال ہے؟
س: اجازت چاہتی ہوں اچھی سی دعا کے ساتھ رخصت کریں؟
ج: اللہ تعالیٰ آپ کو نیک سیرت اور اچھے اخلاق کا دلہا عطا فرمائے۔

ایمن وفا..... جھڈو

س: آپی اگر میں آپ کو آپی کہوں تو آپ کو برا تو نہیں لگے گا؟
ج: برا نہیں ٹھیک ہے تم آپی ہی کہہ لو۔
س: آپی یو آر سو سویٹ اینڈ سو کیوٹ پتا نہیں کیوں آنچل پڑھتے وقت بہت زیادہ جذباتی ہو جاتی ہوں۔ کبھی آپ کے جوابات پڑھتے پڑھتے ہنس پڑتی ہوں۔
ج: یہ تو ہمارا کمال ہے۔
س: آنچل اور آنچل والیوں اسپیشلی آپ کے لیے میری ڈھیروں دعائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے اور آنچل کو اور بلندی عطا کرے؟

ساجدہ زید..... وپرو والہ چیمہ

س: نادہندہ اور درندہ کی مشترکہ خصوصیت تو بتا دیں؟
ج: دونوں کے آخر میں (ندہ) آتا ہے۔
س: ایک بھیک کے دونوں کاسے ہیں اک پیاس کے دونوں پیاسے ہیں بھلا کس کے؟
ج: اللہ کی محبت کے۔
س: انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو انشاء جی نے کہاں کوچ کیا کیا آپ کو پتا ہے؟
ج: جی ہاں۔
س: ہائے شمائلہ جی میرے سر میں بڑا سخت درد ہو رہا ہے۔
ج: قریب ہی دیوار ہے نا۔

صنم شاہ عرف سنی..... حضرت پیر عبدالرحمان

س: آپی مجھے بہت انتظار ہے بھلا کس کا؟
ج: آنچل کا۔
س: آپی مرد دھوکے باز کیوں ہوتے ہیں؟
ج: اس لیے کہ لڑکیاں نہیں ہوتیں۔
س: آپی کیا کوئی کسی کے لیے مر سکتا ہے؟
ج: ہاں اللہ کی راہ میں۔
س: آپی جو لوگ مر جاتے ہیں وہ خواب میں کیوں نہیں ملتے؟
ج: اس لیے کہ وہ جنت میں ہوتے ہیں۔
س: بھلا سب مجھے آنچل کی دیوانی کیوں کہتے ہیں۔
ج: اس سے پیار و محبت کی وجہ سے۔

عالیہ کاظمی..... کوٹہ

س: سچ بتائیے گا ملیحہ احمد، روبینہ احمد، ہما احمد، حنا احمد، لبابہ احمد آپس میں سگی بہنیں ہیں اور آپ کاشف صاحب یعنی ہماری بھابی ہیں؟
ج: کاشف صاحب کہہ رہی ہو تو ہم آپ کی بھابی کیسے؟ یہ بہنیں نہیں ہیں۔
س: وہ اتنا خوابوں میں یاد کیوں آتا ہے؟
ج: اس لیے کہ وہ ہر وقت دل و دماغ میں رہتا ہے۔
س: آپی کوئی اگر نظر انداز کرے تو؟
ج: ہم اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔
س: جا رہی ہوں روکیے پلیز آنچل کی محفل سے جانے کا دل نہیں چاہتا؟
ج: جاؤ مگر واپس آنے کے لیے۔

کامران خان..... کوہاٹ

س: خالہ روتی ہوئی عورت اور ہنستے ہوئے مرد پر کیوں کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے؟
ج: ابا جانی کیونکہ دونوں صنف کبھی کبھی اعتبار کے قابل نہیں ہوتے۔ اس لیے کہ وہ انسان ہیں۔
س: لڑکا جب کسی خوب صورت لڑکی کو دیکھتا ہے تو سر پر ہاتھ کیوں پھیرنے لگتا ہے؟
ج: اس لیے کہ شادی کے بعد لڑکوں کے سر کے بال غائب ہو جاتے ہیں۔
س: ساون میں لڑکیاں تو جھولا جھولتی ہیں لڑکے کیا کرتے ہیں؟
ج: ان کو جھولا جھلاتے ہیں۔
س: چاند دیکھنے کے لیے آخر بڑے بوڑھوں کی ہی کمیٹی کیوں بٹھائی جاتی ہے؟
ج: کیونکہ اکثر حضرات کی آنکھوں میں ہر وقت چاند رہتا ہے۔
س: عمر کے سولہویں سال کو خطرناک کیوں قرار دیا جاتا ہے؟
ج: یہ تو سولہویں سال سے معلوم کرنا ہوگا۔ ویسے عمر کا ہر حصہ خطرناک ہے۔

کام کی باتیں

حنا احمد

باذنجان (بینگن)

ایک موضوع حدیث جس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط طور پر کی گئی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ بینگن جس ارادے سے کھائیں اسی کے لیے مفید ہے (اس حدیث کے بطلان پر متعدد محدثین سے صراحت آئی ہے دیکھیے المنار المنیف امام ابن قیم الجوزیہ کی تالیف صفحہ ۱۵ اور ملا علی قادری کی کتاب المصنوع صفحہ ۴۴ اور سیوطی کی تالیف اللدی المصنوعہ) انبیاء کی طرف سے اس حدیث کی نسبت کرنا تو دور کی بات ہے کسی عقل مند کی جانب اس کلام کو منسوب کرنا حماقت محض ہے۔

بینگن کی دو اقسام ہیں

سیاہ اور سفید

اس کے مزاج کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ بارد (ٹھنڈا) ہے یا حار (گرم) لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا مزاج حار (گرم) ہے۔ اس کے استعمال سے سوداء کے اندر اضافہ ہوتا ہے اور بواسیر ہوتی ہے اسی طرح اس سے سدے پیدا ہوتے ہیں اور کینسر اور جذام جیسی مہلک بیماریاں رونما ہوتی ہیں چہرے کو سیاہ کرتا ہے رنگ بگاڑتا ہے۔ اس کے استعمال سے منہ میں بدبو پیدا ہوتی ہے البتہ سفید بینگن اور مضرتوں سے خالی ہے۔

مرض کی اقسام

مرض کی دو اقسام ہیں
☆ دل کی بیماری
☆ جسم کی بیماری

ان دونوں اقسام کی بیماریوں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے پھر دل کی بیماری بھی دو طرح کی ہیں
شک و شبہ کی بیماری
شہوت و گمراہی کا مرض

ان دونوں اقسام کی بیماری کا ذکر قرآن کریم میں ہے چنانچہ مرض شبہ کے بارے میں قرآن کریم نے یوں کہا ہے کہ

فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا (بقرہ۔۱۰)

ترجمہ: "کہ ان کے دلوں میں (شک کی) بیماری ہے پس ہم نے اسے خطرناک حد تک بڑھا دیا۔"

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

و یقول الذین فی قلوبھم مرض و الکافرون ماذا ارادا للہ بھذا مثلا (مدثر۔۳۱)

ترجمہ: "جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے اور وہ بول اٹھے کہ خدا نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا۔"

اسی طرح خدا ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہیں قرآن اور سنت کو ہی اٹل یا فیصلہ کن سمجھنے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ انکار کرتے ہیں یا پس پشت ڈال دیتے ہیں فرمایا۔

"واذا دعوآ الی اللہ و رسولہ لیحکم بینھم اذا مرض منھم معرضون وان یکن لھم الحق یا تو آالیہ مذعنین افی قلوبھم مرض ام ارتابوآ ام یخافون افون یحیف اللہ علیھم و رسولہ بل اولیٰک ھم الظالمون" (النور ۴۸۔۴۰۷۔۵۰)

ترجمہ: "جب ان کی سامنے خدا اور رسول کے حکم ماننے کی بات کی جاتی ہے تو ان کی ایک جماعت انکار کر بیٹھتی ہے اور اگر ان کا کوئی حصہ ہو تو وہ اسے لینے کی غرض سے یقین کے ساتھ لپکتے ہیں کیا ان کے دل بیمار ہیں یا انہیں شک شبہ نے لپیٹ لیا ہے یا انہیں اس کا خطرہ لاحق ہے کہ کہیں اللہ اور اس کے رسول ہمارے حصے کم نہ کر دیں یہی ہیں جو بے جا روش پر چلنے والے ہیں۔" (النور ۴۸۔۴۰۷۔۵۰)

یہ مرض شک و شبہ ہے
رہ گیا مرض شہوت تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

WWW.PAKSOCIETY.COM

یا نسآء النبی لسین ما حدثمن النسآء ان القیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الزی فی البہ مرض" (احزاب۔۳۲)

ترجمہ: "اے پیغمبر کی بیویو! تم دنیا کی دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پارسائی پر ہو پھر تمہاری گفتگو میں بھی کوئی لچک نہ ہونی چاہیے کہ اس لچک سے دل میں کوئی کھوٹ رکھنے والے تم سے کوئی توقع نہ رکھ سکیں" یہ بیماری جس کی نشاندہی قرآن نے کی ہے وہ شہوت۔ زنا ہی ہے۔ یہ تو دل کی بیماریوں کا بیان تھا' بخدا ان سے بچیے' دنیا و آخرت دنوں سنور جائیں گے' رہ گئیں جسمانی بیماریاں تو زندگی نے وفا کی تو ان پہ بات کرنے کی کوشش بھی ضرور کروں گی۔ دعاؤں میں دعا کو ضرور یاد رکھیے گا۔ ان شاء اللہ اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گی تب تک کے لیے اللہ محافظ۔

دعا ہاشمی..... فیصل آباد

ٹوٹکے

☆ بلیک ہیڈز کے لیے ایک سخت ٹماٹر کاٹ کر پورے چہرے پر رگڑیں' ایک گھنٹے بعد منہ دھولیں۔

☆ جلد کی چکنائی دور کرنے کے لیے روزانہ دو مرتبہ بیسن سے منہ دھوئیں۔

☆ رات کو سوتے وقت کچے دودھ میں ایک چٹکی نمک ملا کر روئی کے پھائے سے چہرے پر مساج کریں' ایک ماہ مسلسل یہ عمل کرنے سے چہرے کا رواں جھڑ جاتا ہے۔

اقراء یوسف..... سمبڑیال

سر درد کا علاج

+ قہوہ میں دیسی گھی ملا کر گرم گرم پئیں اور چادر تان کر سو جائیں۔

+ اگر پرانا سر درد ہو تو تازہ سیب کا چھلکا اتار کر نمک لگا کر چند روز صبح کے وقت بطور ناشتہ استعمال کریں۔

+ آدھے سر میں درد ہو تو جس حصے میں درد ہو رہا ہو اس کے مخالف ناک کے نتھنے میں اگر شہد کی ایک بوند ڈال دی جائے تو درد فوری طور پر بند ہو جائے گا۔

+ تیز قہوہ میں لیموں کا رس نچوڑ کر پینے سے سر درد دور ہو جاتا ہے۔

+ بادام' سونف' خشک ثابت دھنیا اور کوزہ مصری برابر مقدار میں لیں۔ سونف اور خشک دھنیا توے پر بھون لیں پھر ان کو پیس لیں اور سوتے وقت روزانہ کھائیں۔ پیاز کاٹ کر سونگھنا بھی مفید ہے۔

+ روغن کدو کی سر پر مالش کریں۔

طیبہ نذیر..... شادیوال گجرات

کھلے مساموں کے لیے ہدایات

چہرے کے مسام چہرے کو تر و تازہ اور نرم رکھتے ہیں اگر یہ بند ہو جائیں یا ضرورت سے زیادہ کھل جائیں تو جلدی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کھلے مساموں والی جلد کے لیے ہدایات پیش ہیں۔

۱: ایسی جلد کی حامل خواتین جلد کی صفائی کا خاص رکھیں جلد سے چکنائی' گرد و غبار اور مردہ خلیوں کی اچھی طرح صفائی کریں تاکہ چہرے پر دانے نہ پیدا ہوں۔

۲: بعض جدید کاسمیٹک پروسیجرز چہرے کے مساموں کا سائز اور بڑھاپے کے اثرات کو بہتر طور پر کنٹرول کر سکتے ہیں۔ اس لیے کسی ماہر امراض جلد کے مشورے سے اپنے چہرے کے تمام مسائل کو کاسمیٹک پروسیجرز سے حل کیا جاسکتا ہے۔

۳: دو ٹماٹر کے جوس میں آدھا چمچ شہد ملا کر دس منٹ کے لیے چہرے پر لیپ کریں۔ اس کے بعد ٹشو سے صاف کر کے ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھولیں۔ اس سے کھلے مسام بند ہو جاتے ہیں اور جلد کی تازگی برقرار رہتی ہے۔

طیبہ شیریں..... کوری خدا بخش

تندرستی صحت

لبابہ احمد

وٹامن اے کی کمی بچوں کی بصارت چھین سکتی ہے

بچے ماں باپ کی زندگی ہوتے ہیں۔ ان کی پرورش و نگہداشت کے لیے وہ اپنے مقدور بھر توانائیاں صرف کرتے ہیں۔ ہر والدین اپنے بچوں کو صحت مند' خوش و خرم دیکھنا چاہتے ہیں۔ بچوں کے متعلق محبت کے ان جذبات کو اگر انسانیت کے وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو بچوں کے حقوق اور ان کی صحت' حفاظت کے لیے کام کرنے والے ادارے بھی گویا ایک پدرانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔ عالمی سطح پر اس ضمن میں کام کرنے والے ادارے مثلاً یونیسف وغیرہ دنیا بھر میں بچوں کی عمومی صورت حال ان کو صحت اور علاج کے حوالے سے لاحق مسائل کے متعلق تحقیق کر کے نہ صرف والدین کو ان کے حل کے لیے آگاہی فراہمی کرتے ہیں بلکہ انسانی برادری میں بچوں کے لیے نرم گوشہ رکھنے والے ہر دل کو اس ضمن میں کچھ کرنے کی تحریک دیتے ہیں جیسا کہ نام سے پہلے ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنے بچے کو صحت مند اور خوش و خرم دیکھیں۔ یہ خوشی حاصل کرنے کے لیے اوائل عمر سے بچوں کی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ بچوں کی بیماریوں کے متعلق زیادہ آگہی ضروری ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی جانب سے بچوں کی ابتدائی بیماریوں اور حفاظتی ٹیکوں کے لیے چلائی گئی مہم کے خاطر خواہ نتائج پیدا ہو رہے ہیں اور والدین میں پہلے کے مقابلے میں خاصا شعور پیدا ہوا ہے۔ لیکن ابھی بھی پڑھے لکھے والدین کی ایک کثیر تعداد بھی بچوں کی عمومی بیماریوں کی سنگینی سے ناواقف ہے۔ مثلاً وٹامن اے کی کمی کے مسئلے کو لیجیے کتنے والدین آگاہ ہیں کہ پاکستان میں پانچ سال سے کم عمر چھیالیس فیصد بچے وٹامن اے کی کمی کا شکار ہیں۔ جبکہ دنیا بھر میں سالانہ 25 لاکھ بچے اس وٹامن کی کمی سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

وٹامن اے کی کمی کے حوالے سے ڈاکٹر مبینہ آگبوٹ والا اور ڈاکٹر ناہید فاروقی بہت کام کر رہی ہیں۔ اس وٹامن کی بچوں کے لیے اہمیت اور اس کی کمی سے ہونے والے نقصانات کے بارے میں انہوں نے بتایا۔

وٹامن کی کمی کی وجہ سے دنیا بھر میں پانچ لاکھ بچوں کی بینائی متاثر ہوتی ہے۔ ان میں سے 60 فیصد بچے موت کا شکار ہو جاتے ہیں جو چالیس فیصد بچے موت سے بچ جاتے ہیں ان میں سے پچیس فیصد بچے اندھے پن کا شکار ہو جاتے ہیں جبکہ ساٹھ فیصد بچوں کی بینائی کسی حد تک متاثر ہوتی ہے۔

وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی آہستہ آہستہ ختم ہونے لگتی ہے۔ اگر صحت کے کارکن اور مائیں وٹامن اے کی کمی کی علامات کو باآسانی پہچان لیں تو اس کا بروقت تدارک کیا جاسکتا ہے۔

وٹامن کی کمی کی وجہ سے بچے کو اندھیرے میں کم نظر آتا ہے۔ دن کے وقت بھی اگر کمرہ تاریک ہو تو بچے کو دیکھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ جب بچہ اندھیرے میں لڑکھڑائے یا کسی چیز سے ٹکرانے لگے تو ماں کو ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ اس علامت کو شب کوری (Night Blindness) کہتے ہیں۔ اس کو رتوندی بھی کہا جاتا ہے۔ چھوٹے بچوں میں شب کوری کا اندازہ آسانی سے نہیں لگایا جاسکتا لیکن دو سال یا اس سے زیادہ عمر کے بچوں میں یہ علامات

WWW.PAKSOCIETY.COM

آسانی سے پہچانی جاسکتی ہیں۔

اگر بروقت تدارک نہ کیا جائے تو بینائی پر اثر زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

عموماً بچہ تیز روشنی میں دیر تک نہیں دیکھ سکتا اور آنکھوں سے پانی بہنے لگتا ہے یا بچہ اپنی آنکھیں بھینچ لیتا ہے۔ بچے کی اس حرکت کو خطرے کا نشان سمجھنا چاہیے۔

آہستہ آہستہ آنکھوں کی چمک ماند پڑنے لگتی ہے اور آنکھ خشک ہونے لگتی ہے ایسے بچوں کی آنکھیں عموماً سرخ رہتی ہیں اور آنکھوں میں چھوٹے چھوٹے سفید دانے بن جاتے ہیں۔ ان دانوں کو بیٹوٹ دانے یا Bitot Spot کہتے ہیں۔ ایسے بچے عام طور پر روشنی سے نظر چرانے لگتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں جھلی سی بننے لگتی ہے جو آنکھوں کی پتلی کے سامنے سفید پردے کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور بچے کی بینائی متاثر ہونے لگتی ہے۔ اگر اس حالت میں بھی بچے کو وٹامن اے دے دیا جائے تو اس کی آنکھوں کی بینائی واپس آجاتی ہے۔

جب بروقت وٹامن اے نہ ملے تو آہستہ آہستہ آنکھوں میں زخم بننے لگتے ہیں۔ ان زخموں میں مواد (پیپ) پڑ جاتا ہے اور بچہ اپنی آنکھیں کھو بیٹھتا ہے۔

آنکھیں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں اور ان کی قدر کرنی چاہیے۔ آنکھوں کے پردے پر دنیا بڑی حسین و رنگین نظر آتی ہے لیکن وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے یہ رنگین دنیا تاریک ہوجاتی ہے۔

وٹامن اے دینے سے آنکھوں کی بینائی واپس آجاتی ہے لیکن اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے بچے کی آنکھیں کس قدر متاثر ہوئی ہیں۔

ابتدائی درجوں یعنی شب کوری Night Blindnes سے لے کر جھلی بننے تک کے درجے تک وٹامن اے دینے سے بچے کی آنکھوں کی روشنی واپس آسکتی ہے لیکن جب آنکھوں میں زخم پڑ جائیں تو آنکھیں ضائع ہوجاتی ہیں اور وٹامن اے دینے سے بھی بینائی واپس نہیں آتی ہے۔

وٹامن اے بچے کی قوت مدافعت بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اس کی وجہ سے بچے کے خون کے خلیے ایسی فوج پیدا کرتے ہیں کہ مختلف بیماریوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہے اور بچوں کی مختلف بیماریوں مثلاً دست، نمونیا وغیرہ سے حفاظت کرتی ہے۔

وٹامن اے جسم کی اندرونی تہہ Epithellium کی رطوبت کو جاری رکھنے کے لیے بہت ضروری ہے۔ وٹامن اے کی کمی کی وجہ سے جسم کی اندرونی تہہ خشک ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے مختلف جراثیم اس پر حملہ کردیتے ہیں۔ اس طرح جب آنکھوں کی رطوبت ختم ہوجاتی ہے تو آنکھیں خشک ہوجاتی ہیں۔

دنیا بھر میں ماہرین نے وٹامن اے پر تحقیق کے ذریعے ثابت کیا ہے اور جن بچوں میں وٹامن اے کی کمی ہوجاتی ہے ان میں دستوں کی بیماری اور نمونیا بہت عام ہے۔ اس کے علاوہ ایسے بچے عموماً سوکھے کی بیماری کا شکار ہوجاتے ہیں۔

(جاری ہے)